Halat e Hazera

By Haider Qureshi

حالاتِ حاضرہ

انٹرنیٹ ایڈیشن

منظر اور پس منظر — خبر نامہ

ادھر اُدھر سے — چھوٹی سی دنیا

مختلف ویب سائٹس کے لیے حالاتِ حاضرہ پر کالم اور مضامین لکھتے لکھتے چار مجموعے بن گئے۔ ان میں سے پہلے تین مجموعے کتابی صورت میں بھی شائع ہو چکے ہیں، جبکہ آخری مجموعہ "چھوٹی سی دنیا" کے کالم صرف اخبارات میں ہی شائع ہوئے ہیں اور ان کی ای بک ۲۰۱۲ میں آن لائن کر دی گئی تھی۔ بہر حال اب یہ چاروں کتاب ایک ہی جلد میں یہاں پیش کر رہا ہوں۔ کسی پبلشر نے دلچسپی لی تو اسے کتاب کی صورت میں شائع بھی کیا جا سکتا ہے۔ وگرنہ دلچسپی رکھنے والے احباب کے لیے یہ چاروں مجموعے ایک جلد میں ای بک کی صورت میں پیش ہیں۔

حیدر قریشی

حالاتِ حاضرہ

حیدر قریشی

حالاتِ حاضرہ

حیدر قریشی

حالاتِ حاضرہ

کے حوالے سے چار کتابیں

منظر اور پس منظر

خبر نامہ

ادھر اُدھر سے

اور بعد کے چند کالم

چھوٹی سی دنیا

حیدر قریشی

انٹرنیٹ ایڈیشن

انٹرنیٹ ایڈیشن

مختلف ویب سائٹس کے لیے حالاتِ حاضرہ پر کالم اور مضامین لکھتے لکھتے چار مجموعے بن گئے۔ان میں سے پہلے تین مجموعے کتابی صورت میں بھی شائع ہو چکے ہیں،جبکہ آخری مجموعہ ''چھوٹی سی دنیا'' کے کالم صرف اخبارات میں ہی شائع ہوئے ہیں اوران کی ای بک ۲۰۱۲ء میں آن لائن کر دی گئی تھی۔بہر حال اب یہ چاروں کتاب ایک ہی جلد میں یہاں پیش کر رہا ہوں۔کسی پبلشر نے دلچسپی لی تو اسے کتاب کی صورت میں شائع بھی کیا جا سکتا ہے۔وگرنہ دلچسپی رکھنے والے احباب کے لیے یہ چاروں مجموعے ایک جلد میں ای بک کی صورت میں پیش ہیں۔

حیدر قریشی

جنوری ۲۰۱۴ء

چاروں کتابوں کی ترتیب

''حالاتِ حاضرہ'' کا انتساب

ڈاکٹر رشید امجد صاحب (اسلام آباد)

اور

پروفیسر ڈاکٹر مظہر مہدی صاحب (دہلی) **کے نام**

مسترد کر کے جھوٹی تاریخیں

وقت خود جھوٹ، سچ نتارتا ہے

منظراورپس منظر

حیدرقریشی

انٹرنیٹ ایڈیشن

ناشر

سرورادبی اکادمی ۔جرمنی

Sarwar Adabi Akademi,Germany

....

www.urdustan.com/

نام کتاب: منظراورپس منظر

(حالاتِ حاضرہ پر لکھے جانے والے کالم)

مصنف : حیدرقریشی

سال اشاعت: ۲۰۰۴ء

تعداد : پانچ سو

طابع: جھوک پرنٹرز ملتان (پاکستان)

سرورق: ۔اختر بیگ

تزئین: شاہد دھریجہ

قیمت:120/= روپے

ناشر: ---------سرورادبی اکادمی۔جرمنی ---------

بہ اشتراک اردوستان ڈاٹ کام (امریکہ)

اظہارِ تشکر :برادرم خورشید علی (جرمنی) کا شکریہ!

جن کے تعاون سے اس کتاب کی اشاعت ممکن ہو سکی

مصنف کا پتہ

Haider Qureshi

Rossertstr.6, Okriftel,

65795-Hattersheim,

Germany.

ای میل: haider_qureshi2000@yahoo.com

صدرِ پاکستان

جنرل پرویز مشرف کے نام

جنہوں نے بالکل جائز بنیاد پر ملک کا اقتدار سنبھالا،
جنہوں نے یکا یک بدلتے ہوئے عالمی حالات میں
بہت سے ناگوار سہی مگر بروقت اور درست فیصلے کئے،
جنہوں نے اقتصادی لحاظ سے ڈوبتے ہوئے ملک
کو کسی طرح سہی، اقتصادی زبان میں سنبھالا دیا،

لیکن

جنہوں نے اندرون ملک، قومی دولت لوٹنے والوں
سے کسی سیاسی امتیاز کے بغیر ملک کی دولت واپس لانے
کا سب سے اہم اور بنیادی فرض فراموش کر دیا ہے،
اور جو اپنی سیاسی مجبوریوں کے باعث بہت سے بڑے
چوروں کا سیاسی تعاون حاصل کرنے کے لئے انہیں
اپنے سیاسی سیٹ اپ میں حصہ دار بنائے بیٹھے ہیں ۔

جنرل پرویز مشرف کا سب سے اہم
کارنامہ یہ ہے کہ انہوں نے کسی بھی سابقہ فوجی یا
سول حکمران کے مقابلہ میں پریس کو نہ صرف سب
سے زیادہ آزادی دی ہے، بلکہ اپنی ذات پر ہونے
والی ہر تنقید کو خندہ پیشانی کے ساتھ برداشت کیا ہے۔

گھنی تاریکیوں میں روشنی کی آس باقی ہے
یہی دولت بہت ہے جو ہمارے پاس باقی ہے

ترتیب

ابتدائیہ

منظر اور پس منظر

۔ایک شاعر اور ادیب ہوتے ہوئے مجھے اس صحافیانہ کالم نگاری کی ضرورت کیوں پیش آئی؟
میرے ادبی دوستوں کو یقیناً اس پر حیرت ہو گی۔گیارہ ستمبر ۲۰۰۱ء کے بعد عالمی سیاسی اخلاقیات اور اصولوں کی دنیا کا نقشہ جس سرعت کے ساتھ تبدیل ہوا، اس پر باقی دنیا کی طرح میں بھی عجیب سے دکھ اور بے بسی کی کیفیت میں مبتلا تھا۔شاعری یا کہانی کی صورت میں کچھ لکھنے کا ارادہ کیا تو جو کچھ لکھا گیا وہ میرے نزدیک صحافتی سطح کی شاعری اور اسی سطح کے افسانے بنتے تھے۔میں نے دو نظمیں اور تین افسانے لکھ تو لئے لیکن میری ان نظموں اور کہانیوں نے ہی مجھے روک لیا۔صحافت کا اپنا ایک جہان ہے، جو ادب سے قربت رکھنے کے باوجود بالکل الگ جہان ہے۔میں ادب اور صحافت میں پیش کش کے بنیادی فرق کو ہمیشہ ملحوظ رکھتا ہوں۔اسی لئے صحافیانہ انداز میں کہانیاں لکھنے والوں کی طرح اپنی کہانیاں پیش کر کے میں اس موضوع، اس انسانی اور عالمی سیاسی المیہ پر اپنے جذبات کا پورے طور پر اظہار نہیں کر پاتا۔ بے شک بعض بڑے افسانہ نگاروں نے بعض ہنگامی موضوعات کو مس کر کے بھی بڑی کہانیاں لکھی ہیں لیکن میری لکھی کہانیاں مجھے ادبی تقاضوں سے ہٹ کر سطحی ہونے کا احساس دلا رہی تھیں۔چنانچہ ان کہانیوں اور نظموں کے کہنے پر میں نے ان سب کو ضائع کر دیا۔

باخبری کتنی بڑی نعمت اور کتنا بڑا عذاب ہے؟ مجھے ہمیشہ سے اس کا احساس رہا ہے کیونکہ میں اخبارات کا مستقل قاری ہوں۔اپنے ارد گرد سے بے خبر نہیں رہ سکتا۔پھر نائن الیون کے بعد جو قیامتیں گزری ہیں، ان سے کیسے بے خبر یا بے تعلق رہ سکتا تھا! میں عالمی اور ملکی صورتحال پر مختلف انداز سے غور کرنے اور اسے اپنی سوجھ بوجھ کے مطابق سمجھنے کے نتیجہ میں مختلف ذہنی کیفیتوں سے گزرتا رہا۔اسی عرصہ میں نائن الیون کے سانحہ کو چھ ماہ گزر گئے۔اور پھر وہ ۲۳/مارچ ۲۰۰۲ء کا دن تھا۔جب میں اسی گومگو، بے چینی اور کرب کی کیفیت میں مبتلا تھا۔عالمی صورتحال سے لے کر علاقائی اور ملکی صورتحال تک جو کچھ دکھائی دے رہا تھا اس سب سے نجات کی کوئی صورت دکھائی نہیں دے رہی تھی۔اسی بے یقینی، بے بسی اور

دکھ کی حالت میں کوئی نظم یا کہانی لکھنے کے بجائے حالاتِ حاضرہ پر براہِ راست لکھنے کی تحریک ہوئی۔اور اسی دن میں نے ایک آرٹیکل لکھا جس کا عنوان رکھا ''ہماری اجتماعی غلطیاں''۔۔۔پھر اسی دن شام کو ایک اور آرٹیکل لکھا۔''اختلافِ عقیدہ کی بنیاد پر نفرت کیوں؟''۔۔۔یہ دونوں آرٹیکل اسی دن میں نے ای میل کے ذریعے اپنے کرمفرما ہارون عباس کو ان کی ویب سائٹ القمر آن لائن ڈاٹ
کام کے لیے بھیج دیئے۔تب ہم اکثر ہاٹ میل میسنجر پر دن میں کئی کئی بار ملا کرتے تھے۔ہارون عباس سے اسی دن طے ہو گیا تھا کہ اگر ایسا کچھ لکھوں گا تو ان کو بھیجوں گا۔شومیٔ قسمت کہ اِدھر میں نے ان کو اپنے آرٹیکل بھیجے 'اُدھر ان کی ویب سائٹ کسی ٹیکنیکل مسئلے کی وجہ سے غائب ہو گئی۔تاہم اس دوران میں نے اپنے آرٹیکل کے لئے ''منظر اور پس منظر'' کا نام بھی طے کر لیا۔جب القمر آن لائن زیادہ دیر کے لئے آف لائن ہو گئی تو میں نے امریکہ میں قائم اردو کی ویب سائٹ ''اردوستان ڈاٹ کام'' کے کاشف الہدیٰ سے بات کی۔انہوں نے کالم منگا کر پڑھے۔کچھ ان پر ڈسکس ہوئی اور پھر اسے اردوستان کا مستقل کالم بنا لیا گیا۔ابتدا میں ایک سہو یہ ہوا کہ پہلے کالم کو بعد میں اور بعد والے کالم کو پہلے لگا دیا گیا۔تاہم حقیقت یہ ہے کہ ترتیب کے لحاظ سے یہ دونوں کالم اسی طرح لکھے گئے تھے جیسے اوپر ذکر کر چکا ہوں۔اور اصلاً ۲۳ مارچ ۲۰۰۲ء کو لکھے گئے تھے۔جبکہ اردوستان ڈاٹ کام پر ۸/اپریل ۲۰۰۲ء اور ۱۵/اپریل ۲۰۰۲ء کو آن لائن ہوئے۔

باقی کے سارے کالم جیسے جیسے لکھے جاتے تھے ویسے ویسے ہی کاشف الہدیٰ صاحب کو بھیج دیئے جاتے تھے اور عموماً ایک دو دن کے وقفہ کے ساتھ آن لائن ہو جاتے تھے۔ہر کالم کے ساتھ میں نے فہرست میں ہی آن لائن کئے جانے کی تاریخ درج کر دی ہے تاکہ کسی واقعہ کو اس کے زمانی پس منظر میں رکھ کر بھی سمجھا جا سکے۔اس کے لئے کاشف الہدیٰ صاحب کا شکر گزار ہوں کہ انہوں نے ازخود تاریخوں کے اندراج کا کام کر کے میرے لئے سہولت پیدا کر دی۔
۔۔۔اگرچہ ہارون عباس صاحب نے بھی اپنی سائٹ کے مزاج کے مطابق میرے بہت سے کالم اپنی سائٹ القمر آن لائن پر لگا رکھے ہیں تاہم ۲۵ کالموں پر مشتمل اس کی پوری فائل صرف کاشف الہدیٰ صاحب کی ویب سائٹ www.urdustan.com پر دستیاب ہے، اور اب یہ سارے کالم کتابی صورت میں شائع ہو رہے ہیں۔یہ کالم میری کسی سیاسی بصیرت کا نتیجہ نہیں ہیں بلکہ حالاتِ حاضرہ پر میرے دکھ اور کرب کے اظہار کے ساتھ ان حالات سے نکلنے اور دنیا کو جنتِ ارضی کی صورت میں دیکھنے کی خواہش

کا نتیجہ ہیں۔اسے کسی اچھے صحافی کی تحریریں نہیں سمجھیں بلکہ ایک عام پاکستانی ذہن اور ایک چھوٹے سے ادیب کی ذہنی کیفیات سمجھیں۔میں اپنے ادبی اصولوں پر قائم ہوں،جن کے مطابق شدید دکھ کی کیفیات پر فوری طور پر تخلیقی اظہار ممکن نہیں ہوتا اور ایسا جو کچھ لکھا جاتا ہے وہ عموماً اچھا فن پارہ نہیں بن پاتا۔اسی لئے حالاتِ حاضرہ کے شدید دباؤ کے باعث میں نے اپنے دکھ کے اظہار کے لئے ادب کے نام پر سطحی تخلیقات پیش کرنے کی بجائے براہِ راست موجودہ حالات پر اپنے جذبات اور خیالات کا اظہار کر دیا ہے۔میرے لئے ایسا کرنا ناگزیر تھا ورنہ شاید میرا دَم گھٹ جاتا۔

۔۔۔”منظر اور پس منظر“ کے تحت میں نے جو کچھ لکھا ہے ان میں سے تین اہم نکات ایسے ہیں،جو ویسے تو نئی بات نہیں تھے لیکن جن کو موجودہ سنگین حالات کے تناظر میں شاید مجھے ہی پہلی بار پیش کرنے کی توفیق ملی ہے۔عین اس وقت جب انڈیا اور پاکستان کی فوجیں آمنے سامنے آگئی تھیں جنگ کا شدید خطرہ تھا تب میں نے جنوبی ایشیا میں مستقل امن کے قیام کی خواہش کے ساتھ ایوب خان کے دور میں ہندوستان کو خصوصی دوستی کے لئے کی جانے والی ایک پیش کش کا ذکر کرتے ہوئے یوروپی یونین کی طرز پر سارک یونین کو متحرک کرنے کا ذکر کیا تھا۔(ایوب خان نے صرف مشترکہ دفاع ہی نہیں بلکہ ہندوستان کے ساتھ ایک ڈھیلی ڈھالی کنفیڈریشن قائم کر لینے کا عندیہ دیا تھا)اس حوالے سے میرا پہلا کالم ۲۲ رجولائی ۲۰۰۲ءکو آن لائن ہوا(انڈو پاک مسائل اور مستقبل)۔اور دوسرا کالم ۵رجنوری ۲۰۰۳ءکو آن لائن ہوا (سارک یونین کا قیام وقت کی ضرورت)۔مذکورہ پہلے کالم کے بعد سارک یونین کے حوالے سے محترمہ بے نظیر بھٹو نے اپنے ایک مضمون (”ہماری خارجہ پالیسی اور خطہ کی صورتحال“از بے نظیر بھٹو۔جنگ۔انٹرنیٹ ایڈیشن 25 ردسمبر 2002ء) میں سارک یونین کو یورپین یونین کی طرز پر متحرک کرنے کی بات کی۔ان کے اسی مضمون کے نتیجہ میں میں نے اس موضوع پر اپنا دوسرا کالم ۵رجنوری ۲۰۰۳ءکو پیش کیا۔پھر بنگلہ دیش میں مئی ۲۰۰۳ءمیں ہونے والی ایک اہم کانفرنس میں مشاہد حسین نے مشترکہ دفاع کے مسئلہ پر ایوب خان کی پیش کش کا حوالہ پیش کرتے ہوئے یہ انکشاف کیا کہ ایوب خان سے پہلے قائدِ اعظم نے بھی ہندوستان کو مشترکہ دفاع کا مشورہ دیا تھا۔اس کے نتیجہ میں ارشاد احمد حقانی نے اپنے کالم(”پاک بھارت تعلقات۔۔ایک تجزیہ“ جنگ انٹرنیٹ ۷ جون،۸ جون ۲۰۰۳)میں اس اہم نکتہ کی اہمیت کو اجاگر کیا۔مجھے خوشی ہے کہ ہمارے بڑی سطح کے قومی دانشور جس نہج پر سوچ رہے ہیں میرے جیسے عوام بھی لگ بھگ اسی میں اس خطے کی نجات محسوس کرتے ہیں۔یہ الگ

بات کہ ان پر عمل درآمد کی نوبت نہیں آنے دی جا رہی کیونکہ پورے خطے کے برسرِ اقتدار بیشتر ٹولوں کے مفادات باہمی دشمنی کے ڈرامے میں ہی پورے ہوتے ہیں۔

۔۔۔دوسری بات۔۔میں نے اپنے بچپن میں ایک کتابچہ پڑھا تھا **الکفر ملة واحدة** جس میں بتایا گیا تھا کہ اسرائیل کے قیام سے مسئلہ صرف یروشلم کا نہیں بلکہ مسئلہ خود مکہ اور مدینہ کی عزت،سلامتی اور آزادی کا ہے۔کیونکہ گریٹر اسرائیل کے نقشہ میں مکہ اور مدینہ کو شامل رکھا گیا ہے۔

۔۔۔اسی وجہ سے میں نے اپنے دو کالموں ”تاریخ سے فرار کیوں“(۱۳رمئی ۲۰۰۲ء) اور”انتہائی خطرے کی گھنٹی“(۱۲راگست ۲۰۰۲ء)میں اسی حوالے سے نشاندہی کر دی کہ اب مکہ اور مدینہ پر عالمی گِدھ منڈلانے لگے ہیں۔میرے دوسرے کالم کے بعد نہ صرف بعض مقتدر کالم نگاروں نے اپنے طور پر اسی حوالے سے کالم لکھے بلکہ مختلف ٹیلی ویژن چینلز پر بھی اس سنگین مسئلہ پر گفتگو ہونے لگی۔گویا خطرے کا ادراک کیا جانے لگا۔متحدہ مجلس عمل کے سربراہ مولانا شاہ احمد نورانی نے بھی ایک بیان میں کہا کہ واقعی اسرائیل کا گریٹر اسرائیل کا منصوبہ ہے اور اس کا نقشہ میں نے منگایا ہے۔اس میں مکہ اور مدینہ کو بھی اسرائیل کا حصہ دکھایا گیا ہے۔

۔۔۔کاش اس وقت ہمارے رہنماؤں نے اس آواز پر کان دھرا ہوتا جب بظاہر بالکل نارمل حالات میں اس خطرے کی نشاندہی نصف صدی پہلے کی گئی تھی۔لیکن ہمارا مزاج بھی تو اب یہی بن گیا ہے کہ جب تک پانی سر سے اوپر نہیں گزر جاتا ہمیں خطرے کی سنگینی کا احساس نہیں ہوتا۔

۔۔۔تیسری بات عالمی صورتحال کو آسمانی اور بعض دینی کتب میں مذکور پیشین گوئیوں کی روشنی میں دیکھنے کی کاوش تھی۔میں نے اپنے کالم”عراق پر اینگلو امریکن حملہ“(۳۰ مارچ ۲۰۰۳ء)کے آخر میں مذہبی حوالے سے لکھا تھا کہ اگر شام کو اس کھیل میں ملوث کیا گیا تو عالمی جنگ چھڑ جائے گی۔میں نے واضح طور پر مذہبی پیشین گوئیوں کی بنیاد پر اس خدشہ کا نہیں بلکہ یقین کا اظہار کیا تھا۔یہ کالم ۳۰ رمارچ کو آن لائن ہوا۔میں اس کی اطلاع جن بعض احباب کو ای میل سے دیا کرتا ہوں ان میں اے آر وائی چینل کے معروف پریزینٹر ڈاکٹر شاہد مسعود بھی شامل ہیں۔چنانچہ اس کالم کی اشاعت کے اگلے ہی دن یعنی ۳۱ رمارچ ۲۰۰۳ءکو رات کو اپنے پروگرام ویوز آن نیوز میں ڈاکٹر شاہد مسعود نے ڈاکٹر اسرار احمد سے اس موضوع پر گفتگو کی کہ حالاتِ حاضرہ کے بارے میں قرآن و حدیث سے کیا خبر ملتی ہے؟۔مجھے یہ پروگرام دیکھ کر خوشی ہوئی کہ میرے ایک نکتہ نے ایک اہم پروگرام کے پیشکار کو فوری طور پر متوجہ کیا۔لیکن ڈاکٹر

اسرار احمد صاحب اصل موضوع پر کوئی اہم بات نہیں کر سکے۔شاید وہ اس حوالے سے کوئی تیاری نہیں کر سکے تھے اور اس موضوع کو اس زاویے سے دیکھ بھی نہیں رہے تھے۔چنانچہ میں نے اگلے روز ہی نیا کالم لکھا ''موجودہ حالات اور مذہبی پیشگوئیاں''۔اس میں وہ بیشتر حوالے درج کر دیئے جو آج کے حالات اور مزید آنے والے ایام کی نشاندہی کرتے ہیں۔یہ کالم ۳ /اپریل ۲۰۰۳ء کو اردو ستان پر آن لائن ہوا۔

۔۔۔۔یہ حوالے آج بھی ایسی پیشگوئیوں سے دلچسپی رکھنے والوں کے لئے مزید غور کا سامان فراہم کرتے ہیں۔بہر حال ان تین مثالوں سے یہ بتانا مقصود ہے کہ حالات کے شدید دباؤ کے باعث وقتی طور پر سہی، میں نے جو کچھ لکھا ہے، میرا نام لئے بغیر سہی لیکن کسی نہ کسی رنگ میں بڑی سطح پر اس کا نوٹس لیا گیا ہے۔اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ ہمارے سرکاری اور غیر سرکاری پروپیگنڈے کے باوجود پاکستان کے عوام ،عام لوگ اپنے طور پر درست نتائج اخذ کرنے اور حالات کی کنہ کو سمجھنے کی صلاحیت رکھتے ہیں۔ہاں حالات و واقعات کی قومی سطح ہو یا بین القوامی سطح ہو، بے بسی ہمارا مقدر ہے۔میرے یہ کالم دکھ اور بے بسی کی کیفیت میں گھرے ہوئے ایک عام پاکستانی کے خیالات کا اظہار ہیں۔اور بس!

حیدر قریشی ۔

(جرمنی سے)

ہماری اجتماعی غلطیاں

۔۔۔۔۔پاکستان اس وقت کن مشکلات سے دوچار ہے۔ہمارے اندرونی اور بیرونی خطرات کتنی سنگین صورت اختیار کر چکے ہیں؟ یہ کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں ہے۔ملک کے بیشتر اہم صحافی اور مقتدر دانشور حضرات اس حوالے سے مسلسل لکھ رہے ہیں اور اپنے اپنے دائرۂ کار میں قوم کو درپیش خطرات سے آگاہ کرنے کے ساتھ ان سے نمٹنے کے لئے ممکنہ مشورے بھی دے رہے ہیں۔اسی حوالے سے میں کوشش کروں گا کہ بعض ایسے امور کو سامنے لاؤں جن کی طرف یا تو ابھی دھیان نہیں دیا گیا یا پھر بہت کم دھیان دیا گیا ہے، لیکن میرے نزدیک ان کی اہمیت نسبتاً زیادہ ہے۔

۔۔۔۔اپنی مشکلات کو دور کرنے کے لئے ضروری ہے کہ اپنی ان غلطیوں پر بھی غور کیا جائے جن کے باعث نوبت یہاں تک پہنچی۔اس وقت ایک بات بالکل سامنے کی ہے کہ امریکہ دنیا کی واحد سُپر پاور بن کر سامنے آچکا ہے۔جب تک سوویت یونین روس قائم تھا اُس وقت تک امریکہ کو کبھی اس کی جرأت نہیں ہوئی تھی کہ کسی ملک پر اس طرح چڑھ دوڑے جیسے وہ پہلے عراق پر اور اب افغانستان پر چڑھ دوڑا ہے۔اور بات یہیں پر ختم نہیں ہو رہی۔۔۔کبھی تین، کبھی سات اور کبھی ستّر ممالک کی سرکوبی کی باتیں بھی سرِ عام کی گئی ہیں اور ایٹمی حملے کی دھمکیاں بھی سنا دی گئی ہیں۔اور تا حال چین اور روس کی طرف سے دبی دبی سی اور معذرت خواہانہ مذمت کے باوجود امریکہ کو چیلنج کرنے والا کوئی دکھائی نہیں دے رہا۔یہی وجہ ہے کہ امریکہ جو ڈپلومیٹک اور سیاسی سطح پر گزشتہ نصف صدی سے پاکستان کے اندر موجود تھا اب اپنی افواج بھی پاکستان کے اندر لے آیا ہے۔امریکی افواج دیگر عرب ممالک میں پہلے ہی سے براجمان ہیں۔ بلکہ عرب ممالک میں تو ان امریکی افواج کا سارا خرچہ بھی عربوں کے سر پر ہے۔

۔۔۔میں سمجھتا ہوں اگر امریکہ ایسا کر رہا ہے تو اُس کے اپنے قومی مفاد میں یہ اُس کا حق ہے۔اگر ہم دنیا کی واحد سپر پاور ہوتے تو شاید ہم بھی ایسا ہی کرتے۔اس لئے مسئلہ امریکہ کی مذمت کا نہیں بلکہ اپنی اُن غلطیوں کی طرف توجہ کرنے کا ہے جن کے باعث ہمیں آج یہ دن دیکھنا پڑا۔

۔۔۔۔گزشتہ پچاس سال کی پاکستان کی تاریخ اٹھا کر دیکھ لیجئے۔۔ ہماری بیشتر سیاسی اور مذہبی جماعتوں نے امریکہ کے مقابلہ میں سوویت یونین روس کو نہ صرف نظر انداز کیا بلکہ اسے اپنا شدید سیاسی اور سیاسی سے زیادہ دینی حریف گردانا۔ کیمونسٹ روس کو خدا کا منکر اور دہریہ قرار دے کر اس کے خلاف عوام میں نفرت کی فضا پیدا کی گئی۔ روس کے بارے میں معتدل یا دوستانہ رویہ رکھنے والے سیاستدانوں کو ملک دشمن اور غدار کہا جاتا رہا۔ ان کے خلاف کفر کے فتوے جاری کئے جاتے رہے۔ روس دشمنی کے لئے تقریباً تمام دینی جماعتیں حسبِ توفیق کام کرتی رہیں۔ جس سے عوام میں روس کے خلاف نفرت بڑھتی رہی۔ اس سے سیاسی طور پر امریکی گرفت پاکستان پر مسلسل مضبوط ہوتی رہی۔

۔۔۔۔ پھر اس وقت یہ نفرت انتہا کو پہنچ گئی جب سوویت یونین نے ایک بڑی سیاسی غلطی کرتے ہوئے افغانستان میں اپنی فوجیں داخل کر دیں۔ امریکہ نے تب روس کے خلاف اس نفرت کو بھر پور طریقے سے کیش کرایا۔ ایک طرف پاکستان کو جہاد افغانستان کے نام پر متحرک کیا گیا۔ دوسری طرف بیشتر عرب ممالک سے بھی مجاہدین منگائے گئے۔ افغان عوام کو روس کے خلاف بھڑکایا گیا۔ تب سارا عالمِ اسلام سوویت یونین کے کیمونزم کی دشمنی میں جہاد افغانستان کے نام پر امریکی مفادات کے لئے آلۂ کار بن کر رہ گیا۔ اُس وقت اگر خان عبدالولی خان جیسے چند سیاسی رہنماؤں نے ایسے بیان دیئے کہ افغانستان میں کوئی جہاد نہیں ہو رہا ہے بلکہ امریکی مفادات کا کھیل چل رہا ہے۔۔۔۔ امریکہ جہاد کے نام پر مسلمانوں کو بے وقوف بنا رہا ہے اور صرف اپنے مقاصد کے لئے استعمال کر رہا ہے۔ تب ایسی ساری باتوں کے جواب میں خان عبدالولی خان کو اور ان جیسے دوسرے لوگوں کو حسبِ معمول غدار اور اسلام دشمن اور ملک دشمن کہہ کر چُپ کرا دیا گیا۔ شدید پروپیگنڈہ کر کے روسی افواج کے افغانستان میں داخلے کے بارے میں یہ باور کرایا جاتا رہا کہ افغانستان کے بعد پاکستان ہی روس کا نشانہ بنے گا۔

۔۔۔۔ جنرل ضیاء الحق کو اسی بہانے ملک سے جمہوریت کا جنازہ نکالنے اور اپنا اقتدار مستحکم کرنے کا موقعہ مل گیا۔ ہم جمہوری روایات سے بے بہرہ ہوتے چلے گئے اور پھر نجی مفادات کی ایک دوڑ چل نکلی جس کے نتیجہ میں غریب، غریب تر ہوتا گیا اور امیر امیر تر۔۔۔۔۔ جس ''اسلام'' کو کیمونسٹ روس سے شدید خطرہ تھا اس ''اسلام'' کو ان سماجی ناانصافیوں اور بڑھتی ہوئی طبقاتی خلیج سے کوئی خطرہ نہیں محسوس ہو رہا تھا، حالانکہ دینِ اسلام تو سب سے پہلے اپنے شہریوں کی بنیادی ضروریات پوری کرنے کا فلاحی نظام پیش کرتا ہے۔ بہر حال ایک طرف جنرل ضیاء الحق جیسے فوجی کا ذاتی اقتدار مستحکم ہو رہا تھا، دوسری

طرف عرب ممالک کے شیوخ اور شاہ اپنی شاہانہ رونقوں میں مگن تھے اور امریکہ نے ان سب کی دفاعی ذمہ داریاں سنبھال رکھی تھیں۔ ان سب کی حفاظت کا ذمہ لے رکھا تھا۔

۔۔۔۔ ایسے حالات میں سوویت یونین روس ٹوٹ گیا۔ امریکہ نے ایک ایسی جنگ جیت لی جس کا اس نے کبھی خواب بھی نہیں دیکھا تھا۔ یہ جنگ امریکہ نے افغانیوں، پاکستانیوں اور عالمِ اسلام کی بھر پور مدد سے بلکہ ان کی قربانیوں کی بدولت جیتی تھی۔ اور پاکستان کو اس کا صلہ یہی ملا کہ ملک کلاشنکوف کلچر اور ہیروئن کلچر کی لپیٹ میں آ گیا۔ امریکی مفادات کے تحفظ کے نتیجہ میں ملک کے اندر پیدا ہونے والے اسی کلچر کو اب خود امریکہ ''دہشت گردی'' قرار دے کر ہمیں موردِ الزام ٹھہرا رہا ہے۔ سو جب امریکہ کو سوویت یونین کا کوئی خوف نہ رہا تو پھر افغانیوں اور پاکستانیوں کے ساتھ اس سے بھی زیادہ ناروا سلوک کیا جو عام طور پر ''ٹشو پیپر'' سے کیا جاتا ہے۔ اور اب امریکہ پاکستان، افغانستان اور سارے عالمِ اسلام کے ساتھ جو کچھ کر رہا ہے وہ تو ایک نئی تاریخ بن رہی ہے۔ وہ تاریخ جسے پہلے ہی امریکی دانشور ''تاریخ کے خاتمے'' سے تعبیر کر چکے ہیں۔ یہ ایک الگ موضوع ہے۔

اب مسئلہ امریکہ کو برا بھلا کہنے سے حل ہونے والا نہیں ہے۔ امریکی قوم کی اپنی ترجیحات ہیں، اپنے مفادات ہیں۔ ہمیں پہلے تو یہ مان لینا چاہئے کہ بے شک روس کے افغانستان میں داخلے نے پاکستان کے لئے عدم سلامتی کے خدشات کو جنم دیا اس کے باوجود اگر افغانستان میں امریکی مفادات کے لئے لڑی جانے والی جنگ کو بے جا طور پر جہاد کا رنگ نہ دیا جاتا، تو تب کم از کم اتنے بُرے حالات تو نہ ہوتے ۔اس وقت دیکھا جائے تو پاکستان، افغانستان اور سارا عالمِ عرب ایک طرح سے امریکہ کے رحم و کرم پر ہیں۔ اس اجتماعی غلطی میں روس خود بھی تباہ ہو گیا مگر ہمارے لئے اہم تو اپنی بربادی کے محرکات پر توجہ دینا ہے۔ قوموں کو اپنے ایک لمحے میں کئے ہوئے کسی غلط فیصلے کی قیمت بعض اوقات صدیوں کی صورت میں ادا کرنا پڑتی ہے۔ ہم نے تو پوری آدھی صدی، اپنے ملک کی پوری تاریخ میں اپنے ملکی مفادات کے حوالے سے اور بالخصوص امریکہ کے حوالے سے اتنے غلط فیصلے کئے ہیں کہ ان کا خمیازہ اب کم از کم اگلی نصف صدی تک تو بہر حال بھگتنا ہوگا۔ ہاں ایسا ہو سکتا ہے کہ ہم اب موجودہ امریکی شکنجے میں رہتے ہوئے اپنے وہ احوال درست کر سکیں جن کی طرف ہم پہلے توجہ نہیں دے سکے۔

☆☆☆

اختلافِ عقیدہ کی بنیاد پر نفرت کیوں؟

۔۔۔۔پاکستان میں مذہبی فسادات کا سلسلہ کب سے شروع ہوا اور کیسے ''طالبان'' عہد تک پہنچا۔اس سلسلے میں سامنے کی بات یہ ہے کہ ۱۹۵۲ء میں اینٹی احمدیہ تحریک اس کا نقطۂ آغاز تھی۔اس موقعہ پر جو تحقیقاتی کمیشن حکومت پاکستان کی طرف سے مقرر کیا گیا تھا اُس میں بعض بے حد اہم علماء نے اقلیتوں کے تئیں اپنے تعصّبات کو کھل کر بیان کر دیا۔مثلاً اس عہد کے ایک مقتدر عالمِ دین مولانا ابوالاعلیٰ مودودی صاحب سے جب فاضل عدالت نے یہ سوال کیا کہ آپ جو سلوک پاکستان میں اقلیتوں کے ساتھ کرنا چاہتے ہیں،اگر ہندوستان میں ہندو اکثریت ویسا ہی سلوک وہاں کی مسلم اقلیت کے ساتھ کرے تو کیا آپ کو کوئی اعتراض ہوگا؟

تب مولانا مودودی نے جواب دیا کے بے شک وہاں کی ہندو اکثریت مسلمانوں کے ساتھ ملیچھوں اور شودروں جیسا سلوک کرے، مجھے کوئی اعتراض نہیں ہوگا۔مولانا کا یہ ''تاریخی جواب'' اپنے اصل الفاظ کے ساتھ منیر انکوائری رپورٹ میں درج ہے۔اب اس بیان کی روشنی میں آج کے ہندوستان کے مسلم کش فسادات کو دیکھا جائے تو ایسے لگتا ہے جیسے انڈیا کے انتہا پسند ہندوؤں کو ہمارے انتہا پسند علماء نے ہی ایسے ہولناک اور خونریز فسادات کرنے کا سرٹیفکیٹ دے دیا تھا۔جس پر وہ وقتاً فوقتاً عمل کرتے رہتے ہیں۔

۔۔۔۔انڈیا سے قطع نظر اینٹی احمدیہ تحریک کے بعد ایک عرصہ تک پاکستان فرقہ وارانہ لڑائی جھگڑوں سے پاک رہا۔ذوالفقار علی بھٹو کے دور اقتدار میں جب مئی ۱۹۷۴ء میں ربوہ ریلوے اسٹیشن پر نشتر میڈیکل کالج کے طلبہ کے ساتھ تصادم ہوا تو اینٹی احمدیہ تحریک ایک بار پھر زور پکڑ گئی۔

(عجیب اتفاق ہے کہ انڈیا میں گودھرا ریلوے اسٹیشن سے شروع ہونے والا اینٹی مسلم فساد، ربوہ ریلوے اسٹیشن کے تصادم سے بڑی حد تک مشابہہ ہے۔البتہ انڈیا کے فسادات۔۔۔۔پاکستان کے ربوہ تصادم سے اپنی ہولناکی اور وحشیانہ بربریت کے لحاظ سے حجم میں کہیں زیادہ ہیں)اس تحریک کے نتیجہ میں بعض علمائے اسلام نے ذوالفقار علی بھٹو کو یقین دلایا کہ احمدیوں کو سرکاری طور پر غیر مسلم اقلیت قرار دینے سے وہ

پاکستان کے مقبول ترین لیڈر بن جائیں گے۔چنانچہ بھٹو صاحب نے جماعت احمدیہ کو غیر مسلم اقلیت قرار دے دیا۔لیکن وہ خود ملک کے مقبول ترین لیڈر نہ بن سکے۔جنرل ضیاء الحق نے انہیں تختۂ دار تک پہنچایا اور اس ظلم میں وہ بیشتر علماء جنرل ضیاء الحق کے معاون رہے جو اس سے پہلے ذوالفقار علی بھٹو جیسے زیرک اور لبرل سیاستدان کو مقبولیت دوام کا یقین دلا چکے تھے۔

۔۔۔۔جنرل ضیاء الحق کا دور مذہبی دہشت گردی کے فروغ کا دور تھا۔افغانستان کے بدلے ہوئے سیاسی تناظر میں وہ امریکہ کی ضرورت بن گئے تھے اور امریکہ کے لئے بھی اُن حالات میں پاکستان میں مذہبی افکار کی انتہا پسندانہ روش فائدہ مند تھی۔چنانچہ محض اقتدار کو مضبوط رکھنے کے لئے جنرل ضیاء الحق نے مذہبی انتہا پسندی کو فروغ دیا۔نفرتوں کا ایک نہ ختم ہونے والا سلسلہ شروع کرادیا۔کراچی میں ''ایم کیو ایم'' کے قیام سے جماعت اسلامی کی قوت کا ایک گڑھ ان سے چھن گیا۔شیعہ اور سنی فسادات کا نامختتم سلسلہ جنرل ضیاء الحق کے عہد میں شروع ہوا۔

۔۔۔۔جنرل ضیاء الحق نے ایک طرف کلاشنکوف اور ہیروئن کی لعنت ملک میں عام کرادی دوسری طرف فرقہ وارانہ نفرت کو اتنی ہوا دی کہ یہ نفرت اب ہیروئن اور کلاشنکوف دونوں کے مشترکہ اثرات سے بھی زیادہ ہلاکت خیز ہو چکی ہے۔بے شک پاکستان کی داخلی صورتحال سے فائدہ اٹھا کر کبھی کبھار انڈیا کی ایجنسیوں نے بھی چند دھماکے کرائے ہوں گے۔لیکن اس میں کوئی شک نہیں کہ نفرت کا یہ زہراب ہمارے پورے معاشرے میں ہیروئن کے نشے کی طرح انجیکٹ کر دیا گیا ہے۔چنانچہ ہلاکت اور تباہی کے بیشتر نفرت انگیز مظاہرے ہمارا اپنا ہی کیا دھرا ہوتے ہیں۔

۔۔۔۔''طالبان'' نے جب افغانستان کا کنٹرول سنبھالا تو اپنے مسلک کے علاوہ باقی سارے مسلمان مسالک پر عملاً پابندی عائد کر دی۔دوسرے مذاہب کا تو معاملہ ہی الگ ہے۔لیکن جب افغانستان پر امریکی بمباری ہوتی ہے تو وہ بم کسی مسلک کی شناخت نہیں کرتے۔بلا امتیاز ہر مسلک کے مسلمان کے لئے ہلاکت لا رہے ہیں۔اُدھر ہندوستان کے صوبہ گجرات میں ان دنوں میں ہندو مسلم فساد کے نام پر جو ہولناک ظلم ہوا ہے اس میں بھی کسی انتہا پسند ہندو نے کسی مسلمان کو زندہ جلاتے وقت یا شہید کرتے وقت اس سے اس کے مسلک کی بابت کچھ نہیں پوچھا۔اسرائیل نہتے فلسطینیوں پر گزشتہ پچاس برسوں سے جو ظلم اور بربریت کا مظاہرہ کر رہا ہے تو اس میں وہ کسی مسلک کی تفریق نہیں کر رہا۔جب مسلمانوں پر ظلم کرنے والے مسلک کی کسی تفریق اور تخصیص کے بغیر ظلم کرتے ہیں تو مسلمانوں کو کب ہوش آئے گا کہ وہ بھی

اپنے فروعی اختلافات کی سطح سے اوپر اٹھیں اور خود کو فرقوں اور ٹکڑوں میں دیکھنے کے بجائے امت واحدہ بن جائیں۔

کیا آج کی ساری عالمی صورتحال ہم سب کی آنکھیں کھولنے کے لئے کافی نہیں ہے؟

۔۔۔۔برصغیر کے مسلمانوں کو خاص طور پر یاد رکھنا چاہئے کہ برصغیر میں اسلام کا فروغ نہ کسی مسلمان بادشاہ کے ذریعے سے ہوا نہ کسی انتہا پسند مولانا کے ذریعے سے ہوا۔ جتنا اسلام پھیلا مسلمان ولیوں اور صوفیوں کے ذریعے سے پھیلا۔اولیاء اور صوفیاء نے ہمیشہ محبت کا درس دیا۔صرف مسلمانوں کے آپسی فرقوں ہی کے لئے نہیں، غیر مسلموں کے لئے بھی محبت کا درس دیا۔یہی محبت کا درس تھا جس نے اسلام کو برصغیر پاک و ہند میں اس حد تک پھیلا دیا جتنا ہمیں آج دکھائی دیتا ہے۔آج بھی لاکھوں ہندو اور سکھ اُن صوفیاء سے،اُن اولیاء سے عقیدت رکھتے ہیں،ان کے نام آتے ہی ان کی کدورتیں غائب ہوجاتی ہیں۔لیکن آج بجائے غیر مسلموں کو اسلام کی انسان دوست تعلیمات سے متاثر کرنے کے، پاکستان کے مذہبی انتہا پسندوں نے آپس ہی میں لڑنا شروع کر دیا ہے۔ مذہبی عدم برداشت،عدم رواداری،اور مذہبی تشدد کے باعث آج ساری دنیا میں پاکستان کی شہرت کسی اور ہی طرح کی ہوکر رہ گئی ہے۔

۔۔۔۔وقت آ گیا ہے کہ تمام مسلمان فرقے بدلتے ہوئے عالمی نقشے کا ادراک کریں۔عالَمِ اسلام کے حکمرانوں کی مجموعی بے حسی کی المناک صورت حال کو بھی مدّ نظر رکھیں اور آپسی اختلافات کو فروعی اختلاف کی حد تک رکھ کر باہمی نفرتوں کا خاتمہ کرنے اور باہمی محبت کو فروغ دینے کے لئے نیک نیتی کے ساتھ اُٹھ کھڑے ہوں۔ یہ اختلافات ختم کرنے کے آخری لمحات ہیں۔اگر ابھی بھی قوم نے آنکھیں نہ کھولیں تو پھر شاید اسے اپنی اب تک کی مذہبی لڑائیوں کی تلافی کرنے کا کوئی موقعہ نہیں مل سکے گا۔کیونکہ آنے والے وقت کی تاریخ اپنے پورے بہاؤ کے ساتھ آ رہی ہے۔

وقت قوموں کو ایک حد تک مہلت دیتا ہے۔اور ہم اس حد کے قریب آ چکے ہیں!

☆☆☆

مغرب،مشرق اور افغانستان

۔۔۔۔مشرق اور مغرب کے سیاسی تناظر میں بہت کچھ لکھا جا رہا ہے اور ہمارے مشرقی نکتۂ نگاہ سے ایسا سارا لکھا ہوا بے حد صائب بھی ہے۔میں یہاں سیاسی تناظر سے پہلے مغربی معاشرے کے اُس ذہنی پس منظر کے حوالے سے بات کروں گا جو ہمارے موجودہ ذہنی ٹکراؤ کا سبب بنا ہوا ہے۔ پھر تھوڑا سا سیاسی حوالے سے بھی بات کروں گا۔

۔۔۔۔مغربی ممالک کے بارے میں ہم لوگوں کا تاثر ہمارے اپنے ذہنی پس منظر سے بنا ہے اور ہمارے بارے میں مغربی ممالک کا تاثر اُن کے اپنے ذہنی پس منظر سے تعمیر ہوا ہے۔مغربی ممالک کے بارے میں ہم اگر انسانی تاریخ کے حوالے سے ایک سرسری جائزہ لیں تو معلوم ہوتا ہے کہ ہمارے گرم ممالک کے مقابلہ میں ان ٹھنڈے یخ ممالک کے انسانوں کو ابتدائی انسانی زندگی میں شدید ترین مشکلات کا سامنا کرنا پڑا تھا۔شدید ترین گرمی کے مقابلہ میں شدید ترین سردی کو برداشت کرنا زیادہ مشکل ہے۔مغربی ممالک کے انسان کو ایسے ہی مشکل ترین ماحول سے گزر کر موجودہ عہد کی پُر آسائش زندگی نصیب ہوئی ہے۔اس دوران خود یورپ نے پوپ کی حد سے زیادہ مذہبی دخل اندازی سے تنگ آ کر ایک طویل سیاسی جدوجہد کی جس کے نتیجہ میں خاصا خون خرابہ ہوا لیکن آخر پوپ کو ویٹی کن سٹی تک محدود کیا گیا اور اس حد میں اسے سارا مذہبی احترام دے کر مسیحیت کی ترویج اور انسانیت کی فلاح کے کام کرنے کے لئے بہت سارا اختیار دے دیا گیا۔

۔۔۔۔اُدھر امریکہ میں جب جمہوری عمل کی نشوونما ہونے لگی تو وہاں کے مسیحی مذہبی حلقوں نے ان تبدیلیوں کو اپنے مذہب کے خلاف قرار دیتے ہوئے ان کی مزاحمت کرنا شروع کی۔تب مذہبی حلقوں اور دانشور طبقے میں شدید ٹکراؤ ہوا۔Fundamentalist(مذہبی بنیاد پرستی) کی اصطلاح سب سے پہلے خود امریکہ کے مذہبی انتہا پسند طبقے کے خلاف استعمال کی گئی اور ایک عرصہ تک امریکہ میں اس کا بڑا چرچا

رہا۔اب جو ہمارے انتہا پسند علماء کے سلسلے میں یہ اصطلاح استعمال کی جا رہی ہے تو اس کا مطلب یہ نہیں کہ یہ صرف مسلمانوں کے مذہبی لیڈروں اوران کے پیروکاروں کے لئے گھڑی گئی ہے۔یہ وہی اصطلاح ہے جسے وہ اس سے پہلے خود اپنے مذہبی انتہا پسندوں کے خلاف استعمال کر چکے ہیں۔

۔۔۔یورپ اورامریکہ کے عوام کا مسئلہ یہ ہے کہ وہ اپنی زندگی کو اپنے ڈھنگ سے جینا چاہتے ہیں۔اس کے لئے کسی اور کے مذہب کا تو ذکر ہی کیا وہ خود اپنے مذہب کی پابندی کرنا زیادہ ضروری نہیں سمجھتے۔بس ایک معاشرتی حد تک مذہب ان کی ضرورت ہے،اس سے زیادہ نہیں۔ایک طرف اہلِ مغرب کا زندگی کی طرف عمومی رویہ ایسا ہے تو دوسری طرف ان کے دینی اسکالرز نے اسلام کے بارے میں کچھ دانستہ اور کچھ نادانستہ ایسی غلط فہمیاں پیدا کی ہیں جو ان لوگوں کے ذہنوں سے چپک کر رہ گئی ہیں۔پھر مشرقی ثقافت سے مغربی عوام دیکھنے کی حد تک تو لطف لیتے ہیں لیکن اس کے سماجی بندھنوں کو وہ جکڑ بندیاں سمجھتے ہیں۔اورانہیں ایسی زندگی گزارنے کے تصور سے بھی خوف آتا ہے۔اب جن لوگوں نے اپنے انتہائی قابلِ احترام پوپ کو بھی ایک کونے میں بٹھا دیا ہو۔اپنی زندگی سے مذہب کے بہت زیادہ عمل دخل کو ختم کر دیا ہو اور نجی آزادی کو اہمیت دی ہو اُن کے سامنے مشرقی معاشرت یا کسی اور مذہب کی طالبان جیسی سختی کے ساتھ پابندی انہیں حد سے زیادہ خوفزدہ کر دیتی ہے۔اسی لئے ان کے نزدیک ایسی معاشرت کے علمبردار بنیاد پرست ہیں۔

۔۔۔یہ میں نے ابھی تک مغربی معاشرے کے حوالے سے بات کی ہے۔جہاں تک سیاسی زاویے سے دیکھنے کی بات ہے،میں مغربی ملکوں کو اس حد تک تو فلاحی جمہوری مانتا ہوں کہ یہاں ہر انسان کو زندگی کی بنیادی ضروریات فراہم کی جاتی ہیں۔ان کے سیاسی اور سماجی حقوق کا احترام کیا جاتا ہے۔سماجی انصاف کی فراہمی عمومی طور پر خوش کن ہے۔لیکن اگر اس جمہوریت کو غور سے دیکھا جائے تو یہ سرمایہ دارانہ جمہوریت کا نظام ہے۔بے شک پہلے یہاں جمہوریت عوام کی سطح سے شروع ہوئی لیکن رفتہ رفتہ اسے یہاں کے سرمایہ داروں اور صنعتکاروں نے اپنے قابو میں کر لیا۔اب یہاں کے بڑے بڑے صنعتکار اور ان کے نمائندے ہی پارلیمنٹوں تک پہنچ پاتے ہیں۔صنعتی مفادات کا ایک سلسلہ ہے جو اِن معاشروں میں جاری وساری ہے۔چونکہ عوام کی اکثریت کو ان کی بنیادی ضروریات آسانی سے فراہم کر دی جاتی ہیں اس لئے عوام کو خود اقتدار میں اس حد تک شریک ہونے کی ضرورت ہی محسوس نہیں ہوتی کہ وہ بھی پارلیمنٹ تک پہنچ پائیں۔ہم جمہوری روایات سے زیادہ بہرہ ور نہیں ہیں اس کے باوجود الیکشن کے دنوں میں ہمارے

ہاں جو رونق میلہ ہوتا ہے،مغربی ممالک میں ہونے والے انتخابات میں اس کا عشرِ عشیر بھی نہیں دیکھا جاتا۔اس لحاظ سے اگر کہا جائے کہ مغربی ممالک میں سرمایہ دارانہ اور صنعتی نظام کی سرپرست جمہوریت پھل پھول رہی ہے تو یہ بے جا نہ ہوگا۔اسی سرمایہ دارانہ اور ملٹی نیشنل کمپنیوں کے جمہوری نظام نے اب دنیا کے ہر اُس خطے پر نظر رکھی ہوئی ہے جہاں اُنہیں سرمایہ میں غیر معمولی اور پُرکشش اضافے کا امکان دکھائی دے رہا ہے۔دولت کے یہ انبار انہیں عرب ممالک کے تیل کے خزانوں کے ذریعے سے ملیں یا افغانستان کے رستے سے سابقہ سوویت یونین کی بعض سابقہ ریاستوں سے ملیں،انہوں نے وہاں تک لازماً رسائی حاصل کرنا ہے۔

۔۔۔مغربی ممالک کے عوام کے دلوں میں اسلام سے متعلق ایک نفرت آمیز خوف مسیحی علماء نے صدیوں سے پیدا کر رکھا ہے۔مغربی طرزِ زندگی بھی وہاں کے عوام کے لئے اسلام سے ذہنی دوری کا باعث ہے۔تاہم مغربی سیاستدانوں کو تب سے اسلام سے شدید خوف محسوس ہونے لگا ہے جب سے انہوں نے سوویت یونین کی شکست وریخت کا منظر دیکھا ہے۔اس میں کوئی شک نہیں کہ مغربی ممالک کی طرف سے اسلحہ کی فراہمی نہ ہوتی،بھرپور اقتصادی اور سیاسی امداد نہ ہوتی تو افغانستان محض عرب ممالک اور پاکستان کے تعاون سے کبھی بھی سوویت روس نواز حکومت کو ہٹا نہیں سکتا تھا۔امریکہ کے پیشِ نظر تو صرف اتنی سی بات تھی کہ اسے ویت نام میں جو شدید ہزیمت اٹھانا پڑی تھی کچھ ویسی ہی ہزیمت روس کو مل جائے۔۔۔اس کے وہم وگمان میں بھی نہ تھا کہ اس جدوجہد میں جسے تب امریکہ خود بڑے طمطراق سے ''جہاد'' قرار دیتا رہا،اس سے سوویت یونین کے ٹکڑے ہو جائیں گے۔جب ایسا ہو گیا تب پہلے تو امریکہ تھوڑا سا خوشی کے نشّے میں رہا لیکن جلد ہی اس کا نشہ ان لوگوں کے جذبۂ جہاد کے خوف سے ہرن ہو گیا۔اس خوف کی جو بھی نفسیاتی توجیہات کر لی جائیں لیکن یہ حقیقت ہے کہ امریکہ کا یہ خوف ہی اسلام کے خلاف محاذ آرائی کا سبب بن گیا۔مزید اتفاق یہ ہوا کہ امریکی ملٹی نیشنل کمپنیوں کے پُرکشش مالی مفادات بھی اِنہیں اسلامی خطوں سے وابستہ تھے۔یوں امریکہ نے افغانستان میں جو کچھ کیا اور جو کچھ ابھی اس نے کرنا ہے اس میں اسے اپنے نفسیاتی ''اسلامی خوف'' سے نجات کے ساتھ اپنے مفادات بھی سمیٹنے ہیں۔

۔۔۔مغربی ممالک کے عوام جو پہلے سے اپنے مذہبی رہنماؤں سے چھٹکارا حاصل کر چکے تھے۔ان کے لئے جب مغربی میڈیا نے ''اسلامی بنیاد پرستی'' کا ہوّا کھڑا کیا تو وہ فوراً اس پروپیگنڈہ کے زیرِ اثر

آ گئے۔عمومی طور پر اس وقت مغربی ممالک کے باشندے اسلام فوبیا میں مبتلا ہیں۔مغربی میڈیا دن بدن اس فوبیا کو بڑھا رہا ہے۔اس حوالے سے جب میں ایک عام پاکستانی اور ایک مغربی باشندے کا ذہنی تجزیہ کرتا ہوں تو میں یہ بات ایمانداری سے لکھ رہا ہوں کہ ہمارے ایک عام شہری کی سیاسی سوچ اور بصیرت مغربی ممالک کے عام شہریوں سے کہیں بہتر اور اِن کا واقعات کو سمجھنے کا تجزیہ سرکاری پروپیگنڈے کے باجود اِن کے اپنے ذہن کا زائیدہ ہوتا ہے۔جبکہ مغربی عوام زیادہ تر اپنے میڈیا ہی پر انحصار کرتے ہیں۔

۔۔۔۔''طالبان'' نے دین اسلام اور اس کی تشریح کے حوالے سے بعض انتہائی فاش قسم کی غلطیاں نہ کی ہوتیں اور اپنے مسلک کو کٹڑ پن کی حد تک نہ لے گئے ہوتے تو شاید افغانستان کو اتنی بڑی تباہی کا شکار ہونے سے بچایا جا سکتا۔تاہم طالبان کی سیاسی اور مذہبی فیصلوں کی کئی غلطیوں کے باوجود امریکہ اور برطانیہ نے افغانستان پر جو ظلم توڑا ہے وہ تاریخ انسانیت کا ایک سیاہ ترین باب ہے۔یہ جاننے کے باوجود بھی کہ کوئی اسلامی ملک اس کے سامنے پر نہیں مار سکتا، امریکہ نے جن اسباب کے تحت بھی افغانستان میں جو کچھ کیا ہے، اس سے ایک بات تو بہرحال ثابت ہوگئی ہے کہ انسان مادی ترقی کی دوڑ میں کتنا ہی عظیم، کتنا ہی ترقی یافتہ۔۔اور کتنا ہی مہذب ہو جائے، اس کے اندر کا وحشی درندہ کبھی نہیں مرتا اور ''جس کی لاٹھی اس کی بھینس'' کا قانون ہی اصل سچائی ہے۔

امریکہ نے اس سچائی کو اکیسویں صدی میں پھر سے ثابت کر دیا ہے!

☆☆☆

تہذیبوں کا ٹکراؤ

۔۔۔۔حالیہ دنوں میں پاکستان اور مغرب کے بعض دانشور حلقوں کی جانب سے اسلامی اور مغربی تہذیبوں کے ٹکراؤ کی باتیں کی گئی ہیں۔اس کے پس منظر میں امریکی صدر جونیئر بُش کا وہ بے اختیاری بیان تھا جو انہوں نے اس عہد میں صلیبی جنگوں کے حوالے سے دیا تھا۔یہ سوچا سمجھا بیان تھا یا غم وغصہ کی حالت میں کہی گئی بات تھی لیکن اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ انتہائی غیر ذمہ دارانہ بیان تھا جو امریکہ کے صدر کے منصب کے وقار سے گرا ہوا تھا۔اسی بیان کے پیش نظر میں یہاں تہذیبی ٹکراؤ کے بعض پہلوؤں، اور بعض امکانی گنجائشوں کے حوالے سے کچھ عرض کروں گا۔

۔۔۔۔اگر امریکہ نے اسامہ بن لادن اور طالبان کے نام کی آڑ لے کر اور ٹریڈ سنٹر پر ہوائی جہازوں کے حملے کو بہانہ بنا کر افغانستان کی سرزمین اور وہاں کے عوام کے لئے جہنم کا دہانہ کھول دیا ہے تو یہ کوئی تہذیبی ٹکراؤ نہیں ہے۔یہ کوئی صلیبی جنگ نہیں ہے۔لیکن اگر یہ تہذیبی ٹکراؤ ہے اور صلیبی جنگ ہے تو اپنی تمام تر تباہ کاریوں کے ارتکاب کے باوجود امریکہ کے لئے یہ جنگ ہارنے کا امکان زیادہ ہے۔

۔۔۔۔اگر عام نظر سے دیکھا جائے تو تہذیبی سطح پر مغربی دنیا بالخصوص امریکہ اور برطانیہ کی سیٹلائٹ تہذیب صرف اسلامی دنیا پر ہی نہیں مشرق کے ایک بڑے حصے پر غالب آ چکی تھی اور مزید غالب آتی چلی جا رہی تھی۔اس سلسلے میں سامنے کی مثالیں یہ ہیں کہ سیٹلائٹ کے اس دور میں امریکی اور برطانوی میڈیا ہمارے اسلامی اور مشرقی ممالک میں ایک خاص اہمیت کر چکا تھا۔اس کے اثرات ہماری فلموں، ٹی پروگرامز سے لے کر ہماری عام زندگی تک گہرے ہوتے چلے جا رہے تھے۔ہم اپنے میڈیا کی اطلاعات کے مقابلہ میں امریکی اور برطانوی میڈیا کی اطلاعات پر زیادہ بھروسہ کرتے تھے اور غیر محسوس طریقے سے مغربی تہذیب کی چکا چوند کے زیر اثر آتے چلے جا رہے تھے۔گلوبل کلچر کی ایک نامکمل سی شکل بھی بننے لگی تھی۔پورے انسان کی بات کرنے والے نیک نیتی سے خوش تھے کہ اس کرۂ ارض پر سارے انسان کسی

نسلی،قومی، مذہبی، رنگت کے فرق یا کسی اور فرق کی بنیاد پرنہیں بلکہ انسان ہونے کی بنیاد پر پہچانے جائیں گے۔اس طریقے سے اگر دیکھا جائے تو خود امریکی اوراس سے منسلک دوسرے ممالک کی تہذیب ہی غالب آتی جارہی تھی۔امریکہ واضح طور پر کسی خون خرابہ کے بغیر تہذیبی جنگ میں فتح یابی کی طرف گامزن تھا۔ایک ایسی امریکی تہذیب فتح حاصل کررہی تھی جس کے خود اپنے تہذیبی خدوخال ’’تہذیب‘‘ کے کسی بڑے پیمانے پر پورے نہیں اترتے تھے۔

۔۔۔لیکن جیسے ہی امریکہ نے افغانستان پر اسامہ بن لادن کے بہانے سے شدید حملہ کیا،خون خرابہ کرنے کے باوجود امریکہ تہذیبوں کی جنگ میں بہت پیچھے آ گیا ہے۔فلسطینیوں پر یہودی حکومت کے وحشیانہ حملوں نے اس تہذیبی جنگ میں امریکی شکست کے امکانات کومزید واضح کردیا ہے۔اس بارے میں کوئی شک نہیں کہ اسرائیل جو کچھ فلسطینیوں کے ساتھ کررہا ہے،وہ مکمل طور پر امریکی حمایت کے بعد کر رہا ہے۔پھر بھارت کے صوبہ گجرات کے انتہا پسند ہندوؤں کے عام اور مظلوم مسلمانوں پر وحشیانہ حملوں کے بارے میں امریکی حکومت کا ڈپلومیٹک انداز۔۔یہ سب شاید اسی تہذیبی ٹکراؤ کا حصہ ہیں۔اسی کے نتیجہ میں پوری اسلامی دنیا کے عوام میں اسلامی تہذیب کے تحفظ کا وہ احساس بیدار ہونے کی امید ہے جو ایک عرصہ سے خود مغربی میڈیا کی سحر کاری میں کہیں سوکر رہ گیا ہے۔اسی لئے میں نے لکھا ہے کہ اگر امریکہ نے تہذیبی ٹکراؤ شروع کیا ہے تو اس نے خود اپنی اس جیت کوشکست کی راہ پر ڈال دیا ہے۔اسلامی تہذیب اور مشرقی تہذیب کی وسعت اور پھیلاؤ کے سامنے امریکی تہذیب جو اپنے تہذیبی عقب میں کسی قدیم ثقافت کے ثمرات سے بھی محروم ہے،کوئی معنی ہی نہیں رکھتی۔خیال رہے کہ بات ملکوں کی نہیں تہذیبوں کی ہورہی ہے۔

افغانستان پر امریکی تسلط سیاسی طور پر اور معاشی طور پر بھی اس کے لئے نقصان کے سوا کچھ نہیں لائے گا۔سویت یونین روس کی جن سابقہ ریاستوں سے اس نے تیل کے ذخیرے نکال کر لانے ہیں ان کے لئے افغانستان پر اس کا مکمل کنٹرول ہونا یا پھر افغانستان میں مکمل امن وامان کا قائم ہونا بے حد ضروری ہے۔یہ دونوں امور امریکیوں کے بس میں نہیں ہیں۔افغانیوں کا جتنا خون بہالیں،ان کی مرضی کے خلاف امریکہ وہاں کچھ بھی نہیں کر پائے گا۔یوں اس جنگ میں ’’افغانیوں کے خون سے غسل کرنے‘‘ کے سوا امریکہ کو نہ کوئی کامیابی ملی ہے نہ اس طریقے سے کوئی کامیابی مل سکتی ہے۔اس کے تہذیبی،سیاسی اور اقتصادی مقاصد ابھی تک پورے نہیں ہوئے اور نہ ہی اس طریقے سے پورے ہوسکتے ہیں جو امریکہ نے اختیار کر

رکھا ہے۔

۔۔۔۔تہذیبی ٹکراؤ میں صرف فوجی قوت ہی کام نہیں کرتی۔اس میں حملہ آور تہذیب کا اپنا تہذیبی سرمایہ بھی بہت اہم کردار ادا کرتا ہے۔چونکہ امریکہ کے پاس نہ ایسا کوئی تہذیبی سرمایہ ہے اور نہ صلیبی جنگ کے نعرے میں کوئی جان تھی اسی لئے امکان غالب یہی ہے کہ امریکہ اپنی تہذیبی اور صلیبی دونوں جنگیں ہار سکتا ہے۔ہاں ظلم اور زیادتی کی جنگ ابھی وہ جیت سکتا ہے۔اور جیت رہا ہے۔

۔۔۔۔افغان عوام ہوں،مجبور اور بیکس فلسطینی ہوں،انڈیا کے مقہور مسلمان ہوں یا تیسری دنیا کے سارے مظلوم عوام۔۔ان کے دلوں میں امریکہ کے لئے نفرت گہری ہوتی جارہی ہے۔جو لوگ اپنے سینوں پر بم باندھ کر ذلت کی زندگی پر عزت اور وقار کی موت کو ترجیح دیتے ہوں اور جو جان کو خدا کی امانت سمجھ کر ہتھیلی پر لئے پھرتے ہوں،امریکہ ایسے لوگوں پر فتح حاصل کرنے کا خواب بھی نہیں دیکھ سکتا۔اگر فتح دلوں کو جیتنے سے ہوتی ہے تو شاید اس وقت دنیا میں سب سے بڑا شکست خوردہ ملک امریکہ ہے۔میرے نزدیک اس کے سب سے زیادہ ذمہ دار امریکی صدر بُش جونیئر ہیں۔امریکہ کے دانشور طبقے کو خود موجودہ امریکی حکومت کے طرزِعمل کا جائزہ لینا چاہئے اور ’’تاریخ کی موت‘‘ کا اعلان کرنے کے بجائے اب تک کی غلطیوں کی تلافی کے لئے ایسے اقدامات کرنے چاہئیں کہ آنے والے وقت میں لکھی جانے والی اِس زمانے کی تاریخ میں امریکی حکام کا کردار امریکی قوم کے لئے بھی بہت زیادہ شرمندہ کرنے والا نہ ہو۔

☆☆☆

تاریخی تسلسل پر ایک سرسری نظر

۔۔۔۔۔میں نے اپنے سابقہ ایک دو کالموں میں بعض مغربی دانشوروں کی جانب سے ''تاریخ کے خاتمے'' کے اعلان کا ذکر کیا ہے۔آج اسی حوالے سے کچھ ان کی سنانے اور کچھ اپنی کہنے کی کوشش کروں گا۔یوں تو آج سے تقریباً تین سو سال پہلے ہیگل جیسے مدبر اور فلسفی نے بھی نپولین بونا پارٹ کی جیت پر ''تاریخ کے ختم ہو جانے'' کی بات کی تھی۔لیکن اس کا کھلا اور واضح اظہار پہلی بار ۱۹۹۱ء میں فرانسس فوکو یاما نے اپنی کتاب The End of History and the Last Man میں کیا۔یہ وہی سال ہے جب سینیئر بُش کے دورِ حکمرانی میں امریکہ نے عراق پر حملہ کیا تھا۔

۔۔۔آخر مغربی دانشوروں کو تاریخ کے خاتمے سے اتنی دلچسپی کیوں ہے؟ کسی فلسفیانہ موشگافی میں گئے بغیر اس کے مختلف پہلوؤں پر آسان انداز میں غور کر کے دیکھتے ہیں۔اس میں کوئی شک نہیں کہ تاریخ نے ہمیشہ سچ نہیں لکھا۔تاریخ ہمیشہ یکطرفہ نہیں ہوتی۔تنخواہ دار تاریخ دانوں نے تو اپنا حقِ نمک ادا کرنا ہوتا ہے،بظاہر غیر جانبدار مورخین بھی اپنی ترجیحات سے ہٹ نہیں سکے۔مختلف اقوام یا گروہوں کے نزدیک کسی ایک ہی وقوعہ کو بیان کرنے اور اس سے نتائج اخذ کرنے کا انداز مختلف ہو جاتا ہے۔زیادہ دور نہیں جاتے برِصغیر کے مغلیہ دور کے دو حکمرانوں کے بارے میں تاریخ کے کردار کو دیکھ لیں۔جہانگیر کا عدل مشہور تھا۔جب اس کی ملکہ نے ایک عورت کے شوہر کو شوقِ تیر اندازی میں قتل کر دیا اور وہ عورت فریاد لے کر مغل انصاف کے دروازے پر پہنچی تو ''عدلِ جہانگیری'' نے تاریخ ساز فیصلہ سنایا کہ جیسے ملکہ نے تمہیں بیوہ کیا ہے ویسے ہی تم ملکہ کو بیوہ کر دو (ارے بھائی سزا دینا ہے تو اپنی ملکہ کو سزا دو۔یہ کیا ڈھونگ ہے)۔۔۔۔مظلوم فریادی عورت بادشاہ کے انصاف سے خوش ہوئی اور بادشاہ سلامت کو سلامتی اور درازئ عمر کی دعا دیتی ہوئی رخصت ہوئی۔اب کون کہہ سکتا ہے کہ وہ فریادی عورت بادشاہ کے فیصلے کے مطابق بادشاہ کو قتل کرنا چاہتی تو واقعی مغل بادشاہ کو قتل کرنے کی نوبت آنے دی جاتی!

دوسرا واقعہ اورنگ زیب کے کردار کا ہے۔ان کے مخالفین نے لکھا ہے کہ اس نے اپنے ہر بھائی کو سیاسی دھوکہ دہی سے مارا۔اپنے باپ کو عمر بھر قید میں رکھا۔برصغیر میں مذہبی منافرت کا بیج بویا جس کی فصل آج تک مسلمان کاٹ رہے ہیں۔ان کے حمایتیوں نے اورنگزیب کو ایک خدا ترس،دین اسلام کی پابندی کرنے والا اور خوف خدا رکھنے والا بادشاہ قرار دیا۔دونوں تاریخوں کے بیچ ابنِ انشا کی یہ بات توازن پیدا کر دیتی ہے کہ اورنگزیب پکا مسلمان تھا۔اس نے اپنی زندگی میں نہ کبھی کوئی نماز چھوڑی اور نہ اپنے کسی بھائی کو چھوڑا۔

۔۔۔۔اس سے ظاہر یہ ہوا کہ کسی تاریخ میں بے شک مبالغہ آرائی،جانبداری،اپنی ترجیحات اور تعصّبات راہ پا جاتے ہیں لیکن اس کے باوجود اس کے متوازی ایک دوسری تاریخ بھی لکھی جا رہی ہوتی ہے اور آنے والا وقت خود ہی دونوں کے اضافی بیانات کو ہٹا کر اصل حقائق تک یا ان کے قریب تک پہنچ جاتا ہے۔

مستر دکر کے جھوٹی تاریخیں

وقت خود جھوٹ،سچ نتارتا ہے

۔۔۔۔حقیقت یہ ہے کہ (بقول ڈبلیو۔ایچ۔آڈن) انسان خود تاریخ ساز مخلوق ہے۔اگر حال میں ماضی موجود ہے تو تاریخ سے نجات ممکن نہیں ہے۔اور ''تاریخ کے خاتمے'' کے اعلان کا نتیجہ بھی مغربی دانشوروں کے ان اعلانات سے مختلف نہیں ہو گا جو وہ ''خدا کی موت''۔''انسان کی موت''۔''ادب اور ادیب کی موت''۔''آرٹ کا خاتمہ''۔''نظریے کا خاتمہ'' جیسے اعلانات کی صورت میں کر چکے ہیں۔بلکہ عین اس وقت جب تاریخ کے خاتمے کا اعلان کیا جا رہا ہے اور ''تاریخ پڑھانا بند کرو'' جیسے سبق دہرائے جا رہے ہیں،تاریخ ایک نئے روپ میں اپنے آپ کو لکھ رہی ہے۔۔۔۔وقت گزرنے کے بعد پتہ چلے گا کہ تاریخ کے خاتمے کا اعلان کرنے والوں کا اپنا خاتمہ ہو گیا۔

۔۔۔۔اگر ہم تاریخ کی (جزوی جانبداری کے باوجود) صداقت کے قائل ہیں تو پھر آیئے آج تاریخ کا ایک خاص تسلسل میں ایک مختصر سا سفر کرتے ہیں۔یہ ایک واقعہ تب کا ہے جب مسلمان کفار مکہ کے ظلم وستم سے تنگ آ کر مدینہ ہجرت کر چکے تھے اور وہاں اسلام پھلنے پھولنے لگا تھا۔کفار مکہ کا ایک قافلہ تجارت کے بعد مکہ واپس جا رہا تھا۔رستے میں ان کی بعض مسلمانوں سے ''ہائے ہیلو'' ہو گئی۔مکہ کے تاجروں نے فوراً مکہ پیغام بھیجا کہ ہمارے قافلے کو مسلمان لوٹ رہے ہیں۔کفار مکہ طاقت کے نشے میں اٹھے اور مدینہ پر حملہ کے لئے چل پڑے۔رستے میں قافلے والے مل گئے۔پتہ چلا خبر درست نہ تھی۔مسلمانوں نے قافلہ

لوٹا نہیں تھا۔اور یہ کہ اب سب خیریت ہے۔لیکن طاقتور کفارِ مکہ پھر بھی مدینہ پر چڑھ دوڑے۔نتیجہ جنگ بدر کی صورت میں سامنے آیا۔

۔۔۔دوسرا واقعہ تب کا ہے جب دیبل (کراچی) کی بندرگاہ پر مسلمان بحری مسافروں کو روک لیا جاتا ہے۔مسلم حکمرانوں کو ایک بیوہ کی فریاد پہنچتی ہے اور وہاں سے محمد بن قاسم کی قیادت میں فوج روانہ ہوتی ہے۔رستے میں عربی فوج کو بتایا جاتا ہے کہ راجہ داہر نے سارا لوٹا ہوا سامان واپس کر دیا ہے اور ہم سب خیریت سے ہیں۔لیکن اب اسلامی عرب فوج کے پاس طاقت ہے۔راجہ داہر دیبل سے ملتان تک بھاگتا ہے۔ملتان تک اس کا پیچھا کیا جاتا ہے اور آخر اسے ہلاک کر کے ''ظلم'' کا بدلہ لے لیا جاتا ہے۔

۔۔۔ان دونوں واقعات کو ذہن میں رکھیں اور پھر آج کے عہد میں آئیں۔جدید سائنسی ترقیات، اسی سائنس کی بنیاد پر ہلاکت خیز اسلحہ کے انبار اور اس میدان میں مغرب کی بالا دستی۔۔۔بہر حال ایک حقیقت ہیں۔اسی حوالے سے امریکہ کا عراق پر حملہ ہو یا افغانستان پر حملہ ہو یہ سب بہانے ہیں ایسے بہانے ہر طاقتور آسانی سے گھڑ لیتا ہے اور ان کے مقابلہ میں کمزور کی مظلومیت کوئی معنی نہیں رکھتی۔وقت کے رواں لمحوں میں ظالم اور طاقتور ہی سچا ہوتا ہے لیکن وقت گزرنے کے بعد تاریخ سچ اور جھوٹ کے دونوں رُخ سامنے لے آتی ہے۔

۔۔۔مجھے یقین ہے آنے والے وقت میں امریکی صدر جارج بُش اپنی کمزور شخصیت کے باوجود مغربی فکر (نطشے) کے ''سُپر مین'' کی علامت کے طور پر اور اسامہ بن لادن شخصی سطح پر اتنے اہم نہ ہونے کے باوجود اقبال کے ''مردِ مومن'' کی علامت کے طور پر یاد کئے جائیں گے۔ان دونوں فلسفوں میں جو مطابقت اور جو تفریق ہے وہ مزید کھل کر سامنے آئے گی کیونکہ اب معاملہ فلسفے سے آگے ''عمل'' کے دائرے میں آ چکا ہے اور اس سارے عمل کی تاریخ لکھی جا رہی ہے۔

''تاریخ کی موت'' کے اعلان کے باوجود تاریخ لکھی جا رہی ہے کیونکہ تاریخ زندہ ہے!

☆☆☆

تاریخ سے فرار کیوں؟

۔۔۔آج کا انسانی عہد اس لحاظ سے انسانی ترقی کا حیرت انگیز دور ہے کہ انسان کی معلوم تاریخ کی حد تک بلکہ ماقبل تاریخ کے آثار تک، ایسی ترقیات کا عشرِ عشیر بھی کہیں دکھائی نہیں دیتا۔پوری دنیا جیسے ایک عالمی گاؤں میں تبدیل ہوتی محسوس ہوتی ہے۔وہ سہولتیں اور آسائشیں جو پہلے زمانے میں صرف بادشاہوں یا راجوں، مہاراجوں تک محدود تھیں، اب عام انسان تک بلا تفریق پہنچ رہی ہیں۔بلکہ ایسی سہولیات جن کا پہلے زمانے کے حکمرانوں نے کبھی تصور بھی نہ کیا تھا آج کے عام انسان کو باآسانی میسر ہیں۔ترقی یافتہ ممالک میں تو ایسی سہولیات اب ضروریاتِ زندگی میں شمار ہوتی ہیں۔ترقی پذیر اور پسماندہ ممالک میں ایسی تمام سہولیات کو پہنچانا اور سب کو ان سے فیضیاب کرنا دراصل اس عالمی وحدت کی طرف پیش قدمی ہوگا جس میں دنیا کے تمام انسان اپنے اپنے جغرافیائی، ثقافتی، مذہبی اور لسانی تشخص کو برقرار رکھتے ہوئے پورے کرۂ ارض کو ایک ملک مان کر اس کے باشندے کہلا سکیں گے۔انسانیت اسی طرف گامزن تھی لیکن سوویت یونین روس کی ٹوٹ پھوٹ کے بعد عالمی سطح پر جو انسانیت سوز کاروائیاں ہوتی چلی جا رہی ہیں ان کے پیشِ نظر خود اس کرۂ ارض پر انسانیت کی بقا کو شدید خطرات لاحق ہو گئے ہیں۔ان تمام خطرات کی بیشتر ذمہ داری امریکی حکمرانوں پر عائد ہو رہی ہے۔

۔۔۔اس وقت عالمی سطح پر وحشیانہ حد تک انسانیت کے خلاف جو کاروائیاں ہو رہی ہیں ان میں براہِ راست اسرائیلی انتہا پسند یہود اور ہندوستان کے انتہا پسند ہنود ملوث ہیں اور ان ہر دو کی سرپرستی امریکہ سرکار کر رہی ہے۔یوں اسرائیل، ہندوستان اور امریکہ نے مل کر اپنی مزعومہ ''دہشت گردی'' کے خلاف طلائی تثلیث بنا لی ہے۔اسرائیل اور ہندوستان اپنی کاروائیوں کو کس بنیاد پر حق بجانب سمجھتے ہیں؟ اور امریکہ کس بنیاد پر ان کی بالواسطہ یا بلاواسطہ حمایت کر رہا ہے؟ اس کی کنہ تک پہنچنے کے لئے اسرائیل اور ہندوستان کے انتہا پسندوں کے موقف کو ان کے اندازِ نظر کے مطابق جان لینا ضروری ہے۔

۔۔۔۔پہلے اسرائیلی موقف۔۔۔۔ یہودی، امتِ کلیم ہیں۔بنی اسرائیل خدا کی بے حد پیاری قوم رہی ہے۔اس کی غلطیوں اور گناہوں کے نتیجہ میں خدا نے ان پر ایک ظالم قوم کو مسلط کر دیا۔مسلمانوں نے انہیں مدینہ سے نکالا۔خیبر تک یہودیوں کو دھکیلا گیا اور پھر وہاں سے بھی نکال دیا گیا۔یہودیوں کا اصل مرکز یروشلم ان سے چھن گیا۔سارے ظالموں نے مل کر بنی اسرائیل کو گھر سے بے گھر کر دیا، ساری دنیا میں تتر بتر کر دیا۔ان کا نام ایک گالی بنا دیا گیا۔۔۔۔اب خدا نے بنی اسرائیل پر پھر اپنی رحمت کی نظر کی ہے اور ساری دنیا سے سمیٹ کر اب پھر انہیں اسرائیل میں یکجا کر دیا ہے۔اب سلطنت اسرائیل قائم ہوگئی ہے اور مزید خدائی وعدے بھی پورے ہوں گے۔ہیکل سلیمانی ہو یا دوسرے اسرائیلی مقدس مقامات۔۔۔وہ سب سے پہلے ہمارے مقدس مقامات ہیں اور ان کی تعمیر اور حفاظت ہمارا فرض ہے۔مدینہ سے ہمیں محض طاقت کے بل بوتے پر نکالا گیا تھا اور مدینہ بدری سے لے کر خیبر سے نکالنے تک ہم پر ''طاقت کا فارمولا'' لاگو کیا گیا۔سو اب ہم بھی ''عظیم اسرائیل'' قائم کر کے رہیں گے۔اس گریٹر اسرائیل میں مدینہ شہر تو شامل ہوگا کہ ہم وہاں رہتے تھے لیکن ہم مکہ پر بھی قبضہ کریں گے تاکہ مدینہ سے نکالے جانے کی تلافی کر سکیں۔ہم مدینہ کے بھی اصل باسی تھے اور مکہ والوں نے ہمیں وہاں سے نکال دیا اور ہم اسرائیل کے بھی اصل باشندے ہیں جنہیں صدیوں تک ظلم کر کے اپنے گھر سے بے گھر کیا گیا۔۔۔۔اس اسرائیلی موقف کے خلاصہ کے ساتھ یہاں یہ واضح کر دوں کہ آج سے لگ بھگ پچاس سال پہلے گریٹر اسرائیل کا جو نقشہ بنایا گیا تھا اس میں مکہ اور مدینہ دونوں کو اسرائیل میں شامل دکھایا گیا تھا۔

۔۔۔۔اور اب انتہا پسند ہندوؤں کا موقف۔۔۔۔۔مسلمان بیرونی حملہ آور تھے۔انہوں نے ہماری دھرتی پر طاقت کے ساتھ قبضہ کیا۔ہم پر جبراً حکمرانی کی۔اس عرصہ حکمرانی میں ہمارے ساتھ ہر سطح پر ظلم کیا گیا۔جب انگریزوں کے جانے کے بعد ہندوستان کو آزادی ملنے لگی تو تب مسلمانوں نے اس دھرتی کے عوام کے جمہوری مزاج کا ساتھ دینے کے بجائے اپنے لئے الگ وطن بنوالیا۔اگر یہ اقلیت میں ہوکر انصاف پسند حکمران تھے تو اب انہیں اکثریت سے کیا خوف تھا؟ ہم پر ماضی میں بہت ظلم ہوا ہے۔ہم اسے نہیں بھول سکتے۔

۔۔۔۔ ہندوؤں اور یہودیوں کے یہ موقف تاریخ کے تلخ ابواب ہیں۔ان پر۔۔۔محض یکطرفہ موقف کی بنیاد پر فیصلہ صادر نہیں کیا جا سکتا۔دوسرے فریق کے موقف کو ساتھ رکھا جائے تو پھر کسی ایک فریق کی نہیں بلکہ تمام متعلقہ فریقین کی اچھائیاں اور زیادتیاں، دونوں ہی واضح ہو جاتی ہیں۔لیکن فی الوقت یہ میرا

موضوع نہیں ہے۔تاہم یہ ایک روشن حقیقت ہے کہ مسلمانوں سے پہلے آریا لوگ ہندوستان پر حملہ آور ہوئے تھے۔مسلمان حکمرانوں کی کوئی غلطیاں واقعتاً قابلِ گرفت ٹھہرتی بھی ہیں تو آریاؤں نے ہندوستان کے اصل باشندوں پر جو ظلم ڈھائے تھے ان کے مقابلہ میں مسلمانوں کی غلطیاں تو محض سہو ہی شمار کی جا سکتی ہیں۔اور یہ حقیقت ہے کہ موجودہ انتہا پسند ہندو درحقیقت آریائی بیلٹ سے تعلق رکھتے ہیں۔اور وہ خود بھارت پر بیرونی حملہ آور رہی تھے۔لہٰذا ایک بیرونی حملہ آور دوسرے کو حملہ آور قرار دے کر خود کیسے گھر کا مالک بن سکتا ہے؟ جنوبی ہندوستان کی بڑی آبادی اس خطہ کے اصل باشندوں کی باقیات ہے اور آج بھی دہلی کے سامنے ان جنوبی صوبوں کے مرکز گریز رجحانات سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ یہاں کے اصل باشندے لاشعوری طور پر آج بھی آریائی حملہ آوروں کو ناپسند کرتے ہیں۔

۔۔۔۔اسرائیل کا معاملہ یوں ہے کہ یہ محض عقائد کا جھگڑا نہیں ہے۔بلکہ دیکھا جائے تو فکری لحاظ سے آج دنیا میں ایک دوسرے سے سب سے زیادہ قریب دو ہی دین ہیں۔یہودیت اور اسلام۔۔۔وجہ یہ ہے کہ دونوں کی بنیاد معتقدات اور تعلیمات دونوں حوالوں سے ابراہیمی دین پر استوار ہے۔اس کا مطلب یہ ہوا کہ معتقدات کی حیثیت ثانوی ہے اصل جھگڑا کچھ اور ہے۔۔۔۔اسرائیل کتنی دفعہ تاراج ہوا، یروشلم کتنی دفعہ اجڑا، کیا ہر بار مسلمان اس کے ذمہ دار تھے؟ کیا مسیحی چرچ نے یہودیوں کو تھوڑا مارا تھا؟

۔۔۔۔تاریخ کے تسلسل میں دیکھا جائے تو قوموں میں عروج و زوال کا سلسلہ چلتا رہتا ہے۔نقل مکانی کا سلسلہ بھی ایک عرصہ سے جاری ہے اور جاری رہے گا۔اس میں مختلف اوقات میں مختلف جبر شامل ہوتے رہے ہیں۔کبھی بڑھتی ہوئی آبادی کا جبر، کبھی موسموں کا جبر، کبھی سیاسی جبر اور کبھی کوئی اور جبر۔۔۔لیکن اس کی بنیاد پر دنیا کے کسی بھی خطے میں اگر صدیوں بعد کوئی آئے اور آکر وہاں صدیوں سے آباد لوگوں سے کہے کہ تم یہاں سے نکلو ہم یہاں کے اصلی باشندے تھے اور اب ہم آ گئے ہیں۔تم لوگوں کے آباؤ اجداد نے ہم پر بڑے ظلم توڑے تھے اب ہم تمہیں نہیں چھوڑیں گے، تو آج کے مہذب اور ترقی یافتہ دور میں کوئی بھی اسے معقول بات نہیں مانے گا۔ایسے لمحات میں جب انسانی گلوبل ویلج کی باتیں قابلِ عمل دکھائی دے رہی ہیں ایسی علاقائیت پرستی، نسلی برتری کی جہالت، اور تاریخ کو مسخ کرتے ہوئے ''ماضی کے مبینہ دشمنوں'' کا بدلہ آج کے بے قصور لوگوں سے لینا، انسانیت کو تباہی کی طرف دھکیلنے کے مترادف ہے۔افسوسناک امر یہ ہے کہ تاریخ کے ساتھ کھلواڑ کرنے والے انتہا پسند اسرائیلی یہودی اور انتہا پسند ہندوستانی ہندو دونوں کو امریکہ سرکار کی مکمل سرپرستی اور تائید حاصل ہے۔

۔۔۔اب اسی حوالے سے امریکہ سرکار سے کہا جائے کہ ٹھیک ہے صاحب! واقعی ہندوستان میں مسلمان ہی حملہ آور تھے اور یہودیوں کو بھی صرف مسلمانوں نے ہی بے گھر کیا تھا لہٰذا اب ہندوستان اور اسرائیل کو مسلمان حملہ آوروں سے پاک کر دیا جائے۔لیکن سرکار اسی اصول کی بنیاد پر ایک اور فیصلہ بھی لگے ہاتھوں کرتے جائیے۔۔۔امریکہ کے اصل باشندے بھی ریڈ انڈینز تھے۔ان مظلوموں پر آپ حضور کے آباؤ اجداد نے جو ظلم توڑے تھے وہ خود آپ لوگوں کی اپنی کتابوں میں بھی مذکور ہیں۔بس ہندوستان کے انتہا پسند ہندوؤں اور اسرائیل کے انتہا پسند یہودیوں کی ''حق رسی'' کے ساتھ ان غریب ریڈ انڈینز کی بھی حق رسی کر دیجئے۔یہاں کے اصل باشندوں ریڈ انڈینز کو بھی امریکہ سونپ دیجئے۔ماضی میں یورپ کے جتنے جرائم پیشہ لوگوں نے یورپ سے فرار ہو کر اس خطے کے اصل باشندوں، ریڈ انڈینز کو مار کر اس خطہ کو اپنی پناہ گاہ بنایا اور پھر یورپ کے ہر مجرم کے لئے اسے جنت بنا دیا، آپ اب اپنے ان جرائم پیشہ اور مفرور آباؤ اجداد کی زیادتیوں اور مظالم کی تلافی کرتے ہوئے ان ریڈ انڈینز کو بھی ان کا حق عطا کر دیجئے۔کیا امریکہ سرکار انتہا پسند یہودیوں اور انتہا پسند ہندوؤں کے اس خود ساختہ ''اصول'' پر خود امریکہ میں بھی اس اصول کو لاگو کرنے کے لئے تیار ہے؟

۔۔۔خیال رہے کہ ہندوستان اور اسرائیل کے ساتھ مسلمانوں کا رویہ لگ بھگ ہزار، ڈیڑھ ہزار سال پہلے کی بات ہے جبکہ موجودہ امریکیوں کا امریکہ کے اصل باشندوں ریڈ انڈینز کے ساتھ سلوک ابھی چند صدیاں پہلے کا قصہ ہے۔

۔۔۔امریکہ کے دانشوروں کو اپنی تمام تر روشن خیالی کے باوجود ''تاریخ کے خاتمے'' سے اتنی دلچسپی کیوں ہے؟ وہ تاریخ سے کیوں فرار اختیار کرنا چاہتے ہیں؟ پرانے یورپ کے مفرور، جرائم پیشہ لوگوں اور ریڈ انڈینز کے ذکر سے ذہین قارئین اس کے نفسیاتی پس منظر کو بخوبی سمجھ گئے ہوں گے۔

☆☆☆

اتنا ظلم مت کیجئے

۔۔۔ہماری دنیا کا موجودہ غیر متوازن، غیر منصفانہ اور غیر انسانی نقشہ ویسے تو آڑی ترچھی لکیروں کے ساتھ ایک عرصہ سے بن رہا تھا۔سوویت یونین کے خلاف پاکستان اور عرب ممالک کے ذریعے امریکہ سرکار کی طرف سے باقاعدہ ''اسلامی جہاد'' کا اعلان کرایا جانا اور ان مجاہدین کو امریکی اور دوسرے مغربی میڈیا پر بڑے پیمانے پر پیش کیا جانا اور خراجِ تحسین پیش کرنے کے ساتھ انہیں ہر طرح کی فوجی اور مالی امداد بھی فراہم کی جانی۔پھر سینیئر بُش کے زمانے میں عراق پر وحشیانہ حملہ۔۔۔اور اس حملہ کے بعد سے اب تک عراق کے خلاف مختلف انسانیت سوز پابندیاں۔۔۔ورلڈ ٹریڈ سنٹر پر طیاروں کے حملہ کے ڈرامہ سے پہلے ہی ہندوستان کی بی جے پی سرکار کی اسرائیلی سرکار سے محبت کی پینگیں اور کشمیر میں کشمیریوں کی جدوجہد آزادی کو دبانے کے لئے اسرائیلی بربریت کے طور طریقے جاننے کی کھلی خبریں۔۔۔پھر سپین سے مسلمانوں کے مکمل صفایا کی تاریخ کو زیادہ توجہ سے دیکھنے کا عمل۔۔۔یہ سب کچھ ایک ساتھ ہو رہا تھا اور ایسے لگ رہا تھا کہ انتہا پسند یہودی اور انتہا پسند ہندو لابیوں کو کسی طویل منصوبہ بندی کے تحت مربوط کیا جا رہا ہے۔یہ سب کچھ امریکی سرکار کی ''جنبشِ ابرو'' سے ہو رہا تھا۔تاہم ابھی یہ سب ہلکی لکیریں سی ابھر رہی تھیں۔

۔۔۔ورلڈ ٹریڈ سنٹر پر ہوائی جہازوں کے حملہ کے ڈرامہ کے بعد یہ ہلکی لکیریں ایک واضح پنسل اسکیچ کی طرح سامنے آ گئی ہیں اور ابھی اس کے مزید خدوخال نمایاں ہو رہے ہیں۔گزشتہ نصف صدی کی بے رحمانہ یہودیانہ سرگرمیوں کے ساتھ اسرائیل اپنے کئے ہوئے تمام تر معاہدوں کی دھجیاں بکھیرتے ہوئے فلسطینیوں پر جو قیامت ڈھا گیا ہے ہندوستان میں بی جے پی سرکار نے بالکل انہیں کے نقش قدم پر چلتے ہوئے نہ صرف کشمیریوں کے خلاف وحشیانہ کاروائیاں تیز کر دیں بلکہ گودھرا ریلوے اسٹیشن کے سانحہ کو بہانہ بنا کر گجرات میں تجرباتی طور پر مسلمانوں کا انتہائی سفاکانہ قتل عام شروع کرا دیا۔میں ان لوگوں میں

سے ہوں جو پاکستان اور انڈیا کے درمیان دوستانہ تعلقات کے لئے ہمیشہ دعا گو رہتے ہیں۔اور خلوص دل سے دونوں ملکوں میں محبت کا رشتہ قائم ہوتا دیکھنا چاہتے ہیں۔ بلکہ میں تو یورپی یونین کی طرز پر سارک مما لک میں اتحاد کا خواب بھی دیکھتا ہوں۔ میں بہت سارے نیک طینت اور بہت ہی محبت کرنے والے ہندوؤں کو نہ صرف جانتا ہوں بلکہ بہت سوں سے میرے محبت کے تعلق بھی ہیں،اسی لئے میں سفاک لوگوں کے لئے ہندوؤں کے بجائے'' انتہا پسند ہندوؤں'' کے الفاظ استعمال کر رہا ہوں۔۔۔۔مجھے نہایت دکھ سے یہ اقرار کرنا پڑ رہا ہے کہ مجھ جیسے پاکستانیوں اور میرے جیسے جذبات رکھنے والے ہندوستانیوں کی تمام تر نیک خواہشات کے باوجود اب مسلمانوں اور ہندوؤں کے درمیان ایسی خلیج بڑھتی جارہی ہے جسے پاٹنے کے لئے پتہ نہیں کتنا وقت لگے گا۔اور پھر بھی پتہ نہیں خلیج کم ہوگی یا مزید بڑھتی ہی چلی جائے گی۔

یہ سارا منظر ایک واضح نقشہ کی صورت میں سامنے آتا جا رہا ہے۔

۔۔۔۔اگر چہ ابھی تک امریکہ اور انڈیا بظاہر اپنے کسی مذہبی تعصب سے انکار کرتے ہیں۔لیکن دیکھا جائے تو امریکہ،انڈیا اور اسرائیل کا نشانہ براہ راست مسلمان ہی ہیں۔ بے شک اس وقت امریکہ ،اسرائیل اور انڈیا کے انتہا پسند نسلی برتری کے اسی زعم میں مبتلا ہو گئے ہیں جس میں کبھی جرمنی کا ہٹلر مبتلا ہوا تھا۔ہٹلر کے زعم کی وجوہات اور تھیں۔اس کا ٹکراؤ خود یہودی نسل پرستوں سے تھا۔اس لئے یہ ایک جیسے ذہن رکھنے والے دو مختلف نسل پرستوں کا ٹکراؤ تھا۔اُس کے برعکس اِس وقت مسلمانوں کے خلاف یہودیوں، مسیحیوں اور ہندوؤں کی انتہا پسند قوتیں اپنی ماضی کی نفسیاتی وجوہات کے باعث سرگرم عمل ہیں۔ان تمام نفسیاتی گرہوں میں'' شدید احساسِ کمتری''ایک اہم فیکٹر ہے جو مسلمان حکمرانوں کی صدیوں کی حکمرانیوں کے باعث ان قوموں میں سرایت کر گیا تھا اور جو اِس مہذب دور میں بھی ،اِن پڑھے لکھے،شائستہ،معتدل اور وسیع القلب امریکی اور انڈین حکمرانوں کے ذہنوں اور دلوں سے نہیں نکل سکا۔بی جے پی کے ہندوستانی وزیر اعظم واجپائی نے جب سرِ عام یہ کہا کہ مسلمان بادشاہوں نے بہت ظلم کئے تھے اور پھر غصے میں یہ کہتے ہیں کہ اسلام کے دو چہرے ہیں تو دراصل یہ ان کا وہی نفسیاتی احساسِ کمتری بول رہا تھا جس سے وہ نسلوں بعد بھی چھٹکارا حاصل نہیں کر سکے۔اور جب امریکی صدر جونیئر بش طالبان اور القاعدہ کا بہانہ بنا کر افغانستان کے بے سروسامان افغان عوام پر وحشیانہ بمباری شروع کراتے ہوئے بے ساختگی سے کہتے ہیں کہ اب صلیبی جنگ شروع ہوگئی ہے تو اس بیان میں بھی لاشعوری طور پر سہی

ان کا وہی نفسیاتی احساسِ کمتری اپنی پوری شدت کے ساتھ کارفرما تھا۔

۔۔۔۔میں اس نفسیاتی وجہ کو اس لئے بیان نہیں کر رہا کہ اس سے کسی مذہب سے متعلق لوگوں کی تحقیر کی جائے ، بلکہ اس لئے بیان کر رہا ہوں کہ اس وقت مسلمانوں پر جو قیامتیں ڈھائی جا رہی ہیں ان کی وجہ اپنے اصل پس منظر کے ساتھ سامنے آسکے۔

۔۔۔۔اس وقت مہذب دنیا بالخصوص امریکہ اور یورپ کی اخلاقی ذمہ داری بنتی ہے کہ مسلمانوں کے پُرکھوں کی اپنے پُرکھوں سے کی گئی مبینہ کردہ اور نا کردہ زیادتیوں کی سزا ان مسلمان لوگوں کو مت دیں جو آج کے عہد سے تعلق رکھتے ہیں۔نسل پرستی اور برتری کے منفی رویوں سے چھٹکارا پائیں اور اپنی سائنسی ترقیات اور انسانیت کو فیض پہنچانے والی ایجادات سے بلا امتیاز پوری انسانیت کو فیضیاب کریں۔گلوبل ولیج کا منظر ہی آج کی اور آنے والے زمانے کی حقیقت ہو،تا کہ اس دھرتی کو بلا امتیاز سارے انسانوں کے لئے امن ،سکون،خوشحالی اور محبت کا گہوارا بنایا جا سکے۔اس وقت ویسے تو بلا شبہ مسلمانوں میں بھی بہت سے اصلاح طلب امور ہیں۔فرقہ واریت،دوسرے مسلک اور مذہب کے لوگوں کے معاملات میں عدم برداشت، جدید زمانے کی رفتار کا ساتھ نہ دے پانے کے مسائل،علاقائی تعصّبات،اسلام سے نام کی حد تک وابستگی اور ذاتی مفاد پرستی ایسے امور ہیں جن سے خود مسلمانوں نے اپنے آپ کو زیادہ نقصان پہنچایا ہے۔اور عالمی سطح پر مسلمانوں کی موجودہ ذلت آمیز حیثیت کے اسباب میں یہ سارے امور شامل ہیں اور تا حال ان خرابیوں کے دور ہونے کی کوئی صورت بھی دکھائی نہیں دے رہی۔تاہم ان خرابیوں کے باعث امریکہ،اسرائیل اور انڈیا کے انتہا پسندوں کو مسلمانوں کی نسل کشی کا لائسنس دے دیا جانا انتہائی شرمناک رویہ ہے۔

۔۔۔۔اس وقت دنیا کے باقی مذاہب کے لوگوں کے لئے اور خاص طور پر امریکہ اور انڈیا کے لئے ضروری ہے کہ وہ اپنے نفسیاتی اثرات کے خول سے باہر نکلیں اور دنیا میں عالمِ اسلام کے سلسلے میں موجودہ عدم توازن کو خود دور کریں۔ گجرات کے سانحہ پر مغربی حکومتوں اور پریس کا ردِعمل غیر موثر ہے۔ایسا سانحہ جو گزشتہ ایک صدی کا سب سے ہولناک سانحہ ہے اور جسے اڑھائی ماہ گزرنے کے بعد بھی بی جے پی کی حکومت نے جان بوجھ کر ختم نہیں ہونے دیا۔۔اس پر مغربی میڈیا نے جتنا ردِعمل ظاہر کیا ہے اس سے صرف مغربی میڈیا کا منافقانہ کردار مزید واضح ہوتا ہے۔اس'' ردِعمل'' کو پنجابی میں'' گونگلواں توں مٹی جھاڑنا'' (شلجم سے مٹی جھاڑنے) کے سوا کچھ نہیں کہا جا سکتا۔اس سے زیادہ موثر تو خود انڈیا کے مہذب

پریس کا ردِعمل رہا ہے۔صاف ظاہر ہے یہ ظلم،اوراس پر مسلم دشمنی پر تلی ہوئی ''مہذب'' دنیا کا ردِعمل بھی ان کے صدیوں کے نفسیاتی اثرات کا نتیجہ ہے۔دنیا میں امن،سکون اور محبت کے فروغ کے لئے زبانی کلامی نہیں بلکہ عملاً عدم توازن کو ختم کرنا ہوگا سب کے لئے یکساں انصاف کرنا ہوگا۔دہشت گردی کی آڑ میں مسلمانوں کی نسل کشی پر تلی ہوئی ساری ''مہذب'' دنیا سے مودبانہ گزارش ہے کہ ذہنی طور پر سابقہ زمانوں کے حساب کے پھیر سے نکلیں اور کھلے دل کے ساتھ دنیا کی قیادت کریں۔

۔۔سابقہ زمانوں کے حساب کتاب میں پڑیں گے تو پھر سب کے ذمہ ''بہت کچھ واجب الادا'' نکلے گا۔

اور آج کا زمانہ بھی تو ایک دن سابقہ زمانوں ہی میں شمار ہوگا۔

☆☆☆

ٹریڈ سنٹر پر اصل حملہ آور کون؟

۔۔۔۔۱۱ر ستمبر ۲۰۰۱ء سے پہلے تک دنیا میں عدم توازن کی جو لکیریں سی بن رہی تھیں، ۱۱ر ستمبر کے بعد اس کا نقشہ کھل کر سامنے آ گیا۔امریکہ کے ٹریڈ سنٹر کی دونوں عمارتوں کی تباہی کے بعد امریکہ کا غم وغصہ انتہا تک جا پہنچا۔پھر دہشت گردی کے خلاف ایسی جدوجہد شروع ہوگئی جس میں کسی ثبوت کی ضرورت نہ تھی۔ جب دہشت گردی کی کوئی معین تعریف ہی وضع نہ کی جاسکی تو پھر یہ فیصلہ کون کرے گا کہ کوئی تحریک ''آزادی'' کی تحریک ہے یا دہشت گردی کی تحریک؟ گویا اب کسی اصول اور ضابطے کی گنجائش نہ تھی۔اقوامِ متحدہ جو پہلے امریکہ کی باندی تھی اب داشتہ دکھائی دینے لگی لیکن امریکہ نے اقوامِ متحدہ کو داشتہ جتنی اہمیت بھی نہیں دی اور خود ہی جو کچھ کر سکتا تھا، کر گزرا۔گو امریکہ نے دکھاوے کے طور پر متعدد ہمنوا ساتھ شامل رکھے تاہم اصلاً یہ سارے کا سارا امریکی ردِعمل تھا اور ابھی تک یہ امریکی ردعمل چل رہا ہے۔

۔۔۔۔اصل حقائق کی نشاندہی سے پہلے یہ وضاحت کردوں کہ مجھے ذاتی طور پر،فکری طور پر طالبان یا القاعدہ قسم کے گروہوں سے کبھی کسی قسم کی انسیت نہیں ہوئی۔بلکہ میرے فکری دھاروں کو جاننے کے بعد وہ یقینی طور پر میرے واجب القتل ہونے کا فتویٰ دے سکتے ہیں۔اس کے باوجود جہاں تک حق اور انصاف کا تعلق ہے اگر اس کا اظہار کرنے سے محض اس لئے گریز کیا جائے کہ متعلقہ فرد یا طبقہ سے میری نہیں بنتی تو یہ کم ظرفی کی انتہا ہوگی۔بلند بانگ دعوے کرنے والے کم ظرف لوگ اور کم ظرف طبقے ہی اتنا گر سکتے ہیں۔میں ایک معمولی سا لکھنے والا اور کچھ نہیں تو سامنے کے حقائق کو جیسے دیکھ رہا ہوں اور محسوس کر رہا ہوں ویسا ہی لکھ تو سکتا ہوں۔برائی کو روک نہیں سکتا،لیکن اسے برائی تو کہہ سکتا ہوں۔

۔۔۔۔اگر واقعی ٹریڈ سنٹر کی عمارتوں کی تباہی میں طالبان اور القاعدہ کا ہاتھ ہے تو جو کچھ امریکہ نے کیا ہے وہ اس سارے عمل میں بالکل حق بجانب ہے۔لیکن اگر اس کی دونوں عظیم عمارتوں کی تباہی میں طالبان یا القاعدہ کا کوئی ہاتھ نہیں تھا تو پھر موجودہ امریکی حکمرانوں سے زیادہ بے رحم،انسانیت کا دشمن اور سفاک اور

کوئی نہیں ہے۔ اگر چہ ابھی تک حقائق کی شفاف صورت سامنے نہیں آئی لیکن جو کچھ سامنے آیا ہے اگر اس سب کو مربوط کر کے دیکھا جائے تو دو واضح نقشے سامنے آتے ہیں۔ ایک نقشہ امریکہ اور اس کے حواریوں کا ہے اور ایک نقشہ طالبان اور القاعدہ کا ہے۔ پہلے امریکہ کا نقشہ دیکھ لیں۔ اس کے مطابق ٹریڈ سنٹر پر ہونے والا حملہ خود یہودیوں اور بعض امریکیوں کی ملی بھگت سے منظّم طور پر کرایا گیا اور منظّم طور پر ہی اس کا الزام القاعدہ کے سر تھوپ دیا گیا۔ اس الزام کے ثبوت میں یہ حقائق اب تک سامنے آ چکے ہیں اور ان حقائق کو مربوط کر کے دیکھنے سے پس منظر میں موجود منظر سامنے دکھائی دینے لگتا ہے۔

☆امریکی صدر جونیئر بُش کو جب حادثہ کی اطلاع دی گئی وہ بچوں کے ایک سکول میں تھے اور خبر سننے کے بعد بھی کافی وقت تک وہیں رہے۔ ان کو حادثہ کی خبر دیئے جانے کی جو ویڈیو فلم امریکی ٹی وی چینلز دکھا چکے ہیں اس سے ایسے لگتا ہے جیسے ان کے لئے یہ کوئی عام سی خبر ہے (''اچھا حملہ ہو گیا ہے؟'')۔ ''باڈی لینگویج'' کو سمجھنے والے امریکی ماہرین امریکی صدر کے انداز سے خود بہتر نتیجہ اخذ کر سکتے ہیں۔

☆۱۱؍ستمبر کو حادثہ کے وقت کوئی یہودی ٹریڈ سنٹر میں موجود نہ تھا۔ جب اس حقیقت کا انکشاف کیا گیا تو اسے مضحکہ خیز قرار دے کر رد کر دیا گیا لیکن بعد میں یہ بات سچ ثابت ہوئی۔ واقعی حادثہ کے وقت کوئی یہودی ان عمارتوں کے اندر موجود نہ تھا۔

☆امریکی صدر جونیئر بُش نے امریکی کانگریس سے اپنے خطاب کے دوران کہا کہ اس حادثہ میں ۱۳۰؍ اسرائیلی یہودی ہلاک ہوئے۔ یہ کوئی عام اخباری بیان نہ تھا اور کسی عام ترجمان کے منہ کی بات بھی نہ تھی۔ امریکی صدر کا بیان تھا اور امریکی کانگریس کے سامنے دیا گیا تھا۔

☆نیویارک ٹائمز نے اپنی ۲۲؍ستمبر ۲۰۰۱ء کی اشاعت میں واضح کیا کہ جن ۱۳۰؍اسرائیلی یہودیوں کی ہلاکت کا ذکر کیا گیا ہے ان میں سے ۱۲۹؍افراد اپنے گھروں میں زندہ موجود ہیں۔ صرف ایک اسرائیلی یہودی مرا ہے وہ بھی ٹریڈ سنٹر کے اندر نہ تھا بلکہ تباہی کے منظر کا باہر سے نظارا کرتے ہوئے اس کی لپیٹ میں آیا تھا۔

☆ حادثہ کے وقت جب سارے نیویارک میں نفسا نفسی کا عالم تھا تباہ ہوتی عمارت کے چاروں اطراف سے کم از کم ایسے چھ افراد کو پکڑا گیا جو تباہی کے منظر کی ویڈیو فلمیں بنا رہے تھے۔ یہ سارے کے سارے افراد یہودی تھے اور کوئی پیشہ ور ویڈیو میکر نہیں تھے۔

☆اس تباہی میں جہاں کولمبیا کے ۱۹۹؍ اور فلپائن کے ۴۲۸؍ باشندے ہلاک ہوئے۔ متعدد دوسرے

ممالک کے باشندے ہلاک ہوئے مگر اسرائیلی اور غیر اسرائیلی یہودی بالکل محفوظ رہے۔ جبکہ اس کے مالکان بھی یہودی تھے، اس میں یہودیوں کی ایک بڑی تعداد ملازم تھی۔

☆ ٹریڈ سنٹر کی دونوں عمارتیں تھوڑا عرصہ پہلے یہودیوں نے خریدی تھیں۔ ان کی بھاری بھرکم انشورنس چند ماہ (غالباً دو ماہ) پہلے کرائی گئی۔ یوں عمارتوں کی تباہی سے یہودیوں کو کوئی مالی نقصان نہ ہوا۔ بلکہ فائدہ ہی ہوا۔

☆ جائے حادثہ سے سارا ملبہ ہٹانے کا ٹھیکہ بھی یہودیوں کو دیا گیا اور یہ ٹھیکہ اصل عمارت کی لاگت سے بھی زیادہ ہے۔

☆ دنیا میں پہلی دفعہ ایسا ہوا کہ ٹریڈ سنٹر سے ٹکرانے والے جہازوں کے بلیک باکس نہیں ملے۔ (شاید غائب کر دئے گئے)۔

☆پینٹا گون کی عمارت سے ٹکرانے والے جہاز کا بلیک باکس ملا تو کہا گیا کہ اس میں کوئی ٹیکنیکی خرابی ہو گئی ہے اس لئے کچھ سنائی نہیں دیتا۔ اللہ اللہ خیر صلاّ۔

☆ جہازوں کو جس ماہرانہ طریقے سے ٹکرایا گیا تھا، ایسا سارا کام کسی ہائی جیکر کے ذریعے نہیں بلکہ زمین پر ریموٹ کنٹرول کے ذریعے ہو سکتا ہے اور ایسی صورت میں بلیک باکس کچھ بھی بتانے سے قاصر ہوتا۔ اسی لئے ایسے بلیک باکسز کا نہ ملنا ہی بہتر تھا۔

☆ ٹریڈ سنٹر کی عمارتوں سے ٹکرانے کے بعد سے پینٹا گون سے ٹکرانے تک ایک بڑا وقفہ تھا لیکن تب تک کوئی بچاؤ کرنے والا حفاظتی ادارہ حرکت میں نہیں آیا۔

☆بعد میں یہ ہوّا کھڑا کیا گیا کہ وائٹ ہاؤس کی عمارت کو بھی خطرہ لاحق ہے۔ حالانکہ پینٹا گون سے ٹکرانے والا جہاز وائٹ ہاؤس سے گزر کر آیا تھا۔ کسی ''امریکہ دشمن'' کا ایسا کوئی پلان ہوتا تو وہیں وائٹ ہاؤس سے نمٹ لیا جاتا۔

☆اس سارے ڈرامے میں یہودیوں کے اتنے واضح کردار کے باوجود بڑے موثر طریقے سے پروپیگنڈہ کیا گیا کہ اس میں مسلمانوں کا ہاتھ ہے چنانچہ ایک پورا دن مغربی میڈیا چند عرب افراد کا ایک ایسا منظر دکھاتا رہا جس میں وہ لوگ جشن جیسی خوشی منا رہے تھے۔ یوں یہ باور کرا دیا گیا کہ مسلمان ہی امریکہ کی تباہی سے خوش ہو سکتے ہیں۔ جب نفرت کا زہر پوری طرح انجیکٹ کر دیا گیا تو آدھی رات کے بعد اتنی وضاحت کی گئی کہ یہ کویت کی پرانی فلم تھی جو عراقی قبضہ ختم ہونے کی خوشی منا رہے تھے۔ ہمیں کسی نے غلط

خبر دی تھی۔آدھی رات کے بعد صرف ایک بار اتنی وضاحت کرنے کے بعد مغربی میڈیا نے دن میں کسی وضاحت کی ضرورت محسوس نہ کی۔دن میں جو نفرت کا زہر انجیکٹ کیا گیا تھا وہی اپنا اثر دکھاتا رہا اور ابھی تک اثر دکھا رہا ہے۔

☆اسامہ بن لادن اور القاعدہ پر الزام لگایا گیا لیکن کسی قسم کا کوئی ثبوت دنیا کے سامنے پیش نہیں کیا گیا۔بس خود ہی مدعی،خود ہی گواہ اور خود ہی منصف۔امریکہ سارے مراحلِ تصوف سے ایک ہی جست میں گزر گیا۔اور پھر افغان عوام پر قیامتیں گزرنے لگیں۔دنیا کی سب سے بڑی اور واحد سپر پاور کہلانے والا امریکہ دنیا کے کمزور ترین اور مفلوک الحال ملک کو فتح کرنے میں کامیاب ہو گیا۔(لیکن کیا واقعی؟)

۔۔۔اب دوسری طرف طالبان اور القاعدہ کا نقشہ بھی دیکھ لیں اگر یہ درست ہے کہ بھوکا،ننگا افغانستان طالبان اور القاعدہ کی ملی بھگت سے یا صرف القاعدہ ہی کی ہمت سے ٹریڈ سنٹر کو تباہ کر گیا ہے تو پھر اسامہ نے دنیا کو یہ دکھا دیا ہے کہ واقعی ؎ مومن ہو تو بے تیغ بھی لڑتا ہے سپاہی

۔۔۔افغانستان پر امریکہ کی اتنی تباہ کن کاروائیوں کے باوجود طالبان کے قائد ملّا عمر اور القاعدہ کے قائد اسامہ بن لادن امریکہ کے ہاتھ نہیں لگے تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ یہ لوگ اپنی بے سروسامانی کے باوجود لڑنے کی اعلیٰ ترین مہارت رکھتے ہیں۔مجھے یقین نہیں ہے کہ ایسا ہو سکتا ہے لیکن اگر واقعی ایسا ہے تو پھر امریکہ اور اس کے حواریوں کے لئے دنیا میں کوئی جائے پناہ نہیں ہے۔اسرائیل اپنی تمام تر غارت گری کے باوجود اور اپنی تمام تر جنگی حشر سامانیوں کے باوجود درحقیقت ایک نہیں،صرف آدھے ایٹم بم کی مار ہے۔اور امریکہ کو بخوبی علم ہے کہ کبھی سوویت یونین کی بعض سابق ریاستوں نے ایک طرح سے کھلے عام ایٹم بم بیچے تھے۔صرف اسرائیل تک ہی کیوں پھر ٹریڈ سنٹر کو کسی اسلحہ کے بغیر نابود کر دینے والے ''مومن'' تو کسی بھی طرح ایٹم بم امریکہ کے اندر تک پہنچا سکتے ہیں۔امریکہ اس قیامت کا سامنا کیسے کرے گا جب اس کے اپنے عظیم شہروں کو طالبان اور القاعدہ کے ''خودکش ایٹم بم'' اپنی لپیٹ میں لے لیں گے۔وہ لازماً یومِ حساب ہوگا۔

۔۔۔یہ میں نے امریکی الزامات کی بنیاد پر ایک مفروضے کی مکمل صورت دکھائی ہے۔اب امریکی حکومت سے بہتر کون جانتا ہے کہ ٹریڈ سنٹر پر ہوائی جہازوں کا حملہ کس کی سازش تھی۔اگر یہ امریکی اور اسرائیلی سازش تھی تو کم از کم امریکہ کو اپنے عالمی اخلاقیات،انسانی حقوق اور عالمی تمدن کے دعووں پر تو

شرمندہ ہونا چاہئے۔لیکن اگر یہ واقعی کسی القاعدہ اور طالبان ہی کا ''کارنامہ'' تھا تو پھر امریکہ اور اسرائیل کو اپنے بچاؤ کی فکر کرنا چاہئے۔عام حملوں سے بچاؤ کی فکر نہیں۔''خودکش ایٹم بم حملوں'' سے بچاؤ کی فکر کرنا چاہئے۔کیونکہ جو لوگ خالی ہاتھوں سے آپ کے سروں پر اتنی ہولناک تباہی لا سکتے ہیں،وہ آپ کو ایٹمی تباہی کا نشانہ بھی آسانی سے بنا سکتے ہیں۔

۔۔۔اس منظر اور پس منظر سے ''امریکہ و اسرائیل'' اور ''طالبان و القاعدہ'' کے عسکری کردار کے دونوں امکانی نقشے سامنے ہیں۔امریکہ اور اسرائیل کی بے فکری اور دہشت گردی کے خاتمہ کے نام پر انسانیت کی دھجیاں اڑانے والی کاروائیاں بتاتی ہیں کہ انہیں تو کسی کا خوف ہی نہیں۔اس سے دو ہی مطلب نکلتے ہیں۔یا تو یہ دونوں انتہائی چالاک ہیں کہ اپنا کیا دھرا اپنے فکری مخالفوں کے کھاتے میں ڈال کر ان سب کا تیا پانچہ کئے جا رہے ہیں اور یا پھر انتہائی بے وقوف ہیں کہ انتہائی خطرناک قسم کے دشمنوں کے امکانی خودکش ایٹمی حملے سے بے خبر ہوئے بیٹھے ہیں۔

میں ذاتی طور پر امریکہ اور اسرائیل کو اتنا بے وقوف نہیں سمجھتا۔اب اصل حقیقت کیا ہے؟

خود ہی جان لیجئے!

☆☆☆

جہاد اور بعض اہم مذاہب کی تعلیمات

میں مذہبی معاملات کو چھیڑنا نہیں چاہتا لیکن اسلامی جہاد کو دہشت گردی کے ہوّے کے ساتھ جس طرح جوڑ دیا گیا ہے اس کے پیش نظر دیگر اہم مذاہب میں جہاد یا جنگ کے بنیادی تصور اور ان مذاہب کے پیروکاروں کے طریقِ کار اور حالیہ صورتحال پر ان کی تعلیمات کے شعوری یا غیر شعوری اثرات پر تھوڑی سی بات کروں گا۔ تاکہ اندازہ ہو کہ بعض اقوام کس طرح اپنے مذموم مقاصد کے لئے کرّۂ ارض پر انسانیت کے لئے سنگین قسم کے خطرات پیدا کر رہی ہیں۔ اور اس کے لئے اسلامی تعلیمات کو مسخ کر کے حسبِ ضرورت پروپیگنڈہ کے طور پر استعمال کر رہی ہیں۔

۔۔۔سب سے پہلے ہندوستان میں کرشن جی مہاراج کی شہرۂ آفاق ''گیتا'' کو دیکھیں۔ یہ کتاب اپنی دوسری بہت ساری خوبیوں کے باعث مجھے ذاتی طور پر بھی پسند ہے اور ہندو مذہب سے ہٹ کر بھی اسے دوسرے علمی حلقوں میں ایک اہمیت حاصل ہے۔ ''گیتا'' کا لب لباب اگر پیش کیا جائے تو وہ ''جہاد'' کا کھلا اعلان اور جہاد سے ہٹنے کا ارادہ کرنے والوں کے اندر جہاد کا جذبہ پیدا کرنے کا پیغام ہے۔ اسلامی جہاد کے حوالے سے بعض قرآنی آیات سے اپنی مرضی کا استدلال کر کے، ان میں مین میخ نکال کر اعتراض کرنے والے ہندو اسکالرز کو کبھی ''گیتا'' کا بھی اس زاویے سے مطالعہ کرنا چاہئے۔ جو حق اور سچ کے نام پر اپنے ہی خون کے مدِ مقابل لا کر کھڑا کر دیتی ہے۔ اور اس کے لئے مسلسل اکساتی ہے۔

۔۔۔حضرت موسیٰ علیہ السلام کی امت کا معاملہ یوں ہے کہ ویسے تو ان کے بارے میں از روئے قرآن بھی جو کچھ لکھا ہوا موجود ہے اسرائیلی انتہا پسندوں نے گزشتہ نصف صدی سے جاری اپنے ظلم و ستم سے اور بار بار معاہدے کر کے ہر بار حیلوں بہانوں سے بدعہدی کر کے خود اس کا حرف حرف سچ ثابت کر دکھایا ہے۔ تاہم اس جگہ خود ان کی اپنی آسمانی کتاب ''عہد نامہ قدیم'' کی کتاب ''خروج'' (Exodus) سے دو حوالے پیش کروں گا۔ اس سے یہودیوں کو جہاد کی جو کھلی چھوٹ سامنے آتی ہے، گویا وہ اپنے مذہب کی

تعلیم پر ہی عمل کر رہے ہیں۔ ''خروج'' میں یہودیوں کو یوں کھلے طور پر جنگ کرنے اور فتح ہی فتح کی بشارت درج ہے:

''میں تیرے دشمنوں کا دشمن اور تیرے مخالفوں کا مخالف ہوں گا۔ اس لئے کہ میرا فرشتہ تیرے آگے آگے چلے گا اور تجھے اموریوں اور حتّیوں، اور فرزّیوں اور کنعانیوں اور حوّیوں اور یبوسیوں میں پہنچا دے گا اور میں ان کو ہلاک کر ڈالوں گا۔ تو اُن کے معبودوں کو سجدہ نہ کرنا نہ اُن کی عبادت کرنا نہ اُن کے سے کام کرنا بلکہ تو اُن کو بالکل اُلٹ دینا اور اُن کے ستونوں کو ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالنا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔
میں اپنی ہیبت تیرے آگے آگے بھیجوں گا اور میں اُن سب لوگوں کو جن کے پاس تو جائے گا شکست دوں گا۔ اور میں ایسا کروں گا کہ تیرے سب دشمن تیرے آگے اپنی پشت پھیر دیں گے۔۔۔۔۔ وہ تیرے ملک میں رہنے نہ پائیں تا نہ ہو کہ وہ تجھ سے میرے خلاف گناہ کرائیں'' (خروج باب ۲۳)۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

۔۔۔۔اسلامی جہاد کی بعض آیات سے استدلال کر کے اسلام کو نشانہ بنانے والے دانشور حضرات ذرا اس یہودی تعلیم کے مضمرات پر بھی غور کریں اور یہ بھی دیکھیں کہ کیا آج عملاً انتہا پسند اسرائیلی اسی ''یہودی جہاد'' کی تعلیم پر عمل نہیں کر رہے جو ان کے عہد نامہ قدیم میں درج ہے؟

۔۔۔اب اسرائیلی قوم کا مزاج بھی خود ان کی اپنی اسی کتاب ''خروج'' کے باب ۳۳ کی آیت ۳ میں دیکھ لیں۔ دوسری قوموں پر فتح کے بعد جو کچھ اسرائیلی کرتے ہیں اس حوالے سے یہ لکھا ہے:

۔۔''چونکہ تو گردن کش قوم ہے اس لئے میں تیرے بیچ میں ہو کر نہ چلوں گا تا ایسا نہ ہو میں تجھ کو راہ میں فنا کر دوں''

یہی بات پھر اسی کتاب اور اسی باب کی آیت ۵ میں یوں دہرائی گئی ہے:

۔۔۔''خداوند نے موسیٰ سے کہہ دیا تھا کہ بنی اسرائیل سے کہنا کہ تم گردن کش لوگ ہو۔ اگر میں ایک لمحہ بھی تیرے بیچ چلوں تو تجھ کو فنا کر دوں گا''

۔ اب دیکھیں اسلامی تعلیمات میں ہے مفتوح اسلام قبول کر لے تو سب سے اچھا ہے ورنہ اسے جزیہ دینا ہوگا۔ اس کے برعکس یہودی تعلیم یہ ہے کہ جس علاقہ کو فتح کرو وہاں کے باشندوں کو وہاں سے نکال دو۔ یہ ہے اصل ''یہودی جہاد'' جس پر بنیاد پرست یہودی مسلسل عمل پیرا ہیں۔ خدا نے یہودیوں کے

بارے میں جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کو کہا ہے کہ یہ ''گردن کش'' لوگ ہیں۔اس لفظ کا مطلب ہے بغاوت اور نافرمانی کرنے والا، تکبر کرنے والا، اور شوخی کرنے والا شریر۔ ''یہودی قوم کی من حیث القوم گردن کشی'' کا یہ عالم ہے کہ خود ان کی اپنی کتاب کے مطابق خدا کہتا ہے کہ اے موسیٰ! اگر میں ایک لمحہ بھی ان کے بیچ چلوں تو انہیں فنا کردوں۔ گویا یہ اتنے بے رحم، شریر اور سفاک لوگ ہیں کہ ان کا ہر لمحہ بے رحمی، سفاکی، شرارت، بغاوت اور نافرمانی کے بداعمال میں گزرتا ہے۔کیا اس وقت بنیاد پرست یہودی ایریل شیرون اور اس کے ساتھی واقعتاً ایسے ہی کردار کا مظاہرہ نہیں کررہے؟

۔۔۔اور اب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی امت کا حال بھی دیکھ لیں۔تعلیم کے لحاظ سے تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام فرماتے ہیں کہ اگر کوئی تمہارے دائیں گال پر تھپڑ مارے تو اپنا بایاں گال بھی اس کے آگے کردو کہ لے بھائی تو اپنا غصہ پورا کرلے۔لیکن عملاً امریکہ کی سرپرستی میں مسیحی قوم کا عالمی کردار کیا ہے۔ایک طرف جونئیر بش اپنے پکے مسیحی ہونے کا ذکر کرتے ہیں دوسری طرف ان کے والد سے لے کر ان کی اپنی صدارت تک کا کردار یہ ہے کہ اگر کوئی تم سے اپنا دایاں حصہ بچانا چاہتا ہے تو اس کا بایاں حصہ بھی چھین لو۔عراق کے مسلمانوں پر امریکی حملہ، بوسنیا کے مظلوم مسلمانوں پر سربین مسیحیوں کے خوفناک مظالم، سے لے کر افغانستان پر بے رحمانہ بمباری کے تجربوں تک صرف اسی ایک عشرہ میں ہی دیکھ لیں کہ مسیحی تعلیم کا کیا مثالی نمونہ پیش کیا جارہا ہے اور پھر کس ناز کے ساتھ اپنے کٹڑ مسیحی ہونے کا اعلان بھی کیا جاتا ہے۔سوویت یونین کی شکست و ریخت کا عمل شروع ہوا تو ساری مسیحی اور یہودی ریاستیں بغیر کسی خون خرابہ کے سوویت یونین سے الگ ہوتی گئیں۔لیکن جیسے ہی مسلمانوں کی کثیر آبادی والی ریاستوں نے آزادی کے حصول کی جدوجہد شروع کی، خون خرابہ شروع ہوگیا۔مسلم آبادی والی کسی ایک ریاست کو بھی خون خرابہ کے بغیر آزادی ملی ہو تو بتائیں۔چیچنیا کا مسئلہ ابھی تک معلق رکھا ہوا ہے۔کشمیر کا مسئلہ نصف صدی سے خون میں ڈوبا ہوا ہے۔اقوام متحدہ اپنی قرارداد کو فراموش کئے بیٹھی ہے۔اس کے برعکس انڈونیشیا میں مشرقی تیمور کی مسیحی آبادی کی آزادی کا سلسلہ شروع ہوا تو مہینوں میں اسے آزادی دلادی گئی۔ یہ اس قوم کا کردار ہے جس کی تعلیم ہے کہ کوئی تمہارے دائیں گال پر تھپڑ مارے تو اپنا بایاں گال بھی اس کے آگے کردو۔اس سب کچھ کے باوجود ''اسلامی جہاد'' کو فکری طور پر ہدفِ تنقید بنانے کے ساتھ مظلوم فلسطینی، کشمیری، چیچن مسلمانوں ہی کو دہشت گردوں میں شمار کرنا اور پھر کہنا کہ ہم مذہب اسلام کے خلاف نہیں ہیں۔

۔۔۔مجھے افسوس ہے کہ مجھے مذکورہ تینوں معروف اور اہم مذاہب کے جنگ سے متعلق نظریات اور اس کی عملی صورت کا اتنا اور اس رنگ میں جائزہ لینا پڑا۔

۔۔۔حال ہی میں جونئیر بُش روس کے دورہ پر گئے ہیں تو وہاں انہوں نے روسی صدر پیوٹن کے ساتھ گفتگو میں انہیں کہا ہے کہ روس ایران کو ایٹمی قوت بنا رہا ہے اور ایک دن ایرانی ایٹمی اسلحہ کا رُخ روس کی جانب ہوگا۔۔۔روسی حکام نے اس امریکی الزام کی تردید کی ہے تاہم یہاں میں امریکہ اور انڈیا دونوں کو وقت سے پہلے۔۔۔بہت پہلے۔۔۔بتا رہا ہوں کہ وہ سب انتہا پسند یہودی سازش میں گھرے ہوئے ہیں۔جب یہودیوں کا مسلمانوں سے کوئی معمولی سا ڈر بھی باقی نہیں رہے گا تب ہندوؤں کا کوئی مندر ان سے محفوظ نہیں رہے گا کیونکہ ان کی مذہبی تعلیم ہے کہ انہیں گرادیا جائے۔اور تب مسیحی دنیا کو بھی یہی یہودی یاد دلائیں گے کہ سابقہ زمانوں میں مسیحیوں نے ان پر کیا کیا مظالم کئے تھے۔یہودی اپنا انتقام کس طرح لیتے ہیں؟ اور کیسے سازشیں کرتے ہیں؟ یہ تب ہی امریکہ اور یورپ کو معلوم ہوسکے گا۔

اگر ورلڈ ٹریڈ سنٹر کی تباہی، مسلسل سامنے آتے ہوئے شواہد کی بنیاد پر یہودیوں ہی کا کیا دھرا ہے تو پھر ابھی ان کی ''گردن کش'' حرکتوں کا سلسلہ جاری رہے گا۔اس کی ایک جھلک ان دو خبروں میں دیکھئے۔دونوں خبریں ایک ہی دن (۱۵مئی ۲۰۰۲ء) کے روزنامہ جنگ میں آئی ہیں:

اسلامی انتہا پسند ۴/جولائی کو ایٹمی پلانٹس پر حملہ کرسکتے ہیں، امریکہ

واشنگٹن۔۔۔امریکا کے سمندری محافظوں نے اپنی حکومت کو آگاہ کیا ہے کہ انہیں پچیس اسلامی انتہا پسندوں کے امریکا میں داخلے کے بارے میں اطلاعات ملی ہیں جو چار جولائی کو امریکا کے ایٹمی پلانٹس پر دہشت گرد حملہ کرسکتے ہیں۔فاکس نیوز کے مطابق امریکی محافظوں نے ایک ایسی دستاویز پکڑی ہے جس سے انتہا پسندوں کے امریکا میں داخلے کا پتہ چلتا ہے۔''

۔۔۔مجھے لگتا ہے کہ امریکی محافظوں کو ملنے والی دستاویزات خود یہودی ''گردن کشی'' کی کوئی صورت ہے۔یعنی خود سازش کرکے مسلمانوں کے سر الزام لگا دیا جائے۔اس کا اندازہ اسی روز کی دوسری خبر سے آسانی سے کیا جاسکتا ہے۔دوسری خبر یہ ہے:

امریکا: ٹرک میں دھماکہ خیز مواد کی موجودگی پر 2 اسرائیلی گرفتار

سیاٹل: امریکی بحریہ کے اڈے کے نزدیک پولیس نے دھماکہ خیز مواد کی موجودگی کے شبہے میں ایک ٹرک

قبضے میں لے لیا ہے، جسے 2 اسرائیلیوں نے کرائے پر لیا تھا۔فوکس نیوز کے مطابق ٹرک کے گیر لیور اور اسٹیرنگ سے پی این ٹی اور فوجی استعمال میں آنے والے دھماکا خیز مواد کی موجودگی کے آثار ملے ہیں۔اسے ریاست واشنگٹن میں امریکی بحری اڈے کے نزدیک ٹاؤن اوک ہاربر میں قبضے میں لیا گیا۔اس ٹرک کو 2 اسرائیلیوں نے کرائے پر لیا تھا،جنہیں غیر قانونی طور پر امریکا میں داخل ہونے کے الزام میں گرفتار کرلیا گیا ہے۔''

۔۔۔ٹریڈ سنٹر پر حملہ سے لے کر آنے والے دنوں کی ''گردن کش'' ریشہ دوانیوں کی بنیاد پر انتہا پسند یہودی جو کھیل،کھیل رہے ہیں اس کا فوری خمیازہ بے شک مسلمان ہی بھگت رہے ہیں لیکن اگر یہ سلسلہ اسی طرح چلتا رہا اور یہودی سازشیں مسلمانوں کے کھاتے میں لکھی جاتی رہیں تو پھر ایک وقت آئے گا جب ساری مسیحی دنیا۔۔۔اسرائیل کی زد پر ہوگی۔اور ان کے ساتھ جو کچھ ہوگا وہ اس سے کہیں زیادہ ہوگا جو اس وقت مسلمانوں کے ساتھ ہو رہا ہے۔

۔۔۔جونیئر بُش نے ایران کی ایٹمی صلاحیت کے حوالے سے جو کچھ روسی صدر پیوٹن سے کہا ہے،ویسا کبھی نہیں ہوگا لیکن اگر امریکا اور اہل یورپ نے اسرائیل اور مسلم ممالک کے تئیں اپنی پالیسی تبدیل نہ کی تو یہ ایک حقیقت ہے کہ ایک دن امریکا اور یورپ،اسرائیل کی زد پر ہوں گے۔

☆☆☆

امریکہ،ایشیا اور جنوبی ایشیا

۔۔۔اس وقت دنیا کی سب سے بڑی ظاہری طاقت امریکہ ہے۔دنیا اس طاقت کا ادراک رکھتی ہے۔لیکن ایسے لگتا ہے کہ جیسے امریکی حکمران اپنی تمام تر قوت کے باوجود کسی نفسیاتی کمی کے باعث اس طاقت کے اظہار کے لئے بہانے تلاش کرتے رہتے ہیں اور اب تو اسے بہانوں کی تلاش کی حاجت بھی نہیں رہی۔بس جو کہہ دیا وہی فیصلہ ہے،وہی حکم ہے۔

۔۔۔یورپی ممالک کے ساتھ امریکی تعلق کسی قسم کی بڑی کشیدگی سے پاک اور دوستانہ ہے۔اگرچہ ''دہشت گردی'' کے خلاف حالیہ عالمی امریکی ''کاروائیوں'' پر یورپ کے عوام کا ایک حصہ ناراضی کا اظہار کر رہا ہے اور اس ناراضی کا اظہار اس وقت سامنے آگیا جب مئی کے آخری عشرہ میں امریکی صدر بُش جرمنی،روس اور فرانس وغیرہ ممالک کے دورے پر گئے اور ہر جگہ ان کے خلاف بڑے پیمانے پر سخت قسم کے جلوس نکالے گئے اور خود امریکہ کو اور صدر بُش کو عالمی دہشت گرد قرار دیا گیا۔تاہم اس کے باوجود عمومی طور پر یورپ کے ساتھ امریکی مراسم اعتماد والی دوستی کی حد تک ہیں۔یوں بھی سارے یورپ میں امریکی فوجی اڈے قائم ہیں۔سوویت یونین روس کے دور سے قائم یہ فوجی اڈے بھی اعتماد ہی کی کوئی صورت ہیں۔

۔۔۔ایشیا کے مختلف ممالک کے ساتھ امریکی حکومت کے تعلقات کی نوعیت مختلف النوع ہے۔جاپان امریکی ایٹم بم کا شکار ہونے والا دنیا کا واحد ملک ہے۔جب سے اس نے جنگی تیاریوں سے یکسر منہ موڑ کر اقتصادی ترقی کی طرف توجہ کی ہے،اس نے حیرت انگیز ترقی کی ہے۔اگر یہ کہا جائے کہ میدانِ جنگ میں ہارنے والے جاپان نے اقتصادی میدان میں امریکہ کو شکست دے رکھی ہے تو بے جا نہ ہوگا۔جن میدانوں میں جاپانی شہرت رکھتے ہیں،ان میں امریکی ان کے برابر بھی نہیں پہنچتے،آگے نکلنا تو بعد کی بات ہے۔

۔۔۔عرب ممالک کے امریکہ کے ساتھ مراسم انتہائی نیازمندانہ ہیں۔اگرچہ عراق اور شام کو امریکہ نے زد پر رکھا ہوا ہے تاہم عمومی طور پر عرب بادشاہوں کا سارا حلقہ امریکہ کے حلقۂ ارادت میں شامل ہے۔ان کی بادشاہتوں میں امریکی عمل دخل سعودی حکمرانوں کے آغاز سے چلا آرہا ہے۔اس کے باوجود عرب اسرائیل تنازعہ میں امریکی حکمرانوں کا کردار اتنا افسوسناک رہا ہے کہ امریکہ نے بے اصولی کی ہر حد کو پار لیا ہے۔اسی کا نتیجہ ہے کہ عرب عوام میں امریکی حکومت کے خلاف شدید نفرت پیدا ہوتی جا رہی ہے۔یہ نفرت جس انداز سے بڑھ رہی ہے شاید ایک وقت آئے کہ پھر خود امریکہ کے من پسند بادشاہوں کے تخت بھی الٹ جائیں اور عرب ممالک میں ایران جیسے انقلاب برپا ہونے لگیں۔اگرچہ اس وقت سعودی عرب میں شہزادہ عبداللہ جیسے موثر کردار بھی ابھرے ہیں لیکن افسوس یہ ہے کہ ایسے کردار تو آج سے ۵۰ سال پہلے شروع ہونے چاہئیں تھے۔شاید اب بہت تاخیر ہوگئی ہے۔۔۔اور یہ بھی ممکن ہے کہ ابھی بھی کچھ بچت ہو جائے۔

۔۔۔عراق،اور شام کی طرح امریکہ نے ایران کے آزادانہ کردار کے باعث اسے بھی بلیک لسٹ کر رکھا ہے۔اور اس کی بنیاد کسی عالمی اصول پر نہیں بس امریکی حکمرانوں کی ذاتی ناپسند پر ہے۔شاہ ایران کے زمانے میں ایران کی سلطنت ایشیا میں امریکی پولیس مین سمجھی جاتی تھی لیکن انقلاب ایران کے بعد امریکہ کو یہاں سے خاصا بے آبرو ہو کر نکلنا پڑا۔شاید اسی لئے امریکہ ابھی تک ایران کی قیادت سے ناراض ہے۔

۔۔۔روس اپنی موجودہ حالت میں امریکہ کا دوست بھی ہے اور کئی معاملات میں دست نگر بھی ہے۔اس لئے ابھی وہ نہ تو امریکہ کے لئے کسی قسم کا چیلنج بن سکتا ہے اور نہ ہی بننا چاہتا ہے۔اس لئے روس کی طرف سے بھی راوی ابھی چَین ہی چَین لکھ رہا ہے۔لیکن چین ایسی عظیم مملکت کو امریکہ نے اپنے لئے جان بوجھ کر ایک ہوّا بنا لیا ہے۔کمیونزم کے سب سے بڑے مرکز سوویت یونین کو افغانستان کے ''مجاہدین'' کے جذبۂ جہاد کے بل پر توڑ دینے کے باوجود امریکہ کے حکمران سوشلزم اور کمیونزم کے خوف سے باہر نہیں آرہے۔ایک طرف کیوبا کے صدر کاسترو امریکی حکمرانوں کی ناک پر لڑے ہوئے ہیں تو دوسری طرف چین کو اپنے لئے خطرہ سمجھا جا رہا ہے۔حالانکہ اگر چین کی پالیسیوں کو دیکھا جائے تو وہ بقائے باہمی کے اچھے اصولوں پر عمل پیرا ہے۔اور کسی کے لئے بھی ناجائز طور پر دھمکی اور کھٹکا نہیں بنا ہوا۔

۔۔۔ہندوستان اور پاکستان کے معاملات میں صورت حال خاصی مشکل ہوتی جا رہی ہے۔پاکستان اپنے قیام کے اول روز سے امریکہ کے ساتھ دوستی کا دَم بھرتا آیا ہے۔اپنے مشرقی آدابِ دوستی اور معیارِ

دوستی کی بنیاد پر پاکستان امریکہ سے بھی محبت کے ویسے ہی سلوک کا متمنی رہا جیسا وہ خود امریکہ کے لئے کر رہا تھا۔لیکن پاکستان کی پوری تاریخ بتاتی ہے کہ امریکہ نے پاکستان کو ہمیشہ اپنے مخصوص مفادات کے لئے استعمال کیا اور بڑی محبت کے ساتھ استعمال کیا اور ہر بار مطلب نکل جانے کے بعد نہ صرف نگاہیں پھیر لیں بلکہ پاکستان کے لئے مشکلات بھی پیدا کیں۔

۔۔۔ہندوستان کے ساتھ امریکی تعلقات ایک ڈپلومیٹک حد تک رہے۔اس حد کے اندر بھی ہندوستان نے امریکہ سے ایسے مفادات حاصل کر لئے جو مجموعی طور پاکستان کو نہیں مل سکے۔نیویارک میں ورلڈ ٹریڈ سنٹر کی دونوں عمارتوں کی تباہی کے بعد سے امریکی حکمرانوں نے اب جو نئے طور طریقے اختیار کر رکھے ہیں،ان کے نتیجہ میں خاص طور پر جنوبی ایشیا شدید خطرات سے دوچار ہو گیا ہے۔پاکستان سے محبت کی پینگ بڑھا کر افغانستان میں تباہی پھیلانے کے بعد اب امریکہ نے ہندوستان کے ساتھ محبت کی پینگ بڑھا لی ہے۔اور میرا خیال ہے کہ اس کے نتیجہ میں ہندوستان اپنی تاریخ کے سب سے بڑے بحران سے دوچار ہو گیا ہے۔

۔۔۔امریکہ کا سارا رومانس اس لئے ہے کہ ہندوستان کو چین سے لڑایا جائے۔ادھر ہندوستان کو بخوبی علم ہے کہ وہ چین سے لڑنے کی پوزیشن میں نہیں ہے لیکن وہ امریکی التفات سے فائدہ اٹھانے کی کوشش بھی کر رہا ہے۔۔۔چنانچہ اس وقت کھیل یہ چل رہا ہے کہ جب امریکہ نے ہندوستان کو ''میرا بھارت مہان'' کہہ کر چین کے لئے تھپکی دی تو ہندوستان کی موجودہ فرقہ پرست قیادت نے اپنی چال چلی۔انہوں نے کہا ٹھیک ہے صاحب ہم چین سے نمٹیں گے،لیکن پہلے ہمیں پاکستان سے نمٹ لینے دیجئے کیونکہ یہ اپنے قیام ہی سے ہمارے لئے دردِ سر بنا ہوا ہے۔اب اپنی تھپکی کا بھرم رکھنے کے لئے امریکہ ہندوستان کو چھوٹ دے رہا ہے۔اس چھوٹ کے نتیجہ میں احمد آباد میں گزشتہ صدی کے سب سے ہولناک اور انتہائی شرمناک ہندو مسلم فسادات ہوئے،مسلمانوں کو منصوبہ بند طریقے سے زندہ جلایا گیا،عصمتیں تار تار کی گئیں،حاملہ عورت کا پیٹ چاک کر کے بچے کو قتل کرنے تک کے گھناؤنے واقعات ہوئے۔۔۔اس کے ساتھ ہی کشمیر کے معاملے میں اقوام متحدہ اپنی ہی منظور کردہ قرارداد سے لاتعلق ہوگئی۔کشمیر میں آٹھ لاکھ کے لگ بھگ بھارتی فوج کے مظالم میں شدت آ گئی اور پاکستان کے ساتھ گزشتہ چھ ماہ سے حالت جنگ جیسی کیفیت طاری کر دی گئی۔کسی مسئلے پر بات چیت کرنے کے لئے مسلسل انکار کیا جانے لگا۔یہ سب امریکی تھپکی کا نتیجہ ہے۔بظاہر ایسا لگتا ہے کہ امریکہ نے موجودہ

ہندوستانی حکمرانوں کو بہت رعائت دے دی ہے۔لیکن حقیقتاً ایسا نہیں ہے۔بلکہ ہندوستان امریکی جال میں پھنس گیا ہے۔

۔۔۔کشمیر کا سیاسی حل امریکہ کی ضرورت ہے۔وہ کشمیر کے سلسلے میں اپنی دو اہم ترجیحات رکھتا ہے۔ایک یہ کہ کشمیر میں ویسے ہی جہادی گروپ اقتدار پر نہ آ جائیں جیسے افغانستان میں آ گئے تھے۔دوسرے وہ اس خطے پر اپنا اتنا زیادہ کنٹرول رکھنا چاہتا ہے کہ اس طرف سے بھی چین پر نظر رکھ سکے۔ہندوستانی حکمران اگر امریکی محبت کے جال میں پھنس گئے ہیں تو اب انہیں پاکستان کے ساتھ اپنے جنگی نفسیاتی حربے آزمانے کے بعد بہرحال کشمیر کے مسئلہ کے حل کی طرف آنا ہی ہوگا۔دوسرے چین کے ساتھ ''پنگا'' بھی کرنا ہوگا۔جس دن ہندوستان نے چین سے ''پنگا'' کرنے سے انکار کیا اسی دن امریکی رویہ دیکھنے والا ہوگا۔بعد کی باتیں تو بعد میں ہوتی رہیں گی۔امریکہ نے اور اسی کی ایما پر دوسرے مغربی سفارتکاروں نے پاکستان کو چھوڑنے کے ساتھ ہندوستان کو بھی چھوڑنا شروع کر دیا ہے۔اگر ہندوستان کے موجودہ حکمرانوں میں عقل ہے تو وہ سمجھیں کہ سفارت کاروں کے اس عمل سے انہیں ڈپلومیٹک سطح پر شدید دھچکا پہنچا ہے اور یہ دھچکا ان دنوں میں پہنچا ہے جب ابھی امریکہ سے ان کا ''ہنی مون'' پیریڈ چل رہا ہے۔

۔۔۔ایسے وقت میں جب پاکستان اور ہندوستان کے درمیان ایٹمی جنگ کے شدید خطرات پوری طرح زائل نہیں ہوئے۔ہندوستان کی افواج کی سرحدوں پر چھ ماہ سے مسلسل موجودگی،انتہا پسند ہندو جماعتوں کا دہشت گردانہ کردار،اقلیتوں کے خلاف شدید قسم کا جارحانہ رویہ،ایسے عوامل ہیں جن کے باعث ہندوستان کی جمہوریت بھی شدید خطرات میں گھر گئی ہے۔اگر ایسے کسی وقت میں ہندوستانی فوج موجودہ حکمرانوں کا تختہ الٹ دے تو اسے بعید از قیاس نہیں سمجھیں۔اگر کوئی حتمی قدم نہ اٹھایا گیا اور غیر یقینی کی موجودہ صورتحال برقرار رہی تو میرے نزدیک ہندوستان میں کسی وقت بھی فوج اقتدار سنبھال سکتی ہے۔ایسا ہوا تو بے شک یہ ہندوستانی جمہوریت کے لئے سخت صدمہ ہوگا لیکن اس کی تمام ذمہ داری بی جے پی کی موجودہ قیادت اور انتہا پسند ہندوؤں پر عائد ہوگی۔رہا امریکہ تو جیسے پاکستان میں پرویز مشرف کی حکومت ہو یا بے نظیر بھٹو کی یا میاں نواز شریف آ جائیں،امریکی مفادات محفوظ ہیں،ویسے ہی اب امریکہ جس حد تک ہندوستان کے اندر گھس آیا ہے اس کے بعد ہندوستان میں امریکی مفادات بھی ہر حال میں محفوظ رہیں گے۔

☆☆☆

امریکا اور ہم

۔۔۔ابھی تک میں نے زیادہ تر امریکہ کے ان اقدامات کی نشاندہی کی ہے جو ''جس کی لاٹھی اُس کی بھینس'' کے مطابق آج کی دنیا میں ایک غیر منصفانہ،غیر عادلانہ اور کھلے جابرانہ انداز کو فروغ دے رہے ہیں۔اور ان کا نشانہ زیادہ تر مسلمان اور بڑی حد تک تیسری دنیا کے غریب عوام ہیں۔آج میں اپنی کچھ ایسی کمزوریوں،غلطیوں اور حرکتوں کا مختصراً ذکر کروں گا جس کے نتیجہ میں ہم سب اس حال کو پہنچے ہوئے ہیں۔

۔۔۔بیشتر اسلامی ممالک کا کردار ہمیشہ سے امریکہ نواز رہا ہے۔اسے امریکہ سے مخلصانہ دوستی بھی کہا جا سکتا ہے لیکن اس کی وجہ زیادہ تر یہ رہی کہ اسلامی ممالک کی شاہانہ اور آمرانہ حکومتوں نے اپنے ذاتی استحکام پر توجہ مرکوز رکھی اور ملک اور قوم کے استحکام کو ثانوی بلکہ جزوی حیثیت دی۔اسلامی ممالک کی جو مختلف تنظیمیں بنی ہوئی ہیں ان کی حیثیت بھی نہ ہونے کے برابر ہے۔اسلامی ممالک کو درپیش حالیہ سنگین بحرانوں کے دوران اسلامی ممالک اور ایسی تنظیموں کا کردار افسوسناک ہی نہیں انتہائی شرمناک رہا ہے۔اگر ایسی حکومتیں اور ایسی تنظیمیں اتنی ناکارہ ہیں تو پھر عوام کو امریکہ کے ہاتھوں کیوں مروایا جا رہا ہے۔یہ جو اَب بعض امریکہ مخالف حلقوں کی طرف سے افغانستان پر حامد کرزئی کی حکومت پر مختلف قسم کے طنز کئے جا رہے ہیں۔۔۔سارے طنز بجا ہیں لیکن یہ ایک حقیقت ہے کہ امریکہ کے نیاز مند سارے اسلامی ممالک کے حکمران حامد کرزئی سے بھی بڑھ کر امریکی مفادات کے نگہبان ہیں اور اس نگہبانی کی قیمت پر ہی ان کا اقتدار سلامت ہے۔تو پھر اکیلا حامد کرزئی ہی کیوں ہدفِ تنقید ہو جبکہ سارے اسلامی ممالک کے حکمران ہی اپنی اپنی جگہ حامد کرزئی بنے ہوئے ہیں۔

۔۔۔چونکہ میرا تعلق پاکستان سے ہے اس لئے میں پاکستان کے اندر کے حالات کے حوالے سے چند اہم امور کی نشاندہی کرنا مناسب سمجھتا ہوں۔من حیث القوم ہمارے دامن پر بہت سارے داغ ہیں۔اسلامی جمہوریہ پاکستان میں ''ہاکس بے'' پر قوم کی معصوم بچیوں پر کھلے عام جنسی حملے ہوتے ہیں اور

حملہ کرنے والے بھی ہم میں سے ہی تھے۔اسی ملک میں جاگیردارانہ معاشرے میں غریب افراد کو کسی مخالفت کی سزا دینے کے لئے ان کے خاندان کی عورتوں کو سرِ بازار ننگا کر کے چلایا جاتا ہے اور ہم سار اتماشہ دیکھتے رہتے ہیں۔کسی سیاسی بدمعاش کی کسی سے دشمنی ہوتی ہے تو اعتکاف میں بیٹھی ہوئی عورت کو اعتکاف سے اٹھا کر اسے بے آبرو کر دیا جاتا ہے اور اسے معمولاتِ زندگی میں شمار کیا جاتا ہے۔یہ ہمارے معاشرے کے اخلاقی کردار کا ایک پہلو ہے۔

۔۔۔۔سیاستدانوں کا مجموعی کردار یہ ہے کہ جب سیاسی حکومتیں ہوتی ہیں تو ایک دوسرے کا جینا دوبھر کر دیتے ہیں۔ایک دوسرے پر سنگین الزامات ہی عائد نہیں کرتے،جھوٹے سچے مقدمات بھی قائم کرتے رہتے ہیں۔انتقام کا ایسا سنگین ماحول ہوتا ہے جس میں دوسروں کے خلاف جو کچھ بھی ناجائز سے ناجائز کر دیا جائے،جائز قرار پاتا ہے۔ایسے انتقامی ماحول میں جب فوجی حکومت آ جاتی ہے تو پھر ایک دوسرے کو ذلیل کرتے چلے جانے والے بڑے مزے سے ہم نوالہ و ہم پیالہ ہو جاتے ہیں۔جمہوریت کے علمبردار بن کر آمریت کا خاتمہ کرنے کے لئے متحد ہو جاتے ہیں اور اس سارے کھیل میں عوام کے حصے میں سوائے بھوک اور بڑھتی ہوئی غربت کے کچھ نہیں آتا۔ہر کسی نے اس ملک کو لوٹا ہے اور نہایت بے دردی سے لوٹا ہے۔اس کے باوجود کمال یہ ہے کہ جو جتنا بڑا لٹیرا ہے وہی اتنا بڑا مصلحِ قوم ہے۔

۔۔۔۔علماء کی فرقہ پرستی نے ملک کو الگ سے جہنم بنا کر رکھ دیا ہے۔آئے دن مسجدوں اور امام باڑوں میں ہونے والے دھماکوں نے اسلام کی ایسی تصویر بنا دی ہے جسے ایکسپلائٹ کرنے کے لئے اہلِ مغرب کو زیادہ محنت نہیں کرنا پڑتی۔اس سب کچھ کے ساتھ خود کٹڑ اسلامی حلقے کے ایک معتبر صحافی کے بقول علماء کے کردار کا ایک روپ یہ بھی ہے۔

''شریف صاحب مسکرائے،گھڑی پر نظر دوڑائی اور کہا کہ میں ذرا نماز پڑھ لوں۔نماز ادا کرنے کے بعد وہ دوبارہ کرسی پر آ بیٹھے اور بڑی بے شرمی سے کہنے لگے۔'میاں شام کا وقت ہے کوئی دارو وغیرہ کا بندوبست کرو'۔نماز کے فوراً بعد دارو کے تقاضے پر پاکستان کے کئی باریش علماء اور دانشوروں کے چہرے میری نظروں کے سامنے گھومنے لگے جو دارو پی کر اللہ اور اس کے رسولؐ کے حوالے دینے میں کوئی شرم محسوس نہیں کرتے''

(کالم ''قلم کمان'' از حامد میر۔ڈیلی اوصاف اسلام آباد انٹرنیٹ ایڈیشن۔۱۶ر مئی ۲۰۰۲ء)

۔۔۔۔ہماری عدلیہ کا کردار کسی دور میں بھی مثالی نہیں رہا۔حتیٰ کہ کبھی کبھار جو حق گوئی کا کوئی ایک آدھ

نمونہ سامنے آتا ہے تو بعد میں پتہ چلتا ہے کہ ان نے بھی فلاں پارٹی سے کوئی بڑی ڈیل کر لی تھی۔فی ذاتہ حق گوئی کا وہ نمونہ بھی کسی ڈرامے کا کردار ہی ادا کر رہا ہوتا ہے۔پولیس کا کردار اتنا گھناؤنا ہے کہ ظلم کی لاکھوں کروڑوں داستانیں رقم ہو سکتی ہیں۔حالیہ دنوں میں انڈیا نے پاکستان کے خلاف حربے کے طور یہ سلسلہ شروع کیا ہے کہ مختلف حوالوں سے طالبان اور القاعدہ کے نام انڈیا میں ہونے والے واقعات سے جوڑ رہا ہے۔انڈیا میں فلاں دہشت گردی کے واقعہ میں طالبان ملوث ہیں،القاعدہ والے شامل ہیں۔انڈیا کی تو اس وقت پاکستان کے ساتھ دشمنی چل رہی ہے اور ایسے مواقع پر دشمن ہر جھوٹ سچ سے فائدہ اٹھانے کی کوشش کرتا ہے۔لیکن پاکستانی پولیس تو اپنے عوام،اپنے شہریوں کی محافظ ہے۔اس کی چیرہ دستیوں کا یہ عالم ہے کہ طالبان اور القاعدہ کی موجودہ صورتحال کو اس حد تک ایکسپلائٹ کرنے لگے ہیں کہ کسی شہری کو کسی چھوٹے موٹے چکر میں پکڑا اور اس سے بڑی رقم بطور رشوت اینٹھنے کے لئے اسے دھمکی دے دی کہ اتنی رقم مہیا کرو،ورنہ تمہیں طالبان یا القاعدہ کا بندہ بنا کر کیس رجسٹر کر لیں گے۔اور ابھی تک ایسا ہو رہا ہے۔جس قوم کی محافظ پولیس اتنی بے رحم اور سفاک ہو پھر اس قوم کا تو اللہ ہی حافظ ہے۔

۔۔۔۔یہ پاکستان کے حوالے سے چند اہم امور تھے جن سے ہمارے قومی زوال کے اسباب کو کسی حد تک سمجھا جا سکتا ہے۔اگر ہمارے اسلامی ملکوں کے اپنے معاشرے عدل وانصاف سے عاری اور ظلم وستم کے مرکز بنے ہوئے ہیں تو پھر امریکہ کی حکومت بھی تو ہمارے ساتھ وہی کچھ کر رہی ہے جو ہم خود اپنوں کے ساتھ کر رہے ہیں۔فرق یہ ہے کہ ہم اپنے اپنے محدود دائرے میں ایسا کر رہے ہیں،جبکہ امریکی حکومت اپنے پورے پھیلاؤ میں ایسا کر رہی ہے۔

۔۔۔۔میں جب امریکہ کے خلاف لکھتے ہوئے ان کے کسی ظلم یا زیادتی کی نشاندہی کرتا ہوں تو میرے پیش نظر امریکی حکومتیں ہوتی ہیں۔امریکی عوام نہیں۔شاید یہی وجہ ہے کہ پاکستان کے عوام جہاں امریکی حکومتوں کی غیر متوازن پالیسیوں سے شدید شاکی ہیں وہیں امریکہ کی سلطنت اور اس کے عوام کے لئے ان کے دل میں قدر بھی ہے اور کشش بھی۔یہاں مجھے وہ زمانہ یاد آ گیا ہے جب پاکستان میں سلمان رُشدی کے خلاف جلوسوں کا سلسلہ شروع ہوا تھا۔جن دنوں میں جلسہ جلوس میں شدت آ گئی تھی،انہیں دنوں میں امریکی حکومت نے اپنے پہلے لاٹری ویزہ پروگرام کا اعلان کر دیا اور پھر دنیا نے دیکھا کہ وہی لوگ جو امریکی سفارت خانے پر پتھراؤ کر رہے تھے،امریکی سفارت خانے کے باہر لمبی لمبی لائنوں میں لگ کر ویزہ لاٹری کے مقررہ فارم حاصل کرنے کی تگ و دو کر رہے تھے اور اس کے ساتھ ہی سلمان رُشدی

کے خلاف جلوسوں کا سلسلہ بھی رُک سا گیا۔

۔۔۔من الحیث القوم پاکستانیوں کا یا ساری دنیا کے مسلمانوں کا، یا تیسری دنیا کے لوگوں کا جائزہ لیں تو ایسے لگتا ہے کہ ایک چھوٹا سا امریکہ ہم سب کے اندر چھپا ہوا ہے۔اپنے اپنے دائرۂ کار میں ہم بھی اتنے ہی غیر منصف، بے رحم اور ظالم ہیں جتنا کہ ہماری دانست میں امریکہ ہے۔ایسی تمام سیاسی یا دینی جماعتیں جو اپنے کسی محدود دائرے میں، یا اپنے ملک میں یا دنیا میں عادلانہ نظام کی علمبردار ہیں، ان کو بنظرِ غائر دیکھیں تو اپنے اندورنی طریقِ کار میں وہ امریکہ سے بھی زیادہ ظالم اور بے انصاف دکھائی دیں گی۔بس بات صرف اتنی ہے کہ ان کے ظلم کا دائرہ ان کی پہنچ کی حد تک ہے، ورنہ ان کا بس چلے تو امریکہ سے بڑھ کر کام کر دکھائیں۔شاید ہم مظلوم اس لئے ہیں کہ ہمارے بس میں کچھ نہیں ہے۔اگر ہمارے بس میں ہو تو ہمارے اندر کا امریکہ بھی دریافت ہونے میں دیر نہیں لگے گی۔۔ابھی بھی ہم اپنوں کے ساتھ جو کچھ کر رہے ہیں وہ ہمارے اندر کے امریکہ کی نشاندہی کرنے کے لئے کافی ہے۔لیکن ریاستہائے متحدہ امریکہ میں ایک بہت بڑی خوبی تو ہے کہ یہ لوگ اپنی قوم کے افراد کو بلاتخصیص ایک عزت اور اہمیت دیتے ہیں اور ایک دو جان واکر جیسے کرداروں کو چھوڑ کر تا حال مجموعی طور پر اس قوم کے لوگ اپنے وطن کے غدار نہیں ہیں جبکہ ہماری تاریخ ہر طرح کے غداروں سے بھری پڑی ہے اور ابھی بھی ہمارے ہی کتنے سیاستدان، صحافی، بیوروکریٹس، مذہبی لوگ۔۔۔ کتنے ہی لوگ قوم کا سودا کرنے کے لئے امریکہ کے اشارے اور مناسب حق الخدمت کے منتظر ہیں۔

۔۔۔امریکہ اور اس کے اتحادیوں کے مجموعی کردار کو اس زاویے سے بھی دیکھیں کہ کہیں یہ سب کچھ خدا کی طرف سے ہمارے اجتماعی گناہوں کی سزا تو نہیں ہے؟

☆☆☆

فلسطینیوں کے لئے جانوروں جتنے حقوق کی اپیل

۔۔۔امریکی حکومت کی غیر منصفانہ پالیسیوں اور عدم توازن کو بڑھاتے چلے جانے والے اقدامات پر خود امریکہ کے اندر سے ردِعمل آنے کی ابتدا ہوگئی ہے اور امریکہ کی حلیف حکومتوں کی طرف سے بھی سگنل ملنے شروع ہوگئے ہیں۔بعض امریکی دانشور تو پہلے دن سے ہی امریکی ظلم وستم کے خلاف آواز اٹھا رہے ہیں لیکن اس بار مغربی میڈیا کے ایک طاقتور ترین ذریعہ ''سی این این'' اور ''اے او ایل'' کے ایک اعلیٰ ترین عہدیدار نے ایک انٹرویو میں اسرائیلی ظلم وستم کے خلاف اور فلسطینیوں کے حق میں ''کلمۂ حق'' کہا ہے جس کی امریکی حکمران اور یہودی لابی کو بالکل توقع نہ تھی۔اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہودیوں کے حق میں لکھنے پر مامور ذرائع ابلاغ بھی جھوٹ بولتے بولتے شرمندہ ہونے لگے ہیں۔پتھر چلانے والوں کو دہشت گرد اور گولیوں، گولوں، ٹینکوں کے ساتھ حملہ آور ہونے والوں کو مظلوم کہنے کے ظلم کی بھی حد ہوتی ہے۔آخر یہ جھوٹ بولنے والے خود ہی اپنے جھوٹ پر شرمندہ ہو کر ایک اخباری انٹرویو میں سہی، لیکن کچھ سچ تو بولنے لگے۔

۔۔۔اس سے زیادہ اہم بیان برطانیہ کے وزیرِاعظم ٹونی بلیئر کی اہلیہ نے دیا۔جنہوں نے فلسطینیوں کے خود کش حملوں کا ایک منصفانہ انداز میں جواز پیش کیا۔اگرچہ بعد میں برطانوی حکام اپنی وضاحتیں پیش کرتے رہے لیکن شیری بلیئر کے بیان سے برطانوی عوام کی سوچ میں ہوتی ہوئی تبدیلی کا ادراک کیا جا سکتا ہے۔شاید ایسے بیان سے حوصلہ پا کر مصر کی الازہر یونیورسٹی سے بھی ایک جرات مندانہ فتویٰ آ گیا ہے کہ اپنے حقوق کے لئے لڑتے ہوئے اپنی جان دینے والے فلسطینی اور کشمیری دہشت گرد نہیں بلکہ شہید ہیں۔لیکن سب سے اہم بیان برطانیہ میں سعودی عرب کے سفیر غازی القیتی کا ہے۔انہوں نے صاف لفظوں میں کہا کہ اگر وہ نوجوان ہوتے تو خود فلسطینیوں کے حق کے لئے لڑتے اور خود کش حملے کی بہادری دکھاتے۔انہوں نے خود کش حملوں کو دہشت گردی ماننے سے انکار کیا اور ایسے حملوں کو حق بجانب قرار

دیا۔ان کے بیان کا سب سے اہم حصہ وہ ہے جس میں انہوں نے موجودہ ''مہذب دنیا'' سے درخواست کی کہ میں فلسطینیوں کے لئے انسانی حقوق کا مطالبہ نہیں کرتا، میں صرف اتنا کہتا ہوں کہ جتنے آپ کے نزدیک جانوروں کے حقوق ہیں اتنے حقوق تو فلسطینیوں کو دے دیں۔

۔۔۔۔ سعودی عرب کے شہزادہ عبداللہ نے جو حالیہ دنوں میں تھوڑی سی جرأت دکھائی تھی، غازی القیتی کا بیان دراصل اسی جرأت کی توسیع ہے۔خدا کرے ہمارے سعودی حکمران طبقے میں پیدا ہونے والی نیم بیداری کی یہ حالت مکمل بیداری میں بدل جائے۔بے شک اس وقت عرب دنیا ایک طرح سے امریکی جال میں پھنسی ہوئی ہے لیکن اگر ذاتی مفادات کو چھوڑ کر قوم کے مفادات کا ادراک کر لیا جائے تو ابھی بھی عالمِ عرب اور عالمِ اسلام کو ذلت کی موجودہ حالت سے نکالا جا سکتا ہے۔شاید سعودی عرب اور مصر کے ان حالیہ رویوں کے نتیجہ میں اب مسلمانوں کی عالمی تنظیم میں بھی تھوڑی سی جان پڑنے لگی ہے۔ان معمولی سی تبدیلیوں کا نتیجہ یہ نکلا ہے کہ اسرائیل کے وزیر دفاع بن یامین نے بھی تسلیم کیا ہے کہ ممکن ہے فلسطینی فدائین جس مایوسی کا شکار ہو کر خودکش حملے کر رہے ہیں، وہ اسرائیلی فوج کے طرزِ عمل سے پیدا ہونے والی مایوسی ہو۔ساتھ ہی انہوں نے کہا ہے کہ اگر فلسطینیوں کو ایک اچھی زندگی گزارنے کے مواقع ملیں تو وہ ایسے حملے بند کر دیں گے۔اگر دیکھا جائے تو اسرائیل کے وزیر جنگ کا بیان بھی سی این این کے ڈپٹی سربراہ اور شیری بلیئر کے بیانات کی توثیق کر رہا ہے۔

۔۔۔۔اسی دوران امریکی صدر جونیئر بش کا فلسطینی ریاست کے قیام کا فارمولا سامنے آ گیا ہے جس میں یاسر عرفات کو ہٹایا جانا ضروری قرار دیا گیا ہے۔اس فارمولا کے بارے میں کچھ کہنا اس لئے بیکار ہے کہ اسرائیل نے ابھی تک کون سے معاہدے کا پاس کیا ہے اور کون سے فارمولے کو صدقِ دل سے قبول کیا ہے۔پھر بھی جہاں تک جونیئر بش کی جانب سے یاسر عرفات کو ہٹانے کے فرمان کا تعلق ہے روس اور چین نے فوری طور پر اس کی مخالفت کی ہے اور اب تو امریکہ کے سب سے سرگرم اور قریبی حلیف برطانیہ نے بھی اس کی تائید کرنے سے انکار کر دیا ہے۔جرمنی، فرانس اور بعض دیگر یورپی ممالک میں پہلے ہی سے من مانے امریکی اقدامات کو ناپسندیدگی کی نظر سے دیکھا جا رہا ہے اور اب تو کینیڈا جیسے ملک نے بھی امریکہ کی ایسی پالیسیوں کے حوالے سے محتاط طرزِ عمل کا مظاہرہ شروع کر دیا ہے۔بے شک ایسی باتوں سے ابھی امریکی حکومت کی صحت پر کوئی خاص اثر پڑنے والا نہیں ہے۔لیکن عرب اور اسلامی بلاک میں امریکہ کی طرف سے عربوں اور مسلمانوں کی مسلسل تذلیل کئے جانے کا جو احساس مستحکم ہوتا جا رہا ہے اور امریکہ

کے حلیفوں میں امریکی متشدد فیصلوں کے خلاف جو ردِ عمل پیدا ہو رہا ہے اس سے ایک ہلکی سی امید کی جا سکتی ہے کہ شاید امریکہ سرکار خود ہی اپنی اداؤں پر غور کرے، اپنے طرزِ عمل میں تبدیلی لائے اور اپنے لئے ''ایک جارح عالمی طاقت'' کے بجائے ''ایک عظیم عالمی مملکت'' کہلانے میں عزت محسوس کرنے لگے۔مطلب دونوں کا ایک ہے مگر اس فرق کے ساتھ کہ اول الذکر سے ''بدی کا محور'' ہونے کی بو آتی ہے اور ثانی الذکر سے دنیا بھر کے لئے ''محبت کی خوشبو'' آتی ہے۔دنیا بھر کے ممالک امریکہ کے حکمرانوں سے ''محبت کی خوشبو'' کی توقع رکھتے ہیں، لیکن۔۔۔۔؟

۔۔۔۔اگر امریکی حکومت کسی عالمی ردِ عمل کو خاطر میں نہیں لاتی اور ایسے ہی من مانی دھاندلی کئے جاتی ہے تو پھر ایسا امکان موجود ہے کہ تھوڑا آگے چل کر اسلامی ممالک سمیت بعض اہم ممالک اقوام متحدہ سے علیحدگی اختیار کر لیں اور اس عالمی ادارہ کا حشر بھی ادارہ اقوام عالم جیسا ہو جائے۔ایسا نہیں ہوتا اور بین الاقوامی ردِ عمل کو بھی امریکہ مزید بڑھنے سے پہلے کسی طریقے سے روک لیتا ہے اور موجودہ جارحانہ اور غیر عادلانہ کردار سے بھی باز نہیں آتا تو پھر یہ امکان موجود ہے کہ اسرائیل، کشمیر، افغانستان اور دنیا جہان کے مظلوم خطوں کے نوجوان اور ان کے جائز مطالبات سے ہمدردی رکھنے والے اپنے دھماکوں اور خودکش حملوں کا سلسلہ اسرائیل، کشمیر اور اسی طرح کے خطوں سے بڑھا کر براہ راست امریکہ تک لے آئیں۔ اگر امریکہ کے مختلف شہروں میں خودکش حملے ہونے لگے تو پھر امریکہ ہی خودکش حملوں کا مرکز بن جائے گا اور اس کی سو فیصد ذمہ داری امریکی حکام کے پالیسی ساز اداروں کے طویل غیر منصفانہ طرزِ عمل پر عائد ہو گی۔

۔۔۔۔طاقت کا نشہ اپنی جگہ لیکن امریکی حکام اپنی ملٹی نیشنل کمپنیوں کے مفادات کے ساتھ اپنے سادہ دل اور سادہ لوح امریکی عوام کے مفادات کا بھی خیال کریں۔ویسے میں تو چاہوں گا کہ امریکہ واقعی دنیا کا سب سے بڑا ملک بنے، سب سے بڑی طاقت بنے لیکن میں اس بڑائی کی بات کر رہا ہوں جو چھوٹوں پر دھونس جمانے والی نہیں بلکہ محبت نچھاور کرنے والی ہوتی ہے۔امریکی حکام کو ابھی تک اس محبت کا ایک قطرہ بھی نصیب نہیں ہوا ہے۔

۔۔۔۔سعودی سفیر غازی القیتی کے جس بیان کا میں نے شروع میں ذکر کیا ہے۔اس سے بظاہر ایسا لگتا ہے جیسے وہ فلسطینیوں کے لئے رحم کی بھیک مانگ رہے ہیں جبکہ زندگی بھیک میں نہیں ملتی۔۔۔۔۔لیکن اگر غور کریں تو یہ ایک زبردست بیان ہے۔مغربی ممالک میں جانوروں کے حقوق کے لئے کئی تنظیمیں

بنی ہوئی ہیں اس لئے مغربی ممالک اس بیان کی اہمیت کو زیادہ بہتر طور پر سمجھ سکتے ہیں۔غازی القیتی کا یہ کہنا کہ میں فلسطینیوں کے لئے انسانی حقوق کی نہیں بلکہ صرف ان حقوق کی درخواست کرتا ہوں جو جانوروں کو دیئے جاتے ہیں۔۔۔رحم کی بھیک نہیں ہے بلکہ ان تمام ''مہذب ممالک'' کے منہ پر ایک زوردار طمانچہ ہے جو براہِ راست یا بالواسطہ کسی نہ کسی رنگ میں اسرائیلی مظالم کی تائید کر رہے ہیں۔

۔۔۔۔یہ ایسا زوردار طمانچہ ہے جس کی گونج ان تمام مہذب ممالک کو اس وقت تک اپنے اندر سے سنائی دیتی رہے گی جب تک وہ خود فلسطینیوں کو ان کا جائز حق نہیں دلا دیتے۔سعودی عرب کے شہزادہ عبداللہ کے بعد سعودی سفیر کے ایسے تیوروں سے مجھے عالمِ عرب اور عالمِ اسلام کے حالات بہتر ہونے کے سلسلے میں امید کی کرن سی محسوس ہونے لگی ہے۔

☆☆☆

آیئے ہم سب مختاراں بی بی کے لئے روئیں!

۔۔۔۔میں نے اپنے گزشتہ کالم میں اشارہ دیا تھا کہ اگر امریکہ کی طرف سے من مانی کارروائیوں کا سلسلہ جاری رہا تو اقوام متحدہ کے ٹوٹنے کا خطرہ موجود ہے۔اسی طرح اگر دنیا کے مختلف علاقوں میں بالواسطہ یا بلا واسطہ امریکی مظالم کا سلسلہ بند نہ ہوا تو وہ دن دور نہیں جب امریکہ کے شہروں میں دھماکے ہونا شروع ہو جائیں گے۔اس سلسلے میں اسی ہفتہ کے دوران مستقبل کے چند اہم واقعات کی جھلکیاں سی سامنے آنے لگی ہیں۔نیٹو،جس کا قیام سوویت یونین روس کے خلاف عمل میں لایا گیا تھا اور اب روس جس کا ممبر بن چکا ہے،اس نیٹو کے امریکہ سے شدید اختلاف پیدا ہونے شروع ہو گئے ہیں۔''جنگی جرائم کی عالمی عدالت'' کے سمجھوتے پر امریکی حکام کا دستخط کرنے سے انکار نہ صرف امریکہ کو اپنے ہی حلیفوں سے دور کرنے کا باعث بنے گا بلکہ اس انکار سے امریکی صدر جونیئر بُش نے دراصل بالواسطہ طور پر اپنی ''بہادر'' افواج کے عالمی سطح پر جنگی جرائم کا اعتراف کر لیا ہے۔اُدھر فلسطین کے مسئلہ پر امریکہ کے سب سے قریبی حلیف برطانیہ کے اختلافات مزید کھل کر سامنے آ رہے ہیں۔امریکی صدر پر ''اسرائیل کا سپوکس مین'' کی پھبتی کسی جا رہی ہے۔اب ایک طرف ان مغربی ممالک میں تبدیلیوں کی ایک کلبلاہٹ سی محسوس ہونے لگی ہے دوسری طرف پاکستان سے علامہ اقبال کے صاحبزادے جسٹس جاوید اقبال کی طرف سے ''مسلم اقوام متحدہ'' کی تجویز سامنے آئی ہے اور اس پر بجا طور پر بعض دانشوروں نے ایسی نئی اقوام متحدہ کو مسلم دائرے تک محدود رکھنے کے بجائے اس میں چین اور بعض دیگر اہم ممالک کی شمولیت کا مشورہ دیا ہے۔گویا دنیا اب ایک نئی اقوام متحدہ کے بارے میں سوچنے لگی ہے۔ایسی اقوام متحدہ جو امریکی ''انصاف'' سے پاک ہو۔

۔۔۔۔میں ان سارے حوالوں سے اس بار اطمینان سے اور تفصیل سے اظہار خیال کرنا چاہتا تھا لیکن پاکستان سے ایک ایسے سانحہ کی خبر آئی ہے کہ میری روح لرز اٹھی ہے۔مجھے یہ سارا عالمی منظر بے معنی لگنے

لگا ہے۔خبر یہ ہے کہ پاکستان کے ضلع مظفرگڑھ کے شہر جتوئی کے ایک نواحی گاؤں موضع میر والا میں ایک ظلمِ عظیم ہوگیا ہے۔اس ظلم،اس سفاکی اور جنسی بربریت کی روداد یہ ہے کہ موضع میر والا میں مستوئی قبیلہ کی جانب سے الزام لگایا گیا کہ عبدالشکور نامی ایک گیارہ سالہ لڑکے نے مستوئی قبیلے کی بڑی عمر کی سلمٰی نامی ایک عورت کے ساتھ جنسی زیادتی کی ہے۔ گیارہ سالہ بچے نے کسی عورت کے ساتھ کیا زیادتی کرنا تھی۔اگراس الزام میں کوئی صداقت ہے تو پھر بھی حقیقت اتنی ہی ہے کہ اس عورت نے اس بچے کو بہلا پھسلا کر اپنی خواہش پوری کرنا چاہی ہوگی۔اس سے زیادہ کچھ ہو ہی نہیں سکتا۔جبکہ وقوعہ صرف اتنا تھا کہ مستوئی قبیلے کی بڑی عمر کی عورت اس بچے کو ساتھ لے کر جارہی تھی۔اس کے نتیجہ میں گاؤں میں پنچایت بلائی گئی اور عبدالشکور کے والد کو کہا گیا کہ وہ اپنی اٹھارہ سالہ بیٹی کو بھی ساتھ لے کر آئے۔ پنچایت کے وقت گاؤں کے ایک ہزار کے لگ بھگ افراد جمع تھے۔اس بھری پنچایت نے فیصلہ سنایا کہ گیارہ سالہ عبدالشکور نے مستوئی قبیلے کی عزت تاراج کی ہے اس کے بدلہ میں اس کی بہن مختاراں بی بی جو حافظ قرآن بھی ہے،اس کے ساتھ مستوئی قبیلہ کے چار افراد جنسی فعل کریں گے۔چنانچہ چار خبیث فطرت افراد عبدالخالق،اللہ دتہ،فیاض اور غلام فرید نے نہ صرف اس معصوم اور بے قصور بچی کے ساتھ جنسی ظلم کیا بلکہ اس کے بعد اسے کہا گیا کہ وہ اپنے گھر تک بالکل برہنہ حالت میں پیدل چل کر جائے اور ایسا ہی کرایا گیا۔فیصلہ کرنے والی پنچایت کا ایک رکن خود بھی جنسی ظلم کرنے والے چار افراد میں شامل ہوا۔اس ''کھلی حرامزدگی'' کے ارتکاب کے وقت گاؤں کا ایک ہزار کا مجمع موجود تھا اور ان میں سے کسی نے غیرت کا مظاہرہ تو کیا اتنی اخلاقی جرات کا مظاہرہ بھی نہیں کیا کہ اس فیصلے کو غلط قرار دے دیتا یا کسی رنگ میں غیر موثر مزاحمت ہی کر دیتا۔اس ظلم کے ساتھ مزید ظلم یہ ہوا کہ عبدالشکور کے ساتھ بھی بدفعلی کی گئی،اسے وحشیانہ تشدد کا نشانہ بنایا گیا اور پھر ہماری مستعد اور فرض شناس پولیس نے گیارہ سالہ بچے کو حوالات میں بند کر دیا۔ بچے کے ورثاء سے مطالبہ کیا گیا کہ گیارہ ہزار روپے رشوت دے کر لڑکا چھڑالے جاؤ۔۔ یہ سانحہ ۲۲/جون ۲۰۰۲ء کو ہوا اور ۳۰/جون تک کسی قانونی کاروائی کی کوئی صورت نہیں بنی۔یونین کونسل کے ناظم سے لے کر پولیس تک سب چَین ہی چَین لکھ رہے تھے اور پورے گاؤں کے سامنے ہونے والا اتنا سفاک جنسی جرم ہو جانے کے باجود مظلوموں کی حق رسی کی کوئی صورت دکھائی نہیں دے رہی تھی۔

۔۔۔۳۰/جون کو اس سانحہ کی خبر میڈیا تک پہنچی،اس میں جتوئی شہر اور ارد گرد کے بعض وکلاء نے موثر کردار ادا کیا۔جیسے ہی خبر اخبارات اور ٹی وی تک پہنچی سرکاری ادارے حرکت میں آ گئے۔محمد اسلم،اللہ

دتہ،خلیل احمد،محمد قاسم،غلام حسین،حضور بخش،رسول بخش،نذر حسین آٹھ افراد کو فوری طور پر گرفتار کرلیا گیا جن کے بارے میں بتایا گیا کہ ان کے اصرار پر ایسا خبیث فیصلہ سنایا گیا اور اس پر عمل کرایا گیا۔بعد میں اس ظلم اور حرامزدگی کا ارتکاب کرنے والے چاروں خبیث افراد عبدالخالق،اللہ دتہ،فیاض اور غلام فرید کو بھی گرفتار کرلیا گیا۔حکومت نے موثر طور پر کاروائی کرنے کا عندیہ دیا ہے۔جبکہ پاکستان کی سپریم کورٹ نے از خود اس واقعہ کا نوٹس لیتے ہوئے اس علاقہ کے پولیس حکام کو عدالت میں طلب کرلیا ہے۔

۔۔۔یہ کوئی ایک واقعہ نہیں ہے جو پاکستان میں ہوا ہے۔خواتین کو ننگا کر کے سر بازار چلنے پر مجبور کرنے کے واقعات پہلے بھی ہو چکے ہیں۔خاص طور پر ہماری سرائیکی بیلٹ ملتان،ڈیرہ غازی خان اور بھاولپور کے علاقوں میں اور سندھ کے دیہی علاقوں میں ظلم اور بربریت کے ایسے شرمناک سانحے وقتاً فوقتاً ہوتے رہتے ہیں اور اتنی مہارت کے ساتھ ہوتے ہیں کہ ان کی خبر تک باہر نہیں جانے دی جاتی۔ڈیرہ غازی خاں ڈویژن کے ضلع مظفرگڑھ میں یہ کوئی پہلا واقعہ نہیں ہوا۔شاید اسی لئے ہمارے بابائے جمہوریت نوابزادہ نصراللہ خان سے لے کر سابق صدر سردار فاروق لغاری تک ان علاقوں سے تعلق رکھنے والے سیاستدانوں کو قوم کے درد سے اور جمہوریت کی فکر سے فرصت ہی نہیں مل سکی۔اگر میں یہ کہوں کہ ملک کی تقدیر بدلنے پر تلے ہوئے دونوں سیاست دانوں نے اگر اپنے علاقے کے لوگوں کو انسانیت کا تھوڑا سا درس بھی دے دیا ہوتا تو انسانیت کے منہ پر اتنی کالک سرعام نہ ملی جاتی۔

۔۔۔میں اس سانحہ کے بارے میں جاننے کے بعد خون کے آنسو رویا ہوں۔یہ ظلم ایک ایسی مسلمان اور حافظ قرآن بچی کے ساتھ ہوا ہے جو بالکل بے قصور اور معصوم تھی۔کسی بھی جھوٹے سچے الزام سے اس کا کوئی تعلق نہ تھا۔اور یہ حرکت کرنے والے نہ ہندوستان کے جنونی اور انتہا پسند ہندو تھے اور نہ ہی جنگی جرائم کے مرتکب کوئی امریکی یا اسرائیلی فوجی تھے۔یہ ظلم کرنے والے،یہ قیامت ڈھانے والے اسی گاؤں کے مسلمان تھے۔

۔۔۔اگر ہم اپنے محدود عدالتی (پنچایت) دائرے میں اتنے ظالم اور بے انصاف ہیں،اگر ہماری پولیس کا کردار اتنا گھناؤنا ہے،اگر ہماری لوکل حکومت یعنی یونین کونسل کے ممبران اور اس کے ناظم کی بے حسی اس حد تک چلی جاتی ہے جہاں انسانیت نام کی کوئی چیز نہیں ملتی،اور اگر ایک ہزار کے مجمع میں ایک آواز نحیف سی آواز بھی احتجاج کے لئے نہیں اٹھتی (جس سے ہماری اجتماعی بے حسّی کا اندازہ کیا جاسکتا ہے)،تو پھر وہ اقوام جو ہماری دشمن بنی ہوئی ہیں ان سب کو حق حاصل ہے کہ ہمارے ساتھ جو کچھ کر رہی ہیں ٹھیک کر رہی

ہیں۔جب ہم خود اپنے دائروں میں ہر طرح کا ظلم اور بد معاشی کرنا جائز سمجھتے ہیں اور اسے اپنا انصاف قرار دیتے ہیں تو پھر غیر اقوام اپنے نکتۂ نظر سے ہمارے ساتھ جو کچھ کر رہی ہیں وہ اپنے تمام اقدامات میں حق بجانب ہیں۔

۔۔۔میں اس وقت پریشان ہوں کہ فلسطین، کشمیر، عراق اور افغانستان کے مظلوموں کے لئے کچھ لکھوں یا پاکستان کی بیٹی، مختاراں بی بی کے ساتھ ہونے والے ظلم کا ماتم کروں۔یقین کیجئے اس ایک لمحے میں میرے سامنے وہ سارے مظالم چھوٹے ہو گئے ہیں جو فلسطین، کشمیر، عراق اور افغانستان پر ایک منظّم سازش کے تحت ڈھائے جا رہے ہیں کیونکہ ان مظالم کو ڈھانے والے دشمن ہیں اور ان سب کے مقابلہ میں مختاراں بی بی کے ساتھ اپنے ہی مسلمانوں کے ہاتھوں روا رکھے جانے والا ظلم بہت بڑا ہو گیا ہے۔

۔۔۔مجھے ایسے لگا ہے جیسے مختاراں بی بی ہی فلسطین اور عراق ہے، اور مختاراں بی بی ہی کشمیر اور افغانستان ہے۔۔۔امریکہ اور اس کے سارے حلیفوں نے ،اسرائیل اور ہندوستان نے۔۔۔سب نے مل کر چاروں اطراف سے مختاراں بی بی پر حملہ کر دیا ہے۔فلسطین، عراق، کشمیر، افغانستان سب لٹ گئے ہیں۔

۔۔۔مختاراں بی بی لٹ گئی ہے۔

آیئے ہم سب مل کر مختاراں بی بی کے لئے روئیں!

☆☆☆

انڈو پاک، مسائل اور مستقبل

۔۔۔پاکستان اور انڈیا کے عوام کے مسائل اور دکھ بالکل ایک جیسے ہیں۔دونوں ممالک کے عوام کی بہت بڑی اکثریت کا مسئلہ تعلیم کا حصول، اچھا علاج معالجہ، غربت کا خاتمہ اور دیگر بنیادی انسانی ضروریات ہیں۔اسے مختصر لفظوں میں کہیں تو کہہ سکتے ہیں کہ برصغیر کے عوام کو غربت، بھوک، بیماریوں اور جہالت سے جنگ کرنا ہے اور ان ساری مصیبتوں سے نجات پانا ہے۔برصغیر کے عوام کی بد قسمتی یہ رہی ہے کہ اس کے ممالک کے حکمرانوں نے اصل مسائل کی طرف بہت کم توجہ دی ہے اور اپنے اپنے اقتدار کو طول دینے کے لئے غیر ضروری اور غیر متعلق مسائل کو زیادہ ہوا دی ہے۔سیاسی پارٹیوں کی اکھاڑ پچھاڑ اور مار دھاڑ سے لے کر قومی خزانے میں کرپشن اور لوٹ مار کا ایک سلسلہ ہم دونوں ممالک میں دیکھتے ہیں۔اس معاملہ میں نعروں کے فرق کے باوجود دونوں اطراف کے ''اشرافیہ'' نے ہر سطح پر اور ہر ممکن رستے سے اپنے اپنے ملک میں مالی کرپشن کا ''نیک کام'' کیا ہے۔اس کے نتیجہ میں لٹیرے ''اشرافیہ'' میں مختلف طبقات کا اضافہ ہوتا گیا اور غریب عوام غریب سے غریب تر ہوتے گئے۔اسی غربت نے مزید مسائل کو جنم دیا۔احساسِ محرومی نے معاشرے میں بغاوت کی مختلف صورتوں میں جرائم کے نئے رستے بنائے۔یوں ہمارے غربت زدہ معاشرے مزید کئی سماجی دکھوں میں مبتلا ہوتے گئے۔

۔۔۔برصغیر کے ''اشرافیہ'' نے ایک طرف اقتدار کے مزے لوٹے، عوام کا استحصال کیا، اپنے گھروں میں دولت کے انبار لگا کر غریب عوام کی پھیلی ہوئی جھولیوں میں مزید غربت بھرتے گئے۔تو دوسری طرف اسی ''اشرافیہ'' نے اپنے اقتدار کے استحکام کے لئے وقتاً فوقتاً مختلف حربے استعمال کر کے غریب عوام کے مختلف طبقوں کو آپس میں لڑانے کا سلسلہ جاری رکھا تا کہ انہیں اپنے اصل مسائل کی طرف دھیان دینے کا موقعہ نہ ملے۔وہ مختلف سیاسی اور مذہبی نعروں کے چکر میں پڑ کر ایک دوسرے سے الجھتے رہیں۔ایک دوسرے کا خون بہاتے رہیں۔اور ''اشرافیہ'' طبقہ اطمینان سے اپنی لوٹ مار میں مشغول رہے۔

۔۔۔انڈیا میں ایک وقت تک فرقہ پرست قوتیں موجود ہونے کے باوجود اتنی طاقتور نہ تھیں جتنی اس وقت ہیں۔ پاکستان میں ایک عرصہ تک فرقہ پرست قوتوں کو کوئی اہمیت نہیں مل سکی تھی۔ جنرل ضیاء الحق کے زمانہ میں جب انہوں نے مختلف طبقات کو آپس میں لڑانے کے ساتھ مذہبی فرقہ پرستی کو بھی ہوا دی تب ہی اس کے اثرات انڈیا کے انتہا پسند ہندو طبقوں پر مرتب ہونے لگے۔ پاکستان میں تو فرقہ پرستی ایک تکلیف دہ صورت اختیار کر گئی۔ مسجدوں اور امام باڑوں کی جتنی بے حرمتی اس کے نتیجہ میں ہوئی ہے، سب کے سامنے ہے۔ پھر پاکستان کی اقلیتوں کو بھی عدم تحفظ اور نفرت کا ایک نفسیاتی خوف لاحق رہا اور اس کی وجہ بھی جنرل ضیاء الحق کا لایا ہوا فرقہ پرستی پھیلانے والا اسلام ہی تھا۔ اس ''جرنیلی اسلام'' کے نتیجہ میں ایک طرف اندرون ملک مذہبی تشدد کا خونریز سلسلہ چل نکلا۔ دوسری طرف ہندوستان کی انتہا پسند ہندو جماعتوں میں ''ہندوتوا'' کی لہر توانا ہوتی گئی اور اسی کا نتیجہ ہے کہ اب انڈیا کا اقتدار انہیں انتہا پسند قوتوں کے ہاتھ میں ہے۔ اور ان کی سرپرستی میں گجرات میں مسلمانوں کے خلاف ہونے والے شرمناک فسادات کا زخم تو ابھی بالکل تازہ ہے۔ انڈیا اور پاکستان، دونوں طرف کے مذہبی انتہا پسندوں کی وجہ سے دونوں ممالک کے درمیان مذہبی نفرت کی خلیج گہری ہوتی جا رہی ہے۔ اس کا فائدہ انتہا پسند ہندو جماعتوں اور انتہا پسند مسلم جماعتوں کو ہو رہا ہے لیکن عوام کے دکھوں میں کوئی کمی ہونے کے بجائے اس میں اضافہ ہوتا جا رہا ہے۔ کیونکہ نفرت کا یہ زہر تو مختلف خطرناک نشہ آور انجکشنز کی طرح عوام ہی کو انجیکٹ کیا جا رہا ہے۔ اور اس کا سارا عذاب دونوں طرف کے عوام ہی کو بھگتنا ہے۔

۔۔۔سیاسی سطح پر کشمیر کا مسئلہ بلاشبہ پاکستان اور انڈیا کے درمیان بے حد حساس اور سنگین مسئلہ ہے۔ اگر انصاف اور نیک نیتی کے ساتھ مسئلہ حل کرنا ہو تو اقوام متحدہ کی قراداد کے مطابق اور کشمیری عوام کی مرضی کے مطابق فیصلہ کیا جا سکتا ہے اور یہی ایماندارانہ اور منصفانہ حل ہے جو کشمیریوں کا جائز حق بنتا ہے۔ لیکن گزشتہ نصف صدی سے زائد عرصہ سے کشمیری عوام نہ صرف اپنے حق رائے دہی سے محروم ہیں بلکہ ان پر بے پناہ ریاستی ظلم بھی توڑے گئے ہیں۔ دونوں ممالک کی ''اشرافیہ'' قوتیں اس مسئلہ کے حل سے زیادہ اس کا نام لے کر غریب عوام کو مروانے اور ان کے نام پر اپنی سیاست چمکانے میں زیادہ دلچسپی لیتی رہی ہیں۔

۔۔۔ایسے حالات میں جب پاکستان اور ہندوستان کے تعلقات کشیدگی کی انتہا تک پہنچ گئے ہیں۔ یہاں مجھے ماضی کی ایک اہم بات یاد آ گئی۔ اگر ہمارے ایک جنرل نے ملک کو نفرت کی آماجگاہ بنایا تھا جس کے اثرات انڈیا پر بھی پڑے تو ہمارے ہی ایک جنرل صدر ایوب خان نے ایک زمانے میں جواہر

لال نہرو کو دوستی کی ایک ایسی پیشکش کی تھی جس کے نتیجہ میں انڈو پاک کی ایک طرح سے ڈھیلی ڈھالی کنفیڈریشن وجود میں آ سکتی تھی۔ اس کے نتیجہ میں دونوں ممالک اپنی افواج میں بہت زیادہ کمی کر کے اپنے ملک کے غریب عوام کے حالات کو بہتر بنا سکتے تھے۔ افسوس کہ نیک نیتی کے ساتھ کی جانے والی صدر ایوب خان کی ایک بہت اچھی پیشکش کو جواہر لال نہرو جیسے زیرک سیاستدان نے رد کر کے اپنی سیاسی بے بصیرتی کا ثبوت دیا۔ اگر صدر ایوب خان کی اُس پیشکش کو خلوص دل سے قبول کر لیا گیا ہوتا تو آج برصغیر کے غریب عوام بہت خوشحال نہ سہی لیکن اچھی زندگی بسر کر رہے ہوتے۔

۔۔۔اب جو ایل کے ایڈوانی اور ان کے بعض ہمنوا گاہے بگاہے ''اکھنڈ بھارت'' کی بات کرتے ہیں، ان کی دھونس جمانے والی زبان کے باعث کشیدگی میں اضافہ ہو جاتا ہے لیکن ان کا خواب اس انداز سے کبھی پورا نہیں ہو سکتا۔ اگر ایل کے ایڈوانی نیک نیت کے ساتھ اور بھائیوں والی زبان میں صدر ایوب والی پیشکش کو اس بار اپنی طرف سے دہراتے تو اس سے نہ صرف کشمیر کا مسئلہ بھی باعزت طور پر اور برادرانہ طور پر حل ہو جاتا بلکہ انڈیا اور پاکستان کے بہت سارے مشترکہ مسائل کا مشترکہ حل تلاش کرنے میں مدد مل سکتی۔

۔۔۔میرے ذہن میں یورپی یونین کی طرز پر سارے سارک ممالک کے درمیان اشتراک کا منظر ایک خواب کی طرح آتا ہے۔ یورپ نے ایک عرصہ تک شدید نفرتوں کا بازار گرم کئے رکھا۔ کئی باہمی لڑائیوں کے ساتھ دو عالمی جنگیں بھی ہو گئیں۔ اتنا لڑنے مرنے کے بعد آخر سب کو جو بات سمجھ میں آئی اس کے نتیجہ میں یورپی یونین کا اتفاق اور اتحاد قائم ہو چکا ہے۔ اب صورتحال یہ ہے کہ کسی ملک کی سرحدوں کی سلامتی کو کسی سے کوئی خطرہ لاحق نہیں ہے۔ کسی ملک کی سرحدوں کے کسی حصہ پر کسی کا کوئی غاصبانہ قبضہ نہیں ہے۔ کسی کی طرف سے کوئی ایسا دعویٰ نہیں ہے۔ ہر ملک اپنی مکمل خودمختاری اور سلامتی کے ساتھ قائم ہے۔ اس کے باوجود حالت یہ ہے کہ ایک ملک سے دوسرے ملک میں داخل ہوتے وقت یہی پتہ نہیں چلتا کہ ہم اب دوسرے ملک میں آ گئے ہیں۔

۔۔۔میرے نزدیک اس وقت انڈو پاک کا خاص طور پر اور سارے سارک ممالک کا عمومی طور پر اتحاد ہو جانا اس خطے کے لئے بابرکت ہو سکتا ہے۔ لیکن اس کے لئے ضروری ہے کہ سب سے پہلے کشمیر کے مسئلے کو منصفانہ طور پر حل کیا جائے، پھر ''اکھنڈ بھارت'' کی بڑکیں مارنے کے بجائے دوستانہ طور پر اور نیک نیت کے ساتھ پورے خطے میں پیار اور محبت کو فروغ دیتے ہوئے اتحاد کا کام شروع کیا جائے۔ انڈو پاک

کے درمیان اعتماد کی بحالی اور جملہ نفرتوں کے خاتمہ کے لئے دونوں اطراف سے موثر اقدامات کئے جائیں تو سارک ممالک کا اتحاد محض خواب نہیں ایک حقیقت بن سکتا ہے۔ایسی حقیقت جس سے اس خطے کے غریب عوام کی قسمت بدل سکتی ہے۔لیکن اگر انڈیا اور پاکستان کے درمیان کشیدگی برقرار رہی اور فرقہ پرست قوتیں اپنی انانیت کا شکار رہیں تو پھر ان ممالک کو یورپی ممالک کی طرح زیادہ سوچنے کی مہلت نہیں ملے گی۔اگر ان کی اگلی جنگ ہوئی تو پھر دونوں ممالک کی مکمل تباہی کے سوا اور کچھ نہ ہوگا۔کیونکہ دونوں ممالک ہی ایٹمی قوت رکھتے ہیں۔لیکن یہ کیسی نفرت ہوگی جو دونوں ممالک کی تباہی کے بعد گواہی دے گی کہ انڈیا اور پاکستان کا جینا،مرنا ساتھ ساتھ تھا۔محبت کے ایسے مقام پر ہوتے ہوئے دونوں ملک نفرت کی ایٹمی آگ میں جل گئے۔بہتر ہوگا کہ ایسے وقت کے آنے سے پہلے ہی حقائق کا ادراک کرلیا جائے۔اسی میں ہم سب کی،اس خطے کے تمام عوام کی بہتری اور بھلائی ہے۔

☆☆☆

جنرل پرویز مشرف اور پاکستان

۔۔۔میں جنرل پرویز مشرف کے مداحوں میں سے ہوں۔جن حالات میں ان کو ملک کا اقتدار سنبھالنا پڑا اور پھر شروع میں انہوں نے جس بے لاگ انداز اور صاف گوئی کے ساتھ قوم کے سامنے اپنے خیالات کا اظہار کیا تھا عام پاکستانیوں کی طرح مجھے بھی ان کا انداز بہت اچھا لگا تھا۔وطنِ عزیز اور اس کے غریب عوام کی بھلائی کے لئے میں نے ان سے بہت سی توقعات وابستہ کرلی تھیں۔مجھے افسوس ہے کہ جنرل پرویز مشرف نہ صرف اپنا وہ صاف صاف بات کرنا بھولتے جا رہے ہیں بلکہ اپنی اولین ترجیحات سے بھی کافی پرے ہٹ گئے ہیں۔

۔۔۔اس میں کوئی شک نہیں کہ گیارہ ستمبر ۲۰۰۱ء کے بعد پاکستان پر ایک نئی افتاد آن پڑی تھی۔جنرل پرویز مشرف نے کچھ اپنے لچکیلے رویے کے باعث اور کچھ عالمی منظر سے پیدا ہونے والی پاکستان کی مجبوریوں کے باعث ممکنہ حد تک قوم کو زیادہ بڑے نقصان سے بچانے کی کوشش کی ہے اور اس کوشش میں لڑکھڑاتے ہوئے سہی وہ ابھی تک معاملہ سنبھالے ہوئے ہیں۔عالمی افتاد کے باوجود جنرل پرویز مشرف عام انتخابات کرانے جا رہے ہیں۔یہ بہت اچھی بات ہے لیکن ان کے کرنے کا جو سب سے اہم اور سب سے زیادہ ضروری کام تھا وہ چند دنوں کی گہما گہمی کے بعد جیسے بھلا دیا گیا ہے۔

سول حکومت۔۔۔فوج کی مداخلت۔۔۔انتخابات۔۔۔ اور پھر سول حکومت سے فوجی حکومت تک میوزیکل چیئر کا جو کھیل گزشتہ ۵۵ برس سے جاری تھا،میرے نزدیک جنرل پرویز مشرف اس میوزیکل چیئر گیم سے بالکل الگ تھے۔لیکن اب ”جو کچھ ہونے جا رہا ہے“ اور ”جو بالکل نہیں ہو رہا ہے“ اس سے ان کی حکومت بھی سابقہ کھیل کا ایک تسلسل بن کر رہ گئی ہے۔جو کچھ ہونے جا رہا ہے وہ تو وہی کچھ ہے جو اس سے پہلے بھی بار ہا ہو چکا ہے۔لیکن ”جو نہیں ہو رہا“ میرے نزدیک وہی اس قوم کا سب سے بڑا اور اہم مسئلہ ہے۔اس ملک کو ”اشرافیہ“ کے ہر طبقہ نے بے دردی سے لوٹا ہے۔اس میں سیاستدانوں کی

تخصیص نہیں ہے۔ سیاستدان، بیوروکریسی، فوج کے اعلیٰ حکام سب نے حسب توفیق اس ملک کو لوٹا ہے۔ ملک پر بین الاقوامی قرضوں کا ہولناک بوجھ اسی لوٹ مار کا نتیجہ ہے۔

ڈاکٹر رشید امجد اردو کے معروف جدید افسانہ نگار ہیں۔ حال ہی میں ان کی یادوں کی کتاب ''تمنا بے تاب'' شائع ہوئی ہے۔ اس میں سے ایک واقعہ یہاں درج کرنا ضروری سمجھتا ہوں۔ اسے کسی افسانہ نگار کا افسانہ نہیں سمجھیں، یہ پاکستان میں ہونے والی لوٹ مار کی المناک صورتحال کی نشاندہی کرنے والا ایک سچا واقعہ ہے۔ ڈاکٹر رشید امجد لکھتے ہیں:

''گزشتہ دنوں میں ذکریا یونیورسٹی ملتان میں گیا تو ایک شام ملک ظفر نے ایک حیرت انگیز بلکہ ناقابلِ یقین واقعہ سنایا۔ انہوں نے بتایا کہ پنجاب کے ایک گورنر کو جو صاحبان عالیشان میں سے تھا، بہاولپور کے علاقہ میں مربعے الاٹ ہوئے۔ ایک دن گورنر نے کمشنر بہاولپور سے فون پر پوچھا کہ ان مربعوں کی مالیت کیا ہوگی؟

کمشنر نے یونہی نمبر بنانے کے لئے کہہ دیا ''سر! تقریباً ایک کروڑ''

گورنر نے کہا ''تو ایک ہفتہ میں مربعے بیچ کر کروڑ روپے انہیں بھجوا دیئے جائیں۔''

کمشنر کو مصیبت پڑ گئی۔ وہ تو اس نے یونہی نمبر بنانے کے لئے کہہ دیا تھا۔ حقیقت یہ تھی کہ مربعے چند لاکھ سے زیادہ کے نہ تھے۔ انہوں نے اپنے ماتحتوں کو بلایا کہ اب کیا کریں؟ ۔ میٹنگ میں ایک ایس پی بھی تھے۔ انہوں نے کہا ''سر! آپ اجازت دیں تو میں ایک راستہ بتاتا ہوں۔'' ۔۔۔۔۔۔۔۔۔کمشنر نے کہا ''وہ کیا؟''

اس نے کہا ''مقامی نیشنل بنک کی شاخ میں تین چار کروڑ ہمیشہ موجود ہوتے ہیں۔ آپ اجازت دیں تو آج رات اس پر ڈاکہ پڑوا دیتے ہیں''۔ رات کو بنک پر ڈاکا پڑا اور دو کروڑ لوٹے گئے۔ ایک کروڑ تو گورنر کو بھیج دیئے گئے اور ایک کروڑ متعلقہ انتظامیہ میں بٹ گئے۔ صبح چوری کا پرچہ درج ہو گیا۔ کچھ عرصہ ذکر اذکار رہا پھر داخل دفتر۔''

۔۔۔اس ڈاکے کی حقیقت سے قوم کے اصل لٹیروں اور ڈاکوؤں کا بخوبی اندازہ کیا جاسکتا ہے۔ اگر اس ڈاکے سے فائدہ اٹھانے والے لوگوں کو طبقاتی طور بانٹیں تو گورنر صاحب سیاست دان، کمشنر صاحب بیوروکریٹ اور ایس پی صاحب پولیس کے محکمہ سے۔ ان طبقوں میں مزید کئی طبقے شامل ہو چکے ہیں۔ عدلیہ اور فوج بھی اس قومی لوٹ مار سے پاک نہیں رہ سکی۔ اس ملک کو اس کے رہنماؤں اور محافظوں

نے ہی لوٹا ہے اور جی بھر کر لوٹا ہے۔ ظلم کی انتہا تو یہ ہے کہ اربوں کھربوں کے قرض لے کر معاف کرا لئے گئے ہیں اور آج تک ان لٹیروں کے ناموں کی مکمل فہرست تک اخبارات میں شائع نہیں ہوسکی۔

۔۔۔۔ جب جنرل پرویز مشرف نے لوٹی ہوئی دولت وصول کرنے کے عزم کا اظہار کیا تھا تو مجھے پورا یقین تھا کہ صرف اسی دولت سے ہی پاکستان کے سارے قرضے اتر جائیں گے۔ شروع میں جب بحری فوج کے ایک اعلیٰ افسر کو امریکہ سے گھسیٹ کر پاکستان لایا گیا تو توقع تھی کہ اور بہت سارے سابق فوجی افسران بھی اب لپیٹ میں آئیں گے لیکن لگتا ہے پاک فوج میں صرف اسی ایک افسر نے ہی ملک کو لوٹا تھا۔ باقی سب گنگا نہائے ہوئے ہیں۔ پھر سیاستدانوں کے احتساب میں پرنالہ پی پی پی کی قیادت سے بڑھا تو نواز شریف فیملی پر جا کر وہیں کا ہو رہا اور پھر ان کو بھی ملک سے باہر بھیج دیا گیا۔ اللہ اللہ خیر صلا!

۔۔۔۔ صرف بے نظیر اور نواز شریف کی شخصیات کی لوٹ مار اور بدعنوانیوں پر حکومت کی سوئی اٹک گئی۔ نواز شریف کے دور میں ان کے دست و بازو بنے رہنے والے اور اسی بنیاد پر ملک کو دونوں ہاتھوں سے لوٹنے والے جو سیاستدان مسلم لیگ ق میں چلے گئے وہ سب پاک پوتر ہو گئے۔ ان سے کسی حساب کتاب کی بات ہی نہیں کی گئی۔ بیوروکریسی میں بھی احتساب کا انداز ایسا ہی رہا۔ اور اب قوم کو بتا دیا گیا ہے کہ ملک کو لوٹنے والے سزا بھگتنے کے لئے تیار ہیں لیکن دولت واپس کرنے کو تیار نہیں ہیں۔ اگر جنرل پرویز مشرف اس ملک کی لوٹی ہوئی دولت واپس نہیں لا سکتے اور ملک کو کھا جانے والوں پر بلا امتیاز اور بلا تخصیص شدید گرفت نہیں کر سکتے تو صاحب پھر وہ بھی جنرل ایوب، جنرل یحییٰ خان اور جنرل ضیا کا تسلسل ہیں۔ پھر اپنی بلا سے بُوم بسے یا ہُما رہے۔

لیکن مجھے ابھی پوری مایوسی نہیں ہوئی۔ مجھے ایسے لگتا ہے کہ بین الاقوامی یا یوں کہہ لیں کہ مغربی فریب کاریوں سے نمٹتے نمٹتے انہیں اتنے داؤ پیچ کھیلنے پڑ رہے ہیں کہ اس کے نتیجہ میں وہ کئی نئے سے نئے مسائل میں الجھتے جا رہے ہیں۔ تاہم اندرون ملک کے حوالے سے میں ایک بار جنرل پرویز مشرف کو یاد دلانا چاہتا ہوں کہ وہ اس ملک سے قرضے لے کر معاف کرا لینے والوں سے، قرضے لے کر واپس نہ کرنے والوں سے اور ہر طرح کے مہذب ڈاکوؤں سے نہ صرف قوم کی لوٹی ہوئی ایک ایک پائی وصول کریں بلکہ وصولی کے بعد انہیں عبرت ناک سزائیں دیں۔ ایسا کرنے کے لئے وہ مکمل مارشل لا لگا لیں تو قوم اس کو بھی برداشت کر لے گی۔ اگر وہ لوگ ادائیگیاں نہیں کرتے تو ان کی ساری جائیدادیں ضبط کریں اور انہیں مارشل لا کے تحت سخت ترین سزائیں دیں۔ ایسی سخت قید و بند کہ اپنے چھپائے ہوئے سارے اثاثے خود

ہی ظاہر کر دیں۔اگر آپ ایسا کرنے پر تل جائیں اور ملک کی لوٹی ہوئی ایک ایک پائی واپس لے آئیں تو پاکستان کے تمام مالی مسائل حل ہونے کے ساتھ ملک کی دولت لوٹنے کا کھیل رک سکتا ہے۔ایسی صورتحال میں لٹیرے طبقوں کو چھوڑ کر قوم کا ہر فرد آپ کے ساتھ ہوگا۔لیکن اگر آپ ایسا نہیں کرتے یا وصولیاں کرنے میں آپ کے لئے سو عذر ہو گئے ہیں تو پھر ایک بات جان لیجئے۔۔۔۔''اشرافیہ'' کی لوٹ مار تو گزشتہ ۵۵ برسوں سے جاری ہے اب غریب تر اور بھوکے، ننگے پاکستانیوں کے لئے اس کے سوا کوئی چارہ نہیں رہ گیا کہ وہ راہ چلتوں کو لوٹنا شروع کر دیں۔گو اس وقت بھی ایسا ہونے لگا ہے تاہم ابھی ایسا بہت ہی کم تر سطح پر ہو رہا ہے لیکن جب اس ملک کے امیر اپنے مہذب ڈاکوں سے امیر ترین ہوتے جا رہے ہیں اور عام غریب پاکستانی غریب سے غریب ترین ہوتے جا رہے ہیں اور ان کا کوئی پرسان حال نہیں تو پھر ایسے غربا کا چھوٹے موٹے جرائم کی بجائے ڈاکے ڈالنا شروع کر دینا ممکن ہوسکتا ہے۔بہتر ہوگا کہ اتنے برے وقت کے آنے سے پہلے اصل بیماری کا علاج کر لیا جائے۔

۔۔۔۔اگر آپ اس طرف بے حد خصوصی توجہ نہیں کرتے اور اسے اپنی اولین ترجیح نہیں بناتے تو پھر آپ بھی اسی سابقہ فوجی دخل اندازی کا تسلسل ہیں جسے قوم ۵۵ برس میں نصف سے زائد عرصہ تک بھگت چکی ہے۔اور آپ کے تعمیر نو بیورو اور اسی طرز کے سارے کام صرف لٹی پٹی قوم کو مزید لوٹنے کا ایک کھیل ہیں اور کچھ نہیں۔

☆☆☆

انتہائی خطرے کی گھنٹی

۔۔۔۔کیا دنیا اب اپنے انتہائی خطرناک ترین مرحلے میں داخل ہونے والی ہے اور اس انتہائی خطرے کی گھنٹی بجائی جا چکی ہے؟

۔۔۔۔مجھے کچھ ایسا لگ رہا ہے۔میرے خدشے کی بنیاد یہ ہے کہ حال ہی میں ''واشنگٹن پوسٹ'' نے ایک رپورٹ شائع کی ہے۔یہ رپورٹ ایک تھنک ٹینک کی سفارش ہے جو امریکی محکمہ دفاع پینٹا گون کو کی گئی ہے اور محکمہ دفاع پینٹا گون کے ذریعے امریکہ کے صدر کو بھیجی جائے گی۔وہاں بھیجی جا چکی ہے یا نہیں اور بھیجنے کی ضرورت ہے یا نہیں اس کی اب اتنی اہمیت نہیں جتنی اہمیت اس بات کی ہے کہ پریس کے ذریعے اس رپورٹ کو متعلقہ حلقوں تک پہنچا دیا گیا ہے پہلے اس رپورٹ کا یہ حصہ دیکھ لیں:

''سعودی عرب بدی کا محور ہے۔وہ مالی مدد سے لے کر نظریہ سازی تک دہشت گردوں کی مدد کر رہا ہے۔امریکہ کو چاہئے کہ وہ سعودی عرب کی حکومت کو نوٹس دے کہ وہ ہر طرح کی دہشت گردی سے ہاتھ کھینچ لے ورنہ اس کے آئل فیلڈز اور اثاثے منجمد کر دیئے جائیں''

۔۔۔۔ابھی تک ایران، عراق، لیبیا اور شمالی کوریا کو بدی کا محور قرار دیا گیا تھا۔سعودی عرب ہمیشہ سے امریکہ کا نیاز مند رہا ہے۔لیکن حالیہ دنوں میں اس کی طرف سے چند ایسے اقدامات کا اشارا دیا گیا ہے جو امریکہ کی بنیادی پالیسی سے میل نہیں کھاتے۔ان میں سے دو بہت ہی اہم ہیں۔ایک عراق پر متوقع امریکی حملہ کی واضح طور پر مخالفت اور دوسرا فلسطینیوں کے بہیمانہ قتل عام پر اسرائیلی رویے کی مذمت کے ساتھ امریکہ ہی کو اس کا ذمہ دار قرار دینا۔ان معاملات میں اگرچہ دوسرے سعودی حلقے بھی اب کھل کر بات کرنے لگے ہیں تاہم یہ حقیقت ہے کہ شہزادہ عبداللہ کی جرأت مندی کے بعد باقی سب کو حوصلہ ملنے لگا ہے۔۔۔۔۔۔۔۔۔''واشنگٹن پوسٹ'' کی رپورٹ کے بعد فوری طور پر امریکی وزیر دفاع سے لے کر دوسرے اعلیٰ حکام تک نے صورتحال پر پردہ ڈالنے کی کوشش کی ہے۔لیکن یہ سب ان کا ڈپلومیٹک انداز

ہے۔اصل پیغام جواس خبر کی صورت میں دینا تھا وہ دیا جا چکا ہے۔اس پیغام کے دو مقصد ہیں۔ایک کا تعلق مستقبل (بے حد) قریب سے ہے۔وہ پیغام یہ ہے کہ عراق پر حملہ کے سلسلے میں ہماری حمایت کرو۔اس وقت امریکی حکومت عالمی سطح پر اپنے جارحانہ طرزِ عمل سے مسلسل رسوا ہو رہی ہے۔تیسری دنیا میں تو امریکی حکام کا نام نفرت کی علامت بنتا چلا جا رہا ہے۔یورپ کے متعدد مما لک میں بھی امریکہ کے جارحانہ رویے کو محسوس کیا جانے لگا ہے اور خود امریکہ کے دانشور طبقوں نے بھی حال ہی میں نسبتاً بڑی سطح پر امریکی حکومت کی جارحیت کا نوٹس لیا ہے اور کڑے لفظوں میں اس کی مذمت کی ہے۔ایسے حالات میں امریکہ کا سعودی عرب کے حکمرانوں سے یہ توقع رکھنا کہ وہ عراق کے خلاف امریکی جارحیت کی ۱۹۹۱ء کی طرح یا کسی نہ کسی طرح تائید کریں،ایک مشکل امر ہے۔اگر سعودی عرب کے حکمران چاہیں بھی تو ان کے لئے بہت مشکل ہے۔کیونکہ انہیں بخوبی اندازہ ہے کہ اس وقت عالم اسلام میں عمومی طور پر اور عالم عرب میں خصوصی طور پر امریکی حکام کی عالمی بے انصافیوں کے خلاف شدید ردِ عمل پایا جاتا ہے۔ایسے حالات میں عراق پر امریکی حملے کی حمایت کرنا سعودی عرب کے لئے کسی طور ممکن ہی نہیں ہے۔چنانچہ اس معاملہ میں سعودی حکومت کے صاف جواب کے نتیجہ میں امریکی حکام نے بڑے سلیقے سے سعودی حکومت کو بلیک میل کرنے کی کوشش کی ہے۔سیدھے لفظوں میں یہ جتا دیا گیا ہے کہ اگر عراق پر حملہ کی صورت میں ہماری حمایت نہ کی تو پھر تھنک ٹینک کی رپورٹ ہمارے پاس پہلے سے موجود ہے اور ہم کسی بھی وقت سعودی عرب کو بھی دہشت گردی میں ملوث قرار دے دیں گے۔

۔۔۔۔ایک پہلو سے یہ دھمکی سعودی عرب کو وقتی طور پر دباؤ ڈال کر اپنی بات منوانے کی چال ہے تو دوسری طرف ساری دنیا پر اپنی ''دہشت گردی کے خلاف مہم'' کی دھاک بٹھانے کے بعد امریکہ اب یہودی ایجنڈے پر عمل کرنے کے فائنل راؤنڈ میں داخل ہونے کی تیاری کر رہا ہے۔میں نے اپنے کالم زیرِ ذیلی عنوان ''تاریخ سے فرار کیوں؟''میں واضح کیا تھا کہ گریٹر اسرائیل کے لگ بھگ نصف صدی پرانے نقشہ کے مطابق یہودیوں نے مکہ اور مدینہ کو بھی گریٹر اسرائیل کا حصہ بنا رکھا ہے۔اور یہی امریکی تھنک ٹینک کی رپورٹ ریلیز کرنے کا دوسرا اور اہم مقصد ہے۔عراق اور ایران سے نمٹنے کے بعد امریکہ اندازہ لگائے گا کہ اب وہ قلب اسلام پر حملہ کر دے یا نہیں؟

۔۔۔۔بہانہ تو اب امریکہ کے پاس گھڑا گھڑایا موجود ہے۔جس ملک میں گھسنا ہو وہاں القاعدہ اور طالبان کو داخل ہوتے دیکھنے کا اعلان کر دیجئے اور پھر ان کے تعاقب میں اس ملک میں گھس جایئے۔کون

مائی کا لال آپ کو اس ''نیک کام'' سے روک سکتا ہے۔یہ رویہ کسی بھی ملک کی خود مختاری کے خلاف براہ راست حملہ ہے اور بے شک امریکہ کو ایسے حملے کرنے کی عادت ہو چکی ہے۔لیکن اگر امریکہ نے مستقبل کے یہودی عزائم کی تکمیل کے لئے در پردہ عملی اقدامات شروع کر دیئے ہیں تو پھر ''واشنگٹن پوسٹ'' کی مذکورہ بالا رپورٹ کو اس تناظر میں انتہائی خطرے کی گھنٹی سمجھ لینا چاہئے۔لیکن یہ خطرے کی گھنٹی خود امریکہ اور اسرائیل کے لئے بھی تباہ کن ثابت ہو سکتی ہے۔

۔۔۔۔ارضِ حجاز مکہ اور مدینہ کے معاملے میں دنیا بھر کے مسلمان،گنہگار ترین مسلمان بھی بے حد جذباتی ہیں۔اس سلسلے میں مجھے آغا حشر کاشمیری کا ایک واقعہ یاد آ رہا ہے۔آغا حشر ڈرامہ نگار تھے،تھیٹریکل کمپنیوں سے وابستہ تھے۔پینا پلانا ان کے روزمرہ کا معمول تھا۔ایک دن محفل ناؤنوش جمی ہوئی تھی،آغا حشر کو خاصی چڑھی ہوئی تھی اسی دوران ان کے ایک بے تکلف ہندو دوست نے بے تکلفی کی لہر میں حضور اکرم ﷺ کی شانِ اقدس کے خلاف کوئی نازیبا سی بات کہہ دی۔آغا حشر کا نشہ ہرن ہو گیا۔شراب کی جو بوتل ان کے ہاتھ میں تھی وہی اس دوست کے سر پر دے ماری اور پھر کہنے لگے میرے پلے تو کچھ بھی نہیں ہے،صرف اسی نام کا ایک آسرا ہے جو میری نجات کا سبب بن سکتا ہے اور تم اسی کے خلاف بکواس کر رہے ہو۔میں ماضی قریب کی تاریخ سے بڑے اور اہم ترین واقعات کی مثالیں دینے کے بجائے صرف اسی معمولی سے واقعہ کو بیان کرنا ہی کافی سمجھتا ہوں۔خطرے کی گھنٹی آگے چل کر طبل جنگ بن سکتی ہے۔اس کا ایک نتیجہ تو امریکہ کی اپنی توقعات کے مطابق ہو سکتا ہے کہ وہ جیسے ساری دنیا میں دندناتا پھرتا ہے ویسے ہی عالم اسلام کے مقدس ترین مقامات کو بھی یہودی عزائم کے مطابق کر دے۔لیکن اس کا دوسرا نتیجہ یہ بھی نکل سکتا ہے کہ پورے عالم اسلام کی حکومتیں بے بس ہو جائیں اور پورا عالم اسلام ''ناقابل تسخیر'' سمجھے جانے والوں کی تاریخ اور جغرافیہ سب کچھ تبدیل کر کے رکھ دے۔

ابابیلوں کا ایک واقعہ پہلے بھی ہو چکا ہے۔

میں امید کرتا ہوں کہ امریکہ کے جن ساٹھ دانشوروں نے بڑے پیمانے پر صدر بش کی جارحانہ پالیسیوں کی شدید الفاظ میں مذمت کی تھی وہ اس سے بھی زیادہ سخت لفظوں میں امریکی حکومت کو اس کے مستقبل کے ان مذموم عزائم سے روکنے کے لئے آواز بلند کرے گی تاکہ امریکی حکمران مزید ایسے اقدامات نہ کریں جن سے دنیا کی مکمل تباہی کا خطرہ حقیقت بن جائے۔

☆☆☆

جنرل مشرف، بے نظیر اور شریف فیملی

۔۔۔۔بے نظیر بھٹو اور شہباز شریف کی واپسی کے بارے میں ایک عرصہ سے متضاد خبریں آ رہی ہیں۔کبھی ''شیر آیا۔شیر آیا'' کی طرح دونوں کی واپسی کا شور مچتا ہے تو حکومت کی طرف سے فوری طور پر سخت الفاظ میں اس کی تردید کر دی جاتی ہے۔لیکن اس کے ساتھ اگر اس سارے کھیل کو ذرا دھیان سے دیکھا جائے تو جنرل پرویز مشرف کی حکومت کی طرف سے بھی بعض سگنلز معنی خیز رہے ہیں۔مثلاً ایک مرحلہ پر نواز شریف کی حب الوطنی کی بالواسطہ طور پر توثیق کی گئی اور بے نظیر بھٹو کو ''سیکیورٹی رسک'' قرار دیا گیا۔پھر ایک مرحلہ میں بے نظیر کے لئے نرم رویے کا اظہار کیا گیا تو شریف فیملی کے لئے لہجے میں سختی پیدا کر لی گئی۔نواز شریف اور بے نظیر دونوں نے اپنی اپنی سیاسی حکمت عملی سے جب جنرل پرویز مشرف کے مطالبے کے مطابق خود کو اپنی سیاسی پارٹیوں کی انتخابی عملی صورتحال سے الگ کر لیا تو توقع تھی کہ اب جنرل پرویز مشرف کے رویے میں لچک آئے گی۔لیکن کسی لچک کے برعکس حکومت کے رویے میں یکا یک مزید سختی آ گئی۔

۔۔۔۔اگر چہ یہ سارا اقتدار کا کھیل ہے اور پاکستان کے غریب عوام کو اس کھیل سے اب کوئی خاص دلچسپی نہیں رہ گئی۔تاہم اس خطے پر بین الاقوامی اثرات کے باعث پاکستانی اقتدار کی سیاست بھی تھوڑی سی زیادہ اہمیت حاصل کر گئی ہے۔اس سیاست کے مرکزی کرداروں اور ان کے رویوں کے حوالے سے اس صورتحال کو سمجھنے کی کوشش کی جا سکتی ہے۔

۔۔۔۔بے نظیر بھٹو بین الاقوامی سطح پر ایک اہمیت کی حامل سیاستدان ہیں۔ان کی سیاسی سوجھ بوجھ سے انکار کرنا ممکن نہیں ہے۔ان کے مراسم موثر عالمی سیاسی شخصیات سے ہیں اور ان مراسم میں ان کی اپنی سیاسی دانشمندی کا بہت دخل ہے۔ان کی پارٹی لبرل خیالات کی حامل ہے،مغرب کے نزدیک فکری لحاظ سے کسی بھی دوسرے اہم لیڈر کے مقابلہ میں بے نظیر بھٹو زیادہ قابل قبول ہیں۔انڈیا سے ان کے دوستانہ

رویے کو منفی رنگ میں بھی لیا گیا لیکن میرا خیال ہے اسے مثبت انداز سے دیکھا جائے تو یہ رویہ پورے خطے کی بھلائی کے لئے مفید ثابت ہو سکتا ہے۔

۔۔۔۔شریف فیملی میں سے اگر نواز شریف کو وقتی طور پر سیاست سے الگ بھی رکھا جائے تو شہباز شریف اور کلثوم نواز کی صورت میں نواز شریف کے سیاسی اثرات سے جان نہیں چھڑائی جا سکتی۔نواز شریف اگر چہ عالمی سطح پر اتنی اہمیت کے حامل نہیں ہیں تاہم انڈیا کے ساتھ ان کے دوستانہ مراسم بہر حال برصغیر پاک و ہند کی بھلائی کے لئے کار آمد ثابت ہو سکتے ہیں۔

۔۔۔۔دونوں لیڈروں یعنی بے نظیر اور نواز شریف (شہباز شریف) میں یہ مشترکہ خوبی موجود ہے کہ یہ لوگ بھارت کے ساتھ دوستانہ مراسم قائم کرانے میں مد ہو سکتے ہیں۔اگر چہ بھارت کے بعض اہم ڈپلومیٹس بے نظیر کے بارے میں کچھ تحفظات رکھتے ہیں اور ان کا خیال ہے کہ جب بھی بے نظیر برسر اقتدار آئی ہیں کشمیر کا مسئلہ بھارت کے لئے زیادہ دردسر بنا دیا جاتا رہا ہے۔اس لحاظ سے شریف خاندان بے نظیر سے بھی زیادہ کار آمد ہو سکتا ہے۔تاہم مجموعی طور پر دونوں بڑی جماعتوں کی یہ اصل قیادت فی الوقت یقینی طور اس مقام پر ہے کہ برصغیر میں کشیدگی کی خطرناک صورت حال کو ختم کرا سکے۔ایسے افراد کے ہوتے ہوئے جنرل پرویز مشرف گزشتہ تین برس سے مسلسل انڈیا سے مذاکرات کرنے کی درخواستیں کئے جا رہے ہیں لیکن اس سیاسی قیادت سے استفادہ کرنے کو تیار نہیں ہیں جو اس سلسلے میں پل کا کام انجام دے سکتی ہے۔انڈیا ہر بار ان کی مذاکرات کی اپیل جھٹک دیتا ہے،حکومت اس کا برا نہیں مناتی لیکن دونوں بڑی جماعتوں کے مذکورہ قائدین سے ربط کرنے کو اپنی توہین سمجھتی ہے۔اپنے اپنے ذہن کی بات ہے۔

۔۔۔۔جنرل پرویز مشرف نے دونوں پارٹی رہنماؤں پر ملک کو لوٹنے کے جو الزامات لگائے ہیں،اگر وہ سچ ہیں تو پھر ان کا احتساب پورے پاکستانی نظام تک جانا چاہئے تھا۔صرف ان دو جماعتوں سے آگے بڑھ کر ان سیاستدانوں کا بھی احتساب ہونا چاہئے تھا جو پہلے ان دونوں میں سے کسی نہ کسی کے ہمرکاب رہے اور مبینہ لوٹ مار میں شریک رہے اور اب جنرل پرویز مشرف کی سیاسی مجبوریوں سے فائدہ اٹھاتے ہوئے ان کے قریب آ چکے ہیں۔اسی طرح احتساب کا یہ سلسلہ پوری ایمانداری اور نیک نیتی کے ساتھ سیاستدانوں،بیوروکریسی،فوج کے اعلیٰ حکام اور عدلیہ تک جانا چاہئے تھا۔ابھی تک اس حوالے سے سرکاری کارکردگی اتنی یک رخی ہے کہ بعض مضبوط کیس ہونے کے باوجود اب یہ احتساب ''انتقامی'' لگنے لگا

ہے۔ یہ جملہ معترضہ بیچ میں آ گیا وگرنہ یہ ایک الگ موضوع ہے جس پر کتابیں لکھی جاسکتی ہیں۔

۔۔۔۔اب اس سارے منظر کا ایک اور رخ بھی دیکھیں۔۔۔اگر نواز شریف اور بے نظیر دونوں کے بھارت کے ساتھ خوشگوار مراسم ہیں اور ان کا سیاسی اثر رسوخ ہے تو کیا ایسا ممکن نہیں ہے کہ بھارت انہیں کے اشارے پر، یا ان کی حمایت کے جذبے کے ساتھ بہانہ بنا کر فوجیں سرحدوں پر لے آیا ہو؟ میرے نزدیک اس کا امکان موجود ہے۔ بے شک اس سلسلے میں امریکہ کی منظوری کے بغیر انڈیا اس حد تک نہیں جا سکتا تھا لیکن اس منظوری کے ملنے میں بھی دیگر عوامل کے ساتھ مذکورہ دونوں سیاسی لیڈر بھی اثر انداز ہونے میں کامیاب ہوئے ہوں تو بعید از قیاس نہیں ہے۔ میرے اس مفروضے کو اس امر سے مزید تقویت ملتی ہے کہ انڈیا نے اکتوبر تک فوجیں لازماً سرحدوں پر رکھنے کا اعلان کر رکھا ہے اور اکتوبر ہی میں پاکستان میں انتخابات ہو رہے ہیں۔ گویا انڈین فوجیں پاک فوج کے ذریعے پاکستان کے انتخاب کرا کے ہی سرحدوں سے واپس جائیں گی۔ کیا اب یہ مفروضہ ایک واضح امکان نہیں بن جاتا؟

۔۔۔۔میں ایک عرصہ سے انہیں خطوط پر سوچ رہا ہوں اور پہلے پہل مجھے دونوں لیڈروں کے رویے پر افسوس ہوا تھا کہ وہ واقعی ایسا کر کے پاکستان کے لئے سکیورٹی رسک بن رہے ہیں۔۔۔۔لیکن اب جب کہ جنرل پرویز مشرف اپنی تمام تر نیک نیتی کے باوجود ویسے ہی خوشامدیوں کے نرغے میں گھر چکے ہیں جیسے خوشامدیوں نے پاکستان کے ہر حکمران کو گھیر کر ملک کو مسلسل برباد کیا ہے، ایسے حالات میں اگر بے نظیر اور شریف فیملی نے اپنے بس کے مطابق امریکہ اور بھارت سے کہہ کر بھارتی فوجی دباؤ ڈالنے میں کوئی کردار ادا کیا ہے تو پھر اسے اتنا زیادہ برا بھی نہیں کہا جاسکتا۔

۔۔۔۔اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آگے کیا ہوگا؟۔۔۔۔۔۔۔۔دراصل جنرل پرویز مشرف جیسے یکا یک امریکہ کے پسندیدہ حکمران بن گئے تھے، ویسے ہی یکا یک امریکہ ان سے آنکھیں پھیرنے لگا ہے۔ امریکی حکمرانوں کی پسندیدگی کا معیار ان کے اپنے مفادات اور ان کے اپنے مطالبات ہیں۔ جنرل پرویز مشرف اپنے لبرل خیالات اور اپنے فوجی ساتھیوں کی حدود کے مطابق جہاں تک امریکی مطالبات پورے کر سکتے تھے، پورے کرتے رہے ہیں۔ اب اندر کی بات اتنی ہی سمجھ میں آتی ہے کہ امریکہ حالیہ دنوں میں جنرل پرویز مشرف سے کچھ اور مطالبات اور تقاضے کر رہا ہے جنہیں پورا کرنا شاید ان کے لئے مشکل ہو رہا ہے۔ ان امریکی مطالبات اور اپنی مشکلات کو جنرل پرویز مشرف خود بہتر جانتے ہوں گے۔ اگر جنرل پرویز نئے امریکی مطالبات کا کڑوا گھونٹ پی لیتے ہیں تو وہ ابھی الیکشن ملتوی کر کے مزید

پانچ سال کے لئے سپریم کورٹ سے اجازت لے لیں، امریکہ کو کوئی اعتراض نہیں ہوگا اور یورپی یونین کی موجودہ انتخابی مبصر ٹیم بھی مسکراتی ہوئی پاکستان سے چلی جائے گی۔ کہیں کوئی شور نہیں ہوگا۔۔۔۔اگر وہ امریکی مطالبات پورے نہیں کرتے تو پھر یہ بھی ممکن ہے امریکہ دباؤ ڈال کر بے نظیر اور شہباز شریف کی وطن واپسی ممکن بنادے۔ اور اکتوبر کے انتخابات کے بعد ۱۹۷۷ء جیسی تحریک بھی چلوائی جا سکتی ہے۔ امریکہ کو پاکستان میں ایسی تحریک چلوانے کا کامیاب تجربہ ہے۔

۔۔۔۔بے نظیر کی وطن واپسی کا قصہ ہو یا شہباز شریف اور کلثوم نواز کی واپسی کا مسئلہ اس کا حتمی فیصلہ امریکہ کرے گا اور اس کے فیصلے کا انحصار امریکہ کے نئے مطالبات پر جنرل پرویز مشرف کے رویے پر ہے۔۔۔باقی کاہے کی جمہوریت اور کاہے کی مختاری و خود مختاری۔ ناحق سب مجبوروں پر اک تہمت ہے مختاری کی۔

جمہوریت تو ہمارے ملک میں مظلوم مختاراں بی بی کی طرح ہے۔

☆☆☆

گیارہ ستمبر اور نئے عالمی امکانات

۔۔۔گیارہ ستمبر ۲۰۰۲ء کو نیویارک کے ورلڈ ٹریڈ سنٹر کی جڑواں عمارتوں کی تباہی کے واقعہ کو ایک سال پورا ہو چکا ہے۔گزشتہ سال جن ہوائی حملوں کے باعث یہ عمارتیں تباہ ہوئیں،تاحال دنیا کو اس کے اصل مجرموں کے بارے میں کوئی تسلی بخش ثبوت نہیں دیئے جا سکے۔محض القاعدہ اور طالبان پر الزام تراشی کر کے اور دنیا کے غریب ترین،کمزور ترین اور ہر لحاظ سے پسماندہ ترین ملک افغانستان پر حملے کئے گئے۔اپنے نئے اسلحہ کے تجربات کو عملاً آزمایا گیا اور اسی کو اپنی طرف سے مبینہ دہشت گردی کے خلاف مہم قرار دے دیا گیا۔

۔۔۔میں نے اس موضوع پر بہت پہلے بھی لکھا تھا کہ اگر واقعی القاعدہ اور طالبان نے مل کر ورلڈ ٹریڈ سنٹر کی دونوں عمارتیں تباہ کی تھیں تو افغانستان کے خلاف اپنی تمام تر انسانیت سوز کاروائیوں کے باوجود امریکہ ان کاروائیوں میں حق بجانب ہے۔ہمارے محلوں اور شہروں کے کسی بڑے آدمی کو کوئی سرِعام اس طرح ذلیل کر دے تو وہ بھی غصے سے پاگل ہو کر کیا کچھ کر بیٹھتا ہے۔یہ تو پھر دنیا کی بظاہر سب سے بڑی طاقت کے ساتھ ہاتھ ہوا تھا۔اور ہاتھ بھی دنیا کے سب سے کمزور ترین ملک میں رہنے والوں نے کیا تھا۔یہ میں اس مفروضے کی بنیاد پر بات کر رہا ہوں جسے امریکی حکومت ابھی تک شواہد کے ساتھ ثابت نہیں کر سکی۔ایسے شواہد جسے خود امریکی عدالتیں بھی قبول کر سکیں۔

۔۔۔اب امریکہ کو برا بھلا کہہ کر یا صدرِ امریکہ بُش جونیئر کی عالمی دہشت گردی کا نشانہ بننے والوں سے ہمدردی کر کے بات ختم نہیں ہو رہی۔دنیا ایک نئے سامراجی دور میں داخل ہو چکی ہے۔اقوام متحدہ کا وجود خطرے میں پڑنے لگا ہے۔ایسا کسی نئی اقوام متحدہ کی تشکیل کے احساس کے باعث نہیں بلکہ امریکی دھونس کے باعث ہونے لگا ہے۔ضرورت تو اس امر کی تھی کہ تیسری دنیا کے ممالک بعض ترقی یافتہ ممالک کے ساتھ مل کر ایسی نئی اقوام متحدہ بناتے جو انہیں امریکی جارحیت کا سامنا کرنے کے لئے یک جا کر

دیتی۔لیکن معاملہ اس کے برعکس ہو رہا ہے،امریکہ خود اقوام متحدہ کو دھمکی کے انداز میں کہہ رہا ہے کہ عراق کے سلسلے میں جلدی فیصلہ کر لو ورنہ میں اقوام متحدہ کی کسی رائے کے بغیر ہی حملہ کر دوں گا۔ایسے حالات میں بھی باقی ساری دنیا ابھی تک اپنی اپنی مصلحتوں میں اسیر ہے۔آج دنیا کے مختلف اہم ممالک اور خطے کن مصلحتوں یا مخمصوں کا شکار ہیں؟ ان سب کی مجبوریوں اور مصلحتوں سے امریکہ کس طرح فائدہ اٹھا رہا ہے؟اور نئے عالمی امکانات کیا ہیں؟

آج اسی حوالے سے کچھ بات ہو گی۔

۔۔۔بُش خاندان کے ذریعے عالمی امریکی کردار کے باعث مجھے ہمیشہ سوویت یونین روس کے ٹوٹنے کا افسوس رہے گا۔چند اسلامی ممالک کے سوا سارے اسلامی ممالک ہمیشہ سے امریکہ نواز رہے۔بے شک اس میں امریکہ کے بعض مثبت اقدامات اور دوستانہ رویوں نے بھی بنیادی کردار ادا کیا۔امریکہ سے دوستی اور محبت کا سلسلہ چلنا چاہئے تھا لیکن اتنا نہیں کہ اس دوستی میں اسلامی ممالک ''یک طرفہ عشق'' کے مقام تک پہنچ کر سوویت یونین سے مکمل بگاڑ پیدا کر لیتے۔گزشتہ نصف صدی میں سوویت یونین اور امریکہ کی سرد جنگ میں اسلامی ممالک نے نفسیاتی طور پر ہراول دستے کا کام کیا۔سوویت یونین کو خدا کا منکر کہہ کر اس کے خلاف مسلمانوں میں شدید نفرت پیدا کر دی گئی۔اتنی نفرت تو خود امریکی بھی سوویت یونین سے نہیں کرتے تھے۔پھر افغانستان کے مسئلہ پر جس طرح سارا عالم اسلام امریکہ کی سرپرستی میں متحد ہوا،ویسا اتحاد تو اب شاید ہی کبھی دیکھنے میں آ سکے۔میرا خیال ہے کہ سوویت یونین قائم رہتا تو دنیا کے مختلف خطوں میں چھوٹی موٹی گڑبڑ تو ہوتی رہتی لیکن دو بڑی طاقتوں کے درمیان کشمکش سے دوسرے ممالک نسبتاً محفوظ و مامون رہتے۔کم از کم اتنے برے حالات کبھی نہ ہوتے جیسے اب امریکہ کے ہاتھوں ہوتے جا رہے ہیں۔

۔۔۔اب عالم اسلام کا مسئلہ یہ ہے کہ اس کے تمام مصائب اور دکھوں کا علاج اس کے مکمل اتحاد میں ہے لیکن یہ قوم ''اتحاد عالم اسلام'' کی دوا پینے کے لئے ہرگز تیار نہیں ہے۔بڑی سطح کے اتحاد کو تو چھوڑیں۔۔۔۔ہر مقامی سطح پر بھی مسلمان اتنے تقسیم در تقسیم ہو چکے ہیں کہ ایک موثر علاج موجود ہونے کے باوجود بیماری کا علاج ممکن ہی نہیں ہے۔ایسے حالات میں کیا اسلامی ممالک باری باری امریکہ کا نشانہ بن کر ''افغانستان'' بنتے رہیں؟ میرا خیال ہے کہ اگر سارے اسلامی ممالک نے افغانستان بننا ہے تو ایک ہی بار بن لیا جائے۔ورنہ مصلحت اور حکمت سے کام لے کر امریکہ سے کسی بھی الجھاوے سے بچنے کی

کوشش کی جائے۔اور یہ جان لیا جائے کہ خصوصی طور پر گزشتہ نصف صدی میں اسلامی ممالک کے حکمرانوں نے جو سنگین قائدانہ غلطیاں کی ہیں اب اگلی نصف صدی تک ان سب غلطیوں کا ادراک کرتے ہوئے ان کی موثر تلافی کی جائے۔اسلام کے آفاقی اصولوں کے مطابق اپنے شہریوں کو جدید علوم کی اعلیٰ تعلیم کی سہولتوں سے لے کر علاج معالجہ اور بنیادی ضروریات زندگی کی فراہمی تک کو اپنی ترجیحات میں شامل کریں۔(بیشتر مغربی ممالک انہیں ”اسلامی اصولوں“ پر از خود عمل کر رہے ہیں)۔

۔۔۔اگر اسلامی ممالک امریکہ کے معاملات سے بالکل الگ تھلگ ہو جاتے ہیں تو پھر بظاہر امریکہ کے سامنے چین اور روس کی فوجی قوت اور جاپان کی اقتصادی قوت کسی نہ کسی رنگ میں چیلنج کی حیثیت رکھتی ہے۔امریکہ تیل کے جن ذخائر پر اپنے ڈھیلے ڈھالے قبضے کو مکمل قبضہ کی صورت دینا چاہتا ہے،(اسرائیل کے مخصوص عزائم کی تکمیل کے باوجود)اس میں امریکی اضافی مقصد دراصل ایک طرف چین اور روس پر اپنی فوجی دھاک بٹھانا ہے تو دوسری طرف جاپان کی اقتصادی قوت کا مقابلہ بھی کرنا ہے۔

۔۔۔افسوس یہ ہے کہ روس کے ساتھ بیشتر اسلامی ممالک کے تعلقات ”عدم اعتماد“ میں گھرے ہوئے ہیں۔چین کے بھی گزشتہ چند برسوں سے اسلامی جہادی گروپوں کی سرگرمیوں کے باعث اسلامی ممالک کے معاملے میں بہت سے تحفظات ہیں۔اپنی داخلی پالیسی کے حوالے سے یہ چین کا حق بھی ہے کہ وہ ایسے تحفظات رکھے۔افغانستان میں طالبان کے آخری دنوں میں گوتم بدھ کے عظیم تاریخی مجسمہ کی مسماری نے جاپان جیسے بھلے مانس ملک کو بھی اسلام اور اسلامی ممالک سے خاصا متنفر کر دیا۔ان حالات میں ان میں سے کسی ملک سے یہ توقع رکھنا فضول ہے کہ وہ ایک منتشر عالمی اسلامی بلاک کے لئے امریکہ سے کوئی پنگا کرے۔

۔۔۔اس کے باوجود امریکہ کے لئے ایک نیا اور بڑا چیلنج ابھر کر سامنے آ رہا ہے۔یہ نہایت آہستگی سے ابھرنے والا چیلنج یورپی ممالک کی طرف سے ہے۔یورپی ممالک پر امریکہ کے بہت سے احسانات ہیں۔جنگ عظیم دوم کے بعد بعض یورپی ممالک کی تعمیر نو میں امریکہ نے بہت مدد کی تھی۔اسی احسان کے باعث یورپی ممالک ابھی تک امریکہ کی بہت سی جائز،ناجائز مانتے آ رہے ہیں۔برطانیہ کا امریکہ کی حمایت کا عالمی کردار اگرچہ بہت سے لوگوں کے نزدیک تمسخر کا نشانہ بنا ہے لیکن اگر دیکھا جائے تو برطانیہ ایک عجیب ”سیاسی ثقافتی بحران“ سے دوچار ہے،وہ یورپی یونین کا حصہ بنا رہنا چاہتا ہے کیونکہ وہ اسی یورپی خطے سے تعلق رکھتا ہے۔دوسری طرف پورا یورپ برطانیہ کے لئے اجنبی زبانوں کا ایسا خطہ ہے

جہاں وہ خود کو اجنبی محسوس کرنے لگتا ہے۔اس کے برعکس امریکہ سے جغرافیائی فاصلے پر ہونے کے باوجود،برطانیہ کے لسانی اور بہت سے ثقافتی رشتے امریکہ سے بنتے ہیں اور واقعی بنتے ہیں۔اس لئے برطانیہ،یورپ اور امریکہ کی کشمکش میں کوئی فیصلہ کن کردار ادا کرنے کے باوجود ذہنی طور پر گومگو کی کیفیت میں رہے گا۔

۔۔۔برطانیہ کو چھوڑ کر باقی یورپ کی عمومی صورتحال یورپی یونین کے ساتھ جڑ کر چلنے کی ہے۔اس وقت فرانس اور جرمنی کی حکومتوں کے طرز عمل کو یورپ کے عمومی مزاج کا ترجمان کہا جا سکتا ہے۔فرانس کی حکومت نے حالیہ دنوں میں ایران سے تعلقات سمیت متعدد عالمی امور میں اپنے قومی مفادات کے مطابق فیصلے کئے ہیں اور اس سلسلے میں امریکہ کی خواہشات کو بڑے ڈپلومیٹک طریقے سے نظر انداز کیا ہے۔یاد رہے کہ گیارہ ستمبر ۲۰۰۱ء کے بعد سے اب تک فرانس سے تین ایسی کتابیں چھپ چکی ہیں جن میں یہ بتایا گیا ہے کہ گیارہ ستمبر کا سانحہ ”کسی اور“ کی سازش ہے۔

۔۔۔جرمنی کی تعمیر نو میں امریکہ کا بہت بڑا حصہ ہے۔جرمن قوم نے جنگ عظیم میں امریکی حملوں کو تو کسی حد تک بھلا دیا ہے لیکن جنگ کے بعد امریکی احسانات کو یاد رکھا ہوا ہے۔یہی وجہ ہے کہ بہت سی امریکی خواہشات کو پسند نہ کرنے کے باوجود جرمن حکومت امریکہ کا ساتھ دیتی رہی ہے۔مشرقی جرمنی اور مغربی جرمنی کا ملاپ بظاہر تو سوویت یونین کی شکست اور امریکہ کی فتح تھا لیکن اس کے بعد کے اثرات مسلسل امریکہ کے بنیادی مفادات کے خلاف جا رہے ہیں۔اس اتحاد کے باعث جرمن قوم پرستی کا جذبہ ایک بار پھر سر اٹھا رہا ہے۔نیو نازی تحریک کی صورت میں ہٹلر کے دور کو یاد کیا جانے لگا ہے۔ابھی تک جرمن حکومت ایسے افراد کی حوصلہ شکنی کر رہی ہے۔بظاہر یہ تحریک جرمنی میں مقیم تمام غیر ملکی افراد کے خلاف ہے۔اسی وجہ سے بعض ترک خاندان بھی اس تحریک کا نشانہ بنے۔لیکن میرے نزدیک یہ تحریک پہلے ہی کی طرح اینٹی یہودی تحریک ہے۔اس سلسلے میں چند بنیادی نوعیت کے شواہد سامنے آئے ہیں۔مثلاً متعدد بار ایسا ہوا کہ یہودی قبرستان میں ان کی قبروں کو ادھیڑا ہوا پایا گیا جو یہودیوں سے گہری نفرت کا اظہار ہے۔جرمنی کے مشرقی حصہ برلن میں ایسا کئی بار ہو چکا ہے(یہی علاقہ نیو نازی تحریک کا گڑھ ہے)لیکن اب فرینکفرٹ کے علاقہ میں بھی ایسا واقعہ ہو چکا ہے۔خیال رہے کہ فرینکفرٹ کثیر القومی انٹرنیشنل شہر ہے اور عمومی طور پر ہر طرح کے انتہا پسندانہ تعصّبات سے بچا ہوا ہے۔یہاں ایسے وقوعہ کا ہونا زیادہ تشویشناک ہے۔۔۔۔کولون کے قریب کسی علاقہ میں ایک بار یہودی عبادت گاہ میں آتش زنی کا چھوٹا سا سہی لیکن

تخریبی واقعہ ہو چکا ہے۔۔۔جرمنی میں یہودیوں کی تنظیم کے سربراہ Ignaz Bubis (جو اَب وفات پا گئے ہیں) ایک جرمن ٹی وی چینل پر انٹرویو دیتے ہوئے بتا رہے تھے کہ انہیں ایسی ٹیلی فون کالز آتی ہیں جن میں یہودی ہونے کی بنا پر گالیاں دی جاتی ہیں۔بعض کالز میں یہ بھی کہا جاتا ہے کہ ہٹلر نے تم لوگوں کے ساتھ ٹھیک کیا تھا اور اب ہٹلر کے حامی پھر آ رہے ہیں۔وغیرہ۔۔۔۔

۔۔۔اس قسم کے واقعات کو ابھی یہاں عام طور پر ''مسلمان دہشت گردوں'' کے کھاتے میں ڈال دیا جاتا ہے،لیکن حکومت خود بھی بخوبی جانتی ہے کہ یہ سب نیو نازی تحریک والے لوگ کر رہے ہیں۔ایک طرف جرمنی کے اندر اس طرح کا لاوا پک رہا ہے دوسری طرف جرمن حکومت اب امریکی خواہشات کا مزید ساتھ دینے سے انکار کر رہی ہے۔عراق کے حالیہ قضیہ میں ابھی تک امریکی حکومت کے کڑے تیوروں میں کوئی تبدیلی تو نہیں آئی لیکن یہ حقیقت ہے کہ جرمنی اور فرانس کے ردِ عمل اور یورپی یونین کے عمومی کردار کے باعث امریکہ کو ڈپلومیٹک سطح پر سخت ہزیمت کا سامنا کرنا پڑا ہے۔اسی ڈپلومیٹک ہزیمت کے باعث ہی امریکہ اقوام متحدہ پر برہمی ظاہر کر رہا ہے۔عراق کا یکا یک اسلحہ کے معائنہ کے لئے اقوام متحدہ کے انسپکٹروں کو غیر مشروط طور پر انسپکشن کی اجازت دے دینا اور اس پر فوری مثبت عالمی ردِ عمل در حقیقت یورپی یونین کا کارنامہ ہے۔

۔۔۔امریکہ کو اب اصل چیلنج یورپ سے ملے گا اور امریکہ کا مقابلہ بھی یورپ ہی کر سکے گا۔اقتصادی میدان میں ''یورو'' نے پہلے ہی ڈالر کو زد پر لے رکھا ہے۔ڈپلومیٹک سطح پر امریکہ اب اپنے رویے میں بہتری لائے گا یا چڑ کر مزید جارحانہ انداز اختیار کر لے گا؟اس کا اندازہ جلد ہی ہو جائے گا۔وقتی طور پر اگر عالم اسلام اب خاموشی اختیار کر لے تو آنے والے وقت میں امریکہ اور یورپ کا ٹکراؤ ہی برابر کی ٹکر والا ہوگا۔لیکن کتنا اچھا ہو کہ امریکی دانشور اور عوام اپنی حکومت کو امن،محبت،عدل و انصاف اور بھائی چارے کی عالمی فضا قائم کرنے والا کردار ادا کرنے کے لئے زور دیں۔امریکہ دنیا کا بڑا بھائی یا باپ بننا چاہتا ہے تو اب کسی کو اس پر اعتراض نہیں ہوگا۔اعتراض صرف اس بات پر ہوگا کہ اس بڑے بھائی یا باپ کو انصاف کرنا نہیں آتا۔اور بڑے کا جتنا ظرف بڑا ہونا چاہئے وہ اس کے بالکل برعکس ظرف کا مظاہرہ کر رہا ہے۔

☆☆☆

متحدہ مجلس عمل کی کامیابی،امریکہ اور افغانستان

۔۔۔پاکستان کی قومی اسمبلی اور چاروں صوبائی اسمبلیوں کے انتخابات مکمل ہو چکے ہیں۔شکوک وشبہات اور گہما گہمی کے درمیان ہو جانے والے یہ انتخابات کئی اہم اثرات کے حامل ہیں۔ان کے بارے میں اہلِ دانش اور سیاسی مبصرین اپنے خیالات کا اظہار کرتے رہیں گے اور آنے والا وقت ان کے بارے میں اصل حقیقت کو بھی سامنے لاتا رہے گا۔میرے نزدیک اس الیکشن کے دو بڑے سرپرائز ہیں۔ایک یہ کہ جنرل پرویز مشرف نے اپنے وعدہ کے مطابق فیئر اور شفاف انتخاب کرا دیئے ہیں۔دوسرا یہ کہ دینی جماعتوں کے اتحاد ''متحدہ مجلس عمل'' نے ناقابلِ یقین حد تک شاندار کامیابی حاصل کی ہے۔صوبہ سرحد میں بلاشرکتِ غیرے ان کی حکومت بن رہی ہے اور بلوچستان کی حکومت میں بھی ان کا ایک فیصلہ کن کردار واضح ہو گیا ہے۔قومی سطح پر اگر ان کا اور قائدِ اعظم مسلم لیگ کا اتحاد ہو جائے تو ان کی مشترکہ حکومت بھی قائم ہو سکتی ہے۔اس امکان کا ابھر آنا ہی متحدہ مجلس عمل کی بڑی کامیابی ہے،چاہے مرکز میں کسی اور کی ملی جلی حکومت ہی کیوں نہ بن جائے۔

۔۔۔متحدہ مجلس عمل کی اس کامیابی پر بہت سے طبقات نے اپنے تحفظات کا اظہار کیا ہے۔مغربی ذرائع ابلاغ نے اس حد تک تشویش کا اظہار کیا ہے کہ پاکستان میں بنیاد پرست غالب آ رہے ہیں۔لیکن سرکاری طور پر امریکہ کی طرف سے کسی تشویش کا اظہار نہیں کیا گیا اور جنرل پرویز مشرف نے بھی عوامی فیصلے کا احترام کرنے کا واضح عندیہ دے دیا ہے۔اگر متحدہ مجلس عمل کی کامیابی سے امریکہ کو واقعتاً کوئی تشویش ہوتی تو الیکشن والی رات تمام نتائج کا اعلان ہونے سے پہلے ہی اعلان ہو جاتا کہ ملک کی سلامتی کو سنگین قسم کے اندرونی و بیرونی خطرات لاحق ہو گئے ہیں اس لئے ملک کو بچانے کے لئے مارشل لا لگایا جا رہا ہے۔اسمبلیاں وجود میں آنے سے پہلے ہی ختم کر دی جاتیں،ملک میں خونیں مارشل لاء لگ جاتا۔امریکہ کے نشریاتی ادارے بھی پاکستان کی سلامتی کو لاحق مبینہ ''سنگین خطرات'' کی نہ صرف توثیق کرتے بلکہ ان

کی سنگینی کومزید بڑھا کر بیان کرتے ۔مارشل لا کا خیر مقدم کیا جا تا اور پاکستان کو دوسرا الجزائر بنا دیا جا تا۔ لیکن ایسا نہیں ہوا۔۔۔اور ایسا اس لئے نہیں ہوا کہ شاید امریکہ کو متحدہ مجلس عمل کی کامیابی سے خود اپنی کسی کامیابی کی امید ہے۔لیکن اس کا ذکر آخر میں ۔۔۔۔پہلے تھوڑا سا ماضی میں سفر کرتے ہیں۔

انگریزوں کے دور اقتدار میں مدرسہ علی گڑھ اور مدرسہ دیوبند کی صورت میں دو متوازی تحریکیں شروع ہوئیں۔سر سید احمد خان اور مولانا محمد قاسم نانوتوی۔۔۔دونوں کے پیش نظر اسلامیانِ ہند کی بھلائی اور خیر خواہی تھی اور دونوں کا اپنا اپنا الگ انداز نظر تھا۔تحریک پاکستان شروع ہوئی تو علی گڑھ کالج سے وابستہ شخصیات نے عمومی طور پر پاکستان کی حمایت کی جبکہ مدرسہ دیوبند کے اکابرین نے اس کی مخالفت کی۔ایک اور محدود متوازی اسلامی تحریک جماعت اسلامی کے مولانا مودودی صاحب نے بھی قائداعظم کے پاکستان اور مسلم لیگ کے ریزولیشن کی کھل کر مخالفت کی۔پاکستان بن گیا تو مولانا مودودی پاکستان میں آ گئے اور پاکستانی سیاست میں اپنا کردار ادا کرتے رہے۔مدرسہ دیوبند سے وابستہ بیشتر اہم شخصیات بھی پاکستان میں آ گئیں۔ پاکستان کی قومی سیاست میں دیوبند کے علماء مقدور بھر حصہ لیتے رہے۔پاکستان میں مدرسہ دیوبند اور جماعت اسلامی کو اس وقت نمایاں اہمیت ملی جب امریکہ نے افغانستان میں سوویت یونین روس کے خلاف افغانیوں سے جہاد میں شدت پیدا کرائی۔اس کے عسکری امور سے قطع نظر تب اس جہاد کے بیشتر مجاہدین پاکستانی مدارس دیوبند سے دینی تربیت حاصل کرتے رہے۔سوویت یونین کی شکست وریخت کے بعد جب امریکہ نے اس سارے کھیل سے لاتعلقی اختیار کر لی اور سالہا سال کی خانہ جنگی کے بعد طالبان نے یہاں کا اقتدار سنبھالا تو دیوبندی مکتبہ فکر کی اہمیت میں مزید اضافہ ہو گیا۔کیونکہ طالبان کا ذہنی میلان اسی مکتبہ فکر کی طرف تھا۔

۔۔۔گیارہ ستمبر ۲۰۰۱ء کے بعد جب طالبان امریکی عتاب کا شکار ہوئے تو اس کے نتیجہ میں پاکستان میں دیوبندی مکتبہ فکر کو بھی شدید دباؤ کا سامنا کرنا پڑا۔''انجمن سپاہ صحابہ'' اور ''لشکر جھنگوی'' جیسی جہادی تنظیموں پر پابندی عائد کی گئی تو اس کا اثر بھی دیوبند مسلک کے اکابرین پر پڑا کیونکہ مذکورہ تنظیمیں عقائد کی فروعی سطح پر ان ہی کے زیر اثر تھیں۔عالمی دباؤ کے ساتھ مکتبہ دیوبند اس وجہ سے اندرونی دباؤ میں بھی تھا۔

۔۔۔ایسی فضا میں جمیعتہ العلماء اسلام اپنے مخصوص سیاسی حلقوں میں اپنی عوامی مقبولیت کے باوجود کوئی فعال سیاسی کردار ادا کرنے سے قاصر تھی۔دوسری طرف جماعت اسلامی بھی امریکہ کے خلاف اپنے واضح موقف کے باوجود کسی حد تک عالمی دباؤ میں آئی ہوئی تھی۔ایسی فضا میں جب الیکشن کے دن سر پر آ گئے تو

جمیعتہ العلماء اسلام اور جماعت اسلامی نے مل کر نہ صرف متحدہ مجلس عمل قائم کر ڈالی بلکہ خود کو کسی حد تک پیچھے رکھ کر اس کی زمام اقتدار سواد اعظم کے عقیدہ سے وابستہ جمعیۃ العلمائے پاکستان کے مولانا شاہ احمد نورانی کے سپرد کر کے اپنی سیاسی بصیرت کا ثبوت بھی دے دیا۔ بلکہ مولانا شاہ احمد نورانی کی اقتداء میں نمازیں ادا کر کے اس دیرینہ اعتراض کو بھی دور کر دیا کہ یہ علماء تو ایک دوسرے کے پیچھے نماز بھی نہیں پڑھ سکتے،عملی زندگی کا اتحاد کیا کریں گے؟۔خدا کرے کہ یہ نمازیں ان علماء کی محض سیاسی نمازیں نہ ہوں اور آئندہ بھی یہ سب ایک دوسرے کے پیچھے نماز پڑھ لینا جائز رکھیں۔اتحاد باہمی کی ایسی کم از کم صورت تو دکھائی دیتی رہنی چاہئے۔

۔۔۔اس پس منظر میں جب علماء کے سیاسی اتحاد متحدہ مجلس عمل نے انتخاب میں حصہ لیا تو انہیں صوبہ سرحد میں مکمل کامیابی کے ساتھ دوسرے تمام صوبوں میں بھی مناسب نمائندگی مل گئی۔بعض طبقات کی اس سلسلے میں تشویش اپنی جگہ بجا ہو سکتی ہے لیکن مجھے اس کامیابی کے بعض مثبت پہلو دکھائی دیتے ہیں۔مثلاً ایک مثبت پہلو تو یہی ہے کہ گزشتہ دو دہائیوں سے زائد عرصہ سے شیعہ سنّی منافرت کے نتیجہ میں جو بم دھماکے ہوتے رہے ہیں اب ان کا مکمل خاتمہ ہو سکے گا۔ایک اور مثبت پہلو یہ ہے کہ عام حالات میں جذباتی تقاریر کرنے والے ہمارے دینی رہنماؤں کو اب اقتدار میں آ کر جب مقتدر ہوتے ہوئے اپنی مجبوریوں کا اندازہ ہوگا تو ان کے سیاسی وژن میں وسعت پیدا ہوگی۔مجھے سب سے زیادہ مثبت پہلو یہ دکھائی دے رہا ہے کہ۔۔۔۔۔۔۔۔لیکن ٹھہریئے مجھے اس مثبت پہلو کی نشاندہی سے پہلے اپنی بات کو واضح کر لینے دیجئے۔

۔۔۔امریکہ تیل کے جن ذخائر پر قبضہ کرنے کا خواب لے کر افغانستان پر حملہ آور ہوا تھا۔اتنی بربادی اور لوٹ مار کرنے کے باوجود اسے اپنے مشن میں کوئی بنیادی کامیابی نہیں ملی۔حامد کرزئی اور شمالی اتحاد کی حکومت کے لئے ممکن ہی نہیں ہے کہ وہاں کے حالات کو نارمل کر سکیں۔اگر وہاں حالات نارمل نہیں ہو سکتے تو تیل کی پائپ لائن بچھانے کا خواب پورا ہونا تو کیا شروع بھی نہیں ہو سکتا۔ایسی صورت میں صرف ایک ضد ہو گی جو امریکہ کو افغانستان کی جنگی دلدل میں ویت نام سے بھی زیادہ مصیبت میں پھنسا دے گی۔اگر امریکہ متحدہ مجلس عمل کے اثر رسوخ سے فائدہ اٹھانا چاہے تو نہ صرف متحدہ مجلس عمل کے ذریعے طالبان کے سارے بکھرے ہوئے حامیوں کو یکجا کر کے صلح کی صورت نکالی جا سکتی ہے بلکہ افغانستان کی تعمیر نو کا عمل تیزی سے شروع کر کے افغانیوں کے زخموں پر مرہم رکھا جا سکتا ہے۔اس صورت میں امریکہ کے لئے

افغانستان میں امن وامان قائم کرنا آسان ہوسکتا ہے۔لیکن اس سارے عمل کے لئے امریکہ کو اپنی عالمی دھونس کے انداز میں نہیں بلکہ مکالمہ اور مفاہمت کی راہ اختیار کر کے اپنے مقاصد کو حاصل کرنا ممکن ہوگا۔اگر موجودہ عالمی منظر میں متحدہ مجلس عمل کی وجہ سے افغانستان میں بحالیِ امن کا کام شروع ہوجاتا ہے اور امریکہ جیسا ملک مکالمہ اور مفاہمت کی راہ پر آجاتا ہے تو میرے نزدیک یہ متحدہ مجلس عمل کی کامیابی کا ایک انتہائی مثبت پہلو ہوگا۔

۔۔۔اگر ایسا کچھ نہیں ہوتا تو پھر وہ سب کچھ تو ہوگا ہی جس کے بارے مختلف طبقات کی طرف سے مختلف خدشات،شکوک وشبہات اور تحفظات کا اظہار کیا جارہا ہے۔

☆☆☆

عمران خان سے عالمِ اسلام تک

(یہ کالم پاکستانی انتخاب کے بعد ۲۷؍اکتوبر کو لکھا گیا تاکہ اسے کسی سیاسی پارٹی کے حق میں یا مخالفت میں نہ سمجھا جائے)

۔۔۔آج میں تیسری دنیا کے حوالے سے بات نہیں کروں گا بلکہ سیدھے سبھاؤ بنیادی طور پر پاکستان کے حوالے سے اور مجموعی طور پر اسلامی دنیا کے حوالے سے بات کروں گا۔اسلامی دنیا اس وقت دو بڑے بحرانوں کا شکار ہے۔ایک خود غرضی کے باعث باہمی نفاق (عدم اتحاد) اور دوسرا موثر اور باصلاحیت قیادت کا فقدان۔یہ دونوں بحران کسی بھی خطے کی کسی محدود مقامی سطح سے لے کر بڑی اسلامی سطح تک دیکھے جاسکتے ہیں۔ہماری بیشتر قیادت مصنوعی یا جعلی نوعیت کی ہے،قیادت کی طرح مصنوعی طرزِ زندگی مسلم معاشروں میں بڑی حد تک سرایت کر چکا ہے۔جب برصغیر میں مغل سلطنت کا زوال ہوا تھا تب اسی زوال کی راکھ سے سرسید احمد خان اور مولانا محمد قاسم نانوتوی جیسی شخصیات نے جنم لیا۔ان کی علمی اور سماجی قیادت نے زوال کے انتہائی نازک ایام میں روشنی کی کرن دکھائی اور برصغیر کے مسلمان پھر سے جی اٹھے۔بعض مقبوضہ عرب ممالک کو بھی یکے بعد دیگر آزادی ملتی گئی۔آج تمام اسلامی ممالک کے مسائل گھمبیر تر ہوتے جارہے ہیں۔اس کے دیگر بیرونی اسباب کے ساتھ چند ہمارے اپنے ہی پیدا کردہ اسباب بھی شامل ہیں۔

۔۔۔پاکستان کی حالیہ انتخابی مہم کے دوران جس طرح ایک دوسرے کے خلاف مقامی نوعیت کی الزام تراشی کی گئی،اس سے اسلامی معاشرے کے عدم اتفاق اور خود غرضانہ نفاق کو بخوبی سمجھا جاسکتا ہے۔کرکٹ سے مجھے کبھی دلچسپی نہیں رہی۔اس لئے کرکٹ والے عمران خان میں میرے لئے کوئی خاص کشش نہیں تھی۔میں ان کے کینسر ہسپتال کی انسانی خدمات کو ذاتی طور پر جانتا ہوں اور اس وجہ سے ان کا معترف ہوں۔جمائما سے ان کی شادی پر میں نے ان کے ان بیانات کو یاد کیا جن میں انہوں نے کہا تھا

کہ جب بھی شادی کروں گا کسی پاکستانی لڑکی سے کروں گا۔تب میں یہ سوچ کر اپنے آپ میں مسکرا دیا کہ یہ تو ہمارے سیاستدانوں والا کام ہوا ہے۔ بہر حال جمائما سے شادی عمران خان کا ذاتی معاملہ تھا اور انہیں اپنی پسند کے جیون ساتھی کے ساتھ شادی کرنے کا حق حاصل تھا۔ جمائما نے بے شک عمران خان سے شادی کی وجہ سے اسلام قبول کیا،لیکن اسلامی تعلیمات کے مطابق جب کوئی اسلام قبول کرنے کا اعلان کرتا ہے تو وہ مسلمان کہلاتا ہے۔

۔۔۔قائداعظم نے جب ایک پارسی خاتون سے شادی کی اور ان خاتون نے باقاعدہ اسلام قبول کیا،تب بعض تنگ نظر اور متعصب حلقوں نے نہ صرف قائداعظم کی ذات پر ناپاک حملے کئے بلکہ سیاسی مقاصد کے حصول کے لئے اس شادی کو منفی رنگ دینے کی کوشش کی۔یہی صورتحال حالیہ انتخابی مہم کے دوران عمران خان کے سلسلے میں پیش آئی۔عمران خان کے سیاسی خیالات سے قطع نظران کے خلاف چلائی جانے والی نازیبا مہم میں ایک طرف ان کی اہلیہ جمائما کے سابقہ مذہب کے حوالے سے اشتعال انگیزی کی گئی دوسری طرف اسے مسلم لیگ ق کے خلاف یہودی سازش قرار دیا گیا۔

۔۔۔میرے نزدیک اس اشتعال انگیزی سے ہمارے قومی مزاج کو سمجھنے میں آسانی ہوگی۔اس ’’کارِ خیر‘‘ سے یہ رویہ ظاہر ہوتا ہے کہ کوئی دوسرے مذہب سے اگر اسلام قبول کرلے تو ہم اس کا یا اس کے متعلقین کا آگے بڑھنا برداشت نہیں کر سکتے اور فوراً اس کے سابقہ مذہب کو بنیاد بنا کر حملہ کر دیتے ہیں۔کیا ایسے کم ظرفی کے رویے سے اسلام کے فروغ میں کوئی مدد مل سکتی ہے؟اور ایسا کرنے والے خود اسلام کے خدمتگار کہلا سکتے ہیں؟

۔۔۔جہاں تک میں جانتا ہوں جمائما نے فلسطینیوں پر ہونے والے مظالم پر جس انداز میں اپنے تاثرات کا اظہار کیا تھا،اتنی سطح تک تو ہمارے کئی اچھے بھلے دانشور بھی حقائق کا تجزیہ نہیں کر سکے تھے۔میں نے جمائما کے مضمون سے بہت سے مخفی اسرائیلی عزائم اور ان سے متعلق حقائق کا ادراک کیا۔انہوں نے کسی سیاسی ضرورت کے تحت نہیں بلکہ فلسطین میں بڑھتی ہوئی اسرائیلی چیرہ دستی اور عالمی بے حسی کے نتیجہ میں اپنے خیالات کا اظہار کیا تھا۔ جمائما کے ان خیالات کی داد دی جانی چاہئے تھی۔ایسے کسی مضمون کا عشر عشیر بھی اس پاکستانی سیاسی حلقے کی طرف سے نہیں ہوسکا جو عمران خان کے خلاف ان کی اہلیہ کو بہانہ بنا کر اور وہ بھی ناجائز طور پر نشانہ بنا گیا ہے۔اگر اس سیاسی کھیل میں کہیں کوئی یہودی سازش دیکھی جاسکتی ہے تو وہ اتنی ہوسکتی ہے کہ اپنی ایک ارب پتی یہودی لڑکی کا اسلام قبول کرنا اور پھر صہیونی عزائم کے خلاف

مضامین لکھنا یہودیوں کو اچھا نہیں لگا اور انہوں نے الیکشن کے بہانے جمائما اور عمران کے خلاف مہم چلانے والوں کی سر پرستی کی۔اگر چہ ایسا بھی نہیں ہوا ہوگا۔تاہم اگر امکان کی بات ہے تو یہ بات زیادہ قرین قیاس ہے۔ وگرنہ مسلم لیگ ق کے خلاف یہودیوں کو کسی مہم چلانے کی کیا ضرورت ہے۔اس وقت امریکی صدر اسرائیل کے ’’سپوکس مین‘‘ کی پھبتی کی حد تک یہودیوں کے تابع فرمان ہیں۔۔۔ جنرل پرویز مشرف امریکہ کے تابعدار ہیں اور مسلم لیگ ق جنرل پرویز مشرف کی تابع مہمل۔اپنے کسی تابع کے،تابع کے ’’تابع مہمل‘‘ کے لئے یہودیوں کو اتنا سرمایہ لگانے کی ضرورت کیوں پیش آنے لگی؟

۔۔۔عمران خان کے خلاف چلائی جانے والی ایک مہم تو یہی تھی جو آن دی ریکارڈ رہی۔دوسری مہم گمنام فحش پوسٹرز کی صورت میں سامنے آئی۔بحیثیت ادیب میں جانتا ہوں کہ جعلی،مصنوعی اور چور قسم کے رائٹرز کسی اوریجنل شاعر اور ادیب کے مقابلہ میں ایسے اوچھے ہتھکنڈے استعمال کرتے ہیں۔اپنی دانست میں خوش ہوتے ہیں کہ شاید ہم نے کوئی بڑا تیر مار لیا ہے لیکن کسی کو کبھی یہ خیال نہیں آتا کہ ایسے بیہودہ رویوں کا نشانہ بننے کے باوجود غالبؔ جیسا بڑا شاعر بھی بڑا ہی رہا اور اُن بد بخت مخالفوں کا نام ادب میں صرف اس حد تک رہ گیا کہ انہیں اس حوالے سے یاد کیا جاتا ہے کہ یہ لوگ غالبؔ کے خلاف بدزبانی کی فلاں حد تک گئے تھے۔سیاست میں ایسے رویے کا فروغ پانا نہ وطنِ عزیز کے لئے مفید ہے نہ عالمِ اسلام کے لئے سود مند۔اس رویے سے صرف قوم کے اخلاقی زوال کی انتہا کی نشاندہی ہوتی ہے۔عمران خان کے خلاف جو گمنام گندگی اچھالی گئی اس سے عمران خان کا کچھ نہیں بگڑا۔۔۔بس چھپے ہوئے اور ظاہر کے سارے گندہ ذہن لوگ مزید ظاہر ہوگئے ہیں اور قوم کی قیادت بھی اب غالباً یہی لوگ کرنے جا رہے ہیں۔کتنا اچھا ہو کہ مسلم لیگ ق کے قائدین اور ان کے ساتھی کسی سیاسی غرض سے بالاتر ہوکر اپنے بعض افراد کی ان حرکات پر نہ صرف عمران خان سے معذرت کریں بلکہ جمائما کے دل میں اس ساری مہم سے جو دکھ پیدا ہوا ہے اس کی تلافی کریں۔شاید اس طرح ان کے طرزِ عمل سے ملک میں مریضانہ سیاسی رویوں کی روک تھام ہو سکے اور قوم مزید اخلاقی زوال سے بچ سکے۔

۔۔۔عمران خان کے خلاف ہونے والی اس گندی مہم کے حوالے سے ہماری سیاست کی اخلاقی حالت کا مجموعی طور پر اندازہ کیا جا سکتا ہے۔اس کے باوجود یہی لوگ اب ایون اقتدار میں داخل ہو رہے ہیں تو وطنِ عزیز کا اللہ ہی حافظ ہے۔اس مثال سے نہ صرف ہمارے قومی نفاق اور اخلاقی زوال کا اندازہ کیا جا سکتا ہے بلکہ اسی مثال سے ہمارے ہاں موثر اور باصلاحیت قیادت کے فقدان کا بھی اندازہ کیا جا سکتا

ہے۔سر سید احمد خان سے قائداعظم محمد علی جناح تک برصغیر کو جیسی مسلم قیادت میسر آئی، وہ کوئی خاص خدائی عنایت ہی تھی۔اس کے بعد نئے بین الاقوامی حالات کے تناظر میں اسلامی بلاک کی قیادت کرنے والے چند اہم لیڈر ابھرے۔ذوالفقار علی بھٹو،شاہ فیصل اور کرنل قذافی اسی قبیل کے لیڈر تھے۔بھٹو اور شاہ فیصل کے خلاف جو عالمی سازش رچائی گئی وہ اب کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں رہی۔اور کرنل قذافی کو جیتے جی جس طرح مار دیا گیا وہ ظاہر ہے۔اب تو پوری اسلامی دنیا میں ایسی کسی قیادت کا فقدان ہے جو عالمی صورتحال کے مطابق آگے قدم بڑھا سکے۔اسلامی دنیا کو اس دلدل سے نکال سکے جس میں صہیونی سازشوں سے پورا عالمِ اسلام دھنستا چلا جا رہا ہے۔موجودہ حالات میں تو کوئی سر سید احمد خان اور مولانا محمد قاسم نانوتوی بھی موثر کردار ادا کرنے سے قاصر رہیں گے۔اس وقت عالمِ اسلام کو بین الاقوامی سطح کے بڑے اسلامی لیڈروں کی ضرورت ہے۔مہاتیر محمد اور سعودی شہزادہ عبداللہ میں ایسی لیڈر شپ کے امکانات تو ملتے ہیں لیکن جب قوم کی حالت ہی ناگفتہ بہ ہو تو ایسی قیادت بھی کیا کر سکے گی؟

۔۔۔۔مجھے لگتا ہے عمران خان کے خلاف چلائی جانے والی گندی مہم ہمارے جس قومی اخلاقی زوال کی نشانی ہے، وہ زوال پورے عالم اسلام میں نفوذ کر چکا ہے۔عالمِ اسلام عمومی طور پر اپنی بیشتر سماجی اور سیاسی سطحوں پر اس وقت انتہائی خود غرضی اور مفاد پرستی کی دلدل میں دھنس چکا ہے،اس دلدل سے بچ نکلنے والوں کے لئے آگے امریکی صدر بش اور ان کے مشیروں کی بنائی ہوئی دلدل موجود ہے۔

☆☆☆

امریکی رویوں میں تبدیلی کے آثار

۔۔۔۔۔میں نے اپنے گزشتہ سے پہلے کالم (متحدہ مجلس عمل کی کامیابی،امریکہ اور افغانستان on line at www.urdustan.net) میں متحدہ مجلس عمل کی ۱۰/اکتوبر ۲۰۰۲ء کے انتخابات میں کامیابی کے حوالے سے اپنی رائے کا اظہار کیا تھا۔اب تک متعدد صحافیوں اور دانشوروں نے متحدہ مجلس عمل کی کامیابی پر اپنی اپنی رائے دی ہے۔اس سلسلہ میں ایسے لکھنے والوں کو تین مختلف طبقوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔

۱۔ایسے حضرات جنہوں نے متحدہ مجلس عمل کی کامیابی پر ایسا ردعمل ظاہر کیا جیسے انہیں پاکستان پر حکومت کرنے کا مینڈیٹ مل گیا ہے۔

۲۔ایسے حضرات جن کے ردعمل سے ایسے لگا جیسے پاکستان کی سلامتی اور بقا کو سارا خطرہ ہی دینی جماعتوں سے ہے۔

۳۔ایسے حضرات جنہوں نے سارے حقائق کا غیر جانبداری سے اور ایمانداری سے جائزہ لے کر ملکی صورتحال کو سمجھنے کی کوشش کی۔

ہر لکھنے والے اور تجزیہ کار کا اپنا ذہن ہوتا ہے اور وہ اس کے مطابق اپنی رائے پیش کرتا ہے۔میں نے اس سلسلے میں جو اہم نکتہ پیش کیا تھا مجھے حیرت ہے کہ اس سارے عرصہ میں کسی اور ثقہ لکھنے والے کا اس نکتہ کی طرف دھیان ہی نہیں گیا۔شاید کسی نے اس حد تک ہو جانے کے امکان کو محسوس نہیں کیا۔بہتر ہوگا کہ پہلے میرے کالم کا وہ اہم حصہ دیکھ لیں،جس کی بنیاد پر میں نے اپنے اُس کالم کا ذیلی عنوان ''متحدہ مجلس عمل کی کامیابی،امریکہ اور افغانستان'' رکھا تھا۔میں نے لکھا تھا:

۔۔۔۔''امریکہ تیل کے جن ذخائر پر قبضہ کرنے کا خواب لے کر افغانستان پر حملہ آور ہوا تھا۔اتنی بربادی اور لوٹ مار کرنے کے باوجود اسے اپنے مشن میں کوئی بنیادی کامیابی نہیں ملی۔حامد کرزئی اور شمالی اتحاد کی حکومت کے لئے ممکن ہی نہیں ہے کہ وہاں کے حالات کو نارمل کر سکیں۔اگر وہاں حالات نارمل نہیں ہو سکتے

تو تیل کی پائپ لائن بچھانے کا خواب پورا ہونا تو کیا شروع بھی نہیں ہوسکتا۔ایسی صورت میں صرف ایک ضد ہوگی جو امریکہ کو افغانستان کی جنگی دلدل میں ویت نام سے بھی زیادہ مصیبت میں پھنسا دے گی۔اگر امریکہ متحدہ مجلس عمل کے اثر رسوخ سے فائدہ اٹھانا چاہے تو نہ صرف متحدہ مجلس عمل کے ذریعے طالبان کے سارے بکھرے ہوئے حامیوں کو یکجا کر کے صلح کی صورت نکالی جاسکتی ہے بلکہ افغانستان کی تعمیر نو کا عمل تیزی سے شروع کر کے افغانیوں کے زخموں پر مرہم رکھا جا سکتا ہے۔اس صورت میں امریکہ کے لئے افغانستان میں امن وامان قائم کرنا آسان ہوسکتا ہے۔لیکن اس سارے عمل کے لئے امریکہ کو اپنی عالمی دھونس کے انداز میں نہیں بلکہ مکالمہ اور مفاہمت کی راہ اختیار کر کے اپنے مقاصد کو حاصل کرنا ممکن ہوگا۔اگر موجودہ عالمی منظر میں متحدہ مجلس عمل کی وجہ سے افغانستان میں بحالیِ امن کا کام شروع ہو جاتا ہے اور امریکہ جیسا ملک مکالمہ اور مفاہمت کی راہ پر آ جاتا ہے تو میرے نزدیک یہ متحدہ مجلس عمل کی کامیابی کا ایک انتہائی مثبت پہلو ہوگا۔“

۔۔۔اس دوران پاکستان میں حکومت سازی کے مقامی مفاداتی سلسلے سے قطع نظر۔۔۔۔چند ایسے اہم واقعات ہوئے ہیں جن سے میرے اس تجزیے اور اندازے کی توثیق ہوتی ہے۔متحدہ مجلس عمل کے اہم قائدین نے عالمی سطح پر اپنے امیج کو بہتر بنانے کے لئے موثر ڈپلومیٹک اقدام کئے ہیں۔اسلام آباد میں امریکہ سے لے کر بھارت تک اہم ممالک کے سفارت کاروں کے ساتھ گفتگو اور ان کے سوالوں کے نپے تلے جواب دینا۔۔۔پھر متحدہ مجلس عمل کی جانب سے امریکہ کے خدشات کو دور کرنے کے لئے بعض اہم وضاحتیں کرنا اور اپنے موثر سیاسی کردار کو مثبت انداز میں ابھارنا۔۔۔ایسے واقعات ہیں جن کے بعد یہ کہا جاسکتا ہے کہ اس وقت پاکستان کے تینوں بڑے سیاسی گروپ امریکہ کے ساتھ دوستی کے لئے بیتاب ہیں ۔چونکہ یہاں میں متحدہ مجلس عمل کے مخصوص سیاسی کردار کی بات کر رہا ہوں اس لئے یہاں پی پی پی اور مسلم لیگ ق سے صرفِ نظر کر رہا ہوں۔

۔۔۔بعض پاکستانی طبقات کی طرف سے متحدہ مجلس عمل کی کامیابی کو ہوّا بنا کر پیش کیا جا رہا تھا اس کے باوجود امریکہ نے اس کامیابی کو تشویش کی نظروں سے نہیں دیکھا۔اس دوران امریکی تھنک ٹینک اپنے تجزیوں اور غور وخوض میں مشغول رہے اور اب آج ۹/اکتوبر کے روزنامہ ”جنگ“ کے انٹرنیٹ ایڈیشن نے ایک اہم خبر شائع کی ہے۔واشنگٹن پوسٹ کے حوالے سے دی گئی ”جنگ“ کی اس خبر کے مطابق امریکی مسلح افواج کے چیئرمین جوائنٹ چیفس آف اسٹاف رچرڈ بی مائرز(Richard B. Myers) نے

بروکنگ انسٹی ٹیوٹ نامی معروف اور اہم امریکی تھنک ٹینک کے ایک حالیہ اجلاس میں اپنے خیالات کا اظہار کیا ہے۔یہاں ”جنگ“ کی خبر کا بڑا اور اہم حصہ درج کر دینا زیادہ مناسب ہوگا۔

”افغان حکمت عملی پر امریکی کمان اور پاکستانی علماء کے موقف میں یکسانیت

واشنگٹن۔۔۔پاکستان کے انتخابات میں کامیاب ہونے والے علماء اور امریکی فوجی ہائی کمان مذاکرات کے بغیر افغان حکمت عملی پر یکساں موقف اختیار کر رہے ہیں۔امریکی مسلح افواج کے چیئرمین جوائنٹ چیفس آف اسٹاف رچرڈ بی مائرز Richard B. Myers نے امریکا کے ایک اہم تھنک ٹینک بروکنگ انسٹی ٹیوٹ کے حالیہ اجلاس میں اس خیال کا اظہار کیا القاعدہ اور طالبان کے جنگجو ہمارے حربے سمجھ کر پھرتی سے ان کا توڑ کر رہے ہیں۔افغانستان میں فوجی آپریشن کے بجائے تعمیرِنو پر زور دینے کی حکمت عملی زیادہ موثر ہوگی۔خیال کیا جاتا ہے کہ پاکستان کی مرکزی اور صوبائی حکومتوں میں متحدہ مجلس عمل کی موجودگی سے القاعدہ کے ہمدردوں کو افغانستان کی تعمیر نو پر قائل کرنے میں مدد ملے گی۔واشنگٹن پوسٹ کے مطابق امریکی جنرل نے اس خیال کا اظہار کیا کہ افغانستان میں اپنی ترجیحات تبدیل کرنے کا وقت آ گیا ہے۔اور القاعدہ اور طالبان جنگجوؤں کے خلاف فوجی آپریشنوں کے بجائے اب افغانستان کی تعمیر نو پر توجہ دینی چاہیئے۔جنرل مائر نے کہا القاعدہ اور طالبان کے دہشت گردوں پر ہماری گرفت کمزور پڑ رہی ہے۔سچی بات یہ ہے کہ وہ ہمارے حربوں کے بارے میں بہت کچھ جان چکے ہیں جبکہ القاعدہ کے خطرے کا جواب دینے میں ہم بہت سست رہے ہیں۔حملوں اور دہشت گردوں کی تلاش کی حکمت عملی کو افغانستان کی تعمیر نو کی حکمت عملی میں تبدیل کرنا انتہائی اہم اور مفید ہوگا۔خیال کیا جاتا ہے کہ حکمت عملی کی اس تبدیلی سے پاکستان کی مذہبی جماعتوں اور امریکہ کے درمیان تلخی کی ایک بڑی وجہ ختم ہو جائے گی۔امریکی دفتر خارجہ نے ایم ایم اے کی کامیابی پر ردعمل ظاہر کرنے سے جو انکار کیا تھا اس کی ایک وجہ فوجی کمان کے رویے میں تبدیلی بھی ہوسکتی ہے۔“

۔۔۔اگرچہ امریکی نیتوں کا پورا ادراک کرنا ممکن نہیں ہے تاہم مجھے ایسا لگتا ہے کہ امریکی حکام کو احساس ہوگیا ہے کہ جن مقاصد کی خاطر انہوں نے افغانستان پر حملہ کیا تھا، وہ مقاصد ابھی تک حصول کی منزل سے بہت دور ہیں۔اور اس کے بجائے افغانستان میں انہیں ایک ایسے نئے ویت نام کے آثار بھی دکھائی دینے لگے ہیں، جو پہلے ویت نام سے کہیں زیادہ نقصان دہ ثابت ہوسکتا ہے۔اسی لئے انہیں پاکستان کی متحدہ مجلس عمل کے ذریعے افغانستان میں جنگ جوئی کی بجائے ”تعمیر نو“ کی پالیسی کا خیال آ گیا ہے۔

اسے امریکی سوچ میں اچھی تبدیلی کے آثار سمجھنا چاہئے۔مجھے خوشی ہے کہ میں نے چند ہفتے پہلے اپنے تجزیہ میں جو اندازہ کیا تھا فکری رنگ میں وقت نے اسے بڑی حد تک درست ثابت کر دیا ہے۔خدا کرے کہ فکری سطح سے بڑھ کر عملی سطح پر بھی اب ایسا سب کچھ ہو جائے۔افغانستان کے ساتھ عراق کے معاملہ میں بھی بین الاقوامی دباؤ کے باعث ہی سہی لیکن امریکی رویے میں تبدیلی کے آثار ظاہر ہو رہے ہیں۔صدر بُش اگر امریکی رویوں میں مثبت تبدیلیوں کی طرف عملی طور پر بھی مائل ہو سکے تو ان کی یہ شکایت از خود ختم ہو جائے گی کہ دنیا کے زیادہ تر لوگ امریکہ سے نفرت کیوں کرتے ہیں؟ بلکہ مزید بہتر اور متوازن و منصفانہ انداز اپنانے سے انہیں شاید پھر اس بات پر حیرت ہو کہ دنیا امریکہ سے اتنی محبت کیسے کرنے لگی ہے؟

☆☆☆

سارک یونین کا قیام،وقت کی ضرورت

۔۔۔۔پاکستان کے جنرل پرویز مشرف جن اعلیٰ آدرشوں کے دعووں کے ساتھ اقتدار پر آئے تھے،ان کی بنیاد پر مجھ جیسے کئی لوگ نیک نیتی کے ساتھ ان سے بہت ساری توقعات وابستہ کر بیٹھے۔اپنی ان نیک توقعات کے باعث جنرل پرویز مشرف کو قوم کا نجات دہندہ اور مخلص رہنما سمجھ بیٹھے۔لیکن پاکستان کے حالیہ ''سیاسی عمل'' اور اس کے نتیجہ میں ''جمہوریت کی بحالی''اتنی افسوسناک اور شرمناک ہے کہ جنرل پرویز مشرف کی ''کرپشن'' کے خلاف ساری تقریریں اور باتیں ایک مذاق معلوم ہونے لگی ہیں اور ''گڈ گورننس'' کے دعوے محض ''سیاسی بیان'' ثابت ہو گئے ہیں۔مجھے پاکستان کی حالیہ ''جمہوریت کی بحالی'' پر مزید کچھ نہیں کہنا کہ میرے لئے یہ کہانی بہت تکلیف دہ ہو جائے گی۔اگرچہ میاں نواز شریف کی حکومت کوئی پاک پوتر حکومت نہیں تھی۔بلکہ وہ خود جنرل ضیاء الحق جیسے فوجی آمر کی پیدا کردہ ''سیاسی حکومت'' کا ثمر تھے۔لیکن یہ حقیقت ہے کہ فوجیوں کے ساختہ حکمران بھی ایک حد تک جانے کے بعد بالآخر عوام کے لئے کچھ نہ کچھ سوچنے پر مجبور ہو جاتے ہیں۔جب تک میاں نواز شریف میں ایسی سوچ توانا ہوئی تب تک وہ اپنی بعض غلطیوں کے باعث اقتدار سے محروم ہو گئے۔بے نظیر بھٹو کو بے شک دوبارا اقتدار میں آنے دیا گیا لیکن فوج اور ایجنسیوں نے ایک طرح سے انہیں مجبور محض بنائے رکھا۔خود میاں نواز شریف بھی انہیں ''غیبی اشاروں'' پر بے نظیر بھٹو کو زچ کرنے پر تلے رہے۔بہر حال خوش امید لوگوں کی تمام تر خوش امیدیاں ''خوش فہمیاں'' بن کر ظاہر ہو چکی ہیں۔فوجی جرنیل اپنے پرانے فارمولے پر عمل پیرا ہیں۔وہی کھیل جو ایوب خان سے لے کر جنرل ضیا تک کھیلا گیا،اب پھر نئے رنگ ڈھنگ کے ساتھ جاری ہے۔ایسی تکلیف دہ صورتحال میں پھر انتہا پسند سیاسی حلقوں کی یہ الزام تراشی دل پر کچھ اثر کرنے لگتی ہے کہ ''پاکستان کو کسی فوجی جرنیل نے نہیں،بلکہ سیاسی شخصیات نے بنایا تھا اور اس ملک کو جب بھی توڑا ہے یا برباد کیا ہے تو فوجی جرنیلوں نے ہی توڑا اور برباد کیا ہے۔اگر بعض سیاستدان اس لوٹ مار میں شامل

ہوئے تو ان کو بھی فوجی جرنیلوں نے ہی ایسا کرنے کا اشارا دیا۔سیاستدانوں کو بھی فوجی جرنیلوں نے ہی کرپٹ کیا ہے۔''

۔۔۔۔ پاکستان کے عوام کے حقیقی مسائل کو دیکھا جائے تو عوام کی بہت بڑی اکثریت کا مسئلہ تعلیم کا حصول، اچھا علاج معالجہ، غربت کا خاتمہ اور دیگر بنیادی انسانی ضروریات ہیں۔عوام کو غربت، بھوک ، بیماریوں اور جہالت سے جنگ کرنا ہے اور ان ساری مصیبتوں سے نجات پانا ہے۔کیا فوجی جرنیلوں نے اپنے زائد از ستائیس سالہ دورِ اقتدار میں عوام کے ان مسائل کے حل کے لئے کوئی ٹھوس قدم اٹھایا؟ انڈیا اور پاکستان کی دشمنی کو ہوا دے کر فوج کے مقتدر حلقوں نے بھلے اپنی جائیدادیں اور جاگیریں بنالی ہوں لیکن غریب پاکستانی تو غریب سے غریب تر ہوتا جا رہا ہے۔انڈیا کے ساتھ خوانخواہ کی دشمنی سے ہمارا کوئی مسئلہ حل نہیں ہوا ہے، الٹا ہمارے عوام کے مسائل اور دکھوں میں اضافہ ہوا ہے۔کشمیر کا مسئلہ یقیناً حل ہونا چاہئے۔اس کے لئے اقوامِ متحدہ کی قراردادا اور شملہ معاہدہ دونوں کی رو سے کشمیری عوام کی آزادانہ رائے ہی ان کی قسمت کا فیصلہ کرے گی۔یہی مسئلہ کشمیر کے حل کی اصل اور حقیقی بنیاد ہے۔بے شک انڈیا اس طرف آنے سے مسلسل لیت ولعل سے کام لے رہا ہے، لیکن اب تو ایسے لگتا ہے کہ جیسے اس معاملے کو لٹکائے رکھنا پاکستانی جرنیلوں کی بھی ضرورت ہو۔خدا کے لئے اب اپنے عوام سے یہ کھلواڑ بند کیجئے۔اور جنوبی ایشیا میں غربت اور جہالت کے پیدا کردہ انتہا پسندانہ تعصّبات کا خاتمہ کرنے کے لئے اپنا اہم کردار ادا کریں۔پاکستان کے موجودہ حکمرانوں اور پاکستان کی اس وقت کی صورتحال پر مجھے فی الوقت اس سے زیادہ کچھ نہیں کہنا۔

۔۔۔۔پاکستان کے ان اندرونی امور سے ہٹ کر جنوبی ایشیا کی عمومی صورتحال بھی اس وقت انتہائی نازک مرحلوں سے گزر رہی ہے۔نیپال کے شاہی خاندان کا قتل، سری لنکا میں تامل علیحدگی پسندوں کی طویل خانہ جنگی، کشمیری عوام کی جدوجہد آزادی، ایسے امور ہیں جن سے صرف نظر کرنا حقائق کو چھپانے کے مترادف ہے۔تاہم اگر وقتی طور پر اس خطہ کے تمام اہم مسائل کو نظر انداز بھی کر دیا جائے تو پاکستان اور انڈیا کی کشیدگی ہی سارے خطہ کے امن کو برباد کرنے کا موجب بن سکتی ہے۔میں نے اپنے کالم (ذیلی عنوان ''انڈو پاک مسائل اور مستقبل'') میں انڈیا اور پاکستان کے عوام کے اصل دکھوں، مصائب اور ضروریات کی نشاندہی کرتے ہوئے لکھا تھا کہ ان ضروریات کو پورا کرنے اور دکھوں اور مصائب کو دور کرنے کے لئے مشترکہ جدوجہد کی ضرورت ہے۔اس کے لئے میں نے خطہ کے دیرینہ مسائل کے

ایماندارانہ حل کے ساتھ وسیع اشتراکِ عمل کی طرف توجہ دلائی تھی۔یورپی یونین کی طرز پر سارک یونین کا قیام ہی ہمارے سارے عوام کے دکھوں کا علاج ہے اور یہی وقت کی اہم ضرورت ہے۔میرے لئے یہ اہم نکتہ ابھی بھی ایک خواب جیسا ہے، لیکن مجھے داخلی طور پر تحریک ہوئی ہے کہ میں اس بارے میں ایک بار پھر اور قدرے وضاحت کے ساتھ پاکستان اور بھارت کے مقتدر سیاسی حلقوں اور موثر صائب الرائے دانشوروں کو اس طرف توجہ دلاؤں۔میرا مذکورہ بالا کالم القمر آن لائن ڈاٹ کام پر بھی موجود ہے اور اردوستان ڈاٹ کام پر تو 22 جولائی 2002ء کی تاریخ کے ساتھ آن لائن موجود ہے۔لگ بھگ پانچ ماہ کے بعد پاکستان کی ایک معتبر اور اہم سیاستدان بے نظیر بھٹو نے اس بات کو اپنے ایک آرٹیکل میں اپنے انداز سے ان الفاظ میں بیان کیا ہے: ''ہم کو 'سارک' کو مضبوط کرنا چاہئے کیونکہ کشمیر کی وجہ سے سارک اپنا کردار ادا نہیں کر پا رہا۔آہستہ آہستہ سارک کو کوشش کر کے یورپین کامن مارکیٹ کی طرز پر بڑھانا چاہئے کیونکہ اس خطہ کے دو ارب لوگوں کا مستقبل خطہ کے امن اور دوستی میں مضمر ہے'' (بحوالہ مضمون ''ہماری خارجہ پالیسی اور خطہ کی صورتحال'' از بے نظیر بھٹو۔جنگ۔انٹرنیٹ ایڈیشن 25 دسمبر 2002ء)

مجھے خوشی ہے کہ اپنی بعض ترجیحات کے باوجود (جو کہ حالات کے دباؤ کا نتیجہ ہیں) ملک کی سب سے اہم سیاسی شخصیت نے بھی سارک ممالک کے اتحاد کا احساس کیا ہے۔ضرورت اس امر کی ہے کہ اس تصور کو اب انڈیا کے اہم سیاستدانوں اور دانشوروں تک بھی بڑھایا جانا چاہئے اور پاکستانی اربابِ اختیار کو بھی اس پر بہت سنجیدگی سے اور عملیت پسندی کے حوالے سے غور کرنا چاہئے۔

۔۔۔۔مجھے اندازہ ہے کہ ''اکھنڈ بھارت'' کا خواب دیکھنے والے انتہا پسند ہندو سیاستدان بھی اس تصور کی اتنی ہی مخالفت کریں گے، جتنی پاکستان کے وہ عناصر کریں گے جو دل سے یہ چاہتے ہی نہیں کہ پاکستان اور انڈیا کی دشمنی ختم ہو۔تاہم یہاں میں انڈیا کے انتہا پسند ہندوؤں کے لئے اپنے طور پر کچھ عرض کر دینا ضروری سمجھتا ہوں۔ بھارت کے انتہا پسند ہندوؤں کا مسلمانوں کے خلاف سارا غیض و غضب اپنی جگہ ۔۔۔اپنے ہاتھوں سے تاریخ کو مسخ کرنے کے بعد سابقہ مسلم حکمرانوں پر لگائے جانے والے ان کے سارے الزامات بھی برحق سہی۔۔۔۔سوال یہ ہے کہ اگر آج کے سارے عالمِ اسلام کے حکمران خود اپنے عوام کے لئے کوئی بڑا منصفانہ اور فلاحی نظام نہیں لا سکے تو سابقہ صدیوں کے برصغیر کے مسلم حکمرانوں کے کسی سچے، جھوٹے اور جائز، ناجائز فعل کا ذمہ دار موجودہ مسلمان عوام کو کیونکر گردانا جا سکتا ہے؟ اور تاریخ کے نام پر ظلم اور انتہا پسندی کا کھیل کب تک جاری رکھا جا سکے گا؟ سابقہ مسلم حکمرانوں کے کسی فرضی یا حقیقی

کردار کو بنیاد بنا کر انتہا پسند ہندوتوا کی سیاست بالآخر نہ صرف ہندودھرم کے لئے شدید نقصان کا موجب بنے گی بلکہ پورے خطے کی تباہی کا موجب بنے گی۔

۔۔۔ہندوانتہا پسندوں کے سیاسی کھیل کے سلسلہ میں بڑی حد تک ہمارے پاکستان کے مذہبی اسلامی انتہا پسند بھی ذمہ دار ہیں۔دراصل پاکستان میں مذہبی انتہا پسندی کی روش جیسے جیسے فروغ پاتی گئی ویسے ویسے ہی انڈیا میں ہندوتوا کی لہر توانا ہوتی گئی۔اس کے لئے کسی طویل تاریخ کو کھنگالنے کی ضرورت بھی نہیں۔۱۹۷۰ء کے بعد پاکستان کے اسلامی انتہا پسند بتدریج طاقتور ہوتے گئے۔افغانستان میں سوویت یونین کے خلاف امریکی سرپرستی میں ہونے والے ''جہاد'' کے بعد پاکستان کے اسلامی انتہا پسند طبقے مالی، سیاسی اور عسکری ہر لحاظ سے مضبوط ہو گئے۔اوران کے ''دینی حمیت کے جذبوں'' کی تقلید کرتے ہوئے انڈیا میں ہندوانتہا پسند بھی ویسے ہی اپنے دھرم کے معاملے میں اپنی ''حمیت'' کا اظہار کرنے لگے۔اس لئے میرے نزدیک برصغیر کے سابقہ اسلامی حکمرانوں کے بجائے خود آج کے پاکستان کے انتہا پسند اسلامی حلقے، ہندوستان میں ہندوتوا لہر کو توانا کرنے میں زیادہ ذمہ دار ہیں۔اگر سیکولر انڈیا کے ہمسایہ میں کوئی اپنے دین سے وابستگی میں ''غیرت،حمیت'' وغیرہ اوصاف کا مظاہرہ کرتے ہوئے اس پر ناز کر رہا ہے تو پھر انڈیا کے ہندوانتہا پسندوں کو بھی ویسے ہی اپنے دھرم کے معاملہ میں ''غیرت وحمیت'' کا اظہار کرنے اور اپنے دھرم پر ناز کرنے سے کیونکر روکا جا سکتا ہے؟۔۔۔لیکن یہی تو وہ فساد ہے جو ہمیں ہمارے اصل مسائل سے ہٹا کر بھٹکا رہا ہے۔

۔۔۔اس وقت ضرورت اس امر کی ہے کہ جس طرح امریکی چالوں کے باوجود شمالی کوریا اور جنوبی کوریا اپنے اشتراک عمل میں وسعت پیدا کرنے کے لئے کوشاں ہیں،اسی طرح محض امریکی مفادات کی تکمیل کرنے کے بجائے سارک ممالک کو بالعموم اور پاکستان اور انڈیا کو بالخصوص مل بیٹھ کر نہ صرف اپنے مسائل کو حل کرنا چاہئے بلکہ اشتراک عمل کا ایسا منصوبہ وضع کرنا چاہئے جس میں سارک ممالک کو یورپی یونین کی طرز پر فعال اور موثر بنایا جا سکے۔نیک نیت کے ساتھ قدم آگے بڑھایا جائے تو نہ صرف اس سے دلوں میں سرایت کر جانے والے بہت سارے زہریلے تعصّبات کا تدریجاً خاتمہ ہوگا بلکہ اس سے پورے خطہ میں امن واستحکام قائم ہو سکے گا۔فوجی اخراجات میں زبردست کمی کے ساتھ اس خطہ کے ممالک کو غربت کے خاتمہ کے لئے کسی بیرونی قرض یا امداد کی ضرورت نہیں رہے گی۔

۔۔۔سارک یونین کو یورپی یونین کی طرز پر متحرک اور موثر بنانا ہی اس خطے کے عوام کے مفاد میں

ہے۔اس ''زمینی حقیقت'' کا ادراک کر لینے والے ہی اس خطہ کے عوام کے دکھوں اور مصائب کا خاتمہ کر سکیں گے، جو قائدین اس حقیقت کے شعور سے محروم رہیں گے وہ اپنے ملک کے ساتھ برصغیر کے سارے عوام کو بھی دکھوں میں مبتلا رکھنے والے قائدین ہوں گے۔

سارک یونین آج کے وقت کی ضرورت ہے!

☆☆☆

عراق پر اینگلو امریکن حملہ

" We are against this War
Mr.Bush Shame on you!"
(Micheal Moore)

۔۔۔اقوام متحدہ میں کھلی سفارتی ناکامی کے بعد ۲۰ مارچ ۲۰۰۳ء کو امریکہ اور انگلینڈ نے مل کر عراق پر حملہ کر دیا ہے۔عراق کو بارہ سال سے سخت ترین بین الاقوامی پابندیوں سے گزارنے کے بعد،اور حال ہی میں اقوام متحدہ کے اسلحہ انسپکٹرز کی طرف سے ہر طرح کی تلاشیاں لے کر عراق کو بالکل نہتا کر دینے کے بعد امریکہ کی بہادر افواج نے عراق پر حملہ کر دیا ہے۔اس سلسلہ میں ۲۰ مارچ سے لے کر اب تک مختلف اردو اخبارات اور ٹی وی چینلز پر ممتاز صحافیوں اور دانشوروں کی آراء اور تجزیوں سے باخبر رہنے کا موقعہ ملا۔خود کچھ بھی لکھنے کو دل نہیں کر رہا تھا۔میں ذہنی اور قلبی طور پر شدید جذباتی کیفیات سے گزر رہا تھا،وہ کیفیات اپنے اثرات تو مرتب کر رہی ہیں لیکن اب ذہنی ہیجان کی حالت سے کچھ باہر آ گیا ہوں۔اس لئے آج ۲۹ مارچ کو اس مسئلہ کے بارے میں کچھ عرض کر دینا مناسب سمجھتا ہوں۔عراق پر امریکی حملہ کی جس انداز میں دنیا بھر نے شدید مذمت کی ہے اور اس پر جس طرح بلا امتیاز ہر طبقہ نے جارح حملہ آوروں کے خلاف شدید غم وغصہ اور نفرت کا اظہار کیا ہے اس سے ظاہر ہے کہ عالمی ضمیر نہ صرف زندہ ہے بلکہ جھوٹے پروپیگنڈہ کو پوری طرح رد کرتا ہے۔اس معاملہ میں میرے جذبات بھی باقی ساری دنیا کے جذبات ہی کا حصہ ہیں۔اس عرصہ میں میں نے ٹی وی اور اخبارات پر جن دانشوروں کے تجزیوں اور تاثرات سے فیض اٹھایا ہے ان میں سے بعض کے ہاں مجھے ایسا لگا ہے کہ وہ پورے منظر کو اس کے سارے زاویوں سے دیکھنے کے بجائے صرف کسی ایک ہی زاویے سے دیکھ رہے ہیں اور اس کے نتیجہ میں دوسرے زاویوں کو نظر انداز کر رہے ہیں یا رد کر رہے ہیں۔اس سلسلہ میں جو مختلف اور متضاد آراء سامنے آئی ہیں

ان کا نقشہ کچھ یوں بنتا ہے۔

۱۔افغانستان سے عراق تک امریکی کاروائیاں تہذیبوں کے ٹکراؤ کی تھیوری کے عین مطابق ہیں۔ٹکراؤ شروع ہو چکا ہے۔(نہیں ایسا کوئی ٹکراؤ نہیں ہو رہا)۔

۲۔یہ صلیبی جنگ شروع کرنے کا اعلان امریکی صدر بُش نے کیا تھا اور واقعی یہ اسلام کے خلاف جنگ ہے۔(نہیں یہ صلیبی جنگ نہیں ہے)

۳۔یہ سارا امریکی کھیل تیل کے بڑے ذخائر پر قبضہ کرنے کی سازش کا حصہ ہے۔(تیل کے ذخائر رکھنے والے بیشتر بڑے ممالک پہلے ہی امریکی اشارے پر چلتے ہیں۔اس لئے امریکہ کو محض تیل کے لئے خون خرابہ کرنے کی کوئی ضرورت نہ تھی۔یہ تیل کا کھیل نہیں ہے)

۴۔عرب خطے پر اسرائیل کے تحفظ اور بالا دستی کے لئے یہ حملے کئے جا رہے ہیں۔(نہیں جی اسرائیل کو پہلے ہی خطے پر بالا دستی حاصل ہے اور عربوں سے اس کی سلامتی کو کوئی خطرہ لاحق نہیں ہے۔عربوں میں اتنا دَم خم ہی نہیں ہے)

۵۔امریکہ ایسی کاروائیوں سے دنیا کی دوسری اہم طاقتوں پر اپنی دھاک بٹھانا چاہتا ہے۔(ایسا لگتا نہیں ،اس کی ضرورت بھی نہ تھی۔)

۔۔۔یہ میں نے مختلف زاویہ نگاہ رکھنے والوں کے موقف کو اختصار کے ساتھ بیان کیا ہے۔میری ذاتی رائے یہ ہے کہ امریکہ کا کوئی بھی اقدام صرف ایک زاویے کا حامل نہیں ہوتا۔وہ کثیر المقاصد زاویوں کا حامل ہوتا ہے۔افغانستان سے عراق تک امریکی جارحیت مذکورہ سارے زاویوں کو مدنظر رکھ کر کی گئی ہے۔

۔۔۔تہذیبوں کے ٹکراؤ کا امریکی مصنف عراقی جنگ کے آغاز کے ساتھ ہی ایک امریکی ریڈیو پر اس حد تک بات کرتا ہے کہ ہمارا مسئلہ صرف بنیاد پرست اور انتہا پسند مسلمان نہیں ہیں بلکہ سارے مسلمان ہیں۔تو اس کا مطلب ہے کہ امریکہ کے بُش گروپ نے واقعتاً تہذیبوں کی جنگ چھیڑی ہے۔اسی پس منظر میں جب امریکی صدر بُش کے ''صلیبی جنگوں کے آغاز'' کے اعلان کو سامنے رکھا جائے تو اس کے بعد پیش آنے والے حالات کے پس منظر میں اسے محض اضطراری بیان کہنا مشکل ہو جاتا ہے۔اب جب کہ عراق پر حملہ کے بعد امریکی ایوان صدر کے سب سے اہم اور قابلِ قدر پادری ڈاکٹر فرینکلن گراہم کی قیادت میں عراق میں مسیحیت کی تبلیغ کے لئے مشنری دستے تیار کئے جانے لگے ہیں تو اس جنگ کے صلیبی پہلو کو رد کرنا مشکل ہو جاتا ہے۔(یاد رہے کہ فرینکلن گراہم مشہور امریکی پادری ڈاکٹر بلی گراہم کے بیٹے

ہیں اور اپنے اسلام دشمن بیانات کے سلسلہ میں خاصی شہرت رکھتے ہیں) اس سے ظاہر ہے کہ امریکی حکمرانوں کے دلوں اور ذہنوں کا فتور تہذیبی اور صلیبی دونوں ٹکراؤ کرنے کا تھا۔ اب اسے صدر بُش اور انتہا پسند مسیحی حلقوں کی بدبختی کہا جائے یا کچھ اور کہ امریکی جارحیت کے خلاف سب سے زیادہ موثر مظاہرے اور احتجاج خود ان ممالک میں ہوئے ہیں جو عددی اکثریت کے لحاظ سے مسیحی ممالک کہلا سکتے ہیں۔ یورپ سے لے کر آسٹریلیا تک۔۔اور کینیڈا سے لے کر خود امریکہ تک انسان دوست مسیحی عوام نے مسلمانوں پر سبقت حاصل کر کے امریکی حکمرانوں کے عزائم کے خلاف عوامی ناراضی کا بے مثال نمونہ دکھا دیا ہے۔ پھر خود عالمی مسیحی روحانی پیشوا پوپ جان پال نے ایک سے زائد بار امریکی جارحیت کے خلاف اپنا باضابطہ بیان دے کر صدر بُش اور ان کے دانشوروں کے دعووں کے غبارے سے ہوا نکال دی ہے ۔خود جرمنی اور فرانس سمیت متعدد یورپی ممالک نے امریکی جارحیت کو سفارتی سطح پر جس طرح پسپا کیا ہے وہ خود ایک الگ داستان ہے۔

۔۔۔۔جہاں تک تیل کے ذخائر پر قبضہ کے مذموم ارادے کا تعلق ہے یہ بھی سامنے کی بات ہے۔افغانستان پر حملہ اسی سلسلہ کی ایک کڑی تھا۔مگر ابھی تک وہاں افغان گوریلا مزاحمت کے باعث امریکہ اپنے اصل مقصد کے حصول میں کوئی پیش رفت نہیں کر سکا۔شاید اس وجہ سے بھی صدر بُش نے مناسب سمجھا کہ عراق پر حملہ کر کے ابھی اس خفت پر پردہ ڈال لیا جائے۔سابق سوویت یونین کی تیل سے مالا مال ریاستوں کا تیل حاصل کرنے کا امریکی منصوبہ ابھی تک آئل مافیا کا منہ چڑا رہا ہے۔اوپر سے عراق پر حملہ امریکہ کے لئے مزید رسوائی کا موجب بن گیا ہے۔تیل سے مالا مال بیشتر عرب ممالک کی تمام تر نیازمندی کے باوجود امریکہ تیل کے ذخائر پر براہ راست قبضہ کرنے کے لئے تُل گیا ہے تو اس سے امریکی آئل مافیا کی ہوس کا اظہار ہوتا ہے۔اپنے ہولناک اسلحہ کی آزمائش بھی ایک جزوی امریکی مقصد ہے۔ یقیناً اس طرح امریکہ اپنے اسلحہ کی عملی جانچ کرنے کے ساتھ روس،چین اور کسی رنگ میں مقابل آنے والے دوسرے ممالک کو پیغام دینا چاہ رہا ہے کہ ہم اتنے طاقتور ہو چکے ہیں۔لیکن عراقی قوم نے جس طرح ابھی تک امریکی حملوں کا سامنا کیا ہے اور تمام تر بے سروسامانی کے باوجود امریکی فوج کو جس طرح پریشان کر دیا ہے،اس سے امریکہ کی دھاک بیٹھنے کے بجائے جگ ہنسائی ہو رہی ہے۔اب تو میں روشن دن کی طرح کہہ سکتا ہوں کہ ایران اور شمالی کوریا کے خلاف امریکی حملہ کے نتیجہ میں امریکی افواج کو اتنی مار پڑے گی کہ وہ ویت نام کی مار کو بھی بھول جائیں گے۔باقی ظاہری اسباب کے حوالے سے بے

شک امریکہ بے سروسامان عراقیوں پر اپنی قاہرانہ قوت کے باعث وقتی غلبہ پا لے گا لیکن ابھی اس کے لئے کئی بار امریکی افواج کو خاک چاٹنی پڑے گی اور کوئی بعید نہیں کہ کسی معجزانہ تبدیلی کے نتیجہ میں امریکہ کو اپنی جارحیت بند ہی کرنا پڑ جائے۔

۔۔۔۔ جہاں تک عرب خطہ پر اسرائیل کی بالا دستی کی بات کا تعلق ہے یہ ایک کھلی حقیقت ہے۔میں ان اسرائیلی کاریگروں کی کاری گری پر حیران ہوں جنہوں نے امریکی حکام کو اس حد تک اپنا گرویدہ بنا لیا ہے کہ وہ اسرائیلی مفادات کی خاطر کچھ بھی کر سکتے ہیں۔اور یہ سب جو کچھ ہو رہا ہے امریکہ کی اپنی ترجیحات کے ساتھ ساتھ اسرائیلی مفادات کو بھی مدنظر رکھ کر ہو رہا ہے۔یہ ساری وضاحت اس لئے کرنا پڑی کہ ہمارے جو بعض دانشور امریکی عزائم کے کسی ایک یا دو زاویوں کو درست مان کر باقی پہلوؤں کو رد کر رہے ہیں انہیں یہ اندازہ ہو کہ اپنی اپنی جگہ سارے امریکی مقاصد اور زاویوں کی نشاندہی بالکل درست ہے۔یہ الگ بات کہ بعد کے حالات نے ان میں سے بعض مقاصد کو ضائع کر دیا۔

۔۔۔۔عراق پر امریکی حملہ کے بعد ہمارے دانشور طبقہ کی طرف سے چند اہم اور دلچسپ باتیں کی گئی ہیں۔بوجوہ ان کا ذکر بھی یہاں کرنا ضروری سمجھتا ہوں۔

۔۔۔۔اردو کے بیشتر اہم ٹی وی چینلز پر بڑے زور کے ساتھ یہ آواز اٹھائی گئی ہے کہ ''گریٹر اسرائیل'' کے نقشہ میں مکہ مدینہ کو بھی شامل رکھا گیا ہے مجھے خوشی ہے کہ بیداری اور خطرے کی نوعیت کو سمجھنے والی یہ بیداری پیدا ہوئی ہے۔اسی حوالے سے متحدہ مجلس عمل کے مرکزی صدر مولانا شاہ احمد نورانی کا ایک بیان روزنامہ ''جنگ'' کے انٹرنیٹ ایڈیشن مورخہ ۲۵/مارچ ۲۰۰۳ء میں شائع ہوا ہے۔اس کا یہ اقتباس دیکھئے:

''عراق پر امریکا کی جنگ صرف تیل کی خاطر نہیں یہ ''عظیم اسرائیل منصوبہ'' کے لئے ہے جس کی تکمیل کی خاطر افغان اور عراق جنگ کی گئی اب اس کے بعد ایران،سعودی عرب اور پاکستان،پھر دوسرے اسلامی ممالک کی باری ہے اور اسرائیل نے ''عظیم اسرائیل منصوبہ'' تیار کر رکھا ہے جس میں مکہ اور مدینہ بھی شامل ہیں۔اس نقشہ کی کاپی میرے پاس بھی موجود ہے۔۔۔۔یہودی مکہ اور مدینہ سے نکالے جانے کا بدلہ لینا چاہتے ہیں''

۔۔۔۔میں نے لگ بھگ ایک سال پہلے اپنے ۱۳/مئی ۲۰۰۲ء کے کالم میں نہ صرف یہودی غصہ کے اسباب کو بعینہٖ بیان کیا تھا بلکہ یہ بھی لکھا تھا:

''اس اسرائیلی موقف کے خلاصہ کے ساتھ یہاں یہ واضح کر دوں کہ آج سے لگ بھگ پچاس سال پہلے گریٹر اسرائیل کا جو نقشہ بنایا گیا تھا اس میں مکہ اور مدینہ دونوں کو اسرائیل میں شامل دکھایا گیا تھا۔'' (کالم ''تاریخ سے فرار کیوں''۔ آن لائن ۱۳رمئی ۲۰۰۲ء)

۔۔۔۔پھر میں نے اپنے کالم ''انتہائی خطرے کی گھنٹی'' میں اُس وقت اسی بات کو دہرایا تھا جب امریکہ کے ایک تھنک ٹینک نے ''سعودی عرب کو بدی کا محور'' قرار دینے کی رپورٹ ریلیز کی تھی۔ ویسے تو میرے مذکورہ دونوں کالم اسی ویب سائٹ پر دیکھے جا سکتے ہیں لیکن یہاں اپنے دوسرے کالم کا ایک اقتباس بھی درج کر دینا ضروری سمجھتا ہوں:

۔۔۔۔''میں نے اپنے کالم زیرِ ذیلی عنوان ''تاریخ سے فرار کیوں؟'' میں واضح کیا تھا کہ گریٹر اسرائیل کے لگ بھگ نصف صدی پرانے نقشہ کے مطابق یہودیوں نے مکہ اور مدینہ کو بھی گریٹر اسرائیل کا حصہ بنا رکھا ہے۔ اور یہی امریکی تھنک ٹینک کی رپورٹ ریلیز کرنے کا دوسرا اور اہم مقصد ہے۔ عراق اور ایران سے نمٹنے کے بعد امریکہ اندازہ لگائے گا کہ اب وہ قلب اسلام پر حملہ کر دے یا نہیں؟ ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔اس کا ایک نتیجہ تو امریکہ کی اپنی توقعات کے مطابق ہو سکتا ہے کہ وہ جیسے ساری دنیا میں دندناتا پھرتا ہے ویسے ہی عالم اسلام کے مقدس ترین مقامات کو بھی یہودی عزائم کے مطابق کر دے۔ لیکن اس کا دوسرا نتیجہ یہ بھی نکل سکتا ہے کہ پورے عالم اسلام کی حکومتیں بے بس ہو جائیں اور پورا عالم اسلام ''نا قابل تسخیر'' سمجھے جانے والوں کی تاریخ اور جغرافیہ سب کچھ تبدیل کر کے رکھ دے۔ ابابیلوں کا ایک واقعہ پہلے بھی ہو چکا ہے۔''

(کالم ''انتہائی خطرے کی گھنٹی'' آن لائن ۱۲راگست ۲۰۰۲ء)

۔۔۔۔مجھ جیسے گمنام بندے کے لکھے ہوئے اور نشان زد کئے ہوئے خطرے کو کسی رنگ میں سہی بڑی قومی سطح پر نہ صرف قابل اعتنا سمجھا گیا ہے بلکہ اس پر ممکنہ ردعمل بھی سامنے آ رہا ہے۔ میری غرض بھی اتنی تھی کہ خطرے کا ادراک کیا جائے۔ نام کسی کا بھی ہو اس سے کوئی خاص فرق نہیں پڑتا۔ میرے مذکورہ حوالے میں مکہ مدینہ کے حوالے سے ''ابابیلوں'' کا واضح اشارا دیا گیا ہے۔ مجھے خوشی ہے کہ اے آر وائی چینل کے معروف پریزینٹر ڈاکٹر شاہد مسعود نے اسے حالیہ دنوں میں اتنے موثر اور عمدہ طریقے سے اپنے پروگراموں میں دہرایا ہے کہ اب ابابیلوں کا ذکر ان سے ہی منسوب اچھا لگتا ہے۔

۔۔۔۔آخر میں ایک اور خطرہ کی نشاندہی بھی بروقت کر دوں۔ امریکہ نے عراقی عوام کی حیران کن

مزاحمت سے بوکھلا کر پہلے روس پر الزام لگایا کہ وہ عراق کی مدد کر رہا ہے۔ اب وہ شام پر یہی الزام لگا رہا ہے اور ایران کو بھی اس قضیہ میں غیر ضروری طور پر ملوث کرنے لگا ہے۔ اگر تو یہ محض امریکی بوکھلاہٹ کا نتیجہ ہے اور محض بیان بازی ہے تو اس سے صرف نظر کیا جا سکتا ہے لیکن اگر یہ اس کی سوچی سمجھی چال ہے تو پھر امریکہ پوری انسانیت کو تیسری عالمگیر جنگ کی طرف دھکیل رہا ہے۔ صرف روس یا ایران کی حد تک امریکی الزام تراشی محدود رہے تو اس سے لطف اندوز ہوا جا سکتا ہے لیکن اگر شام کو اس معاملہ میں پوری طرح شامل کر لیا گیا تو پھر اس لڑائی کا مرکز ملک عراق نہیں بلکہ ملک شام ہو جائے گا۔ اور اگر ملک شام اس لڑائی کا مرکز بن گیا تو پھر تیسری عالمگیر جنگ اور عالمی ایٹمی تباہی کو روکنا امریکہ کے بس میں بھی نہیں رہے گا۔ میرے اس تجزیہ میں میری ذاتی سوجھ بوجھ سے زیادہ میرے اس مطالعہ کا دخل ہے جس میں آسمانی اور دینی کتب سے بہت کچھ اخذ کیا گیا ہے۔ اس کے نتیجہ میں امریکہ ساری دنیا کو بھی لے ڈوبے گا اور خود بھی نہیں بچے گا۔ اپنے آج کے کالم کو آسکر ایوارڈ جیتنے والے معروف امریکی فلمساز Micheal Moore کے اُن الفاظ پر ختم کرتا ہوں جو انہوں نے اسی ماہ آسکر ایوارڈ وصول کرتے ہوئے صدر بُش کو مخاطب کرتے ہوئے کہے تھے۔

We are against this war Mr.Bush shame on you!

☆☆☆

موجودہ حالات اور مذہبی پیشین گوئیاں

۔۔۔۔۳۰مارچ کو میرا گزشتہ کالم ''عراق پر اینگلو امریکن حملہ'' آن لائن ہوا۔اس کے آخر میں، میں نے آسمانی اور دینی کتب کے حوالے سے ایک واضح بات کی تھی۔اسی دن میں نے بعض خاص احباب کو اس کے بارے میں اطلاع دی۔ مجھے خوشی ہے کہ ۳۱/مارچ کو معروف ٹی وی چینل اے آر وائی کے پروگرام ویوز آن نیوز میں اسی حوالے سے ڈاکٹر اسرار احمد صاحب سے گفتگو کر کے اس زاویے سے آنے والے دنوں کو سمجھنے کے لئے کوشش کی گئی۔ڈاکٹر اسرار احمد پاکستان کے ممتاز اور معتبر علماء میں شمار ہوتے ہیں۔لیکن افسوس کہ قرآن وحدیث سے درپیش حالات کے بارے میں کوئی ٹو دی پوائنٹ بات کرنے کے بجائے وہ فروعی اور متنازعہ نوعیت کے حامل دینی مسائل میں الجھ کر رہ گئے۔اس میں ان کا کوئی قصور نہیں وہ زیر بحث موضوع پر زیادہ غور وخوض ہی نہیں کر پائے تھے۔ چنانچہ میں اپنی طرف سے اسی موضوع پر اپنا موقف بیان کر دینا مناسب سمجھتا ہوں۔

۔۔۔۔اصل موضوع کی طرف آنے سے پہلے اپنے قارئین کو یہ بتانا چاہتا ہوں کہ ایٹمی جنگ کی تباہ کاریوں کا احساس میرے ذہن میں ایک عرصہ سے اضطراب پیدا کرتا رہا ہے۔اس کے نتیجہ میں میں نے اسی ایک موضوع پر تین مختلف کہانیاں لکھی تھیں۔پہلی کہانی ۱۹۸۰ء کے آخر میں لکھی گئی اور ادبی جریدہ ''اوراق'' لاہور کے شمارہ فروری مارچ ۱۹۸۱ء میں شائع ہوئی تھی۔اس میں، میں نے قرآن شریف اور دیگر آسمانی اور دینی کتب کے ایسے حوالے یکجا کئے تھے جو واضح طور پر ایٹمی جنگ کی تباہ کاریوں کی نشاندہی کرنے والے تھے۔ بنیادی طور پر یہ کہانی دینی کتب کی پیشین گوئیوں پر استوار ہوئی تھی۔اس کہانی میں ایک جگہ عربوں کی تیل کی دولت کا ہلکا سا سیاسی اشارا بھی دیا گیا تھا۔چنانچہ اس کے نتیجہ میں مجھ سے ۱۹۸۲ء میں پھر ایک کہانی لکھی گئی ''گلاب شہزادے کی کہانی''۔۔۔۔اس میں ایٹمی جنگ کو عربوں کی تیل کی دولت اور عالمی قوتوں کی تیل کی ہوس کے پس منظر میں داستانوی انداز سے بیان کیا گیا تھا۔ایک لمبے وقفہ کے بعد پھر ۱۹۹۲ء میں مجھ سے ایک اور کہانی لکھی گئی۔''کاکروچ'' کے نام سے لکھی گئی میری

تیسری کہانی میں ایٹمی جنگ کے بعد کی فضا کو مذہبی کتب یا آئل مافیا کی سیاست کی بجائے سائنسی تناظر میں بیان کرنے کی کوشش کی گئی۔ یہ تینوں کہانیاں بنیادی طور پر کہانی کے تقاضوں کے مطابق لکھی گئی تھیں،اور انہیں پڑھتے ہوئے کسی مضمون کی طرح نہیں لینا چاہئے،لیکن ان سے یہ اندازہ ضرور کیا جا سکتا ہے کہ ایٹمی جنگ کے خطرات کو میں تب سے سنجیدگی سے اور تخلیقی سطح پر لے رہا تھا جب ہمارے اردو کے تخلیق کاروں اور دانشوروں کو اس کا وہم و گمان بھی نہیں تھا۔(دلچسپی رکھنے والے احباب ویب سائٹ www.haiderqureshi.com پر میرے افسانوں کے سیکشن میں پہلی دونوں کہانیاں میرے افسانوی مجموعہ ''روشنی کی بشارت'' میں اور تیسری کہانی میرے افسانوی مجموعہ ''قصے کہانیاں'' میں دیکھ سکتے ہیں)۔

یہاں میں افسانہ ''حوا کی تلاش'' میں درج وہ حوالے من وعن پیش کر رہا ہوں جو میں نے قرآن شریف سے اور دیگر مذہبی کتب سے لئے تھے۔ان نو حوالوں میں سے پہلے تین اور آخری دو حوالے قرآن شریف کے ہیں۔ پہلے یہ سارے حوالے دیکھ لیجئے۔

۱۔''تجھے کیا معلوم ہے کہ حطم (ایٹم) کیا شے ہے؟ یہ اللہ کی خوب بھڑکائی ہوئی آگ ہے جو دلوں کے اندر تک جا پہنچے گی تاکہ اس کی گرمی ان کو اور بھی زیادہ تکلیف دہ محسوس ہو'' (سورہ ہُمزہ)

۲۔''دنیا پر ایک شدید مصیبت آنے والی ہے اور تجھے کیا معلوم ہے کہ وہ مصیبت کیسی ہے؟ اور ہم پھر کہتے ہیں کہ اے مخاطب! تجھے کیا معلوم ہے کہ یہ عظیم الشان مصیبت کیا چیز ہے؟ یہ مصیبت جب آئے گی تو اس وقت لوگ پراگندہ پروانوں کی طرح ہوں گے اور پہاڑ اس پشم کی مانند ہو جائیں گے جو دھنکی ہوتی ہے۔'' (سورہ القارعہ)

۳۔''جب زمین کو پوری طرح ہلا دیا جائے گا۔اور زمین اپنے بوجھ نکال کر پھینک دے گی اور انسان کہہ اٹھے گا کہ اسے کیا ہو گیا ہے؟'' (سورہ زلزال)

۴۔''خداوند کہتا ہے کہ میں نے اپنی غیرت سے اور قہر کی آتش سے کہا یقیناً اسی دن اسرائیل کی سرزمین میں ایک زلزلہ ہوگا۔ یہاں تک کہ سمندر کی مچھلیاں اور آسمان کے پرندے اور زمین کے چرندے اور سارے کیڑے مکوڑے جو زمین پر رینگتے پھرتے ہیں اور سارے انسان جو روئے زمین پر ہیں میرے سامنے تھرتھرا جائیں گے اور پہاڑ اٹھائے جائیں گے اور کڑاڑے بیٹھ جائیں گے اور ہر ایک دیوار زمین پر گر پڑے گی.....ایک شدت کا مینہ اور بڑے بڑے اولے اور آگ اور گندھک برساؤں گا۔اسی طرح

میں اپنی بزرگی اور تقدیس کراؤں گا اور بہتیری قوموں کی نظروں میں پہچانا جاؤں گا اور وہ جانیں گے کہ خداوند میں ہوں‘‘

۵۔’’دیکھ میں ترا مخالف ہوں اے جوج رُوش اور مسک اور توبال کے سردار! میں تجھے پلٹ دوں گا.....اور میں تجھے ہر قسم کے شکاری پرندوں اور میدان کے درندوں کو خوراک کے لئے دوں گا۔تو کھلے ہوئے میدان میں گر پڑے گا.....اور میں ماجوج پر اور ان پر جو جزیروں میں بے پروائی سے سکونت کرتے ہیں ایک آگ بھیجوں گا.....اور آگے کو میں ہونے نہ دوں گا کہ وہ میرے پاک نام کو بے حرمت کریں‘‘

۶۔’’اور دنیا میں ایک حشر برپا ہو جائے گا اور وہ اول الحشر ہوگا اور تمام بادشاہ آپس میں ایک دوسرے پر چڑھائی کریں گے اور ایسا کشت وخون ہوگا کہ زمین خون سے بھر جائے گی اور ہر ایک بادشاہ کی رعایا بھی آپس میں خوفناک لڑائی لڑے گی۔ایک عالمگیر تباہی آوے گی اور ان تمام واقعات کا مرکز ملک شام ہوگا‘‘

۷۔’’اے یورپ تو بھی امن میں نہیں اور اے ایشیا تو بھی محفوظ نہیں اور اے جزائر کے رہنے والو! کوئی مصنوعی خدا تمہاری مدد نہیں کرے گا۔میں شہروں کو گرتے دیکھتا ہوں اور آبادیوں کو ویران پاتا ہوں‘‘

۸۔’’کیا یہ زمین میں نہیں پھرے کہ دیکھتے کہ ان سے پہلوں کا کیا انجام ہوا؟ وہ ملک میں ان سے تعداد اور طاقت میں بھی زیادہ تھے اور عمارت وغیرہ کے فنون میں بھی زیادہ ماہر تھے۔لیکن ان کے اعمال نے ان کو کوئی نفع نہیں دیا تھا۔اور جب ان کے پاس ان کے رسول نشانات لے کر آئے تو ان کے پاس جو تھوڑا بہت علم تھا اس پر فخر کرنے لگے اور جس عذاب کی ہنسی اُڑاتے تھے اسی نے ان کو گھیر لیا۔پھر جب انہوں نے ہمارا عذاب دیکھا تو کہہ اٹھے ہم تو اللہ کو ایک قرار دیتے ہوئے اس پر ایمان لاتے ہیں اور اس کے ساتھ جن چیزوں کو ہم شریک قرار دیا کرتے تھے ان کا ہم انکار کرتے ہیں۔پس جب انہوں نے ہمارا عذاب دیکھ لیا تو ان کے ایمان نے ان کو کوئی فائدہ نہیں پہنچایا۔یہی اللہ کی مقررہ سنّت ہے جو اس کے بندوں میں جاری چلی آتی ہے‘‘۔(سورہ المومن۔آیت ۸۲ تا آخر)

۹۔’’تم پر آگ کا ایک شعلہ گرایا جائے گا اور تانبا بھی گرایا جائے گا پس تم دونوں ہرگز غالب نہیں آسکتے اب بتاؤ کہ تم دونوں اپنے رب کی نعمتوں میں سے کس کس کا انکار کرو گے۔‘‘(سورہ رحمٰن۔آیت ۳۵)

۔۔۔۔یہاں حوالہ نمبر ایک کے بارے میں ایک وضاحت کر دوں کہ’’سورہ ہُمزہ‘‘ کی ان آیات میں حطمہ یا حطم کو میں ایٹم ہی قرار دیتا ہوں اور میرا یہ استدلال ۱۹۸۰ء سے ہے۔حطم اور ایٹم کی لسانی ہم آہنگی اپنی جگہ۔۔۔میری درج کردہ آیات کے ساتھ سورت کی اگلی آیات کو ملا کر پڑھا جائے تو ایٹمی حملہ

کے نتیجہ میں ہونے والی تباہی کے اثرات بالکل اسی طرح عیاں ہو جاتے ہیں جیسے سائنسدان اسے بیان کرتے ہیں،ایٹمی شعلوں کی تصویریں لمبے ستونوں جیسی دکھائی دیتی ہیں۔تابکاری اثرات پہلے دل کو گرفت میں لیتے ہیں اور پھر سارے جسم کو لپیٹ لیتے ہیں۔اسی منظر کو اس سورۃ میں اتنے واضح الفاظ میں بیان کر دیا گیا ہے کہ حطم کو ایٹم کہنا بالکل درست دکھائی دیتا ہے۔

۔۔۔۔حوالہ نمبر تین کے بارے میں خاص طور پر اور بعض دوسرے قرآنی حوالوں کے بارے میں عام طور پر قیامت کا تصور لیا جاتا ہے۔میرے ایک بہت ہی اچھے اور بزرگ دوست فضل من اللہ صاحب تھے۔ہمارے درمیان فکری بُعد بہت زیادہ تھا لیکن ان کی اعلیٰ ظرفی تھی کہ مجھے نہ صرف عزیز رکھتے تھے بلکہ میری ادبی حوصلہ افزائی بھی کیا کرتے تھے۔جب وہ جماعت اسلامی کے ادبی رسالہ’’سیارہ‘‘کے مدیر تھے،تب انہوں نے مجھے اس رسالہ میں بھی شائع کرنے کی ہمت کی۔میرے اس افسانہ کو انہوں نے بحیثیت افسانہ بہت پسند کیا تھا لیکن اس میں شامل بعض آیات پر اور خاص طور پر سورت زلزال کی آیات پر میرے استنباط سے اختلاف کرتے ہوئے مجھے لکھا کہ یہ تو قیامت کے بارہ میں آیات ہیں۔تب میں نے انہیں لکھا تھا کہ یہ ایک عالمگیر تباہی کی خبر ہے۔جس میں کچھ نہ کچھ لوگ زندہ بچ رہیں گے۔اسی لئے تو وہ پکار اٹھیں گے کہ یہ ایسی ہنستی بستی دھرتی کو کیا ہو گیا ہے؟ اگر یہ قیامت کے بارے میں آیات ہیں تو پھر قیامت کے دن کون سے انسان ہوں گے جو قیامت کے باوجود زندہ بچ رہیں گے اور یہی الفاظ دہرائیں گے۔میرے جواب پر انہوں نے مزید بحث نہیں کی تھی۔

۔۔۔۔حوالہ نمبر ۵ جو بائبل کی کتاب حزقی ایل سے ہے۔اس میں جوج کے نام سے واضح طور پر روس،ماسکو اور توبال کو مخاطب کیا گیا ہے۔ماجوج سے مراد پانی والا جوج ہے(پانی کو عربی میں ما کہتے ہیں)جو محفوظ سمندروں میں گھرا ہوا امریکہ ہے۔پس ایٹمی جنگ سے تباہ تو سب نے ہی ہونا ہے۔سورہ رحمٰن(حوالہ نمبر ۹)میں تو صاف لفظوں میں دونوں قوتوں کی مکمل تباہی کی خبر درج ہے۔ان وضاحتوں کے باوجود ہر دوست کو ان پیشین گوئیوں کے بارے میں اپنی اپنی رائے اور اپنے اپنے تحفظات رکھنے کا حق حاصل ہے۔

۔۔۔۔یہ ساری پیشین گوئیاں ایٹمی جنگ کے حوالے سے ہیں۔اس کے بہت زیادہ امکانات ہونے کے باوجود ضروری نہیں کہ ایٹمی جنگ ابھی ہو جائے۔مجھے بخاری شریف سے ایک بہت خوف دلانے والا حوالہ ملا ہے۔اس سے مجھے ڈر لگ رہا ہے کہ ہو سکتا ہے ابھی ایٹمی جنگ نہ ہو اور گریٹر اسرائیل کے نقشہ پر

عملدرآمد کی سازش کے نتیجہ میں ابھی ہمیں بہت زیادہ ذلت کے دن دیکھنا پڑ جائیں۔میں اس حدیث کا متن بعد میں درج کروں گا پہلے یہاں ایک اور خطرے کے امکان کی نشاندہی کردوں۔انڈیا میں جب بابری مسجد کو شہید کیا گیا تھا تب انتہا پسند ہندو حلقوں کے ایک لیڈر نے اشتعال انگیزی کے ساتھ یہاں تک کہہ دیا تھا کہ تم مسلمان جو اس مسجد کو رام مندر بنانے میں رخنہ ڈال رہے ہو ابھی تو ہم نے اپنا مکہ والا بڑا مندر بھی تم لوگوں سے لینا ہے جو تم لوگوں نے زبردستی ہم سے چھین لیا تھا۔اُن دنوں میں شدید ردِعمل کو دیکھتے ہوئے بی جے پی کی مرکزی قیادت نے ایسے بیانات سے اپنی بریت ظاہر کردی تھی لیکن اس بیان میں پوشیدہ مکروہ عزائم کو مدنظر رکھا جائے اور ہندوؤں کی انتہا پسند قیادت کے اسرائیل سے غیر معمولی طور پر بڑھتے ہوئے تعلقات کی گرمجوشی کو دیکھا جائے تو قلب اسلام پر عالمی گدھوں کے منڈلانے کا اندازہ کیا جاسکتا ہے۔کیا گریٹر اسرائیل کا خواب دیکھنے والوں نے انڈیا کے انتہا پسند ہندوؤں کی قیادت کو مکہ میں ان کا حصہ دلانے کا کوئی وعدہ تو نہیں کرلیا؟

۔۔۔خدا کرے یہ سب مفروضے ہوں لیکن حالات کی چاپ بہت سے وسوسے پیدا کر رہی ہے۔ان سارے امکانی اندیشوں کو ذہن میں رکھیں اور یہ بھی خیال رہے کہ امریکی افواج کے افسران میں کئی بلیک لوگ شامل ہیں۔اب ''تجرید بخاری'' جلد اول کی کتاب ''وجوب حج اور اس کی فضیلت کا بیان'' کی روایات نمبر ۷۶۹ اور ۷۷۲ ملاحظہ فرمائیں۔

''حضرت ابوہریرہؓ کہتے ہیں حضور انور ﷺ نے فرمادیا تھا کہ کعبہ ایک حبشی ،جس کی پنڈلیاں بہت چھوٹی ہوں گی ویران کردے گا۔''

''حضرت ابن عباسؓ بیان کرتے ہیں (ایک روز حضور انور ﷺ) نے فرمایا میں اس وقت گویا اس شخص کو دیکھ رہا ہوں جو خانہ کعبہ کو ویران کردے گا۔سیاہ رنگ ہوگا۔پاؤں کے تلوے اٹھے ہوں گے''

۔۔۔میں ان احادیث کی روشنی میں مزید کچھ کہنے سے قاصر ہوں۔ان احادیث کا علم رکھنے والے کوئی دوست حوصلہ دلانے والی اور دل رکھنے والی کوئی بات بتاسکیں تو اس سے مجھے بھی کچھ تسلی ہوجائے گی۔اللہ تعالیٰ تمام مسلمانوں کے انفرادی اور اجتماعی گناہوں کو معاف فرمائے۔اور یہ احادیث انذاری پیشین گوئیوں کی طرح پوری ہونے کے بجائے ٹل جائیں۔ہم تو دعا کے سوا کچھ بھی نہیں کرسکتے۔

اے خاصہء خاصانِ رُسلؐ وقتِ دعا ہے ۔۔۔ اُمت پہ تری آ کے عجب وقت پڑا ہے

☆☆☆

تصویر کا ایک اور رُخ: آئندہ امکانات

۔۔۔عالمی صورتحال اتنی گنجلک ہوتی چلی جارہی ہے کہ پیش آمدہ صورتحال کی روشنی میں مستقبل کی کوئی حتمی بات کرنا مشکل ہوگیا ہے۔تاہم اپنی سمجھ کے مطابق مجھے جو نقشہ دکھائی دے رہا ہے اور اس میں امکانات کے جتنے مختلف پہلو ہیں،انہیں بیان کرنے کی کوشش کرتا ہوں۔

۔۔۔پہلی جنگِ عظیم کے بعد سے قائم عالمِ عرب کا موجودہ نقشہ سلطنتِ عثمانیہ کے زوال کے نتیجہ میں امریکہ اور یورپ کا بنایا ہوا نقشہ ہے۔بعد میں چند ممالک سوویت یونین کے حلقہ میں چلے گئے لیکن بیشتر عالمِ عرب امریکہ اور مغرب کے حلقۂ اثر میں رہا۔بہت کم لوگوں کو یاد رہ گیا ہوگا کہ ارضِ حجاز کے بادشاہ شریف حسین کو ہٹا کر اور ارضِ حجاز کو سعودی عرب میں بدل کر جب سعودی حکمرانوں کو مکہ،مدینہ کا اقتدار سونپا گیا تھا تب سعودی عرب کا پہلا وزیرِ خارجہ ایک انگریز کو بنایا گیا تھا۔اس لئے یہ ذہن میں رکھنا چاہئے کہ ان سارے عرب بادشاہوں کی بادشاہتوں کے قیام واستحکام میں مغرب کا عمومی طور پر اور امریکہ اور انگلینڈ کا خصوصی طور پر بنیادی کردار رہا ہے۔موجودہ سعودی عرب کے دو اہم خطوں ارضِ نجد اور ارضِ حجاز میں اسلامی فکر کی تعبیر وتشریح میں بہت زیادہ فکری بُعد تھا۔نجد کا علاقہ امام محمد بن عبدالوہاب کے افکار کے زیرِ اثر تھا جبکہ ارضِ حجاز میں سوادِاعظم کا رجحان نمایاں تھا۔جب عرب ممالک میں نئی مملکتیں بنائی گئیں ،اور نئی اکھاڑ پچھاڑ ہوئی تب سوادِاعظم سے تعلق رکھنے والے شریف حسین کو مکہ،مدینہ سے نکال کر سعودی خاندان برسرِ اقتدار آ گیا۔اس خاندان کی بادشاہت کو سب سے پہلے امریکہ اور انگلینڈ نے تسلیم کیا۔اس ایک بڑی مثال سے یہ بتانا مقصود ہے کہ اس وقت پھر جو نئے سرے سے اکھاڑ پچھاڑ ہونے لگی ہے تو اس کی محرک بھی وہی ''بادشاہ گر'' قوتیں ہیں جو گزشتہ ایک صدی سے یہ کام کرتی آ رہی ہیں۔

۔۔۔سعودی خاندان کے برسرِ اقتدار آنے کے بعد ''شرک کا خاتمہ'' کرنے کے دعووں کے ساتھ وہاں بہت سے ایسے اقدامات کئے گئے جو سوادِاعظم اور اہلِ تشیع دونوں کی دلآزاری کا باعث تھے۔جیسے جنت

البقیع اور جنت المعلیٰ میں قبروں کے تعویز ہٹا کر انہیں بے نام ونشان کر دینے کے اقدامات۔۔۔پھر وہاں اپنے مسلک کے پرچار کے ساتھ دوسرے اسلامی مسالک کے لئے راہیں بند کر دی گئیں۔یہ ویسا ہی اقدام تھا جیسا عقیدہ کے طور پر افغانستان میں طالبان نے اختیار کیا تھا۔اور جو طالبان کی فاش غلطیوں میں سے ایک غلطی تھا۔اسی غلطی کا نتیجہ ہے کہ اب امریکہ کو شمالی اتحاد کے لوگ آسانی سے مل گئے ہیں۔یہ الگ بات کہ وہ امریکہ کے لئے مفید ثابت ہوتے ہیں یا نہیں۔۔۔اس بات کو فی الحال یہیں چھوڑتے ہوئے ذرا ان مسائل کو ایک اور زاویے سے دیکھنے کی کوشش کرتے ہیں۔

۔۔۔اگر تھوڑا سا پلٹ کر دیکھیں تو بیسویں صدی کے آغاز پر دنیا بھر میں عالمِ اسلام کے پاس صرف دو تین آزاد ریاستیں تھیں۔بیسویں کے نصف تک آتے آتے دنیا میں آزاد مسلم ممالک کی تعداد ۵۰ تک پہنچ گئی۔ذرائع وسائل کے لحاظ سے عرب ممالک تو تیل کی دولت سے اتنے مالا مال تھے کہ ساری دنیا کے مسلمانوں کی کفالت ہی نہیں کر سکتے تھے بلکہ انہیں اقتصادی طور پر خود کفیل بنا سکتے تھے۔لیکن کسی نے منظّم منصوبہ بندی کے تحت ایسا کچھ نہیں کیا۔بس خیرات کے طور پر ہر آنے والے اور مانگنے والے کو بھر دیا اور لینے والے نے بھی اپنی ذات سے آگے کچھ نہیں دیکھا۔ان کے برعکس امریکہ اور انگلینڈ کی ذہانت دیکھیں کہ انہوں نے نہ صرف ان عرب ممالک کی سیاسی سرپرستی کی بلکہ ان کے سارے تعمیراتی منصوبے بھی اپنے ہاتھ میں لے لئے ،انہیں ہر قسم کی اہم ٹیکنالوجی سے محروم رکھ کر محض اپنا صارف بنائے رکھا۔ان کی ساری دولت اپنے ملکوں کے بنکوں میں ریزرو کرتے گئے اور اب یہ حالت ہے کہ سردی سے بچنے والے بدو کے اونٹ کی طرح امریکہ اور انگلینڈ پورے عربی خیمے میں گھس گئے ہیں اور عربی بدو اب باہر پڑا ٹھٹھر رہا ہے۔

۔۔۔عالمِ اسلام کی مجموعی حالت کا اندازہ کرنے کے لئے اگر سعودی عرب اور پاکستان کی حکومتوں (عرب وعجم) کو مثالی نمونے مان لیا جائے تو اس سے صورتحال کافی حد تک واضح ہو سکتی ہے۔ان دونوں ملکوں کے معاملات میں زیادہ گہرائی میں جانے کی ضرورت نہیں صرف سامنے کے دو محکموں کی کارکردگی سے ہی بہت کچھ سمجھ میں آجاتا ہے۔دونوں ملکوں کا ٹریفک کا نظام اور دونوں ملکوں کی پولیس کا نظام۔۔دونوں نظام مل کر نظامِ حکومت کی بہترین عکاسی کرتے ہیں۔دونوں ملکوں کی ٹریفک کا نظام افراتفری اور نفسانفسی کا مظہر ہے جبکہ پولیس کے دو کام ہیں ایک حکمرانوں کے ذاتی اقتدار کا مکمل تحفظ اور دوسرا اپنے ہی عوام کی تذلیل۔۔۔قانون کی حکمرانی کے لمبے چوڑے دعوے تو موجود ہیں لیکن عملاً ایسا

کچھ بھی نہیں ہے۔

۔۔۔ان کے برعکس امریکہ اور دوسرے مغربی ممالک میں بھی پولیس اور ٹریفک کے دو محکموں کی کارکردگی سے ہی ان سارے ممالک کی مجموعی حالت کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔قانون کی خلاف ورزی کوئی بڑے سے بڑا اعلیٰ عہدیدار کرے اسے اسی طرح قانونی کاروائی کا سامنا کرنا پڑتا ہے جیسے کسی بھی عام شہری کو کرنا پڑتا ہے۔ان ملکوں کی پولیس کے پاس بے پناہ اختیارات ہیں لیکن ان کی پولیس کا عمومی رویہ قانون کے مطابق اپنے فرائض ادا کرنا ہی ہے۔اسی لئے کسی بھی عام شہری کو کسی پولیس مین یا ان کے اعلیٰ افسر سے بات کرتے ہوئے کبھی کوئی پریشانی نہیں ہوتی۔

۔۔۔امریکہ نے تیسری دنیا یا اسلامی دنیا کے ساتھ جو کچھ بھی کیا ہے، وہ سب اپنی جگہ لیکن خود اپنے شہریوں کے ساتھ اس کا رویہ ان کی عزت نفس کا احترام کرنے کا ہی نہیں بلکہ ان کی عزت نفس کی حفاظت کرنے کا بھی ہے۔اس ایک بنیادی فرق سے ہی اسلامی ملکوں کے حکمرانوں اور اور مغربی دنیا کے حکمرانوں کے فرق کو سمجھا جا سکتا ہے۔

۔۔۔اب صورتحال یوں دکھائی دیتی ہے کہ امریکہ مشرقِ وسطیٰ کے نقشے کو تبدیل کرنے پر تلا ہوا ہے۔اس نقشے کی تبدیلی میں اگرچہ ایک بڑا ٹارگٹ تو مکہ، مدینہ جیسے مقدس ترین مقامات پر قبضہ کرنا ہی ہے لیکن امریکہ کو بخوبی علم ہے کہ ابھی اس کے لئے ایسا کرنا مشکل ،بہت ہی مشکل ہے۔افغانستان اور عراق کی مزاحمتی قوتوں نے امریکہ کو زک پہنچانے کا جو سلسلہ شروع کیا ہے اس سے بھی امریکی توجہ اصل اہداف سے دور رہے گی۔تاہم اگر اس مزاحمت کو کمزور کر دیا گیا تو پھر امریکہ اپنے پروگرام کی طرف بڑھنا شروع کر سکتا ہے۔سعودی حکمران چونکہ امام محمد بن عبدالوہاب کی فکر کے ترجمان ہیں، اس لئے ان کا پتہ کاٹنے کے لئے امریکہ اب لازماً وہاں سوادِ اعظم سے تعلق رکھنے والوں کو آگے لانے کی کوشش کرے گا۔ لیکن سوادِ اعظم میں بھی دو بڑے طبقے ہیں۔یوں تو بہت سارے فرقے خود کو حنفی العقیدہ کہتے ہیں اور ان کا کسی نہ کسی رنگ میں امام ابو حنیفہ کے مسلک سے تعلق بھی بنتا ہے تاہم دو بڑے طبقے بریلوی اور دیوبندی مانے جا سکتے ہیں۔ان میں سے دیوبندی مسلک کے لوگ حنفی ہوتے ہوئے بدرسومات سے بیزاری کے رویے کے باعث وہابی مسلک سے کافی قریب ہو جاتے ہیں۔مذہبی طور پر جماعت اسلامی اور اسی انداز کی دوسری اسلامی جماعتیں بھی وہابی مسلک سے فکری طور پر نسبتاً قریب ہیں۔ان سارے گروپوں کے گزشتہ تیس چالیس برسوں سے سعودی حکومتوں سے نیازمندانہ مراسم ہیں اور سعودی حکومت کے لئے یہ

لوگ ایک حد تک قابلِ قبول رہے ہیں۔اہلِ تشیع کا معاملہ ایک تیسرے فریق کے طور پر سامنے آتا ہے جو سعودی عرب کے مشرقی منطقہ میں آج بھی عددی اکثریت کے حامل ہیں۔دمام،الخرج،خطیف اور نجران کے علاقے شیعہ آبادی پر مشتمل ہیں۔عراق اور شام میں بھی ان کی بڑی تعداد موجود ہے۔

۔۔۔اب امریکہ کا ہاتھ پڑتا ہے تو اس کی کوشش یہ رہے گی کہ سوادِ اعظم میں جو طبقے وہابی مسلک سے نسبتاً قریب ہیں انہیں درمیان میں لا کر اپنی مرضی کے ناگوار فیصلے منظور کرائے جائیں۔اس میں تیل کے پسندیدہ ذخائر تک رسائی سب سے بڑا مقصد رہے گا۔اسی لئے اب امریکہ ایک طرف پاکستان میں ''ایم ایم اے'' میں طالبان کے دوست اور سابق سرپرست گروپوں سے لے کر طالبان کے بعض اہم رہنماؤں تک سے اندر خانے بات کر رہا ہے اور اس کے لئے وقتاً فوقتاً مختلف دباؤ بھی ڈالتا رہتا ہے تاکہ بات چیت نتیجہ خیز ہو سکے۔تو دوسری طرف ایسا کچھ نہ ہونے کی صورت میں سعودی عرب کا نقشہ تبدیل کرنے کی منصوبہ بندی ہو رہی ہے۔عرب دنیا کا نقشہ بدلنے کا عمومی تہیہ کر لیا گیا ہے جس میں عراق کے حصے بخرے کرنے کے ساتھ بعض خلیجی ریاستوں کی توڑ پھوڑ بھی شامل ہے۔تاہم ان میں سب سے زیادہ تکلیف دہ اور خطرناک اقدام اس سرزمین کی توڑ پھوڑ ہوگا جو مکہ،مدینہ جیسے مقدس ترین مقامات کی سر زمین سعودی عرب ہے۔کیونکہ مکہ،مدینہ کے بارے میں اسرائیلی عزائم اب کسی سے ڈھکے چھپے نہیں رہے۔

امریکہ نے تھوڑا سا بتا کر اور تھوڑا سا چھپا کر اپنے ان عزائم کو ظاہر کر دیا ہے۔بلکہ ''چھپانے اور بتانے'' کے ایسے عمل کے دوران سعودی عرب کے تین چار حصوں میں ایسی تقسیم کی بات کی جا چکی ہے۔ایک حصہ مکہ اور مدینہ کے لگ بھگ پانچ سو کلومیٹر رقبہ پر مشتمل کر کے سوادِ اعظم کے سپرد کر دیا جائے،ایک حصہ جو شیعہ اکثریتی علاقہ ہے وہاں شیعہ عوام کو'آزادی' دلا دی جائے۔جبکہ نجد کا پرانا علاقہ یا تو موجودہ سعودی خاندان کے بعض شہزادوں کو دے دیا جائے یا وہاں بھی اپنی مرضی کے لوگ لائے جائیں۔اس تقسیم میں ابھی مزید ردوبدل ہو سکتا ہے۔اس سارے کھیل میں سب سے حساس معاملہ مکہ،مدینہ کے مقدس مقامات کی عزت اور سلامتی کا ہے۔ان کو چھیڑنے سے پوری دنیا میں ہنگامہ برپا ہو سکتا ہے۔لیکن اگر سوادِ اعظم کے ''وہابی مخالف'' طبقات کو یہاں آگے لایا گیا تو اس طرح ممکن ہے کہ عالمی سطح پر مسلمان کوئی بڑا احتجاج نہ کر پائیں۔کیونکہ ایسی صورت میں پہلے منظم طور پر سعودی حکمرانوں کی ''شرک'' کے خلاف ان کارروائیوں کو مشتہر کیا جائے گا جو گزشتہ پون صدی سے وہاں جاری و ساری ہیں(اور جن میں سے بعض بلاشبہ بہت

تکلیف دہ بھی ہیں)ایسی صورت میں سعودی خاندان کو ہٹانے کا امریکی کھیل عراق کے مقابلہ میں زیادہ کامیاب ہو سکتا ہے۔یہ جو اب مکہ،ریاض،جدہ اور دوسری سعودی شہروں میں بم دھماکوں کی کارروائیاں شروع ہوئی ہیں،انہیں لاکھ القاعدہ یا دہشت گردوں کے کسی گروہ سے جوڑا جائے،بے شک اس میں مقامی لوگ ہی شامل ہوں لیکن ان کے پسِ پشت لازمی طور پر امریکہ موجود ہے۔وہی یہ کارروائیاں کروا رہا ہے۔یہ سعودی عرب کے نقشہ میں تبدیلیوں کے لئے کی جانے والی سازشوں کی ابتدائی کارروائی ہے۔۔۔مستقبل قریب میں مزید اور مختلف قسم کے اقدامات سامنے آ سکتے ہیں۔منصوبہ بندی میں بعض تبدیلیاں بھی کی جا سکتی ہیں۔

۔۔۔گزشتہ نصف صدی سائنسی ایجادات و انکشافات کا حیرت انگیز دورانیہ تھا۔معلوم انسانی تاریخ میں اتنی برق رفتار اور حیران کن ترقیات ہوئیں۔اسی عرصہ میں ۵۰ سے زائد مسلمان ملک آزاد ہو چکے تھے۔لیکن ہمارے حکمرانوں نے گزشتہ نصف صدی سے اپنی قوم اور اپنے ملک کی ترقی کے لئے عمومی طور پر بھی کچھ نہیں کیا چہ جائیکہ جدید علوم کے حوالے سے کوئی اہم پیش رفت کی ہوتی۔مسلم ممالک میں کوئی ٹھوس اور موثر ربط باہم نہیں رہا۔تمام مسلم ممالک میں کوئی اتحاد اور دوستی تو کیا ہو پاتی،الٹا انتشار وافتراق کے کئی مناظر دیکھنے میں آتے رہے۔اور اب شاید ان سارے نصف صدی کے گناہوں کی قیمت ادا کرنے کا وقت قریب آ گیا ہے۔امریکہ یا اسرائیل وہی کچھ کر رہے ہیں جو ان کی کتابوں میں ان کے لئے خوشخبریاں درج ہیں اور وہی کچھ کر رہے ہیں جو ان کے قومی مفاد کے مطابق ہے۔۵۰ سے زائد اسلامی ممالک کے حکمرانوں نے تو نصف صدی سے زائد عرصہ تک اپنے ذاتی مفاد کے علاوہ کچھ سوچا ہی نہیں۔انہوں نے تو یہی دیکھنے کی ضرورت محسوس نہیں کی اگر یہودیوں کی کتابوں میں لکھی باتیں ان کے لئے آج پوری ہو رہی ہیں تو ہم اتنا ہی دیکھ لیتے ہیں کہ ہمارے لئے ہماری کتابوں میں کوئی خاص انتباہ تو درج نہیں ہیں،تاکہ ان کی روشنی میں اپنی اصلاح کر لیں۔قرآن مجید سے لے کر احادیث مبارکہ تک اور بعد کی بعض کتب میں بھی ایسے انتباہ اور انذار درج تھے لیکن سب نے ان سے اغماض برتا اور اب تو شاید یومِ حساب قریب آ گیا ہے۔امریکی صدر بُش اگلا الیکشن ہار جائیں تب بھی امریکی پالیسی میں بنیادی تبدیلی کے امکانات بہت کم ہیں۔اس لئے صدر بُش کی شکست کی امید پر خوش ہونے سے زیادہ اپنے آنے والے دنوں کی فکر کرنا زیادہ بہتر ہے۔

۔۔۔عرب ممالک اور دیگر اسلامی ممالک پر ابھی بہت کڑے وقت آنے والے ہیں۔اگرچہ اب کافی

تاخیر ہو چکی ہے تاہم اپنی اجتماعی غلطیوں اور گناہوں کا احساس کر کے ان کی معافی خدا سے تو مانگی جا سکتی ہے۔

مجھ کو معلوم ہیں۔ پیرانِ حرم کے انداز
ہو نہ اخلاص تو دعویٰ نظر لاف و گزاف

اور ۔یہ۔ اہلِ کلیسا کا۔۔ نظامِ ۔۔تعلیم
ایک سازش ہے فقط دین و مروت کے خلاف

اس کی ۔تقدیر۔ میں محکومی و محرومی ہے
قوم جو کر نہ سکی اپنی۔خودی سے۔انصاف

فطرت۔افراد۔سے اغماض بھی کر لیتی ہے
کبھی کرتی نہیں ملت کے گناہوں کو معاف

(علامہ اقبال)

☆☆☆

وطنِ عزیز کے حالِ زار پر ایک غزل

کتنے تفکرات لیے آرہی ہے عید
مہنگائی جیسے لُوٹ گئی قوتِ خرید

یا خود کشی کی خبریں ہیں یا خود کشوں کا کھیل
صاحب! کہاں کی رونقیں اور کیسا شوقِ دید

اک دوسرے کا قتل ہے شوق جہاد میں
اِس کے بھی سب شہید ہیں،اُس کے بھی سب شہید

افسوس ہم میں اک بھی حسینی نہیں رہا
اور دندنا رہا ہے یہاں لشکرِ یزید

خوش فہمیوں سے اب بھی نہ نکلیں تو کیا کہیں
جن کو بشارتوں کا نتیجہ ملا وعید

اپنے کیے دھرے کی سزا میں ہیں مبتلا
اب بھی اگر نہ سمجھے تو بھگتیں گے پھر مزید

وہ پاک باز ہم پہ مسلط کیے گئے
حیدرؔ دیارِ پاک کی مٹی ہوئی پلید

☆☆☆

اہم خبروں پر دلچسپ اور تیکھے تبصروں کا سلسلہ

خبر نامہ

(نہلے پہ نہلا)

حیدر قریشی

انٹرنیٹ ایڈیشن

KHABAR NAMA

(Khabron per Tabsare ke Kalmon ka Majmua)

by

Haider Qureshi

Year of Ist Edition: 2006

ISBN 81-8223-161-2

Price Rs.150/-

نام کتاب	خبر نامہ (خبروں پر تبصرے کے کالموں کا مجموعہ)
کالم نگار	حیدر قریشی
پتہ	Rossertstr.6, Okriftel, 65795 Hattersheim, Germany Ph.No. (0094) 6190-930078 E-mail:hqg786@arcor.de
سرِورق	مصطفیٰ کمال پاشا
سنِ اشاعت اوّل	۲۰۰۶ء
قیمت	ایک سو پچاس روپئے
مطبع	عفیف آفسیٹ پرنٹرس، دہلی

انٹرنیٹ ایڈیشن

جنوری ۲۰۱۴

Published by

EDUCATIONAL PUBLISHING HOUSE

3108,Vakil Street, Kucha Pandit, Lal Kuan, Delhi-6(India)

Ph : 23216162, 23214465, Fax : 091-011-23211540

E-mail: ephdelhi@yahoo.com

انتساب

اپنے دو بہت ہی پیارے اور عزیز دوستوں

امین خیال جی

اور

پروفیسر اکبر حمیدی

کے نام

☆☆

جس کے بھی دوست ہوئے باعثِ تکریم ہوئے
ہم کھرے سکّے ہیں، جیبوں میں کھنکتے جاویں
(اکبر حمیدی)

☆☆

سچ زیر نہیں ہوتا
دیر تو ہوتی ہے
اندھیر نہیں ہوتا

(امین خیال)

☆☆

فہرست

خبرنامہ

میں ایک معمولی سا شاعر اور ادیب ہوں، معروف معنوں میں صحافی ہر گز نہیں ہوں۔ پھر یہ خبریں اور خبروں پہ تبصروں کا سلسلہ کیا ہے؟۔۔۔دراصل ہوا یہ تھا کہ امریکہ میں نائن الیون کے سانحہ کے بعد امریکہ نے دنیا میں غارت گری کا جو سلسلہ شروع کیا اس کے نتیجہ میں باقی دنیا اور بالخصوص تیسری دنیا کے عوام کی طرح میں بھی دکھ اور بے بسی کی کیفیت میں مبتلا تھا۔ اسی کیفیت میں، میں نے شعر و ادب کے ذریعے امریکہ کو للکارنے کی بجائے صحافتی سطح پر اپنے جذبات کا اظہار کرنا مناسب سمجھا۔ چنانچہ میں نے ''منظر اور پس منظر'' کے مستقل عنوان سے کالم لکھنے کا سلسلہ شروع کیا۔ ۲۳/مارچ ۲۰۰۲ء سے لے کر ۱۸/نومبر ۲۰۰۳ء تک میں نے ۲۵ کالم لکھے جو انٹرنیٹ پر www.urdustan.com پر ساتھ کے ساتھ چھپ جاتے تھے اور بعد ازاں سرور ادبی اکادمی جرمنی اور اردوستان ڈاٹ کام، امریکہ کے زیر اہتمام کتابی صورت میں بھی چھپ گئے۔ میرے جذبات کے اظہار کے ساتھ اندر کا دباؤ بھی کسی حد تک کم ہو گیا۔ اس دوران جو چند دوست میرے کالموں میں زیادہ دلچسپی لیتے رہے، مجھے براہ راست اپنے تاثرات سے آگاہ کرتے رہے اور مجھے لکھتے رہنے کا حوصلہ دیتے رہے۔

یہاں یہ وضاحت کر دوں کہ میرے چوبیس کالم ۳/اپریل ۲۰۰۳ء تک چھپ چکے تھے۔ اور ۲۵ واں کالم ۱۸/نومبر ۲۰۰۳ء کو شائع ہوا۔ سو ۳/اپریل کے بعد جب میں اپنے اصل کالم لکھنا ایک حد تک چھوڑ بیٹھا تب بعض دوستوں کی طرف سے اصرار ہوا کہ میں حالاتِ حاضرہ پر کچھ نہ کچھ لکھتا رہوں۔ ایسی میڈیائی فضا میں جہاں ٹی وی چینلز کے ذریعے پل پل کی خبریں اور خبروں پر ہر طرح کے تجزیے ہر آن دنیا کے سامنے ہیں وہاں میں کیا اور میرے تجزیے کیا۔ مجھے اپنی اور اپنی صحافیانہ تحریروں کی حیثیت کا بخوبی احساس تھا۔ اس لیے میں نے مزید کچھ نہ لکھنے کا ہی ارادہ کیا۔ تب میرے ساتھ زیادہ گپ شپ کرنے والے دوستوں نے مجھے کہا کہ میں روزانہ جو خبریں پڑھتا ہوں ان پر ہلکے پھلکے تبصرے کر دیا کروں۔ چنانچہ میں نے اس

مشورے کو ٹیسٹ کے طور پر آزمانا چاہا تو قارئین نے اسے ''منظر اور پس منظر'' سے زیادہ پسند کیا۔ اگرچہ صحافیانہ سطح پر میں اپنے ''منظر اور پس منظر'' کے ۲۵ کالموں والے کام کو کئی جہات سے زیادہ بہتر اور اہم سمجھتا ہوں تاہم مجھے لگا کہ خبروں پر ہلکے پھلکے تبصروں کا یہ سلسلہ بھی کچھ برا نہیں ہے۔ یہ کالم اردوستان ڈاٹ کام پر ساتھ کے ساتھ لگتے گئے۔ یوں ۲۱ اپریل ۲۰۰۳ء سے لے کر ۲۵ دسمبر ۲۰۰۳ء تک میرے زیر مطالعہ آنے والی خبروں کا انتخاب اور ان پر میرے تبصرے اب کتابی صورت میں قارئین کے ہاتھ میں ہیں۔ اس قسم کے تبصرے کئی لوگوں نے کیے ہیں۔ جنگ کراچی میں ابراہیم جلیس کا ''وغیرہ وغیرہ''، امروز لاہور میں احمد ندیم قاسمی کا ''حرف و حکایت''اور خوشتر گرامی کے ماہنامہ بیسویں صدی کے 'تیر و نشتر' سے لے کر روزنامہ نوائے وقت کے ''سرِ راہے'' تک، کئی ایسے تبصرہ نما سلسلے اپنے اپنے ادوار میں مقبول رہے ہیں ''سرِ راہے'' کا ماضی قریب کا وہ عارضی دور جب اسے ڈاکٹر انور سدید لکھا کرتے تھے، اپنے اندر ادبی رنگ بھی لیے ہوئے تھا۔ اسی انداز سے ملتا جلتا بھی اور کسی حد تک مختلف و منفرد بھی، ایک سلسلہ معروف شاعر ظفر اقبال نے شروع کیا تھا۔ ''سُرخیاں ان کی، متن ہمارے''۔ یہ سب دلچسپ صحافتی سلسلے تھے۔ میرے ان تبصروں کو میرے ان سارے بزرگوں اور پیشرو شاعر و ادیب کالم نگاروں اور ان کے کالموں کے تناظر میں ہی دیکھا جائے۔

کتاب ترتیب دیتے وقت میں نے ہر کالم کے شروع میں اس کے آن لائن ہونے کی تاریخ دے دی ہے۔ ہر کالم کی تاریخ اشاعت سے ہفتہ عشرہ پہلے کی خبریں ہی میرا موضوع رہی ہیں۔ اس لحاظ سے یہ ساری خبریں ایک خاص وقت کے اندر کی باتیں اور ان پر میرا ردِ عمل ہیں۔ لیکن میں دو سال کے بعد جب آج خود انہیں کتابی ترتیب دینے لگا ہوں تو مجھے لگا ہے کہ زمانی قید کے باوجود کئی خبریں ابھی تک تازگی کا احساس دلاتی ہیں اور ہمارے عالمی، علاقائی، مقامی، سیاسی، مذہبی اور دیگر معاشرتی رویوں کے دلچسپ یا المناک پہلوؤں کو سامنے لاتی ہیں۔

میں نے جن دنوں میں تبصروں کا یہ سلسلہ شروع کیا تھا تب اِن اخبارات کے انٹرنیٹ ایڈیشن باقاعدگی سے میرے زیر مطالعہ رہتے تھے۔ میں نے ان اخبارات سے بھرپور استفادہ کیا: پاکستان سے: روزنامہ جنگ، روزنامہ نوائے وقت، روزنامہ خبریں۔ انڈیا سے: روزنامہ منصف، روزنامہ سیاست، روزنامہ انقلاب۔۔۔ان کے علاوہ کئی اہم اور غیر اہم ویب سائٹس سے بھی اور دستیاب ٹی وی چینلز سے بھی استفادہ کرتا رہتا تھا۔

میں اِن دنوں میں اپنے کئی ادھورے ادبی کام مکمل کرنا چاہ رہا ہوں۔اسی دوران ’’خبر نامہ‘‘ کی الگ الگ اِن پیج فائلز سامنے آگئیں۔اسے کتابی صورت دینا بھی میرے ذہن میں تھا لیکن اتنی جلد یہ کام ہو جائے گا،اس کا اندازہ نہ تھا۔میں نے انڈیا میں ’’ترنم ریاض صاحبہ‘‘ سے اس کتاب کے بارے میں بات کی تو انہوں نے ایجوکیشنل پبلشنگ ہاؤس،دہلی کے ’’مصطفیٰ کمال پاشا صاحب‘‘ سے رابطہ کرا دیا۔پھر اتنی جلدی اس کتاب کی اشاعت کا معاملہ طے پا گیا کہ میں خود ابھی تک حیران ہوں لیکن خوشی ہے کہ اب اطمینان سے اپنے دوسرے بکھرے ہوئے یا ادھورے ادبی کاموں کی طرف توجہ کر سکوں گا۔۔۔۔۔یہاں ان دوستوں کا شکریہ ادا کرنا ضروری ہے امریکہ کے کاشف ہدیٰ،جرمنی کے ایس بی شاہ،ہالینڈ کے ناصر نظامی،پاکستان کے پروفیسر نذر خلیق،ارشد خالد اور سعید شباب،انڈیا کی ترنم ریاض اور انڈیا ہی کے نصرت ظہیر اور مصطفیٰ پاشا۔خبر نامہ لکھے جانے کے دوران سے یہ کتاب چھپنے تک کسی نہ کسی مرحلہ میں ان کے مشورے،حوصلہ افزائی،فراہم کردہ حوالے یا تعاون کی کوئی نہ کوئی قابلِ ذکر صورت میرے شاملِ حال رہی۔سوان سب کا شکریہ۔اور اب بالکل آخری مرحلہ میں اپنے چھوٹے بیٹے طارق محمود کا بھی شکریہ کہ اس کتاب کا ذکر سن کر بغیر میرے کہے از خود اپنی طرف سے ۱۰۰ کتابوں کی قیمت ڈاک خرچ سمیت ادا کر دی ہے۔باپ بیٹے کے مابین ایسے شکریے کی ضرورت تو نہیں ہوتی لیکن پھر بھی شکریہ طارق!۔۔اور اب یہ خبر نامہ بھگتیے۔

حیدر قریشی ۲۵؍نومبر۲۰۰۵(جرمنی سے)

☆☆

۱۸؍صفر۱۴۲۴ھ ۲۱؍اپریل۲۰۰۳ء

☆☆ **عراق میں امریکی اور برطانوی افواج کے خلاف زبردست عوامی مظاہرے۔**

(ایک اخباری خبر)

☆☆ لگتا ہے عراقی عوام کو غلط فہمی ہو گئی ہے کہ امریکہ اور برطانیہ کی افواج عراقی عوام کو صدام سے آزادی دلانے نہیں بلکہ اپنا غلام بنانے گئی ہیں۔۔اگر عوامی ردِعمل اسی طرح بڑھتا رہا تو بےچارے امریکی ،عراقی عوام کو مزید آزادی کیسے دلائیں گے۔

☆☆ **عراق کے بعد پاکستان کی باری آنے کی بات کرنیوالے یہودیوں کے ایجنٹ ہیں۔**

(شیخ رشید۔وزیر اطلاعات پاکستان)

☆☆ حضور گستاخی معاف! تھوڑا عرصہ پہلے خود جنرل پرویز مشرف بھی کہہ چکے ہیں کہ ہماری کوشش ہے کہ کسی بھی ملک کے بعد پاکستان کی باری نہ آئے۔اپنے فرمان کی رُو سے پھر(نعوذ باللہ) جنرل صا حب کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے؟

☆☆ **بھارت نے مسئلہ کشمیر حل کرنے کا عزم کر رکھا ہے۔کوئی مسئلہ ایسا نہیں،جو پُر امن طریقے سے حل نہ کیا جا سکے۔** **(سرینگر میں بھارتی وزیرِاعظم واجپائی کی تقریر)**

☆☆ اگر یہ واجپائی جی کا محض سیاسی بیان نہیں ہے تو پھر شاید یہ حکومت پاکستان کی طرف سے مذاکرات کی بار بار کی اپیلوں کو کوئی اثر ہوا ہے۔بقول شاعر؎

لائے اس بُت کو التجا کرکے
کفر ٹوٹا خدا خدا کرکے

خدا کرے کہ اب بیانات کی سطح سے بڑھ کر عملی اقدامات بھی شروع کئے جا سکیں۔صرف عزم کر رکھنے سے بات نہیں بنے گی۔عزم سے بڑھ کر عمل کرنا بھی ضروری ہے۔

☆☆ **صوبہ سرحد میں اپنا ٹی وی چینل کھولنے کی کوشش کریں گے۔**

(ایم ایم اے کے صوبائی وزیرِ اطلاعات کا بیان)

☆☆ یہ بہت نیک ارادہ ہے۔اسے جلد سے جلد قابلِ عمل بنانا چاہئے۔اس طرح اہلِ وطن کو معلوم ہو سکے گا کہ علماء کی حکومت کے زیرِ انتظام ''اسلامی چینل'' کیسا ہوتا ہے۔امید ہے صوبائی وزیرِ اطلاعات کے اہلِ خانہ اور وہ خود بھی اپنا چینل دیکھا کریں گے۔

☆☆ **امریکہ کے بعد اب کینیڈا سے ہزاروں غیر قانونی تارکین وطن کو ڈی پورٹ کرنے کا پروگرام۔۔۔مذکورہ تارکین وطن میں اکثریت پاکستانیوں کی ہے۔ (ایک خبر)**

☆☆ امریکہ میں بھی جن تارکین وطن کے خلاف کاروائی کی گئی تھی وہ غیر قانونی طور پر وہاں مقیم تھے۔غیر قانونی قیام کو کوئی ملک دانستہ نظر انداز کرتا ہے تو اس کی طرف سے اسے بونس سمجھنا چاہئے ،اپنا حق نہیں سمجھنا چاہئے۔9/11 کے بعد امریکی رویہ میں تبدیلی اس کے اپنے تحفظات کے مطابق ہے۔کینیڈا کی بھی اپنی پالیسی ہے۔عرب ممالک کا رویہ ایسے معاملات میں امریکہ اور کینیڈا سے کہیں سخت ہے۔

☆☆ **وقت اور حالات کا تقاضہ ہے کہ مسلم امہ متحد ہو جائے۔(اسلامک انٹرنیٹ یونیورسٹی کے زیرِ اہتمام نیویارک میں ایک بہت بڑے مظاہرے کے دوران مقررین کی تقاریر)**

☆☆ از روئے قرآن بے شک مسلمانوں کے تمام دکھوں کا مداوا ان کے اتحاد میں ہے۔لیکن اس وقت اسلامی دنیا جس نفسانفسی،انتشار اور افتراق کا شکار ہے اس کے پیشِ نظر مسلمانوں کا کسی سطح کا باہمی اتحاد ہونا ناممکن ہے۔جو کچھ مسلمانوں کے ساتھ ہو رہا ہے،شاید ان کے انفرادی اور اجتماعی سارے گناہوں کی سزا ہے۔

☆☆ **امریکہ گزشتہ بارہ برسوں سے مسلمانوں کو ظلم اور جبر سے آزاد کرانے کی جدوجہد کر رہا ہے۔**

(کولن پاول)

☆☆ ہم پہ احساں جو نہ کرتے تو یہ احساں ہوتا۔

☆☆ **امریکہ عراق میں چار فوجی اڈے قائم کرے گا (امریکی اہلکار)**

☆☆ ظاہر ہے اڈے قائم کئے بغیر عراقی مسلمانوں کو جبر اور ظلم سے پوری طرح آزاد کیسے کرایا جائے گا۔

☆☆ **عراق میں پولیس نظام سے متعلق کنٹریکٹ بھی ورجینیا سے تعلق رکھنے والی ایک امریکن کمپنی کو دے دیا گیا۔ (امریکی وزارت خارجہ)**

☆☆ اس سے صاف ظاہر ہو جاتا ہے کہ امریکہ مسلمانوں کو ظلم اور جبر سے آزاد کرانے کے لئے کتنے بوجھ اٹھائے جا رہا ہے۔کتنی ذمہ داریاں خود ہی اپنے سر پر لئے جا رہا ہے۔

☆☆ **امریکہ کے پاس ایران پر حملے کو کوئی جواز نہیں (ایرانی وزیر خارجہ کمال خرازی)**

☆☆ جواز تو امریکہ کے پاس عراق پر حملے کا بھی کوئی نہیں تھا۔اگر دنیا سے اخلاقیات اور مسلمہ بین الاقوامی اصولوں کا جنازہ نہ نکل گیا تو امریکہ کبھی بھی اپنے اس جرم کا کوئی اخلاقی اور اصولی جواز نہیں بتا سکے گا جو اس نے عراق پر حملہ کی صورت میں کیا ہے۔

☆☆ **امریکہ اور برطانیہ نے عراق کو تباہ کیا، وہی اس کی بحالی کا کام بھی کریں۔**

(ملائیشیا کے وزیر اعظم مہاتیر محمد)

☆☆ جناب بات آپ کی درست ہے۔امریکہ اور برطانیہ سے کہا جا سکتا ہے کہ ؎

تمہیں نے درد دیا ہے ، تمہیں دوا دینا

ویسے امریکہ خود بھی تو یہی چاہتا ہے کہ بحالی عراق کے سارے ٹھیکے امریکن فرموں کو دیئے جائیں۔

☆☆ **عنقریب پیپلز پارٹی کے پانچ اورارکان اسمبلی پی پی پی پیٹریاٹ میں شامل ہو جائیں گے۔**
(پی پی پی پیٹریاٹ کے صدراور پاکستانی وزیردفاع راؤسکندراقبال کا بیان)

☆☆ اگر پاکستان کے اپنے محدود دائرے میں ''ضمیر فروشی'' اور'' پارٹی سے غداری'' کو پیٹریاٹ (حب الوطنی) کا خطاب دیا جاسکتا ہے تو پھر امریکہ دنیا کے بعض اسلامی ممالک کو جس طرح ظلم سے آزادی دلانے کے نیک کام پر نکلا ہوا ہے، وہ بھی بالکل حق بجانب ہے۔ جب الفاظ کے معانی ہی الٹ کر کے بدل لئے گئے ہیں تو پھر جو ناجائز کہئے، وہ سب جائز ہے۔

☆☆

۲۵ رصفر ۱۴۲۴ھ۔ ۲۸ راپریل ۲۰۰۳ء

☆☆ **امریکی سول ایڈمنسٹریٹر جنرل جے گارنر بحالی کے نوے روزہ مشن پر بغداد پہنچ گئے۔**
(۲۲اپریل کی ایک خبر)

☆☆ یادش بخیر۔۔۔ہمارے ایک مارشل لا ایڈمنسٹریٹر جنرل محمد ضیاء الحق بھی نوے روزہ بحالیٔ جمہوریت کے مشن پر پاکستان کے اقتدار پر قابض ہوئے تھے اوران کی ہلاکت سے پہلے قوم کوان سے نجات نہیں مل سکی تھی۔ اللہ عراق کے حال پر رحم کرے۔ یہ نوے کا ہندسہ کچھ منحوس سا لگنے لگا ہے۔

☆☆ **اسلامی بنیاد پرستی کے خلاف جدوجہد کرنے کیلئے بال ٹھاکرے کی اپیل (اخباری خبر)**

☆☆ یہ تو ایسے ہے جیسے کالی بھینس اعلان کردے کہ وہ دوسری بھینسوں کے ساتھ مل کر کالی دُم والی گائے کی کالک مٹانے کے لئے جدوجہد کرے گی۔

☆☆ **عراق میں مہلک ہتھیاروں کی تلاش کا بیشتر کام اتحادی افواج کریں گی۔**
(اقوام متحدہ میں امریکی سفیر جان نیگروپونٹے کا بیان)

☆☆ جناب آپ لوگ دراصل جو کچھ کرنا چاہتے ہیں اس کے لئے اپنی جان ہلکان نہ کریں۔ پاکستان یا انڈیا کی پولیس کو بتادیں کہ عراق سے کون کون سے مہلک ہتھیار برآمد کرنے ہیں۔ اور پھر دیکھیں ہماری

پاکستانی یا ہندوستانی پولیس کی اعلیٰ کارکردگی۔۔۔۲۴ گھنٹے کے اندراندر آپ کی مطلوبہ فہرست کے مطابق ہر قسم کے مہلک ہتھیاروں کی برآمدگی کرکے دکھادی جائے گی۔ آپ کو خود کوئی ڈرامہ کرنے کی ضرورت نہیں رہے گی۔

☆☆ **اپوزیشن کا رویہ غیر جمہوری ہے، ضد مارشل لا کی طرف لے جائے گی۔**
(مسلم لیگ ق کی خواتین ارکان اسمبلی)

☆☆ دراصل ایم ایم اے والے کوہ قاف کی پریوں کے بجائے جنت کی حوروں پر زیادہ یقین رکھتے ہیں۔ اس لئے وہ تو مسلم لیگ ق کی خواتین اراکین اسمبلی کی بات پر دھیان نہیں گے۔ ہم قاف کی پریوں سے لے کر جنت کی حوروں تک سب پر یقین رکھتے ہیں۔ پھر جنرل پرویز مشرف سے بھی ہمیں انسیت ہے اس لئے انہیں دوجذبوں کے تحت ہم بھی ان خواتین ارکان کی حمایت کرتے ہیں۔

☆☆ **غیر مہذب پارلیمنٹ سے خطاب کرنا نہیں چاہتا۔ ایل ایف او آئین کا حصہ ہے۔ نہ تبدیل ہوگا اور نہ ختم ہوگا۔ (جنرل پرویز مشرف)**

☆☆ جنرل صاحب۔ یقین کیجئے میں آپ کا ایک مداح ہوں اور یہ باتیں اب آپ کے مداح کرنے لگ گئے ہیں۔ آپ تو گڈ گورنینس کے دعوے کے ساتھ آئے تھے۔ کرپشن کے خلاف آپ کی کاروائی کے نتیجہ میں چوہدری شجاعت جیسے سارے صاف ستھرے اور مہذب سیاستدان اسمبلی میں پہنچ گئے۔ اب آپ ایسی پارلیمنٹ کو غیر مہذب کہہ رہے ہیں تو آپ کی مرضی۔۔۔ جہاں تک ایل ایف او کے بارے میں آپ کے حکم کا تعلق ہے مجھے افسوس ہے کہ جو کام پارلیمنٹ کے ذریعے مہذب آئینی طریقے سے ہو سکتا تھا، آپ اسے امریکی نیوورلڈ آرڈر کی طرح کرنے پر تُل گئے ہیں۔

☆☆ **پارلیمنٹ کو غیر مہذب کہنے پر قاضی حسین احمد، مولانا فضل الرحمٰن، مسلم لیگ (نواز گروپ) کا شدید ردِ عمل۔ (اخباری خبر)**

☆☆☆ یادش بخیر۔۔۔ جنرل ضیاء الحق نے جب اپنے وعدوں سے مکرنے کا تہیہ کرلیا تھا، تب انہوں نے بڑے صاف لفظوں میں ایک بیان دیا تھا۔ کہ آئین کیا ہے؟ بیس، تیس صفحات کی ایک کتاب جسے میں

جب چاہوں پھاڑ کر پھینک سکتا ہوں۔ اور یہ سیاستدان کیا ہیں؟ میں جب چاہوں یہ میرے پیچھے دُم ہلاتے چلے آئیں گے۔۔۔۔جنرل ضیاع الحق کے کہے ہوئے ان الفاظ کو بعد میں انہیں لیڈروں اور ان کی پارٹیوں نے خود اپنے عمل سے سچ ثابت کیا تھا۔اب جنرل پرویز مشرف نے جو کچھ کہا ہے جنرل ضیاع الحق کے مقابلہ میں بہت نرم اور بہتر ہے۔

☆☆ **چناوَلا پٹی ضلع سالم (تمل ناڈو) کے مریامن مندر میں منعقدہ ایک میلہ میں ۵ خواتین سمیت دس افراد نے بالکل (''بالکل'' پر زیادہ زور رکھیں) عریاں رقص کیا۔بعد میں پولیس نے ان کو گرفتار کرلیا۔ (اخباری خبر)**

☆☆ پریاں صرف قصے کہانیوں میں ہوتی ہیں اور حوروں کا تعلق اگلی دنیا سے ہے۔یہ پانچ خواتین کا رقص اسی دنیا کی چیز ہے۔مغرب میں بھی اس قسم کے تماشے ہوتے رہتے ہیں۔اسٹرپ ٹیز اسی سلسلے کا ایک کھیل ہے۔اسٹرپ ٹیز میں رقص کا اختتام جس مقام پر آتا ہے،مندر کی دیوداسیوں نے اس مقام سے اپنے رقص کا آغاز کیا۔ویسے خبر سے یہ پتہ نہیں چلا کہ پولیس نے رقص ختم ہونے کے فوراً بعد گرفتاریاں کیں یا تب گرفتاریاں کیں جب ان خواتین نے کپڑے زیب تن کر لئے۔

☆☆ **بغداد میں نایاب اسلامی کتب خانہ اور ثقافتی میوزیم کو امریکی افواج کی سرپرستی میں لوٹ لیا گیا،اجاڑ دیا گیا۔ (اخباری خبر)**

☆☆عراق کی صدیوں کی عظیم ثقافتی وراثت اور علمی خزانوں کی بربادی کے بعد اب امریکہ کے وہ ''مہذب'' کیا فرماتے ہیں جو بامیان میں طالبان کی طرف سے عظیم بدھا کے مجسمہ کی تباہی پر انتہائی غیض وغضب میں آئے ہوئے تھے۔طالبان کو غیر مہذب اور اجڈ کہہ کر شدید غم غصہ کا اظہار کرنے والے ''مہذب'' امریکی اب کہاں ہیں؟ اپنے دامن میں کوئی ثقافتی سرمایہ نہ رکھنے والے امریکہ کو شاید عراق کی عظیم ثقافت کے نقوش برباد کر کے کوئی نفسیاتی تسکین ملی ہے۔کسی داخلی احساس محرومی کی تسکین۔لیکن کیا واقعی تسکین مل گئی ہے؟

☆☆ **لکھنؤ ریلی میں مایاوتی نے ہندو دھرم ترک کر کے بدھ دھرم اختیار کرنے کی دھمکی دینے کے**

ساتھ دلت عوام کی رائے لی تو لاکھوں کے مجمع نے باقاعدہ ہاتھ کھڑے کر کے ان کی تائید اور حمایت کا اعلان کیا۔ (۱۴/اپریل کی ایک خبر)

☆☆ لگتا ہے انتہا پسند ہندوؤں کا غیر انسانی طرزِ عمل مسلمانوں،مسیحیوں اور دیگر ہندوستانی اقلیتوں کے ساتھ ساتھ اب اپنے ہندو دلتوں کے لئے بھی پہلے سے زیادہ تکلیف دہ ہوتا جا رہا ہے۔یہ طرزِ عمل ہندو دھرم کو خود ہندوستان میں شدید نقصان پہنچائے گا۔کاش انتہا پسند ہندو ابھی بھی اعتدال کی راہ اختیار کر لیں!

☆☆ **آصف علی زرداری کے خلاف مقدمات پر ہمدردانہ غور نہیں کیا جا سکتا۔اُنکے خلاف بارہ مقدمات ہیں۔(جنرل پرویز مشرف کی اخبارات کے مدیران اور سینیئر صحافیوں سے گفتگو)**

☆☆ اگر آصف علی زرداری واقعی کرپشن میں ملوث ہیں تو اُنکے خلاف مقدمات کا فیصلہ ہونا چاہئے۔اگرچہ یہ سوال اپنی جگہ بہت اہم ہے کہ کیا صرف ایک اسی شخص نے ہی کرپشن کی ہے اور جنرل پرویز مشرف کی سیاسی ٹیم کے سارے ممبران پاکدامن ہیں؟ تاہم جنرل صاحب سے گزارش ہے کہ اگر وہ پی پی پی کے پنجاب سے تعلق رکھنے والے کرپشن کے مقدمات میں ملوث ارکان کو وزارت پر فائز کریں گے۔ایم کیو ایم کے سنگین مقدمات میں ملوث شخص کو سندھ کا گورنر بنا دیں گے،تو خیال رکھیں کہ اُنکے رویے پی پی پی کو وفاق کی بجائے سندھ کی سیاست کی طرف دھکیل رہے ہیں اور وہ اس اقدام کے جملہ سنگین مضمرات کو جنرل یحییٰ خان کی طرح نظرانداز بھی کر رہے ہیں۔

☆☆ **کانگریس یوپی کی جانب سے سونیا گاندھی سے کہا گیا ہے کہ پریانکا وردا اور راہول گاندھی کو سرگرم سیاست میں لایا جائے۔یوپی کی کانگریس کا خیال ہے کہ راجیو گاندھی کے دونوں نوجوان بچے اگر سرگرم سیاست میں آ گئے تو اس سے کانگریس کا نوجوان طبقہ متحرک ہو جائے گا،جبکہ اس وقت یوتھ کانگریس زیادہ پر جوش نہیں ہیں۔(ایک خبر)**

☆☆ اس مطالبے کے نفسیاتی پس منظر کی اپنی جگہ دلچسپ اہمیت ہے تاہم اس میں شک نہیں کہ پریانکا اور راہول کے آگے آنے سے صرف نوجوان ہی متحرک نہیں ہوں گے،خود کانگریس کی عوامی مقبولیت میں بھی خاطر خواہ اضافہ ہوگا۔یہ دونوں نوجوان اپنی والدہ سونیا گاندھی سے زیادہ کانگریس کے لئے مفید

ثابت ہوسکتے ہیں۔

☆☆ **پورے ہند میں گاؤکشی پر پابندی عائد کرنے کی تجویز زیرِ غور ہے۔**
(راجیہ سبھا میں مملکتی وزیرزراعت حکم دیونارائن یادو کا بیان)

☆☆ اگر قوم کے اتحاد کے جذبے کے تحت اکثریت کے جذبات کا پاس کرتے ہوئے ایسی پابندی عائد کی جائے تو اس کیلئے خود ان مذاہب کے افراد کی رضامندی لی جائے جو اپنے مذہب کی رُو سے گائے کا گوشت کھا سکتے ہیں، تو زیادہ بہتر ہے۔ ویسے ایک بات کی آج تک سمجھ نہیں آسکی کہ گائے ذبح کرنے پر ہندوستان میں صرف مسلمانوں پر ہی سارا عتاب کیوں آتا ہے؟ جبکہ مسیحی برادری سمیت اور کئی مذاہب کے ہندوستانی بھی گائے کا گوشت اتنے ہی شوق سے کھاتے ہیں۔

☆☆ **قومی اسمبلی کے ایوان میں ایم ایم اے کے رُکن اسمبلی مولانا حافظ حسین احمد نے اپنے سینے پر ''ایل ایف او نامنظور'' لکھ کر نمایاں کر رکھا تھا۔ قاف لیگ کی رکن اسمبلی محترمہ کشملہ طارق نے انہیں دیکھ کر کہا: مولانا صاحب اس تحریر میں سے ''نا'' کا لفظ ہٹادیں۔ اس پر مولانا حافظ حسین احمد نے برجستہ کہا کہ: بی بی آپ ''ہاں'' کریں، میں ''نا'' کو ہٹادیتا ہوں۔**
(اخباری رپورٹ)

☆☆ مولانا حافظ حسین احمد کے ذومعنی جواب سے جہاں ان کی ذہانت کا اندازہ کیا جاسکتا ہے، وہیں یہ بھی معلوم ہوجاتا ہے کہ وہ زاہدِ خشک نہیں ہیں۔ باغ و بہار شخصیت کے مالک ہیں۔ اللہ کرے زورِ بیاں اور زیادہ! ۔۔۔۔ اس خبر کے ساتھ ایم ایم اے کے سربراہ مولانا شاہ احمد نورانی کی ایک پرانی بات یاد آگئی۔ ذوالفقار علی بھٹو کے عہد میں قومی اسمبلی کا اجلاس ہورہا تھا۔ خواتین کے سال کی نسبت سے ایک خاتون رکن اسمبلی تقریر کررہی تھیں۔ اس دوران اجلاس کا وقفہ ہوا۔ وقفہ کے بعد اجلاس شروع ہوا تو صرف مقرر خاتون اسمبلی میں موجود تھیں۔ انہوں نے اپنی ادھوری تقریر شروع کی تو مولانا شاہ احمد نورانی نے مشورہ دیا کہ بے شک کورم پورا ہے لیکن خواتین کے سال کی نسبت سے باقی خواتین ارکان کی آمد کا انتظار کرلیا جائے۔ اس پر مقررہ رکن اسمبلی نے روانی میں کہہ دیا: میں اکیلی ہی پورے ایوان کے لئے کافی ہوں۔ مولانا شاہ احمد نورانی نے فوراً کھڑے ہوکر کہا:

جنابِ اسپیکر! نوٹ کیجئے یہ کہہ رہی ہیں میں اکیلی ہی سارے ایوان کے لئے کافی ہوں۔

☆☆

۲؍ربیع الاوّل، ۵؍مئی ۲۰۰۳ء

☆☆ **ترکی میں خوفناک زلزلہ۔ سینکڑوں ترک باشندے ہلاک ہوگئے۔ (اخباری خبر)**

☆☆ **بنگلہ دیش میں شدید طوفان، بارشوں اور آسمانی بجلی گرنے سے متعدد افراد ہلاک اور زخمی۔**
(اخباری خبریں)

☆☆ اللہ تعالیٰ تُرک اور بنگلہ دیشی عوام کے حال پر رحم فرمائے۔ ان خبروں کو پڑھنے کے بعد شدت سے یہ خیال آرہا ہے کہ آخر دنیا بھر میں مسلمان ہی کیوں آفاتِ ارضی وسماوی کا نشانہ بن رہے ہیں؟ ۔۔۔ امریکہ کا سارا قہر مسلمانوں کے خلاف ۔۔ یہودیوں کی ساری تباہ کاریاں مسلمانوں کے خلاف ۔۔ انتہا پسند ہندوؤں کا سارا غصہ مسلمانوں کے خلاف ۔۔ اور اس سب کچھ کے ساتھ ستم بالائے ستم زلزلے، آسمانی بجلیاں، طوفان اور دوسری آسمانی مصیبتیں بھی مسلمانوں کے لئے ہی وقف ہوتی دکھائی دیتی ہیں۔ بقول علامہ اقبالؒ

رحمتیں ہیں تری اغیار کے کاشانوں پر
برق گرتی ہے تو بے چارے مسلمانوں پر

لیکن یہ سب کچھ جو مسلمانوں کے ساتھ ہورہا ہے، کہیں یہ خدا کی طرف سے واقعتاً کوئی سزا تو نہیں ہے؟ اس پر بھی غور کرلینا چاہئے!

☆☆ **اسی سال گرمیوں تک امریکہ سعودی عرب سے اپنی تقریباً ساری افواج نکال لے گا۔**
(امریکی وزیر دفاع رمسفیلڈ کا اعلان)

☆☆ اگرچہ آج کے امریکہ کا کردار دیکھتے ہوئے اور خصوصاً رمسفیلڈ جیسے شخص کی بات کا اعتبار تو نہیں ہے پھر بھی اچھی توقع کے ساتھ ہم دعا کرتے ہیں کہ امریکہ سعودی عرب سے واقعتاً اپنی ساری افواج نکال لے۔ حضرت خواجہ غلام فریدؒ نے نواب بھاولپور کو برطانوی چنگل سے نکلنے کی نصیحت کرتے ہوئے کہا

تھا: اپنی نگری آپ وساتے پٹ انگریزی تھانے (اپنا ملک خود بساؤ، اور انگریز کی تھانے داری ختم کرو)۔ سعودی حکمرانوں سے بھی گزارش ہے کہ وہ بھی اپنی پاک سرزمین سے امریکی تھانے ختم کریں۔ صرف امریکی افواج ہی سے جان نہیں چھڑائیں، بلکہ کفر کی حد تک پہنچی ہوئی امریکہ کے لئے ''حد سے زیادہ یک طرفہ محبت'' کو بھی اپنے سینوں سے نکالیں۔

امریکی محبت کو بھی سینے سے نکالیں
یہ آخری کافر بھی مدینے سے نکالیں

☆☆ یومِ مئی کی تقریب پوری دنیا کے محنت کشوں نے جوش و خروش سے منائی۔ سرمایہ دارانہ نظام اور عالمی امریکی دہشت گردی کے خلاف غم و غصہ کا اظہار کیا گیا۔ (اخباری خبر)

☆☆ یومِ مئی شکاگو کے مزدوروں پر امریکی سرمایہ داروں کے وحشیانہ حملے کی یاد میں منایا جاتا ہے۔ امریکی حکام کی ظالم سرمایہ دارانہ پالیسیوں کے باعث شکاگو کے مزدوروں کی تحریک عالمی صورت اختیار کر گئی لیکن آج مزدوروں کی تحریک کافی کمزور ہوگئی ہے جبکہ امریکی سرمایہ دار شکاگو سے نکل کر افغانستان، اور عراق سے ہوتا ہوا دنیا بھر میں، اور عام فائرنگ سے بڑھ کر ہولناک ہوائی حملوں تک پہنچ گیا ہے۔
ویسے یومِ مئی کی سب سے دلچسپ تقریب کلکتہ (انڈیا) میں ہوئی۔ وہاں جسم فروش خواتین نے ہزاروں کی تعداد میں سڑکوں پر مارچ کیا اور مطالبہ کیا کہ انہیں Sex Worker کا درجہ دیا جائے۔ ویسے خدا کا شکر ہے کہ یہ مارچ پُر امن رہا۔ اگر اس مارچ میں مذکورہ خواتین ہنگامہ آرائی پر اتر آتیں تو ہنگامہ پر قابو پانے کے لئے پولیس کی بھاری نفری بلانا پڑ جاتی۔ پھر ہنگامہ پر تو جلد قابو پا لیا جاتا لیکن پولیس پر قابو پانے میں پتہ نہیں کتنا وقت لگتا۔

☆☆ سارک ممالک، سارس کی روک تھام کیلئے باہمی طور پر معلومات کا تبادلہ کریں گے۔
(مالدیپ میں سارک ممالک کے وزرائے صحت کا ڈیکلریشن)

☆☆ سارک ممالک کو ہر سطح پر ایک دوسرے کے ساتھ مل جل کر کام کرنا چاہئے۔ سارک کے جن ممالک کے درمیان نفرت کا وائرس پھیلا ہوا ہے وہ سارس کے وائرس سے بھی زیادہ خطرناک ہے۔ اس کے

اثرات نہ صرف نفرت کے وائرس میں گھرے ہوئے ممالک کے عوام کے لئے بلکہ سارک ممالک کے پورے خطے کے لئے انتہائی خطرناک ہیں۔ اسی لئے ضرورت اس امر کی ہے کہ ''نفرت کے وائرس'' کے توڑ کے لئے ''محبت'' کا موثر علاج کیا جائے۔ اس سلسلہ میں نفرت کے وائرس کا شکار ممالک کے موثر طبقات کے ساتھ سارک ممالک کے دوسرے موثر طبقات کو بھی جدو جہد کرنا چاہئے۔ پورے خطے میں امن اور محبت کے فروغ کی جدوجہد۔ اسی ویکسین سے نفرت کے وائرس کا توڑ کیا جا سکے گا۔

☆☆ ایک مارشل لاء نے ملک توڑ دیا، دوسرے نے ملک کو کلاشنکوف کلچر دیا۔۔۔۔ گزشتہ ۵۶ برسوں میں فوجی ڈکٹیٹروں نے جو گل کھلائے ہیں اس کے نتیجہ میں ۶ کروڑ عوام غربت کی لکیر سے نیچے کی سطح پر زندگی گزار رہے ہیں۔
(بروکلین، نیویارک میں شہباز شریف کی ایک استقبالیہ میں تقریر)

☆☆ شہباز شریف نے بالکل درست تجزیہ کیا ہے تاہم یہاں یہ بتانا ضروری ہے کہ دوسرے مارشل لاء نے کلاشنکوف کلچر کے ساتھ قوم کو شریف فیملی کے سیاستدان بھی عطا کئے تھے۔ اسی طرح فوجی ڈکٹیٹروں نے جو گل کھلائے ہیں ان کے نتیجہ میں صرف غریب عوام غریب تر ہی نہیں ہوئے، بلکہ امیر طبقہ امیر تر بھی ہوا ہے۔ جن کی ایک دو فیکٹریاں تھیں وہ اب بیسیوں کارخانوں کے مالک ہیں۔ فوجی حکمرانوں کے کھلائے ہوئے یہ گُل بھی نظر کے سامنے رہنا چاہئیں۔

☆☆ بروکلین نیویارک کی اسی تقریب میں شہباز شریف نے ایک موقعہ پر ''گو مشرف گو'' کا نعرہ لگا دیا۔ (اخباری خبر)۔۔۔۔

☆☆ دو دن بعد پھر اس خبر کی تردید: شہباز شریف نے خود ''گو مشرف گو'' کا نعرہ نہیں لگایا تھا۔
(اخبار کی وضاحتی خبر)

☆☆ ہم بیرون ملک بیٹھے ان سارے سیاستدانوں کی وطن واپسی کے لئے دعا گو ہیں جن کو جنرل پرویز مشرف نے ابھی گو، وینٹ، گان، (Go,Went,Gone) کر رکھا ہے۔۔۔۔ دو دن کے بعد جو تردید کی گئی ہے اس میں بتایا گیا ہے کہ شہباز شریف نے حاضرین کے ساتھ مل کر پاکستان زندہ باد قسم کے اچھے اچھے نعرے لگائے تھے اور جب تک ''گو مشرف گو'' کا نعرہ لگایا گیا تب تک وہ ریستوران ہال سے باہر جا چکے

تھے۔۔شہباز شریف کی یہ احتیاطی تردید بے حد مناسب ہے۔توقع کرنی چاہئے کہ اب حکومت پاکستان ''کم شہباز کم'' کا نعرہ لگانے پر غور کرے گی۔

☆☆ اجتماعی طور پر مذہب تبدیل کرنے پر پابندی عائد کی جائے۔

(وشو ہندو پریشد کے سربراہ اشوک سنگھل کا مطالبہ)

☆☆ لگتا ہے مایاوتی کی اجتماعی تبدیلیٔ مذہب کی دھمکی نے انتہا پسند ہندوؤں کو خوفزدہ کردیا ہے۔جب دفعہ ۱۴۴ کا نفاذ کیا جاتا ہے تو اس حکم کا مطلب ہوتا ہے کہ چار یا چار سے زائد افراد کسی پبلک مقام پر اکٹھے نہیں ہو سکتے۔بہتر ہے اب انتہا پسند ہندو اجتماعی تبدیلی مذہب کی لہر کے خوف سے اسی قسم کا کوئی قانون بنوالیں جس کی رُو سے چار یا چار سے زائد افراد ایک وقت میں مذہب تبدیل نہ کرسکیں۔

☆☆ مہنت رامیشور داس اور متعدد دیگر ہندو سادھوؤں نے مرکزی بھارتی وزیر اور بی جے پی کی سینیئر لیڈر اوما بھارتی پر الزام لگایا ہے کہ انہوں نے ۱۶؍اپریل کو جم سوزی کے ہنومان مندر میں جو کیک چڑھایا تھا اس میں انڈا موجود تھا۔اس پر ہندو دھارمک حلقوں میں بے چینی اور غصہ پیدا ہو رہا ہے۔اوما بھارتی نے جواباً کہا ہے کہ انہوں نے جو کیک چڑھایا ہے اس میں انڈا نہیں تھا۔ایسا ثابت ہو جائے تو وہ سیاست چھوڑ کر کیدارناتھ چلی جائیں گی۔

(اخباری خبر)

☆☆ اوما بھارتی کے بارے میں سنا تھا کہ وہ سنیاسن ہیں اور سنیاس کی حالت میں ہی سیاست میں آئی ہیں۔محض خدمتِ خلق کے جذبے کے تحت وزیر بنی ہیں۔وہ تو خود ہندو دھرم کی سخت پابندی کرنے والی ہیں پھر یہ کیک میں انڈے کی بے احتیاطی ان سے کیسے ہوگئی؟اگر انڈے کا کوئی فنڈا نہیں تھا تو وہ اسی دن سنکلپ رتھ یاترا کے سلسلے میں شدودرا میں اپنا جلسے سے خطاب چھوڑ کر اندور کیوں چلی گئیں؟اس سے تو لگتا ہے کہ کیک میں انڈے کا کوئی فنڈا ضرور ہے۔

☆☆ اتر پردیش کے سابق وزیر جنگلات رام لکھن ورما کو ان کے پالتو ہاتھی نے کچل کر ہلاک کر ڈالا۔خیال رہے کہ کہ انہوں نے امبیڈکر نگر ضلع میں اپنے گھر پر ایک چھوٹا سا چڑیا گھر بنا رکھا تھا۔یہ

ہاتھی بھی وہیں رکھا ہوا تھا۔ (اخباری خبر)

☆☆ سرد جنگ کے زمانے سے روس کے لئے سفید ریچھ اور امریکہ کے لئے ہاتھی بطور علامت کہا جاتا رہا ہے۔امریکہ کسی کا پالتو تو نہیں ہے لیکن اس نے ان تمام ممالک کے ساتھ رام لکھن ورما کے ہاتھی جیسا سلوک کیا ہے جو ایک طویل عرصہ سے اس کے لئے اپنا تن من دھن سب کچھ فدا کر رہے تھے۔یہی وجہ ہے کہ اب امریکہ ''اصحابِ فیل'' والی سطح پر آنے کی تیاری کر رہا ہے۔

☆☆ پردھان منتری واجپائی نے پاکستان کی طرف دوستی کا جو ہاتھ بڑھایا ہے،دوستی کی یہ پیش کش امریکی دباؤ کے تحت کی گئی ہے۔صاف ظاہر ہے کہ بھارت امریکی دباؤ کا مقابلہ نہیں کرسکتا۔

(جنتا پارٹی کے سربراہ سبرامنیم کی دہلی میں پریس کانفرنس)

☆☆ ایک ایسا کام جس میں پورے خطے کے عوام کی بھلائی ہو،وہ کسی کے دباؤ کے تحت کیا جائے یا ذاتی طور پر کیا جائے بہر حال اچھا اقدام ہے۔اس کے لئے بہتر توقعات رکھنا ہی مناسب ہے۔باقی امریکہ کا کیا ہے،اس کے ہر اقدام میں دس آپشن ہوتے ہیں اور ہر آپشن میں بیسیوں پہلو ہوتے ہیں۔سرکاریں بھی اسی کی اور اپوزیشنیں بھی اسی کی۔

☆☆ غربت سے تنگ آکر لاہور میں ایک ہفتہ کے اندر ''مینارِ پاکستان'' سے کود کر خودکشی کرنے کا دوسرا سانحہ۔ (اخباری خبر)

☆☆ حضرت عمرؓ سے ایک بیان منسوب ہے کہ میرے عہد میں اگر فرات کے کنارے کوئی کتا بھی بھوکا پیاسا مر گیا تو قیامت کے دن عمر (رضی اللہ تعالیٰ) اس کے لئے جوابدہ ہوگا۔۔۔حاکم ہو کر ایسی جوابدہی کے احساس کی حامل مسلمان قوم کے موجودہ حکمرانوں کے لئے یہ خودکشیاں اپنے اندر ایک خوفناک پیغام رکھتی ہیں۔کیا زرِمبادلہ کے ذخائر میں خوشکن اضافوں کی خبریں سنانے والے وفاقی وزیر خزانہ شوکت عزیز نے اور پنجاب کے ''عوامی وزیر اعلیٰ'' پرویز الٰہی نے خودکشیوں کی ان خبروں کے ساتھ کہیں اپنی ذمہ داری کا کچھ احساس کیا ہے؟مرنے والے نوجوانوں کے پسماندگان ہی کی کوئی خبر لی ہے؟یا ان پسماندگان کی خودکشیوں کا بھی انتظار کیا جا رہا ہے؟

☆☆

۹ر ربیع الاوّل ۱۴۲۴ھ۔۱۲ر مئی ۲۰۰۳ء

☆☆ **پارلیمانی وفد ڈپلومیسی کے تحت پاکستان کے وفد سے ملاقات کے دوران ہندوستانی پارلیمانی شخصیات نے مشترکہ طور پر قرار دیا کہ ہند پاک تعلقات بہتر کرنے کے لئے دونوں ممالک کے بنیاد پرستوں کو الگ تھلگ کرنا ضروری ہے۔کیونکہ امن کے قیام میں یہی انتہا پسند رخنہ ڈال رہے ہیں۔ (نئی دہلی سے موصولہ رپورٹ)**

☆☆ دونوں ممالک کی لبرل شخصیات نے بالکل درست تجزیہ کیا ہے۔بے شک دونوں طرف کے مذہبی انتہا پسندوں کو قابو کرلیا جائے تو دونوں ممالک کے حالات کو معمول پر لانے میں آسانی ہوجائے گی۔لیکن اس مسئلہ کا ایک اور حل بھی ہے۔دونوں طرف کے بنیاد پرستوں کو مکمل طور پر اقتدار سونپ دیا جائے۔پھر دیکھیں اس خطے کے مسائل کیسے حل ہوتے ہیں۔یا تو واقعی دونوں طرف کے انتہا پسند برسر اقتدار آ کر حقائق کا ادراک کرلیں گے اور واقعتاً جیو اور جینے دو کی راہ پر آ جائیں گے۔یا پھر نہ رہے گا خطہ،نہ رہیں گے اس کے مسائل۔

☆☆ **پاکستان اور بھارت کے درمیان علماء ڈپلومیسی شروع۔۔انڈیا سے مولانا اسد مدنی کی زیر قیادت وفد پاکستان پہنچ رہا ہے،مولانا اسد مدنی انڈین حکومت کی تائید سے اس سلسلہ میں مولانا فضل الرحمٰن کے ذریعے حکومت پاکستان سے رابطے میں ہیں۔**

(اخباری خبر)

☆☆ ابھی تک ثقافتی ڈپلومیسی سے لے کر بس ڈپلومیسی تک کے مظاہر دیکھنے میں آئے تھے۔اب یہ علماء ڈپلومیسی پہلی بار سننے میں آ رہی ہے۔ویسے جمعیت العلماء اسلام ہند شروع سے کانگریس کی ہمنوا رہی ہے اور بھارتی حکومتوں کے ساتھ اس کے مراسم عموماً اچھے رہے ہیں،ادھر ہمارے علماء کی ایک بڑی تعداد بھی ماضی میں جمعیت العلماء ہند کے سیاسی موقف کی ہمنوا رہی ہے۔اس لئے امید کی جاسکتی ہے کہ جب سینہ چاکانِ چمن سے سینہ چاک آن ملیں گے تو بہتری کی کوئی صورت نکل آئے گی۔ویسے بہتر تھا کہ پاکستان

سے علماء کے وفد جا کر انڈین پنڈتوں اور پروہتوں سے ملتے اور انڈیا سے پنڈتوں اور پروہتوں کے وفود پاکستان آ کر علماء سے ملتے۔اس طرح دونوں طبقوں میں رابطے سے یا تو فساد کی جڑ ختم ہوتی یا فساد پوری طرح اٹھ کھڑا ہوتا۔

☆☆ **بلجیم میں امریکی کمانڈر ٹومی فرینکس کے خلاف جنگی جرائم کا مقدمہ چلایا گیا تو امریکہ بلجیم کے خلاف سفارتی کاروائی کرے گا۔**

(امریکی محکمہ خارجہ کے ترجمان رچرڈ باؤچر کی تشویش اور دھمکی)

☆☆ دراصل بلجیم کے قانون میں اس بات کی اجازت اور سہولت موجود ہے کہ دنیا میں کہیں بھی انسانیت کے خلاف جرم ہو تو وہاں کے وکلاء بلجیم کی عدالت میں مقدمہ دائر کر سکتے ہیں۔چنانچہ عراق کے ۹۰ شہریوں نے جب بلجیم کے ایک وکیل کے ذریعے وہاں امریکی جنرل ٹومی فرینکس کے خلاف عراق میں انسانیت سوز جنگی جرائم کے الزام میں مقدمہ دائر کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔اگر امریکی فوج نے عراق کے عوام کو صدام حسین سے آزادی دلائی ہے اور وہاں کوئی ایسی انسانیت سوز کاروائی نہیں جو جنگی جرائم کے زمرے میں آتی ہو تو امریکہ کو کوئی پریشانی نہیں ہونا چاہئے۔اسے تو اعتماد کے ساتھ اپنا انسانیت دوست کردار ثابت کرنے کا موقعہ ملنے لگا ہے۔اس سے فائدہ اٹھانا چاہئے۔

☆☆ **حیدرآباد(دکن) کے نیاپل گورنمنٹ میٹرنیٹی ہسپتال میں زچہ کے بیٹے کو غائب کر کے بیٹی دینے کی کوشش ناکام۔ (اخباری خبر)**

☆☆ یہ ہسپتال کے عملہ کی انتہا درجہ کی خودغرضی اور سفاکی ہے کہ وہ محض بیٹے،بیٹی کے چکر میں بیٹے کی ماں کو اس کی حقیقی اولاد سے محروم کرنے چلے تھے۔خدا بھلا کرے آج کی جدید تیکنالوجی کا جس کے نتیجہ میں ڈی این اے ٹیسٹ ہوا اور زچہ کی فریاد سچ ثابت ہوئی۔امید کی جانی چاہئے کہ آندھرا پردیش کی وزارت صحت اس جرم میں ملوث تمام افراد کے خلاف سخت قانونی کاروائی کرے گی۔

☆☆ **میں بڑے اور عالیشان گھروں کی تعمیر کو غلط سمجھتا ہوں۔**

(نیویارک میں جناب شہباز شریف کا بیان)

☆☆ رائے ونڈ میں مغلوں کے محلات کو مات کر دینے والے، اس عہد کے ایک عظیم الشان محل کے ایک مالک شہباز شریف جب خود یہ بات کہہ رہے ہیں تو اب اس پر کیا تبصرہ کیا جائے؟
آپ کہتے ہیں تو پھر ٹھیک ہی کہتے ہوں گے۔

☆☆ **میں ایک عرصہ سے اسمبلی الیکشن جیت رہا تھا لیکن اسمبلی میں اقلیت میں تھا۔اب میں اکثریت میں ہوں۔اگر میرے حلیف ساتھ چھوڑ دیں تو کسی وقت بھی یہ اکثریت اقلیت میں تبدیل ہو سکتی ہے۔**

(مولانا آزاد ایجوکیشنل فاؤنڈیشن میں پردھان منتری کی تقریر)

☆☆ پردھان منتری اٹل بہاری واجپائی جی نے مزاح کے رنگ میں ڈر کی ایک بات کہی ہے۔واقعی اکثریت، اقلیت کا کھیل تو انسانی سماج کی سطح پر بھی بدلتا رہتا ہے۔کراچی اور حیدر آباد کے مقامی باشندے سندھی تھے۔اب وہاں مہاجر آبادی اکثریت میں ہے اور سندھی اقلیت میں۔اسی طرح ہندوستان میں مسلم گھرانوں کی شرح پیدائش میں اضافہ کے پیش نظر کوئی بعید نہیں کہ کبھی انڈیا میں مسلم اقلیت واضح اکثریت بن جائے۔اصل خوبی یہ ہے کہ جب بھی کوئی اکثریت میں ہو وہ اقلیت کے ساتھ حسن و احسان کا سلوک کرے، نہ کہ ظلم و بربریت کا جیسے گجرات کے صوبہ میں کیا جا چکا ہے۔

☆☆ **امریکہ شہد کی مکھی کے سائز کے مطابق جاسوسی طیارے بنانے کے تجربہ کے آخری مرحلہ میں پہنچ گیا ہے۔اس جاسوسی طیارے کے اندر کیمرے نصب ہوں گے جو کسی بھی مکان، دوکان یا عمارت کے اندر جا کر وہاں کی تصاویر اور دوسری اطلاعات اپنے کنٹرول سنٹر کو دے سکیں گے۔یہ جاسوسی طیارے کسی ریڈار کی زد میں نہیں آ سکیں گے۔**

(اخبار ''خبریں'' کی خصوصی خبر)

☆☆ واشنگٹن سے امتنان شاہد کی یہ اطلاع اگر درست ہے تو یقیناً جدید جنگی ٹیکنالوجی کی ایک اور حیرت انگیز ایجاد سامنے آنے والی ہے۔جدید ایجادات کا سلسلہ اتنا حیران کن ہے کہ اب حیرانی بھی ختم ہوتی جا رہی ہے۔حیرانی بھی حیران ہو ہو کر تھک گئی ہے۔

☆☆ **برائی کو تنہا چھوڑنے سے برائی بڑھتی ہے۔اس لئے بازارِ حسن میں فوڈ سٹریٹ کھولنے سے برائی کی روک تھام میں مدد ملے گی۔(لاہور کے بازارِ حسن میں سرکاری طور پر فوڈ سٹریٹ کھولنے کے منصوبہ پر سابق صوبائی وزیر مذہبی امور مفتی غلام سرور قادری کا بیان)**

☆☆ پی ایچ اے لاہور کے ڈائریکٹر جنرل کامران لاشاری نے جیسے ہی لاہور کے بازارِ حسن میں فوڈ سٹریٹ کھولنے کا اعلان کیا تھا، ان کی مخالفت شروع ہو گئی تھی۔چنانچہ مولانا مفتی غلام سرور قادری نے مذہب کی آڑ لے کر ان کی مدد کرنے کی کوشش کی۔ان کے بیان سے پتہ چلتا ہے کہ مسلمان کہلانے والے ہر گروہ کے علماء میں ایک بڑا طبقہ ایسے ہی علماء پر مشتمل ہے جو حسبِ ضرورت ہر قسم کا فتویٰ دینے کو تیار رہتا ہے۔اس خبر کا یہ ایک کامیڈی پہلو ہے کہ شدید مخالفت کے بعد کامران لاشاری نے عدالت میں اس منصوبہ کو ترک کرنے کا اقرار کر لیا ہے۔اب کیا فرماتے ہیں علمائے دین بیچ اس مسئلہ کے؟

☆☆ **ہندوستانی ڈیفنس منسٹر جارج فرنانڈس کو ایک نامعلوم شخص کی طرف سے ٹیلی فون پر فحش گالیاں دی گئیں۔ (اخباری خبر)**

☆☆ تہلکہ ڈاٹ کام کے شہرۂ آفاق اسکینڈل کے ذریعے، تابوت اسکینڈل کے ذریعے، اپنے بحری فوج کے سربراہ کی برطرفی کے اسکینڈل کے ذریعے، اور اسی طرح کے کئی اسکینڈلز کے باعث ایسے لگتا ہے جیسے جارج فرنانڈس انڈیا کے ڈیفنس منسٹر نہیں بلکہ اسکینڈل منسٹر ہیں۔تاہم اس کے باوجود ان کے ساتھ گمنام کال کے ذریعے ایسی اوچھی حرکت کرنے والا مجرم گیانند کمار اکلیش بہر حال مجرم ہے۔اسے مناسب سزا ملنی چاہئے۔

☆☆ **میرے دورۂ جنوبی ایشیا کا مقصد پاکستان اور بھارت کے درمیان کسی قسم کی صلح کرانا قطعی نہیں ہے۔ (امریکی نائب وزیر خارجہ رچرڈ آرمیٹج)**

☆☆ پاک بھارت دوستی کے خواہاں سارے لوگ جہاں موجودہ سفارتی کاوشوں پر خوش ہو رہے تھے وہیں بعض اس بے یقینی کا اظہار بھی کر رہے تھے کہ امریکہ سے جنوبی ایشیا کے عوام کی بھلائی کی زیادہ توقع نہیں کی جا سکتی۔اسی لئے بعض دانشوروں نے دونوں اطراف میں ''برف پگھلنے'' کے عمل کا کریڈٹ امریکہ کی بجائے چین کو دینے کی بات بھی کی ہے۔ہم تو اسی بات پر خوش تھے کہ چلیں اپنے کسی مفاد کے تحت

سہی، امریکہ جنوبی ایشیا کے دو بڑے اور ایٹمی ممالک میں صلح تو کرانے لگا ہے۔ لیکن اب رچرڈ آرمیٹج نے خود ہی وضاحت کر دی ہے کہ ایسا نیک کام کرنے کا ان کا کوئی پروگرام نہیں ہے۔ شاید امریکہ کو اپنا اسلحہ فروخت کرنے کے لئے ایسی منڈیوں کی ضرورت ہے۔

☆☆ حیدر آباد (اے۔پی) کے چکن تاجروں میں مرغی حلال۔۔۔۔۔۔عوام کو سہولت اور لٹیروں کو مصیبت۔ (ایک خبر)

☆☆ دو ملاؤں میں مرغی حرام والی بات تو پرانی ہے لیکن اب حیدر آباد سے خبر آئی ہے کہ وہاں چکن فروخت کرنے والے دوکانداروں نے ایک مقررہ ریٹ کے تحت کاروبار شروع کر رکھا تھا۔ اچانک ایک نئے تاجر نے کئی چکن سنٹرز قائم کر کے اس میں عوام کی سہولت کے لئے ریٹ انتہائی کم کر دیئے۔ ۴۰ سے ۴۵ روپے کلو تک چکن کی سیل کے نتیجہ میں دوسرے دوکانداروں کا کاروبار ٹھپ ہو کر رہ گیا ہے۔ وہ سارے تاجر اس نئے تاجر کو سمجھانے اور راضی کرنے کی کوشش کر رہے ہیں کہ وہ اتنا کم ریٹ نہ رکھے جس میں سراسر نقصان ہے۔ اس کا جو نتیجہ نکلے بعد کی بات ہے فی الحال عوام کے لئے اس لڑائی میں مرغی حلال ہو رہی ہے اور عوام کو سہولت ملی ہوئی ہے۔

☆☆ بھارتی لوک سبھا میں خواتین ریزرویشن بل پر ہونے والی بحث کے دوران آر جے ڈی کے قائد رگھوونش پرساد سنگھ نے الزام لگایا کہ اگر کوئی خواتین کا مخالف ہے تو وہ پردھان منتری واجپائی ہیں، جو مجرد زندگی گزار رہے ہیں۔ (اخباری خبر)

☆☆ پردھان منتری واجپائی جی نے ساری زندگی کنوارا، رہ کر بسر کی ہے اسی لئے اب ان پر خواتین کا مخالف ہونے کا الزام لگایا جا رہا ہے۔ ممکن ہے واجپائی جی کو ان کی پسندیدہ لڑکیوں نے مسترد کر دیا ہو اور وہ اسی غم میں زندگی بھر کنوارے رہ گئے ہوں۔ اگر ایسا ہے تو پھر انکو حق پہنچتا ہے کہ اپنا غصہ اتاریں۔ ویسے ہمارے پاکستان میں بھی بعض تاریخی قسم کے کنوارے کردار ہیں۔ ایک تو مرحوم مولانا عبدالستار خان نیازی زندگی بھر کنوارے رہے۔ ایک اب وزیر اطلاعات شیخ رشید ابھی تک کنوار پن کے مزے لوٹ رہے ہیں۔ (ضروری نوٹ: واجپائی جی، مولانا نیازی اور شیخ رشید کے سلسلہ میں یہاں کنوار پن سے صرف غیر شادی شدہ ہونا، مراد لیا جائے۔ باقی واللہ اعلم بالصواب! بلکہ بالثواب)

☆☆ جب تک بھارت اقوام متحدہ کی قراردادوں پر عمل نہیں کرتا بھارت سے مذاکرات کا کوئی فائدہ نہیں (قاضی حسین احمد کا بلوچستان ہائیکورٹ بار ایسوسی ایشن سے خطاب)

☆☆ قاضی صاحب! ایک رنگ میں آپ کی بات درست ہے لیکن المیہ یہ ہے کہ بھارت تو کیا خود اقوام متحدہ بھی اپنی اس قرارداد پر توجہ دینے کو تیار نہیں ہے۔ عالمی حالات کیا صورت اختیار کر رہے ہیں؟ آپ کو خود اس کا ادراک ہونا چاہئے۔ حکمت کی باتیں اگر مومن کی میراث ہیں اور آپ واقعی مومن ہیں تو اس وقت آپ کو بہت زیادہ حکمت سے کام لینے کی ضرورت ہے۔ دونوں ممالک کے درمیان کشیدگی کم کرنے کی کاوشوں پر آپ کے بیان کا لب ولہجہ اور اس وقت واجپائی جی کی مخالفت کرنے والے ان کے اپنے حلیف انتہا پسند ہندوؤں کا لہجہ حیرت انگیز طور پر یکساں ہو رہا ہے۔ ایک بار پھر دہراؤں گا کہ حکمت مومن کی میراث ہے اور اس وقت حکمت سے کام لینے کی اشد ضرورت ہے۔

☆☆ ''آپ جو کچھ لکھ رہے ہیں، میں آپ کی غلط فہمی دور کر دوں۔ یہ سب بے کار اور وقت کا ضیاع ہے۔ پاکستان میں انصاف نہیں ہے، یہاں تک کہ عدالتیں مکمل طور پر کرپٹ ہو چکی ہیں۔ ماتحت عدالتیں تو کھلم کھلا کرپٹ ہیں۔ ہائی کورٹس میں بھی کرپشن پہنچ چکی ہے۔ پولیس غریبوں کو زندہ درگور کر رہی ہے۔ پہلے مجسٹریٹ 500 لے کر ضمانت کرتا تھا اب عدلیہ کے جونیئر جج 5000 لے کر ضمانتیں کر رہے ہیں۔ ہر جائز کام کے لئے سفارش اور رشوت نماز کی طرح فرض ہو چکی ہے۔ جہاں پولیس کو رشوت ملتی ہو وہاں قانون کس طرح نافذ ہو سکتا ہے۔'' (روزنامہ جنگ کے ممتاز کالم نگار اور معروف دانشور ارشاد احمد حقانی کے نام لکھے جانے والے ایک خط سے اقتباس)

☆☆ جب ایک اسلامی ملک (بلکہ اسلام کا قلعہ کہلانے والا ملک) اپنے عوام کے خلاف ظلم اور ناانصافی کی انتہا تک پہنچ گیا ہے تو پھر امریکہ سے کیا گلہ کہ وہ مسلمان ملکوں کے خلاف ظلم اور ناانصافی کر رہا ہے۔

☆☆

۱۶؍ربیع الاول ۱۴۲۴ھ ۔۱۹؍مئی ۲۰۰۳ء

☆☆ صدام حسین کی طرح صدر بش کی حکومت کا خاتمہ ہونا بھی ضروری ہے۔
(لندن کے مئیر کن لیونگ اسٹون کا بیان)

☆☆ لندن کے ایک اسکول میں باتیں کرتے ہوئے لندن کے مئیر نے جو مجاہدانہ بیان دیا ہے وہ برطانوی قوم کو ان اخلاقی روایات کا احساس دلائیں گی جن سے ان کے حکمران منہ موڑے ہوئے ہیں۔ لندن کے مئیر نے بڑی جرات کے ساتھ کہا ہے کہ جارج بش انتہائی کرپٹ شخص ہے۔اور امریکہ کا قانونی صدر نہیں ہے۔اس حق گوئی پر برطانیہ کی امریکہ نواز پارٹیوں نے کن لیونگ اسٹون کی مذمت کی ہے لیکن حقیقت یہ ہے کن لیونگ اسٹون نے اپنے بیان سے برطانیہ کو اس کی بعض روایات کا احساس دلانے کی کوشش کی ہے۔

☆☆ کن لیونگ اسٹون کے بیان پر کوئی رائے دے کر اس کی عزت افزائی نہیں کرنا چاہتے۔
(وہائٹ ہاؤس کے ترجمان کا ردعمل)

☆☆ کن لیونگ اسٹون نے صدر بش کے بارے میں جو بیان دیا ہے وہ وہائٹ ہاؤس کے اندر تک ''اسٹون'' کی طرح جا کر لگا ہے۔اب اس کے ترجمان اس کا کیا جواب دیں گے؟ جہاں تک عزت افزائی کا تعلق ہے، وہ تو لندن کے مئیر نے امریکی صدر کی کر دی ہے۔اور کافی کر دی ہے۔

☆☆ امریکہ نے ایک سعودی سفارت کار کو دہشت گرد تنظیموں سے رابطے کے الزام میں ملک بدر کر دیا۔ (اخباری خبر)

☆☆ ایک امریکی تھنک ٹینک نے پہلے ہی سعودی عرب کو ''بدی کا محور'' قرار دینے کی سفارش کر رکھی ہے۔اب یہ ہلکا ہلکا دھواں اٹھنا شروع ہو گیا ہے۔سعودی سفارت کار سعود التوماری لاس اینجلس میں سعودی قونصل خانے میں ثقافتی امور کے شعبے سے وابستہ تھے۔جنوبی کیلیفورنیا کی سب سے بڑی مسجد کے پیش امام تھے۔ان کے خلاف یہ کاروائی اگر واقعی درست بنیاد پر کی گئی ہے تو ایسا ممکن تھا کہ امریکہ اندر

خانے سعودی حکومت سے بات کر کے ان کو واپس بھجوا دیتا۔جس انداز میں کاروائی کی گئی ہے اس سے لگتا ہے کہ امریکہ نے یہودی ایجنڈا کے مطابق ''گریٹر اسرائیل'' کی طرف بتدریج قدم اٹھانے شروع کر دیئے ہیں۔اللہ خیر کرے۔

☆☆ لاہور میں صوبائی وزیر سیاحت میاں اسلم اقبال کے بھائی میاں اشرف اقبال حوالات میں بند کر دیئے گئے۔ (ایک خبر)

☆☆ خبر کے مطابق میاں اشرف اقبال کے بعض ''معزز'' لوگوں کو تھانے کے انسپکٹر آصف رفیق نے قانون کے مطابق حوالات میں بند کیا تو اپنے وزیر بھائی کی وزارت کے نشے میں سرشار میاں اشرف اقبال اپنے ''معززین'' کو چھڑانے کے لئے تھانے جا کر ''تڑی'' دینے لگے۔اس پر آصف رفیق نے جو ایم ایس سی فزکس ہو کر پولیس انسپکٹری کر رہے ہیں انہوں نے میاں اشرف اقبال کی بدتمیزی کے نتیجہ میں نہ صرف ان کی ''مناسب دُھلائی'' کرائی بلکہ انہیں بھی حوالات میں بند کر دیا۔بعد میں ان کے بھائی اور صوبائی وزیر میاں اسلم اقبال ان کی حمایت میں تھانے پہنچے۔۔۔کہانی لمبی ہے مختصر یہ کہ وزیر موصوف کی وزارت بھی خطرے میں پڑ گئی ہے۔دیکھئے کیا ہوتا ہے۔

☆☆ پاکستان کا خیر سگالی کا دورہ کرنے والے مولانا اسعد مدنی کے وفد میں جین ٹی وی گروپ کے چیئرمین جے کے جین اور دیگر امن پسند ہندوستانی بھی شامل ہوں گے۔(اخباری خبر)

☆☆ پہلے خبر آئی تھی کہ مولانا اسعد مدنی علماء کا وفد لے کر پاکستانی علماء سے ملیں گے۔یوں علماء ڈپلومیسی کے تحت بھی کام آگے بڑھے گا۔اسی لئے ہماری رائے تھی کہ دونوں طرف سے علماء کے وفود کے بجائے اُدھر انڈیا سے پنڈتوں اور پروہتوں کے وفود آئیں اور پاکستان سے علماء کے وفود جائیں۔بہر حال مقصد تو یہ ہے کہ دونوں ممالک کے عوام کے مختلف طبقات میں باہمی صلح اور محبت کے جذبات کو فروغ دیا جائے اور دونوں ممالک کے درمیان امن قائم کیا جائے۔یہ نیک مقصد جیسے اچھے طریقے سے ممکن ہو وہ طریقہ بروئے کار لایا جانا چاہئے۔جین ٹی وی گروپ کے چیئرمین کا نام پڑھنے کے بعد خیال آیا ہے کہ یہ بھی تو ہو سکتا ہے کہ دونوں طرف سے علماء اور شوبز سے وابستہ شخصیات ایک ساتھ آئیں جائیں۔اُدھر کے علماء کے ساتھ ایشوریا رائے، رانی مکرجی، پریتی زینٹا، کرشمہ کپور آ رہی ہوں تو یہاں کے علماء کے ساتھ ریما، نرگس، میرا،

اورصائمہ جارہی ہوں۔ممکن ہےاس طرح حالات کونارمل کرنے میں کچھ مدد مل سکے۔

☆☆ قطر میں پہلی خاتون کابطور وزیر تقرر۔۔شیخا بنت محمود کووزیر تعلیم بنادیا گیا۔ (آن لائن کی خبر)

☆☆ یہ خوشی کی بات ہے کہ عرب امارات کے کسی حصے میں خواتین کوحکومت کا حصہ بننے کا موقعہ دیا گیا ہے۔وگرنہ ان عرب ریاستوں میں تو عورتوں کے لئے ایک ہی کام مخصوص کر دیا گیا تھا۔یہ اور بھی اچھی بات ہے کہ شیخا بنت محمود کووزارت تعلیم کا محکمہ دیا گیا ہے۔یوں وہ قطر کی زبیدہ جلال بن گئی ہیں۔

☆☆ گورکھپور میں ہیجڑے کی بطور مئیر کامیابی۔۔۔اور عدالت کی طرف سے انتخاب کالعدم قرار دینے کی زیادتی۔ (اخباری خبر)

☆☆یہ ایک المیہ ہے کہ ہمارے ہاں حقوق نسواں کے لئے بڑے بڑے دعوے کرنے والوں اور انسانیت کی دہائی دینے والوں نے بھی کبھی یہ نہیں سوچا کہ قدرتی طور پر ہیجڑے بننے والے انسانوں کے بھی کچھ انسانی حقوق ہیں یانہیں؟ ہمارے معاشرے کے لئے یہ طبقہ صرف ہنسی مذاق کی چیز ہے۔جبکہ یہ طبقہ سب سے زیادہ ہم سب کی ہمدردی کا مستحق ہے۔گھورکھپور میں امرناتھ یادو نامی ہیجڑے نے آشا دیوی کے نام سے الیکشن لڑا اور بطور مئیر کامیاب ہوا۔لیکن ان کے مخالف امیدوار نے ان کے بطور عورت امیدوار کھڑے ہونے کو چیلنج کر کے ان کا انتخاب کالعدم کرادیا ہے۔امرناتھ یادو (آشا دیوی) اس فیصلہ کے خلاف یو پی کی ہائی کورٹ میں جارہے ہیں (یا جارہی ہیں)۔ہماری دعا ان کے ساتھ ہے۔اصولاً تو اس طبقہ کودونوں اطراف میں سے کسی بھی طرف سے کھڑے ہونے کا حق حاصل ہونا چاہئے۔

☆☆ ٹونی بلئیر اور جیک اسٹرا نے عراق کی تعمیر نو میں اقوام متحدہ کے کردار کونظر انداز کرنے کے لئے امریکہ سے خفیہ سمجھوتہ کرلیا ہے۔برطانیہ کی وزیر ترقیات کلیئر شارٹ نے وزارت سے احتجاجاً استعفیٰ دے دیا۔ (اخباری خبر)

☆☆کلیئر شارٹ نے عراق پر حملہ سے پہلے بھی امریکی طرز عمل کو ہدفِ تنقید بناتے ہوئے، اس کا ساتھ دینے پر اپنی حکومت کی مخالفت کی تھی۔اب انہوں نے بتایا ہے کہ پہلے یہ کہا جاتا رہا ہے کہ عراق کی تعمیر نو

میں اقوام متحدہ کا کردار ہوگا لیکن اب اس سے انحراف کیا جا چکا ہے۔اقوام متحدہ کے کسی موثر کردار کی کوئی امید نہیں رہی۔اس لئے انہوں نے شارٹ کٹ میں استعفیٰ دے کر اپنا موقف بالکل کلیئر کر دیا ہے۔

☆☆ سعودی عرب کے شہر ریاض میں غیر ملکیوں کی عمارتوں میں زبردست بم دھماکے۔القاعدہ پر الزام (اور القاعدہ نے دھماکے کی ذمہ داری قبول بھی کرلی)۔۔امریکی وزیر خارجہ کولن پاول کی طرف سے اس کاروائی کو بزدلانہ اقدام قرار دیا گیا (اخباری خبر)

☆☆ اگر گیارہ ستمبر کے سانحہ میں واقعتاً القاعدہ ملوث تھی تو امریکہ نے اب تک دنیا کے تمام اخلاقی اور قانونی ضابطوں کی جو دھجیاں اڑائی ہیں، وہ ان سب میں حق بجانب ہے۔لیکن اسکے لئے ثبوت بھی تو فراہم کرنا چاہئے۔افسوس ابھی تک امریکہ گیارہ ستمبر کے سانحہ کے سلسلہ میں ایک بھی ایسا ثبوت نہیں دے سکا جسکی بنیاد پر خود امریکہ کی عدالتیں بھی کسی القاعدہ تنظیم کو مجرم قرار دے سکیں۔کولن پاول نے سعودی عرب کے بم دھماکوں کو بزدلانہ اقدام قرار دیا ہے۔افغانستان جیسے بھوکے ننگے، بے سروسامان ملک پر امریکہ بہادر نے چڑھائی کر کے جو دلیری دکھائی تھی، اس کے مطابق کولن پاول صاحب بالکل بجا فرمارہے ہیں۔۔۔لیکن مجھے ایک اور کھٹکا ہورہا ہے۔ابھی چند دن پہلے امریکی حکام نے سعودی عرب سے اپنی فوجیں نکال لینے کا عندیہ دیا تھا کہیں وہ پھر اپنا ارادہ بدل کر وہیں براجمان رہنے کا فیصلہ تو نہیں کر بیٹھے؟ اور اسی لئے یکا یک سعودی عرب میں ایسے دھماکے ہوگئے ہیں۔مجھے تو یہ بھی ''گیارہ ستمبر'' کی طرح امریکہ کے خفیہ اداروں کی اپنی ہی کوئی گہری چال لگتی ہے۔

☆☆ جمعہ کے روز (۱۶ رمئی کو) مکہ مکرمہ کی ایک رہائشی عمارت میں آتش زدگی کا حادثہ۔۱۴ جاں بحق، ۲۷ زخمی۔ (اخباری خبر)

☆☆ ریاض میں بم دھماکوں کے بعد اسی ہفتہ کے اندر مکہ مکرمہ میں آتش زدگی کا سانحہ اتفاقی بھی ہوسکتا ہے، لیکن اس میں کسی اسرائیلی اور امریکی سازش کو یکسر نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔القاعدہ کی ہواؤں کو پکڑنے کے لئے امریکہ نے مکہ، مدینہ میں گھس کر ان کا تعاقب کرنے کا بہانہ کیا تھا جسے سعودی حکومت نے تسلیم نہیں کیا تھا۔ہوسکتا ہے بم دھماکوں کے بعد مکہ میں آتش زنی کا سانحہ خود امریکی ڈرامے کا ہی کوئی منظر ہو۔دیکھیں ابھی اور کیا ڈرامے ہوتے ہیں۔

☆☆ بھارتی صوبہ گجرات کے ضلع بڑودہ میں واگھوڈا تعلقہ کے انتولی گاؤں میں چیتے اور گائے کی دوستی۔ (انقلاب ممبئی کی خصوصی رپورٹ)

☆☆ مذکورہ رپورٹ کے مطابق انتولی گاؤں میں ایک چیتا جنگل سے روزانہ اس گاؤں میں آتا ہے، گنے کے کھیت میں گاؤں کی ایک گائے اس سے ملتی ہے۔ (فلم والے ''چنے کے کھیت میں'' والے گانے کی طرز پر اب ''گنے کے کھیت'' کا کوئی گانا بھی بنا سکتے ہیں) دونوں ایک دوسرے سے پیار کرتے ہیں۔ایک دوسرے کو چومتے چاٹتے ہیں۔محکمہ جنگلات کے افسران اور وائلڈ لائف سے متعلق بعض اداروں کے کارکنوں نے مسلسل نگرانی کے بعد اس خبر کی تصدیق کی ہے۔ایک جنگلی درندے اور گائے میں دوستی یا پیار کی خبر بجائے خود حیران کن ہے۔لیکن اس میں مزید حیرت اس وجہ سے پیدا ہوتی ہے کہ یہ اُس صوبہ گجرات کے ایک گاؤں کی خوبصورت خبر ہے جس میں انتہا پسند ہندوؤں نے ایک منظم اسکیم اور سازش کے تحت وسیع پیمانے پر مسلمانوں کا قتلِ عام کیا تھا۔نریندر مُوذی اگر چاہیں تو اب چیتے کو مسلمان قرار دے کر گئو ماتا سے ان کی دوستی کو ہندو دھرم کا اپمان قرار دے دیں اور اسی بنیاد پر ہی پھر سے مسلمانوں کا قتلِ عام کرادیں۔ویسے چیتے نے اپنے طرزِ عمل سے گجرات کے وزیر اعلیٰ نریندر مُوذی کو دکھا دیا ہے کہ جنگلی درندہ ہونے کے باوجود اس کے اندر پیار موجود ہے، اور یہ بھی کہ نریندر مُوذی جیسے لوگ اصل درندے ہیں۔

☆☆ معروف گلوکاروں محمد رفیع، مکیش، کشور کمار اور ہیمنت کمار کے یادگاری ٹکٹ جاری کر دیئے گئے۔مناڈے کے اعزاز میں ہونے والی تقریب میں ٹکٹوں کا اجراء کیا گیا

(اخباری خبر)

☆☆ یہ بہت اچھی خبر ہے کہ عمدہ موسیقی کے یادگار عہد کے نامور گلوکاروں کے ڈاک ٹکٹ جاری کئے گئے ہیں۔یہ بھی اچھی بات ہے کہ اُسی دور کے ایک نامور گلوکار مناڈے کے اعزاز میں ایک تقریب کے دوران ایسا کام کیا گیا۔اس موقعہ پر مناڈے کو اعزاز سے نوازا گیا۔
مناڈے خود بہت بڑے گلوکار ہیں۔محمد رفیع جیسے عظیم گلوکار نے یہ کہہ کر انہیں خراجِ تحسین پیش کیا تھا کہ میں پبلک کے لئے گاتا ہوں اور مناڈے میرے لئے گاتا ہے۔مناڈے کا یادگاری تو نہیں لیکن ان کے

جیتے جی ان کی تصویر والا ٹکٹ بھی جاری کیا جائے تو اچھی بات ہوگی۔

☆☆ کیمسٹری کے موضوع پر عالمی شہرت اور عزت کی حامل، ملتان یونیورسٹی کے شعبہ کیمسٹری کی اسسٹنٹ پروفیسر ڈاکٹر فرزانہ محمود کی بطور ایسوسی ایٹ پروفیسر ترقی پر شعبہ کے چیئرمین کی شدید مخالفت کے بعد ترقی روک دی گئی۔(ایک اخباری رپورٹ)

☆☆ ڈاکٹر فرزانہ کے پی ایچ ڈی کے تھیسس کو پانچ سال میں دنیا کے پانچ بہترین تھیسس میں سے ایک قرار دیا گیا تھا۔ان کے مقالہ سے استفادہ کرنے والے تین نوبل انعام یافتہ سائنسدانوں نے انہیں میساچوسٹس انسٹی ٹیوٹ آف ٹیکنالوجی میں خطاب کرنے کی دعوت دی۔ایسی ذہین خاتون کی تو زیادہ سے زیادہ حوصلہ افزائی ہونا چاہئے تھی۔۔۔۔پاکستان کے نوبل انعام یافتہ سائنس دان ڈاکٹر عبدالسلام کے ساتھ بھی قوم نے کچھ اسی قسم کا سلوک کیا تھا۔انہیں کالج کے ہوسٹل کا وارڈن یا طلبہ کی فٹ بال ٹیم کی کوچنگ کی ذمہ داری قبول کرنے کا حکم دیا گیا۔ایسے حالات سے دلبر داشتہ ہو کر انہوں نے ملک کو خیر باد کہا تھا۔ڈاکٹر فرزانہ محمود کے ساتھ جو کچھ کیا جا رہا ہے یہ سب ہمارے قومی مزاج کا منفی حصہ ہے۔اس میں خیر کی امید کا پہلو یہی ہے کہ وہ یقیناً ایک دن اتنا بڑا کام کریں گی جس کے نتیجہ میں وطن ان پر ناز کرے گا اور ان کی راہ میں روڑے اٹکانے والے منہ چھپاتے پھریں گے۔وہ قومیں اور افراد بڑے ہی بد بخت ہوتے ہیں جو کسی بھی منفی جذبے کے تحت اپنے ہی لوگوں میں موجود جوہرِ قابل کو اس کے اصل میدان سے ہٹانے کی سازش اور کوشش کرتے ہیں۔

☆☆

۲۳؍ربیع الاول ۱۴۲۴ھ ۔ ۲۶؍مئی ۲۰۰۳ء

☆☆ سعودی عرب کے بعد مراکش کے شہر کاسابلانکا میں ''دہشت گرد حملہ''۔حملہ کی نوعیت ریاض میں ہونے والے حملہ سے ملتی جلتی ہے۔امریکہ کے کسی ادارہ کو نشانہ نہیں بنایا گیا، البتہ ایک بم دھماکہ بیلجیئم کے سفارت خانہ کے قریب ہوا۔(اخباری خبر)

☆☆ بظاہر ایسا باور کرایا جاتا ہے کہ اس وقت سارے دہشت گرد امریکہ کے خلاف کمر بستہ ہیں اور

امریکہ دہشت گردی کے خلاف کوئی عالمی جنگ لڑ رہا ہے۔لیکن یہ عجیب امریکہ مخالف دہشت گرد کاروائی ہے جس میں دھما کہ اس ملک کے سفارت خانہ کے قریب ہوتا ہے جو امریکہ کی اہم شخصیات کے خلاف جنگی جرائم کا مقدمہ چلا رہا ہے اور جسے امریکہ سنگین نتائج کی دھمکیاں بھی دے چکا ہے۔(بعد میں آنے والی ایک خبر کے مطابق بلجیم جیسے ایک چھوٹے یورپی ملک نے آخر کار امریکی دباؤ کے آگے گھٹنے ٹیک دیئے۔مقدمہ کی کاروائی روک دی گئی)اسی طرح مرنے والے یا زیادہ تر مقامی لوگ ہیں یا پھر فرانس کے تین شہری ہلاک ہوئے ہیں۔بلجیم کی طرح فرانس پر بھی امریکی غصہ ساری دنیا پر ظاہر ہے۔ایک یہودی مقام کے قریب بھی دھما کہ ہوا ہے لیکن وہ مقام یہودی قبرستان ہے۔حملہ آوروں کی ذہانت کی داد دیجئے۔ ان کا ٹارگٹ امریکی اور یہودی مقامات ہیں مگر دھماکے پوری احتیاط کے ساتھ کیسے کیسے مقامات پر کئے جا رہے ہیں۔خوف اپنے مخالف ملکوں کو دلایا جا رہا ہے اور دہائی خود دی جا رہی ہے۔امریکی اور یہودی خفیہ اداروں کی ذہانت قابلِ داد ہے۔کہیں پہ نگاہیں،کہیں پہ نشانہ!

☆☆ **سعودی عرب اور مراکش کے بعد پاکستان دہشت گردوں کا اگلا نشانہ بن سکتا ہے۔امریکہ کی جانب سے حکومت پاکستان کو آگاہ کر دیا گیا۔** **(اخباری خبر)**

☆☆ ظاہر بات ہے امریکہ سے زیادہ کون جان سکتا ہے کہ اب عالمی دہشت گرد کس ملک میں بم دھماکے کرائیں گے۔ویسے عجیب بات ہے کہ دہشت گردوں کی اصل لڑائی امریکہ کے خلاف ہے لیکن امریکہ کو وہ اپنا نشانہ نہیں بنا رہے۔اور تو اور امریکہ کے خاص حلیف ملکوں برطانیہ اور آسٹریلیا میں بھی کچھ نہیں کر رہے۔دھماکے کر رہے ہیں تو اپنے ہی اسلامی ملکوں میں......اور۔مار رہے ہیں تو زیادہ تر اپنے ہی ملک کے شہریوں کو یا پھر ان ممالک کے باشندوں کو جو امریکہ کے خلاف بولنے کی جراءت کر رہے ہیں۔امریکہ کی موجودہ انتظامیہ کو چاہئے کہ اب یہ چکر بازی ختم کرے۔

☆☆ **ملک سے ہر قسم کی دہشت گردی اور اس کے نظریات کو اکھاڑ پھینکیں گے۔**
(شوریٰ کونسل سے شاہ فہد کا خطاب)

☆☆ سعودی عرب میں سب سے خطرناک دہشت گردی امریکی ریشہ دوانیاں ہیں۔اسرائیلی ایجنڈے پر عمل پیرا امریکی ایجنسیوں کے جو افراد مختلف شکلوں میں وہاں گھسے ہوئے ہیں،وہی اصل اور سب سے

خطرناک دہشت گرد ہیں۔ان عالمی گِدھوں کی نظریں مکہ اور مدینہ پر ہیں۔اسلئے سب سے پہلے ان گِدھوں کو یا تو اس علاقہ سے مکمل طور پر نکال دیا جائے،یا ان کا خاتمہ کیا جائے۔

☆☆ **راجن پور میں ۱۲۰ ایکڑ زمین اور ایک مکان کی جائیداد کے حصول کے لئے سوتیلی والدہ،چار سوتیلی بہنوں اور دو سوتیلے بھائیوں کو انتہائی بیدردی سے قتل کرنے کے بعد ان پر تیزاب انڈیل دیا۔** **(اخباری خبر)**

☆☆ اس اندوہناک خبر کا المناک ترین پہلو یہ ہے کہ مقتولین میں آٹھ ماہ کا بچہ اور تین سال کی بچی بھی شامل ہے۔باقی سارے سوتیلے بھائی بہنوں کی عمریں بھی ۸ سال سے ۱۸ سال کے درمیان تھیں۔اتنی معمولی سی جائیداد کے لئے کوئی بھائی (سوتیلے ہی سہی)اپنے بھائی بہنوں اور ماں کو اتنی سفا کی سے قتل کر سکتے ہیں تو پھر تیل کی دولت سے مالا مال عراق کی دولت پر قبضہ کرنے کیلئے امریکہ نے جو کچھ کیا ہے،تو ایک بڑی سطح پر وہ بھی ایسا ہی سانحہ ہے۔ویسے بھی مسیحی اور یہودی حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بیٹے حضرت اسحاق علیہ السلام کی شاخ سے وابستہ ہیں اور مسلمان حضرت اسماعیل علیہ السلام کی شاخ سے منسلک ہیں۔اب جو کچھ مسیحی اور یہودی دنیا کے بعض طاقتور حلقے مسلمان ممالک کے ساتھ کر رہے ہیں،یہ شاید پرانے سوتیلے جذبوں کا ہی زہر ہے۔

☆☆ **دس سال تک وطن واپس نہ آنے کا معاہدہ میری مرضی کے خلاف ہوا تھا اور سراسر بلیک میلنگ ہے۔** **(شہباز شریف کا بیان)**

☆☆ ہم شہباز شریف کی وطن واپسی کے لئے دعا گو ہیں لیکن جہاں تک ان کی ملک بدری اور دس سالہ میعاد کا تعلق ہے اس میں اوّل تو کوئی بلیک میلنگ نہیں ہوئی۔اگر ہوئی ہے تو وہ اُنکے اپنے خاندان کی طرف سے ہوئی ہے۔جنرل پرویز مشرف کو اس کا الزام دینا غلط ہے۔اگر آپ جذباتی طور پر بلیک میل کئے گئے ہیں تو خود اپنے خاندان کی طرف سے بلیک میل کئے گئے ہیں۔

☆☆ **پاکستان،بھارت کے ساتھ برابری کی بنیاد پر مذاکرات چاہتا ہے۔**
(جنرل پرویز مشرف کی غیر ملکی صحافیوں سے گفتگو)

☆☆ برابری کی بنیاد پر بات کرنا تو شاید رسمی سی بات ہے۔تاہم جنوبی ایشیا میں امن اور ترقی ہونا چاہیئے،اس کے لئے پاکستان اور انڈیا کے مسائل کا حل کیا جانا اور دونوں میں خیر سگالی کے جذبات کا فروغ پانا بے حد ضروری ہے۔اس وجہ سے جنرل پرویز مشرف کی ماضی میں کی گئی مذاکرات کی بار بار کی درخواستیں آخر رنگ لانے لگی ہیں۔حالات بہتر ہونے کی امید پیدا ہوئی ہے۔خدا کرے ایسا ہو جائے۔

☆☆ **۱۹۹۱ء میں ایک عرب شیخ کے ساتھ بیاہی جانے والی بارہ سالہ بچی آمینہ کی، بارہ سال کے بعد دوبارہ شادی۔ (اخباری خبر)**

☆☆حیدرآباد دکن کی اس بچی کی شادی ایک عرب شیخ سے ہوئی تھی۔بے شک عمروں کا کافی فرق تھا۔لیکن ائر پورٹ پر جاتے ہوئے نہ صرف مذکورہ عرب شیخ کو گرفتار کرلیا گیا بلکہ عدالت سے اس نکاح کو بھی فسخ کرا دیا گیا۔تب خواتین کے حقوق کی تنظیمیں بڑی سرگرمی سے اس کارِ خیر کو انجام دے رہی تھیں۔لیکن اس کے بعد کسی نے آمینہ کی خیر خبر نہیں لی۔اس کے والد کی وفات کے بعد گھر کے مسائل میں مزید اضافہ ہو گیا۔اب اسی بچی نے بارہ سال کے بعد ۲۴ سال کی عمر میں ایک ایسے ٹیچر سے شادی کی ہے جو عمر میں اس سے بیس سال بڑا ہے۔جس کی پہلی بیوی فوت ہو چکی ہے اور اس سے اس کے تین بچے ہیں۔عرب شیخ کے ساتھ بارہ،تیرہ سال کی بچی کی شادی اتنا بڑا جرم نہیں تھا جتنا اسے بنا دیا گیا تھا اور اب جس طرح آمینہ کی شادی ہوئی ہے اور جو کچھ اسے آگے پیش آئے گا،عرب شیخ سے شادی اس سے ہزار گنا بہتر ہوتی۔اور کچھ نہ بھی سہی،کم از کم خوشحالی تو اس کے سارے خاندان کو نصیب ہو جاتی۔آمینہ کی خیر خواہی کا دم بھرنے والی خواتین کی تنظیمیں سیاست کرنے کی بجائے اس کی زندگی کو بھی سنوار سکتیں تو بات ہوتی۔

☆☆ **پچھڑے ہوئے دلت طبقہ کی مشہور رہنما، یوپی کی وزیر اعلیٰ مایا وتی نے دہلی میں ۱۷ کروڑ روپے مالیت کی کوٹھی خریدلی۔ (اخباری خبر)**

☆☆مایاوتی پچھڑے ہوئے طبقوں کی نمائندگی کا دعویٰ کرتی ہیں۔ان کے عمل سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ وہ غریب طبقوں کی کتنی ہمدرد ہیں۔اس خبر کے سلسلہ میں یہ وضاحت کردی جائے کہ مایاوتی نے مشہور فلمی رسالہ ''شمع'' والوں کی کوٹھی خریدی ہے۔یہ کوٹھی چند سال پہلے ۳۵ کروڑ میں بِک رہی تھی لیکن ''شمع'' والوں نے اس قیمت پر نہیں بیچی تھی۔اب اس کا ۱۷ کروڑ میں سودا ہونے کا یہ مطلب بھی ہو سکتا ہے کہ باقی

اضافی رقم بلیک کی صورت میں ادا کی جائے گی۔پیپرز میں صرف ۱۷ کروڑ ظاہر کئے جائیں گے۔گویا ایسی وزیر اعلیٰ جو اپنے سیاسی مخالفین کے خلاف کرپشن کے کیسز بنا رہی ہیں خود کرپشن کر رہی ہیں۔لگتا ہے بر صغیر کے سارے سیاسی لیڈروں کا عمومی کردار ایسا ہی ہے۔

☆☆ **دہشت گرد گروپوں یا دہشت گرد ریاستوں کو وسیع پیمانے پر تباہی پھیلانے والے ہتھیاروں کے ذریعے دنیا کو دھمکانے یا بلیک میل کرنے کی اجازت نہیں دی جائے گی۔**
(کینکٹی کٹ میں امریکی کوسٹ گارڈ سے بُش جونیئر کا خطاب)

☆☆ صدر بُش کا فرمان بالکل درست ہے۔وسیع پیمانے پر تباہی پھیلانے والے ہتھیاروں کے ذریعے دنیا کو دھمکانے اور بلیک میل کرنے کا حق صرف امریکہ کی موجود حکومت کو حاصل ہے۔اسی لئے اس حکومت نے افغانستان سے لے کر عراق تک اپنی بہادری دکھادی ہے اور فرانس سے لے کر بیلجیئم تک سب کو دھمکا کر بلیک میلنگ کا حق بھی ادا کر دیا ہے۔اب جو بھی دہشت گردی ہو گی امریکی انتظامیہ کی اجازت کے ساتھ ہو گی،ورنہ نہیں ہو گی۔

☆☆ **وزیر اعظم جمالی کی فیصل آباد آمد کے موقعہ پر وزیر اعلیٰ پنجاب پرویز الٰہی چوہدری کی غیر حاضری سے ان افواہوں کی تصدیق ہوتی ہے کہ چوہدری شجاعت حسین گروپ کے بارے میں ایوان صدر میں رائے اچھی نہیں رہی۔اسی کے نتیجہ میں شجاعت فیملی کے خلاف کرپشن کی بند فائلیں کھولنے کا جائزہ لیا جا رہا ہے۔(گلف نیوز کی خصوصی رپورٹ)**

☆☆ اگر کسی وجہ سے بھی حکومت چوہدری شجاعت فیملی کی بند فائلیں کھولنے لگی ہے تو اس سے ملک وقوم کا بھلا ہو گا۔ان لوگوں کو سر پر چڑھانے کی وجہ سے ہی پرویز مشرف کا اپنا اچھا خاصا مہذب اور صاف ستھرا امیج خراب ہوا۔یہ لوگ تو ہمیشہ چڑھتے سورج کے پجاری رہے ہیں اور ہر دور میں انہوں نے لُوٹ مار کی ہے۔نواز شریف نے اتنی کرپشن نہیں کی ہو گی جتنی ان لوگوں نے ہر دور میں کی ہے۔اگر جمالی کے دور میں یہ جلالی کام ہو جائے اور قومی خزانے میں،لُوٹی ہوئی دولت بھی واپس آجائے تو یہ ملک کے لئے ایک بہت اچھی خبر ہو گی۔اگر ان کے متبادل کے طور پر میاں اظہر کو سامنے لایا جاتا ہے تو ان کی سیاسی اور اخلاقی حیثیت کا باوقار جواز بنتا ہے۔انہوں نے نواز شریف کو ان کے دور اقتدار میں چھوڑا تھا۔اور ان کے دامن

پر کرپشن کے ایسے داغ بھی نہیں ہیں جیسے شجاعت گروپ کے دامن پر دور سے بھی دکھائی دے رہے ہیں۔ حقیقتاً ایسے لوگوں سے چھٹکارا پانے سے پرویز مشرف صاحب کا کھویا ہوا وقار پھر سے بحال ہوسکتا ہے۔

☆☆ **بطخ کی ہلاکت پر دو فرقوں کے درمیان فساد۔تین مکانات نذر آتش کردئے گئے۔**

(اخباری خبر)

☆☆ انڈیا میں منڈروان پولیس سرکل کے تحت موضع مہدا میں ایک بطخ ایک ٹریکٹر کے نیچے آ گئی۔جس کے نتیجہ میں دو فرقوں کے درمیان جھگڑا ہوگیا۔خبر کے مطابق ایک فرقہ کے ایک شخص کی بطخ دوسرے فرقہ کے ٹریکٹر کے نیچے آ کر ہلاک ہوگئی۔اس پر دونوں فریقوں کا جھگڑا دونوں فرقوں کے جھگڑے میں تبدیل ہوگیا۔اس فساد میں تین مکانات نذرِ آتش ہوگئے۔

☆☆ **امریکہ کی Yale یونیورسٹی کیمپس کے لاء اسکول کی عمارت میں بم دھماکہ۔امریکہ کی سیکیورٹی ایجنسیاں حیران۔ایف بی آئی کی طرف سے تفتیش شروع کردی گئی۔**

(اخباری خبر)

☆☆ ابھی تک اس دھماکے کے ڈانڈے عالمی دہشت گردی کے ساتھ نہیں ملائے گئے۔ملا دیئے جائیں تو کوئی بعید نہیں۔ویسے جب یہ دھماکہ ہوا ہے وہاں کوئی بندہ ہی نہیں تھا۔امریکہ میں اتنی احتیاط کے ساتھ دھماکہ کرنے والوں کو کہا جا سکتا ہے کہ ؎

تم قتل کرو ہو کہ کرامات کرو ہو

امریکہ میں دہشت گردوں کو اوّل تو دھماکے کرنے کی ضرورت ہی نہیں ہے۔اس کے لئے اسلامی ملک اور تیسری دنیا کے ممالک حاضر ہیں۔لیکن اگر دہشت گردوں نے اپنا بھرم رکھنے کے لئے لازماً امریکہ میں کچھ دھماکے کرنے ہیں تو پھر ان کا یہ انداز بہت اچھا ہے کہ دھماکہ بھی ہو جائے اور جانی نقصان بھی نہ ہو۔ اگر کبھی جانی نقصان دکھانا مقصود ہو تو کوشش کی جائے کہ ان علاقوں میں نقصان ہو جہاں مسلم آبادی ہو۔ اس طرح امریکہ کی سیکیورٹی ایجنسیاں مزید حیران ہوتی رہیں گی، اور دنیا بھر کے مسلمان امریکہ اور امریکہ کے مبینہ دہشت گردوں سے بزبانِ حال کہتے رہیں گے۔ ؎ تُو مشقِ ناز کر، خونِ دو عالَم میری گردن پر

☆☆ **''ایک سے زیادہ شادیاں اچھی نہیں لیکن میں نے دو کیں۔'' ایک شاعر اور ادیب کا اعتراف اور اظہارِ شرمندگی۔** **(اخباری خبر)**

☆☆ یہ روزنامہ ''جنگ'' (۲۴مئی) کی خبر ہے۔اس کے مطابق ایک تقریب میں مختلف طبقات کے بہت سے لوگ موجود تھے جہاں تعدد ازدواج کے حوالے سے باتیں ہوئیں۔اس خبر میں شریک ہونے والے افراد کے نام نہیں لکھے گئے۔اس تقریب میں ایک اہم بات یہ کی گئی کہ چار شادیوں کی اجازت عیاشی سے روکنے کے لئے دی گئی ہے۔اس پر کسی نے تبصرہ کیا کہ عملاً چار شادیوں والے حضرات اسکے باوجود عیاشی سے باز نہیں آتے۔اس تقریب کی ایک دلچسپ بات یہ تھی کہ اس میں تعدد ازدواج کے خلاف بولنے والوں میں سے زیادہ تر خود ایک سے زیادہ شادیاں کئے ہوئے تھے جبکہ تعدد ازدواج کا جواز بیان کرنے والے موجود علمائے کرام نے صرف ایک ایک شادی کی ہوئی تھی۔دو شادیاں کرنے والے شاعر کا یہ کہنا کہ ایک سے زیادہ شادیاں اچھی نہیں لیکن میں نے دو کی ہیں۔ان کا ندامتی بیان ہے۔اگر اس تقریب میں شری واجپائی جی ہوتے تو وہ بیزاری سے کہتے'' شادی ایک بھی اچھی نہیں ہے''۔اور اگر شیخ رشید وہاں موجود ہوتے تو ویسے تو وہ بھی واجپائی جی والی بات ہی کہتے۔لیکن اپنی شریر مسکراہٹ اور شوخی کے ساتھ کہتے:''شادی ایک بھی اچھی نہیں ہے، مجھے دیکھ لیں!''۔

☆☆

یکم ربیع الثانی ۱۴۲۴ھ۔۲؍جون ۲۰۰۳ء

☆☆ **امریکہ کو دہشت گردی کے نئے خطرات کا سامنا ہے، دشمن کے حملے میں تین لاکھ سے زیادہ امریکی ہلاک ہوسکتے ہیں۔**

(رمزفیلڈ کا اخبار ''دی نیوز'' کے لئے لکھے گئے ایک آرٹیکل میں اظہارِ تشویش)

☆☆ **القاعدہ آئندہ ۳۰ سے ۹۰ روز میں امریکہ کے اندر زبردست حملہ کرے گی۔**

(ایف بی آئی اور سی آئی اے کی ۲۶ مئی کی خبر)

☆☆ ٹھیک ہے، ٹھیک ہے۔۔۔اسی طرح اظہار تشویش کرتے رہیئے اور عالمی سطح پر اپنا کام جاری رکھئے۔ایسے ڈراوے سے عام امریکی عوام بھی ''عالمی آئل مافیا'' کے کھیل کو سمجھنے کے بجائے اپنی فکر میں مبتلا رہیں گے اور آپ کی انسانیت سوز سرگرمیوں میں آپ کے خلاف نہیں ہوں گے۔لیکن امریکہ پر کوئی ایسا حملہ کہیں سے بھی نہیں ہوگا۔کوئی القاعدہ سچ مچ موثر ہوتی تو اب تک حملہ ہو چکا ہوتا۔بہر حال آپ لوگ اپنا کھیل جاری رکھیں۔

☆☆ ایران میں سرگرم القاعدہ نیٹ ورک نے ۱۲ مئی کو سعودی عرب میں ہونیوالے خودکش حملوں میں اہم کردار ادا کیا۔انٹیلی جنیس رپورٹس کے بعد امریکہ نے ایران کے ساتھ تعلقات کو توڑ کر خاتمی حکومت کو ختم کرنے پر غور شروع کر دیا۔(واشنگٹن کی رپورٹ)

☆☆ یہ القاعدہ کی امریکیوں کو بہت عمدہ سُوجھی ہے۔بس اب جس ملک پر چڑھائی کرنی ہو اس میں القاعدہ کے ممبرز کو گھستے ہوئے دکھا دیجئے اور خود بھی ان کے تعاقب میں اس ملک پر چڑھ دوڑیئے۔ پرائمری اسکول کی اردو کتاب میں بھیڑ کے بچے اور بھیڑیئے والی کہانی کے آخر میں انجام کے طور پر فارسی میں لکھا ہوتا تھا ''خوئے بد را بہانۂ بسیار'' (بدفطرت کے پاس اپنا مذموم کام کرنے کے لئے کئی بہانے ہوتے ہیں)۔۔۔لگتا ہے امریکہ سے زیادہ انتظار نہیں ہو رہا اور طاقت کے نشہ میں وہ افغانستان اور عراق کے بعد اب ایران کا رُخ کرنے لگا ہے اور بہانہ وہی القاعدہ کا ہے۔اس میں صدام حکومت کے اہلکاروں کا الزام بھی شامل کیا جا سکتا ہے۔

☆☆ گدھوں کی ریس دیکھنے کے لئے کراچی سٹی کے نائب ناظم سے جنرل پرویز مشرف کی فرمائش۔ (اخباری خبر)

☆☆ پچھلے دنوں جنرل پرویز مشرف کراچی گئے تو وہاں انہوں نے کراچی سٹی کے نائب ناظم سے اپنی اس خواہش کا اظہار کیا کہ وہ سائیکل ریس اور گدھوں کی ریس دیکھنا چاہتے ہیں۔اس پر بعض ستم ظریف صحافیوں نے ''سائیکل ریس'' کی خواہش کو تو گول کر دیا ہے اور مقامی حکومت کے ایک نمائندے سے اس خواہش کا اظہار کرنے کو ''عارفانہ'' انداز سے لیا ہے۔ان کے بقول قومی اسمبلی میں ہارس ٹریڈنگ ہوتی ہے۔اسمبلی میں گھڑ دوڑ چلتی ہے اور اسی نسبت سے مقامی حکومتوں کا نظام گدھا دوڑ ہی کہلائے گا۔صحافیانہ

ستم ظریفی سے قطع نظر گدھا، مسیحی مذہب کا محترم جانور ہے۔روایت ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام گدھے پر سواری کیا کرتے تھے۔اکبرالہٰ آبادی نے بہت پہلے یہ شعر کہا تھا لیکن اِس وقت جتنا بُش انتظامیہ پر یہ شعر پورا اتر رہا ہے اتنا کسی اور پر پورا نہیں اترتا ؎

عیسیٰ سے جا کے کہئے گدھے اپنے باندھ لیں
کھیتی تمام حضرتِ آدم کی چر گئے

☆☆ جنوبی ہندوستان کے شہر سالم میں ایشوری نامی خاتون نے کنویں میں بچے کو جنم دیا۔ (اخباری خبر)

☆☆ خبر کے مطابق ۲۸ سالہ ایشوری کے ہاں بچے کی پیدائش ہونے والی تھی۔ پیدائش کے موقعہ پر ہونے والے درد کی تاب نہ لا کر خاتون نے ایک قریبی کنویں میں چھلانگ لگا دی۔وہیں بچے کی پیدائش ہو گئی۔اتفاق سے کنویں میں پانی صرف دو فٹ گہرا تھا۔اس لئے لوگوں کی فوری کوشش کے نتیجہ میں زچہ و بچہ دونوں کو بچا لیا گیا ہے۔ابھی تک بس، ٹرین اور ہوائی جہاز وغیرہ میں سفر کے دوران بچوں کی پیدائش ہونے کی خبریں آتی تھیں تو چہروں پر حیرت آمیز مسرت پھیل جاتی تھی۔اب کنویں میں بچے کی پیدائش کی خبر مذکورہ ساری خبروں سے بالکل مختلف ایک اور دلچسپ خبر ہے۔اور کیفیت وہی ہے حیرت اور مسرت والی۔خدا (یا بھگوان۔۔جو اُس فیملی کو پسند ہو) زچہ و بچہ کو خیریت سے رکھے۔

☆☆ اقوام متحدہ نے انڈونیشیا کے صوبے آچے میں انسانی المیے کی وارننگ دی ہے۔رپورٹ کے مطابق آچے میں اس وقت پانچ ہزار علیحدگی پسند ہیں اور ۳۸ ہزار فوجی اور پولیس فورسز آپریشن میں حصہ رہے ہیں۔ (اخباری خبر)

☆☆ اقوام متحدہ کی انسانیت نوازی پر قربان جایئے۔افغانستان سے عراق تک کتنی ننگی جارحیت ہو گئی۔کتنی قیامتیں گزر گئیں مگر اقوام متحدہ کو کوئی انسانی المیہ دکھائی نہیں دیا۔کشمیر میں نصف صدی سے زائد عرصہ سے آزادی کی تحریک چل رہی ہے۔اس وقت بھارتی مقبوضہ کشمیر میں سات لاکھ فوج وہاں کے عوام پر ظلم ڈھا رہی ہے مگر اقوام متحدہ کو کوئی انسانی المیہ دکھائی نہیں دے رہا۔آچے میں ۳۸ ہزار فوجی اور پولیس

فورسز نے کاروائی کی تو فوراً انسانی المیہ کی وارننگ آ گئی۔ بے شک اقوام متحدہ اب امریکہ کی داشتہ بن کر رہ گئی ہے اور داشتہ آید بکار!

☆☆ **ممبئی کی سنٹرل انڈسٹریل سیکیورٹی فورس کے کانسٹیبل نامدیو نے ممبئی کے انٹرنیشنل ائرپورٹ پر فائرنگ کر کے اپنے کمانڈنٹ کو ہلاک کر دیا اور چھ افراد کو یرغمالی بنا لیا۔ سات گھنٹے کے بعد یرغمالیوں کو رہا کرا لیا گیا۔ (اخباری خبر)**

☆☆ **کراچی کے اے۔ایس۔آئی مختار سومرو نے افسرِ اعلیٰ کی ڈانٹ ڈپٹ سے دل برداشتہ ہو کر خودکشی کر لی۔ (اخباری خبر)**

☆☆ کراچی اور ممبئی دونوں ساحلی شہر ہیں۔ دونوں مقامات پر ایک دوسرے سے بالکل متضاد واقعات رونما ہوئے ہیں۔ کراچی کے مختار سومرو کی خودکشی افسروں کی رعونت کو آشکار کرتی ہے۔ جبکہ نامدیو کا اقدام بھی افسر کے حاکمانہ رویے سے بہت زیادہ تنگ آئے ہوئے ماتحت کا ردِعمل تھا۔ نامدیو کا اصل مسئلہ یہ تھا کہ وہ چھٹی مانگ رہا تھا اور اس کا افسر چھٹی نہیں دے رہا تھا۔ اس سے مشتعل ہو کر اس نے ایسی حرکت کر دی۔ چند دن پہلے انڈیا کی آرمی سے بھی اسی نوعیت کی خبر آئی تھی۔ اس میں یرغمالی بنانے کی نوبت تو نہیں آئی تھی لیکن فوجی نے اپنے افسر کو ہلاک کر دیا تھا اور وجہ وہاں بھی گھر جانے کیلئے چھٹی نہ دینے والی تھی۔ اپنے افسر کو ہلاک کرنے والے یقیناً قصوروار ہیں لیکن اس سے یہ بھی اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ افسر شاہی کا رویہ چھوٹے چھوٹے کاموں میں بھی اتنا غیر انسانی ہو گیا ہے کہ ملازمین ذہنی اذیت سے مشتعل ہو کر مرنے، مارنے کی انتہا تک چلے گئے۔

☆☆ **اگر بی جے پی کے پُر تشدد فاشزم اور بی ایس پی کی زہریلی ذات پات کی سیاست سے ملک کو بچانا ہے تو دوسری تمام پارٹیوں کو ایک پلیٹ فارم پر آنا ہوگا، ورنہ ملک تباہ ہو جائے گا۔ (کلیان سنگھ کی بلند شہر میں صحافیوں سے بات چیت)**

☆☆ جہاں تک کلیان سنگھ کے تجزیہ کا تعلق ہے اس میں کوئی شک نہیں کہ فرقہ پرستی کی سیاست ہندوستان کو تباہی کی طرف ہی لے جا رہی ہے۔ لیکن یاد رہے کلیان سنگھ خود بی جے پی کے سرگرم رہنما اور بی جے پی کے یو پی میں وزیر اعلیٰ رہے ہیں۔ انتہا درجہ کی فرقہ پرستی کا ارتکاب کرتے رہے ہیں۔ بابری

مسجد کی شہادت میں ان کا بڑا اہم اور موثر کردار رہا ہے۔ اب اگر ان کی کایا کلپ ہوئی ہے تو انہیں اپنے فرقہ پرست کردار پر ندامت کا اظہار کرنا چاہئے تا کہ انڈیا کے مسلمان ان سے اتنا تو کہہ سکیں۔

کی مِرے قتل کے بعد اس نے جفا سے توبہ
ہائے اس زُود پشیماں کا پشیماں ہونا

☆☆ **عراق پر حملہ سنگین غلطی تھی اور اس سے امریکی وقار کو نقصان پہنچا ہے۔ (امریکی سینٹ کی خارجہ امور کمیٹی کے رُکن سینیٹر جیو بیڈن ڈیلویر)۔۔۔**

☆☆ **کانگریس کو اس بات کی تحقیق کرنی چاہئے کہ امریکی انتظامیہ نے جان بُوجھ کر عراق کے ہتھیاروں کے پروگرام کے بارے میں اضافی اعداد و شمار بیان کئے یا پُر اسرار طور پر اس کا اندازہ لگایا گیا۔ (امریکی سینیٹر وا کی فیلر)**

☆☆ **مجھے شبہ ہے کہ اب بھی عراق سے ہتھیار مل جائیں گے۔ ایسا نہ ہوا تو اس سے امریکی وقار کو سخت دھچکا پہنچے گا۔ (مین پیٹ رابرٹسن)**

☆☆ امریکی سینٹ کی خارجہ امور کی کمیٹی میں مذکورہ افراد کے بیانات میں سے صرف سینیٹر جیو بیڈن ڈیلویر نے سچائی سے کام لیتے ہوئے امریکی غلطی کو مانا ہے اور طاقتور ہونے کے باوجود دنیا بھر میں امریکی جارحیت سے اس کے بارے میں جو تاثر ابھرا ہے اس کا اقرار کیا ہے۔ سینیٹر وا کی فیلر کو بھی امریکی انتظامیہ کی دھوکہ دہی اور غلط بیانی کا احساس ہے لیکن انہوں نے اسے اچھے الفاظ میں لپیٹنے کی کاوش کی ہے۔ البتہ مین پیٹ رابرٹسن کے شبہات سے ان کی بہت زیادہ سادگی یا پھر بہت زیادہ چالاکی ظاہر ہوتی ہے۔ انہیں صاف کہنا چاہئے تھا کہ امریکہ کو اب جیسے تیسے کر کے عراق کے کسی کونے سے مہلک ہتھیاروں کی ایک کھیپ کی برآمدگی کا ناٹک کر لینا چاہئے کیونکہ بہت بدنامی ہو رہی ہے۔

☆☆ **برصغیر کے مسلمانوں کے عظیم رہنما سر سید احمد خان اپنی آخری عمر میں اپنے بیٹے محمود کے ہاتھوں شدید دکھی تھے۔ دربدری کی حالت میں ان کی وفات پر ان کی تجہیز و تکفین کے لئے چندہ جمع کیا گیا۔ (احمد ندیم قاسمی کا میر ولایت حسین کے حوالے سے انکشاف)**

☆☆احمد ندیم قاسمی کے آرٹیکل سے جہاں سرسید احمد خاں کے بیٹے محمود کی ناخلفی کا پتہ چلتا ہے وہیں یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ مسلمانوں کی سچی خیر خواہی کرنے والوں کا انجام کیا ہوتا ہے۔شاید اسی لئے اب مسلمانوں کے بیشتر رہنما قوم کی بے لوث خدمت کے چکر میں نہیں پڑتے اور صرف اپنی ذاتی ترقی اور ذاتی مفاد ہی ان کے مدنظر ہوتا ہے۔

☆☆ مذہبی مقاصد کے لئے ترشول کا استعمال جائز ہے۔غلط استعمال پر کاروائی کی جائے گی۔
(بیان مرکزی وزیر مملکت امور داخلہ ہند)

☆☆ واجپائی نے حال ہی میں جو اپنی کابینہ میں توسیع کی ہے اس میں ہندوؤں کے دھارمک رہنما سوامی چنمیا نند کو مرکزی وزارتِ داخلہ امور کا وزیر مملکت بنایا گیا ہے اور اسی حیثیت میں موصوف نے انتہا پسند ہندوؤں میں ترشول جیسے خطرناک ہتھیار کی تقسیم کے وجوب کا فتویٰ دیدیا ہے۔سکھوں کو پہلے ہی کرپان رکھنے کی اجازت ہے۔جبکہ اس وقت ہندوستان میں مسلمانوں کو انتہا پسند ہندوؤں سے سب سے زیادہ خطرہ لاحق ہے۔ویسے تو شاعر مشرق علامہ اقبال نے بہت عمدہ کہا تھا کہ ؎

مذہب نہیں سکھاتا آپس میں بَیر رکھنا

لیکن اگر مذہبی بنیادوں پر انتہا پسند ہندوؤں میں ترشول کی تقسیم ایسا کام جائز ہے تو پھر ؎

خنجر ہلال کا ہے قومی نشاں ہمارا

لہٰذا ہندی مسلمانوں کو بھی خنجر رکھنے کی اجازت دی جائے۔

☆☆ آل انڈیا پاسپورٹ ایسوسی ایشن کی طرف سے اپنے مطالبات منوانے کے لئے احتجاجی پروگرام کا اعلان۔ (اخباری خبر)

☆☆ مختلف سرکاری وغیر سرکاری اداروں کی جانب سے اپنے مطالبات منوانے کے لئے احتجاج اور ہڑتالیں ہوتی رہتی ہیں۔لیکن آل انڈیا پاسپورٹ ایسوسی ایشن نے اپنے احتجاج کی طرف توجہ دلانے کے لئے انوکھا طریقِ کار اختیار کیا ہے۔خبر کے مطابق ایسوسی ایشن نے ۳۱ مئی کو چھٹی کا دن ہونے کے باوجود ہندوستان بھر میں اپنے دفاتر میں حاضر ہونے کا اعلان کیا ہے۔ہڑتال کر کے ڈیوٹی ٹائم کو بھی ضائع

ہوتے تو دیکھا جاتا رہا ہے لیکن احتجاج کرتے ہوئے چھٹی والے دن حاضری دینا یقیناً ایک نیا انداز ہے۔ دیکھیں اس کا کیا نتیجہ نکلتا ہے۔

☆☆ معروف کرکٹر اور سیاستدان عمران خان نے داڑھی رکھ لی۔بعض علماء کی طرف سے عمران کو بالمشافہ مبارک باد۔ (اخباری خبر)

☆☆ عمران خان شدید مصروفیات کی وجہ سے تین دن تک شیو نہیں کر سکے تھے۔داڑھی رکھنے کی خبر غلط ہے۔انہوں نے اسلام آباد پہنچتے ہی شیو کرالی ہے۔
(عمران خان کی سیاسی جماعت تحریک انصاف کے ترجمان کی وضاحت)

☆☆ خبریں تو یہاں تک آ گئی تھیں کہ قاضی حسین احمد اور بعض دوسرے علماء نے ان کو بالمشافہ ملاقات پر نہ صرف داڑھی رکھنے کی مبارکباد دی بلکہ داڑھی رکھنے میں استقامت کی دعا بھی دی۔اب یا تو عمران خان نے بوقت ملاقات علماء کا دل رکھنے کے لئے مصلحت آمیز خاموشی اختیار کئے رکھی اور داڑھی کی مبارکبادیں وصول کرتے رہے(یوں بھی ''دروغ مصلحت آمیز'' کے مقابلہ میں ''مصلحت آمیز خاموشی'' زیادہ بہتر ہے)، یا پھر علماء کی دعا کا الٹا نتیجہ نکلا اور انہوں نے داڑھی صاف کرالی۔ویسے وہ داڑھی رکھ لیتے تو سیاست میں کامیاب ہونے کی امید کی جا سکتی تھی۔اردو میں مثل مشہور ہے کرے داڑھی والا، پکڑا جائے مونچھوں والا۔اس طرح داڑھی رکھنے سے ان کو سیاست میں کئی سہولتیں ملنے کی توقع کی جا سکتی تھی۔

☆☆ گوجرانوالہ میں متحدہ مجلس عمل کے ایم این اے قاضی حمید اللہ نے مجلس عمل کے متعدد کارکنوں کے ہمراہ تفریحی میلہ پر دھاوا بول دیا۔میلہ دیکھنے والوں پر ڈنڈے برسائے گئے اور ٹینٹوں،قناتوں کو آگ لگا دی گئی۔ (اخباری خبر)

☆☆ خبر کے مطابق یہ سرکس گوجرانوالہ کے تھانہ سبزی منڈی کے غلام حسین پارک میں لگی ہوئی تھی۔سرکس کا مالک پشاور کا ایک پٹھان تھا جس نے سرکاری اجازت کے ساتھ یہ میلہ لگایا تھا۔مذکورہ ممبر قومی اسمبلی اپنے نام قاضی حمید اللہ سے فائدہ اٹھاتے ہوئے از خود قاضیٔ گوجرانوالہ بن گئے۔چونکہ سرکس کا مالک پشاور کا پٹھان تھا اس لئے ممکن ہے ایم ایم اے کے ممبر نے اسی لئے اس کے ساتھ وہی سلوک کیا

جو صوبہ سرحد میں ایم،ایم،اے کی حکومت خواتین کی تصاویر والے سائن بورڈز اور ہورڈنگز کے ساتھ کر چکی ہے۔معاشرے سے برائی اور گناہ کو ختم کرنے کا یہ انتہائی بھونڈا طریقہ ہے۔طالبان پر امریکہ کا ظلم اپنی جگہ لیکن طالبان کی جانب سے بہت سی فاش قسم کی غلطیاں ہوئی تھیں۔ان کی طرف سے اسلام کی ایسی سطحی تعبیر بھی انہیں لے ڈوبی۔اب اگر ایم،ایم،اے کے بعض عناصر پاکستان میں اس طرح اسلام نافذ کرنے جا رہے ہیں تو ان کے حق میں دعا ہی کی جا سکتی ہے۔اللہ ان کے حال پر بھی رحم کرے اور وطنِ عزیز کے حال پر بھی رحم کرے!

۸/ربیع الثانی ۱۴۲۴ھ۔۔۹/جون ۲۰۰۳ء

☆☆ امریکہ نے پندرہ غیر ملکیوں کے اکاؤنٹس سے بیس لاکھ ڈالر کی رقم زبردستی نکال لی۔

(اخباری خبر)

☆☆ اطلاع کے مطابق امریکی وزارت انصاف نے اس قانون کے تحت یہ کارروائی کی ہے جس کے مطابق اگر اسے یہ شک ہو جائے کہ کسی نے فراڈ کے ذریعے رقم کمائی ہے تو اس کی دولت کو ضبط کیا جا سکتا ہے۔اس کے لئے فراڈ کو ثابت کرنا ضروری نہیں ہے۔صرف شک کرنا ہی کافی ہے۔امریکی وزارتِ انصاف کا ''انداز انصاف''اس کے لئے مزید جگ ہنسائی کا موجب بنے گا۔بلکہ اس کی وجہ سے خود امریکہ میں بنکنگ سسٹم اور غیر ملکی بینکوں کی برانچوں سے معاملات بھی بری طرح متاثر ہوں گے۔فراڈ کی کمائی اور کالے دھن کا تعاقب ضرور کریں لیکن انصاف کے ساتھ۔۔۔وزارت انصاف والے انصاف کے ساتھ نہیں بلکہ سچ مچ کے انصاف کے ساتھ۔

☆☆ نظم ''بے نظیر کی کہانی''لکھ کر بے نظیر بھٹو شاعرہ بن گئیں۔

(واشنگٹن سے موصولہ خالد حسن کی اخباری رپورٹ)

☆☆ خبر کے مطابق بے نظیر بھٹو نے ایک نظم لکھی ہے جو ان کی جلاوطنی اور پیش آمدہ صورتحال پر ان کی کیفیات کی عکاسی کرتی ہے۔اس نظم کا عنوان ہے''بے نظیر کی کہانی''۔۔۔خبر سے واضح نہیں ہے کہ نظم

اردو میں ہے،سندھی میں ہے یا انگریزی میں۔۔۔گمان غالب ہے کہ نظم انگریزی میں ہوگی۔۲۱ جون کو ان کی سالگرہ کے موقعہ پر نظم جاری کئے جانے کی خبر ہے۔نظم دیکھنے کے بعد اندازہ کیا جا سکے گا کہ بے نظیر بھٹو کس پائے کی شاعرہ بن کر سامنے آتی ہیں؟۔۔۔واقعی شاعرہ ہیں یا بس شری واجپائی جی جیسی شاعری کرتی ہیں۔ویسے بے نظیر بھٹو کی اپنی شخصیت،چند سیاسی غلطیوں کے باوجود سیاسی بصارت اور بصیرت ،عالمی سطح کی دانشورانہ اپروچ اور ایک بہادر خاتون رہنما کی حیثیت اتنی متاثر کن ہے کہ خود ان پر نظمیں لکھی جانی چاہئیں۔

☆☆ وزیر اعظم میر ظفر اللہ خان جمالی نے جہلم کے ایک جلسۂ عام میں تقریر کرتے ہوئے بتایا ہے کہ جب وہ ۱۹۸۳ء میں وفاقی وزیر تھے تو شارجہ کے ایک وزیر پاکستان کے دورے پر آئے۔جمالی تب بطور پروٹوکول وزیران کے ساتھ تھے۔شارجہ کے وزیر نے جہلم کی ایک مسجد کا دورہ کیا اور وہاں کے منتظم علماء سے ان فنڈز کے استعمال کے بارے میں پوچھا جو شارجہ سے ان کو ملتے رہے تھے۔تب بجائے حساب دینے کے،۔موقعہ پر موجود علماء ایک دوسرے پر الزام تراشی کرنے لگے۔اور آپس میں لڑنے لگے۔وزیر اعظم جمالی نے کہا کہ جو لوگ اللہ کے گھر کا مال کھا جاتے ہیں،وہ لوگ ملک کا کیا حال کریں گے۔

(اخباری خبر)

☆☆ میر ظفر اللہ جمالی جیسے مرنجاں مرنج وزیر اعظم کا یہ انکشاف خود ہی ایک تبصرہ ہے۔اس پر مزید کیا تبصرہ کیا جائے۔

☆☆ علماء کے بارے میں وزیر اعظم کا بیان ہرزہ سرائی ہے،ہمیں فخر ہے ہم مسجد کے ٹکڑوں پر پلے ہیں،انگریزوں اور امریکہ کے ٹکڑوں پر نہیں پلے۔مولانا فضل الرحمٰن کا ردعمل ۔ جمالی اوقات میں رہیں،مجلس عمل کی قیادت کا دامن کرپشن سے داغدار نہیں جبکہ جرنیل اور جمالی جیسے لوگ اس گند میں ملوث ہیں۔مولانا ساجد میر کا ردعمل۔(اخباری خبر)

☆☆ بتایا تو یہ جانا چاہئے تھا کہ جہلم کی مسجد میں شارجہ کے وزیر کا سوال اور وہاں کے مولویوں کے آپس میں لڑنے کی خبر درست ہے یا نہیں؟اس کے بارے میں دونوں علماء نے کچھ نہیں کہا بس اونچے لہجے میں

وزیراعظم کو برا بھلا کہہ کر دل کی بھڑاس نکالی ہے۔ جہاں تک کرپشن سے پاک ہونے کا دعویٰ ہے یہ پاکیٔ داماں کی حکایت کو بڑھانے والی بات ہے۔ کیا دونوں علماء بتا سکتے ہیں کہ وہ مسجدوں کے ٹکڑوں پر پلتے ہوئے اتنے دولتمند کیسے ہو گئے؟ کیا وہ سوویت یونین کے دور میں افغان جنگ کے بہانے امریکہ سے بالواسطہ طور پر ڈھیروں ڈھیر دولت نہیں کھا چکے؟ اور کیا امریکہ کی پٹھو بعض عرب حکومتوں سے آج تک ان کو بھاری امداد نہیں ملتی رہی؟ اور خدا خیر رکھے ابھی آپ نے اسی حکومت اور اسی امریکہ کے لئے بہت سی خدمات سرانجام دینی ہیں۔ ہم سب یہ سب کچھ ہوتا دیکھیں گے۔ اس لئے شدید ردِعمل میں بھی کچھ حقیقت پسندانہ انداز کو ملحوظ رکھنا مناسب ہوتا ہے۔

☆☆ **متحدہ عرب امارات میں تین لاکھ سے زائد غیر قانونی تارکین وطن کے خلاف کاروائی شروع کر دی گئی۔** **(اخباری خبر)**

☆☆ متحدہ عرب امارات نے جنوری میں عام معافی کا اعلان کرتے ہوئے غیر قانونی طور پر مقیم تارکین وطن کو خود پیش ہونے کی ہدایت کی گئی تھی۔ اس پر تین لاکھ سے زائد افراد میں سے ایک لاکھ نے بھی اس سہولت سے فائدہ نہیں اٹھایا۔ چنانچہ اب حکومت کی طرف سے ان تمام افراد کے خلاف کاروائی شروع کرنے کا اعلان کر دیا گیا ہے۔ اب جو لوگ پکڑے جائیں گے، انہیں دس سال کی قید اور دس ہزار درہم جرمانہ کی سزا دی جائے گی۔ غیر قانونی تارکین وطن میں اکثریت پاکستان، انڈیا اور بنگلہ دیش سے تعلق رکھتی ہے۔ اس خبر کا ایک اور پہلو بھی ذہن میں رہنا چاہئے۔ جب نائن الیون کے بعد امریکہ نے بعض ممالک کے غیر قانونی طور پر مقیم افراد کی رجسٹریشن کا حکم دیا تھا تو صحافیوں کی طرف سے اتنے کالم اور مضامین لکھے گئے جیسے غیر قانونی پاکستانیوں کو تحفظ فراہم کرنا امریکی حکومت کی ذمہ داری ہے۔ اگرچہ امریکی طرزِ عمل غیر دوستانہ تھا لیکن امریکہ کو اس کا جائز قانونی حق حاصل تھا۔ اب دیکھیں کہ ہمارے صحافی حضرات اسلامی برادری کے خیرخواہ متحدہ عرب امارات کی اس کاروائی پر کیا ردِعمل ظاہر کرتے ہیں۔ (ابھی تک کسی نے اس خبر کا نوٹس نہیں لیا)

☆☆ **میلسی (پاکستان) میں ایک عورت کا سر مونڈ دیا گیا۔ میلسی کے علاقہ میں گزشتہ سات ماہ کے دوران عورتوں پر الزام تراشی کے بعد سر مونڈنے کا پانچواں پنچایتی فیصلے کا واقعہ ہوا**

ہے۔ (اخباری خبر)

☆☆ خبر کے مطابق اس عورت نسیم مائی کے شوہر محمد حسین نے اسے طلاق ثلاثہ دے دی تھی لیکن کچھ عرصہ کے بعد وہ گاؤں کے ایک جاگیردار کے ساتھ آیا اور اسلحہ کے بل پر یہ کہتے ہوئے نسیم مائی کو اٹھا کر لے گیا کہ میں نے اپنی طلاق واپس لے لی ہے۔ بعد ازاں نسیم مائی کے بیان کے مطابق جاگیردار سمیت متعدد افراد اس کے ساتھ اجتماعی زیادتی کرتے رہے۔ صرف میلسی کے علاقہ میں اس نوعیت کا یہ پانچواں واقعہ ہے۔ فیصلہ کرنے والی پنچایت کا سرپنچ اور دوسرے پنچایتی نسیم مائی کے ساتھ زیادتی بھی کرتے رہے اور خود ہی منصف بن کر اس کے خلاف فیصلہ سنا کر عمل بھی کر دیا۔ ؎

بنے ہیں اہلِ ہوس مدعی بھی ،منصف بھی

جس معاشرے کی اخلاق باختگی کا یہ عالم ہو وہاں علمائے کرام سائن بورڈ توڑنے اور سرکس کے تماشوں پر حملہ کرنے کو ہی اصل اسلامی نظام سمجھ رہے ہیں۔ اس قسم کے واقعات سے انہیں کوئی دینی حوالہ کیوں نہیں یاد آتا؟

☆☆ **”ٹیلی ویژن امریکی سماج کا زبردست آئینہ دار ہے۔ اس پر ایک نوجوان لڑکی کو غصے سے یہ کہتے ہوئے دکھایا گیا ہے کہ اس کے بوائے فرینڈ (Boy Friend) کے ساتھ اس کی ماں معاشقہ کر رہی ہے۔ ایک بات چیت میں دونوں ماں اور بیٹی اسی بات پر بحث کر رہی ہیں۔ یہ کہنے کی کوئی ضرورت نہیں ماں اور بوائے فرینڈ کے مابین جنسی تعلقات کا بڑے ہی کھلے الفاظ میں تذکرہ کیا جا رہا تھا“**

(سیما مصطفیٰ کے آرٹیکل ”امریکہ میں اب سب کچھ ٹھیک ہے!“ سے ایک اقتباس)

☆☆ میلسی سے امریکہ تک سماجی سطحوں پر جو کچھ دکھائی دے رہا ہے وہ ان معاشروں کے بہت اندر رُونما ہونے والے کئی سانحوں کی ہلکی سی جھلکیاں ہیں۔ عصرِ حاضر کی جہالت ہو یا روشن خیالی۔۔۔۔معاشروں میں کسی اچھی تبدیلی یا اعتدال کی صورت نظر نہیں آتی۔

☆☆ **امریکہ کو صدر مشرف کے متحدہ مجلس عمل سے اتحاد پر کوئی اعتراض نہیں ہوگا۔**

(نیشن رپورٹ)

☆☆ اب تک افغانستان میں امریکہ نے جو کارروائی کی ہے،اس کے نتیجہ میں وہ اپنے اصل ہدف سے ابھی تک کوسوں دور ہے۔سابق سوویت یونین کی تیل سے لبریز ریاستوں کا تیل براستہ افغانستان حاصل کرنے کا کام ابھی تک شروع نہیں ہوسکا۔ایسا تب ہوگا جب افغانستان میں امریکہ کے خلاف شدید نفرت کو کم کیا جاسکے گا۔یہ کام علماء کی مدد کے بغیر ہو نہیں سکتا۔اسی لئے ہم تو ایک عرصہ سے کہہ رہے ہیں کہ بے شک امریکہ علماء کو ایک خاص حد تک رکھے لیکن اسے ان کی مدد کی ضرورت رہے گی۔اور علماء بھی اس ضرورت کو پورا کرنے کے لئے تیار ہیں۔جنرل ضیاء الحق کے دور سے ویسے بھی پاک فوج اور علماء کے درمیان ایک خاموش اتحاد بن چکا ہے۔اس لئے جنرل پرویز مشرف کا ایم ایم اے کی طرف جھکاؤ اندرونی اور بیرونی دونوں عوامل کی بنیاد پر ہے۔تاہم علمائے کرام بھی اپنی اس حیثیت کا اندازہ ایک حد سے زیادہ نہیں لگائیں۔موجودہ نازک صورتحال میں جتنا مل جائے غنیمت سمجھیں۔

☆☆ ہالینڈ میں ایک تیس سالہ خاتون نے اپنی زندگی کے مایوس کن تجربات کے بعد اپنے آپ سے شادی کر لی۔ (اخباری خبر)

☆☆ یہ دنیا میں اپنی نوعیت کی پہلی شادی ضرور ہے لیکن حرکت پہلی نہیں ہے۔مشرقی اور مسلم ممالک کے معاشروں میں بھی وہ سارے معائب پائے جاتے ہیں جنہیں مغربی دنیا نے کھلے عام اپنا رکھا ہے۔گے اور لزبن کلچر سے لے کر me to me تک کی ساری غلط کاریاں ہمارے ہاں بھی پائی جاتی ہیں۔مغرب کے ایک دانشور نے لکھا تھا کہ دنیا کے ننانوے فی صد افراد اپنی عمر کے کسی نہ کسی حصے میں اس me to me کا ارتکاب ضرور کرتے ہیں،اور جو ایک فیصد اس کا ارتکاب نہیں کرتے وہ در اصل جھوٹ بولتے ہیں۔ہمارے ہاں اس کا اقرار کرنا گناہ سمجھا جاتا ہے۔اسے ایک رنگ میں لیا جائے تو کہہ سکتے ہیں کہ ہمارا معاشرہ دوہرے پن کا شکار ہے لیکن اسے مثبت انداز سے دیکھا جائے تو کہہ سکتے ہیں کہ ہم برائی کو چوری چھپے کر کے کم از کم اسے برائی تو سمجھتے ہیں۔

☆☆ وفاقی وزیر اطلاعات شیخ رشید کی طرف سے متحدہ مجلس عمل صوبہ سرحد کی حکومت اور اسمبلی کے ارکان کو ان پڑھ کہنے پر اسمبلی اور علماء کا شدید ردعمل۔میں نے سیاسی اَن پڑھ کہا تھا،سیاسی اَن

پڑھ دور اندیش نہیں ہوتا۔سپریم کورٹ کا فیصلہ آنے تک سیاسی اَن پڑھ کہنے کے اپنے بیان پر قائم ہوں۔شیخ رشید کا جوابی موقف۔(اخباری خبر)

☆☆ مولویوں اور وزیر اطلاعات کے اس جھگڑے سے ہمیں کچھ لینا دینا نہیں ہے۔بس شیخ رشید کی وضاحت سے ایسا لگا کہ وہ اپنے پہلے بیان سے تھوڑا سا پیچھے ہٹے ہیں۔پہلے انہوں نے غالباً ''اَن پڑھ'' کہا تھا۔اب اپنی بات پر اصرار بھی کر رہے ہیں لیکن ساتھ ''سیاسی اَن پڑھ'' کی وضاحت کر دی ہے۔اگر وہ اپنے بیان میں پہلے ہی کچھ مارجن رکھتے تو اب تردید کر کے بھی ان کی بات درست رہتی۔ایک لطیفہ تھوڑی سی تبدیل شدہ صورت میں حاضر ہے۔ایک اخبار نے خبر شائع کی کہ فلاں اسمبلی میں آدھے اراکین اسمبلی انتہائی جاہل ہیں۔اس پر اسمبلی کے ارکان نے شدید احتجاج کیا تو اخبار کے ایڈیٹر نے اگلے دن ''اعتذار'' کے عنوان کے ساتھ لکھا کہ ہم اپنے کل کے لکھے پر شرمندہ ہیں۔اور کل کے لکھے کی معذرت اور تردید کرتے ہوئے اقرار کرتے ہیں کہ اس اسمبلی کے آدھے اراکین جاہل نہیں ہیں۔

☆☆ سکھوں کے مقدس دھارمک انسٹی ٹیوشن اکال تخت نے بھنڈرانوالہ کو ''پنتھ کے شہید'' کا درجہ دے دیا۔ (اخباری خبر)

☆☆ شرومنی گوردوارہ پربندھک کمیٹی نے ایک بڑا دلیرانہ فیصلہ کیا ہے۔خیال رہے کہ جرنیل سنگھ بھنڈرانوالہ کو دہشت گرد قرار دیتے ہوئے اس کی گرفتاری کے لئے سکھوں کے مقدس ترین مقام گولڈن ٹمپل امرتسر پر انڈین حکومت کی جانب سے جو حملہ کیا گیا تھا،اس کی تلخی ابھی تک ختم نہیں ہوسکی۔اسی حملہ کے ردعمل میں مسز اندرا گاندھی کا قتل ہوا،پھر انڈیا میں سکھوں کا وسیع پیمانے پر قتلِ عام کیا گیا۔جس سے ہندو سکھ کڑواہٹ میں اضافہ ہوا۔اتنے طویل عرصہ کے بعد شرومنی گوردوارہ پربندھک کمیٹی کی جانب سے جرنیل سنگھ بھنڈرانوالہ کو ''پنتھ کے شہید'' کا درجہ دینے کا مطلب یہ ہے کہ سکھوں نے اس ظلم کو تسلیم نہیں کیا اور بھنڈرانوالہ کو دہشت گرد کہنے والوں کو رد کر کے اسے اپنا ہیرو مانا ہے۔زندہ قومیں ایسے اقدامات سے اپنی زندگی کا ثبوت دیتی ہیں۔

☆☆ ترشول کی تقسیم کے مسئلہ پر بی جے پی اور بجرنگ دَل میں اختلاف بڑھ گئے۔(اخباری خبر)

☆☆ خبر کے مطابق بی جے پی کے ترجمان پرمود مہاجن نے ترشول کی تقسیم کے بارے میں تھورا سا

معتدل بیان دیا تھا جس پر شدید برہمی کا اظہار کرتے ہوئے بجرنگ دَل کے قومی کوآرڈی نیٹر پرکاش شرما نے پرمود مہاجن کی شدید مذمت کرتے ہوئے کہا کہ مہاجن وزیر اور پارٹی جنرل سیکریٹری بننے کے بعد اپنی حد بھول گئے ہیں۔۔۔بجرنگ دَل کی ترشول تقسیم کی منصوبہ بندی اور پرکاش شرما کے اس پُرتشدد بیان پر اتنی ہی پرارتھنا کی جاسکتی ہے کہ انتہا پسند ہندوؤں کو ان کا بھگوان عقل اور سمجھ عطا کرے۔

☆☆ **صوبہ سرحد کے بعد پنجاب میں 'فحاشی کے خلاف مہم' شروع۔خواتین کی تصاویر والے سائن بورڈز پر سیاہی پھیر دی گئی۔** **(اخباری خبر)**

☆☆ صوبہ سرحد میں خواتین کی تصاویر والے سائن بورڈز اور ہورڈنگز کی بڑے پیمانے پر توڑ پھوڑ کے بعد، گوجرانوالہ کی ایک سرکس پر حملہ کا واقعہ ہوا، جس میں سرکس دیکھنے والوں پر ڈنڈے برسائے گئے اور قناتوں کو آگ لگادی گئی تھی۔اور اب ملتان میں ''فحاشی کے خلاف مہم'' کا آغاز کردیا گیا ہے۔سائن بورڈز پر خواتین کی تصاویر پر کالک ملی جارہی ہے۔ایسے اقدامات کرنے والے مذہبی انتہا پسندوں کے رہنماؤں کو چاہئے کہ ایک بار اطمینان سے بیٹھ کر اپنے طرزِ عمل اور انڈیا کے انتہا پسند ہندوؤں کے طرزِ عمل پر غور کریں ۔نتائج کے لحاظ سے دونوں اطراف کے اقدامات ایک جیسے ''ثمرات'' لا رہے ہیں۔اللہ ان پر رحم کرے اور پوری پاکستانی قوم پر رحم کرے۔

۱۵/ربیع الثانی ۱۴۲۴ھ۔۔۱۶/جون ۲۰۰۳ء

☆☆ **صدارتی ریفرنڈم کرانا ایک غلطی تھی۔الیکشن کے بعد جس قسم کی جمہوریت اور پارلیمنٹ سامنے آئی ہے' اس کا مجھے افسوس ہے۔**

(صدر جنرل پرویز مشرف کا بھارتی ٹی وی چینل این ڈی ٹی وی سے انٹرویو)

☆☆ انسان خطا کا پتلا ہے۔جب انسان کوئی غلطی کرلے اور اس کا احساس بھی ہوجائے تو اچھے انسان کی خوبی یہ ہوتی ہے کہ وہ اس غلطی پر اَڑ جانے کی بجائے اس کی تلافی کرنے کی کوشش کرتا ہے۔اگرچہ اس وقت جنرل پرویز مشرف کو اقتدار کے کوریڈورز کے خوشامدیوں نے اپنے گھیرے میں لے کر خوشامد کے

شکنجے میں کس رکھا ہے' لیکن بہتر ہوگا کہ وہ موجودہ سیاسی بحران سے نکلنے کے لئے کسی قسم کی بچکانہ یا غیر پارلیمانی پابندیاں لگانے کے بجائے ازسرنو کھلے پارلیمانی انتخاب کرائیں (اس کے لئے اخراجات بعض عرب اور یورپی ممالک ادا کرنے کو راضی ہو سکتے ہیں)۔اس میں نام نہاد گریجوایشن کی پابندیاں ختم کریں۔بے نظیر سے لے کر شریف فیملی تک سب کو عوام کی عدالت میں جانے دیں اور پھر عوام کے فیصلے کو دل سے قبول کرلیں۔کرپشن کے خلاف ان کے سارے دعوے اور اب تک کے عملی اقدامات تو میرے جیسے ان کے مداحوں کو بھی بہت شرمندہ کرنے لگے ہیں۔اتنا اشارا کافی ہے۔

☆☆ **بابری مسجد کی شہادت میں ملوث ملزمان میں سے پانچ ملزمان نے واضح الفاظ میں کہا ہے کہ انہوں نے ایل کے ایڈوانی اور دوسرے رہنماؤں کے کہنے پر بابری مسجد کو شہید کیا تھا۔اس جرم میں ان کے ساتھ ایل کے ایڈوانی اور دوسرے انتہا پسند ہندو رہنما برابر کے شامل تھے۔**

(اخباری خبر)

☆☆ **اکھل بھارتیہ ایودھیا رام مندر کار سیوک سَنگھ کے قومی کنوینز وینکٹیشور راؤ اور بعض دیگر کار سیوکوں نے بھی ایل کے ایڈوانی کے ایماء پر بابری مسجد کے انہدام کی تصدیق کردی۔**

(اخباری خبر)

☆☆ خبر کے مطابق بابری مسجد کو شہید کرنے کے مقدمہ کے پانچ ملزمان ونود واستو، سنتوش، آر سی کھتری، امرناتھ گوئل اور آر این داس نے اسپیشل سی بی آئی کورٹ میں مقدمہ کی پیشی کے موقعہ پر اس بات پر احتجاج کیا کہ اب ایل کے ایڈوانی اور دوسرے لیڈر خود کو اس جرم سے الگ کر رہے ہیں۔۔۔ایل کے ایڈوانی نے اور ان کے وکیل نے اس کی تردید کی ہے۔وکیل کی تردید کے بعد رام مندر کی تعمیر سے متعلق ایک تنظیم کے اہم لیڈر نے بھی نہ صرف ایڈوانی کے وکیل کے بیان کی مذمت کی ہے بلکہ ایڈوانی کے ایماء پر ہی بابری مسجد گرائے جانے کے الزام کی تصدیق کی ہے۔برصغیر کے تمام مذہبی انتہا پسندوں کا، چاہے وہ کسی بھی مذہب سے ہوں، یہ بڑا المیہ ہے کہ وہ قوم کو اشتعال دلا کر نفرت کا زہر تو پھیلاتے ہیں لیکن اگر کبھی قانون کی گرفت میں آنے والی بات ہو تو اپنے کسی بھی ''بہت بڑے کارنامے'' سے صاف مکر جاتے ہیں۔

☆☆ **پاکستان میں نئے سال کا بجٹ پیش کردیا گیا۔۔۔بجٹ تقریر کے دوران وزیر خزانہ شوکت**

عزیز اور وزیر اطلاعات شیخ رشید کے خلاف اپوزیشن کی نعرہ بازی۔۔۔اس کے باوجود شیخ رشید کے بقول اپوزیشن کا رویہ ذمہ دارانہ تھا۔ (اخباری خبر)

☆☆ جہاں تک بجٹ کا تعلق ہے اس میں کوئی شک نہیں کہ گزشتہ دس پندرہ برس میں پیش کئے گئے کسی بھی بجٹ کے مقابلہ میں یہ بہت بہتر اور متوازن بجٹ ہے۔ جو ارکان اس کی مخالفت برائے مخالفت کر رہے ہیں، اگر وہ اس کا موازنہ اپنے دورِ حکومت کے کسی بجٹ سے کرلیں تو ان کو بخوبی اندازہ ہو جائے گا کہ یہ بجٹ نسبتاً بہتر ہے یا نہیں؟ اجلاس کے دوران اپوزیشن نے ہنگامہ تو کرنا ہی تھا۔ لیکن لگتا ہے کہ اس سلسلے میں بھی پہلے ہی سے کچھ حدود کا تعین کرلیا گیا تھا۔ چنانچہ ایل ایف او کے خلاف نعرہ بازی کے ساتھ شیخ رشید کے لئے ''شیدا ٹلّی'' اور شوکت عزیز کے لئے ''امریکی لوٹا'' کی نعرہ بازی ہوئی۔ شیخ رشید تو اپنے خلاف یہ نام سن کر بھی مسکراتے رہے، اور شوکت عزیز نے نعرے سنے ہی نہیں۔ تاہم اپوزیشن کو میرا ذاتی اور دوستانہ مشورہ ہے کہ جملہ کسنے میں کم از کم حافظ حسین احمد کے اس معیار کو برقرار رکھا کریں جو انہوں نے کشملہ طارق کے جواب میں کہا تھا۔ ورنہ جملہ گالی بن جاتا ہے جو شرفاء کو زیب نہیں دیتی۔ شیخ رشید نے اس کے باوجود اپوزیشن کے رویے کو ذمہ دارانہ کہا ہے تو اس سے ان کی سیاسی پختگی کا اندازہ ہوتا ہے۔

☆☆ ''ویل ڈن شوکت عزیز!'' بجٹ کو کامیابی سے پیش کرنے پر جنرل پرویز مشرف کا خراجِ تحسین۔۔''ویل ڈن پرویز الٰہی!'' لاہور میں وکلاء کنونشن کے کامیاب انعقاد اور اس میں وکلاء کی بھرپور شرکت پر جنرل پرویز مشرف کا خراجِ تحسین۔(اخباری خبر)

☆☆ دراصل بجٹ اجلاس کی کامیابی میں بھی چوہدری برادران کے جوڑ توڑ کا بڑا دخل رہا ہے۔ اس لحاظ سے کہا جا سکتا ہے کہ بجٹ اجلاس اور وکلاء کنونشن کی کامیابی کے نتیجہ میں چوہدری برادران کی پوزیشن پھر بہتر ہوگئی ہے۔ ان کے خلاف جو فائلیں کھلنے والی تھیں، وہ فی الحال تو بند کر دی جائیں گی۔ ؎

حسرت ان فَیلوں پہ ہے جو بِن کھلے بند ہو گئیں

☆☆ انڈیا کے صدر جمہوریہ اے پی جے عبدالکلام حیدر آباد (دکن) کے ایڈمنسٹریٹیو اسٹاف کالج میں وائس چانسلرز اور پروفیسرز کے ساتھ گھل مل گئے۔ (اخباری خبر)

☆☆ خبر کے مطابق صدر جمہوریہٴ ہند نے وائس چانسلرز اور پروفیسرز سے بعض سوالات کر کے انہیں آزمائش میں ڈال دیا۔ جب ایک دو جواب دینے والی شخصیات اصل سوال سے ہٹ کر بات کرنے لگیں تو صدر نے فوراً انہیں روک کر اصل موضوع کی طرف آنے کی تاکید کی۔ ایک صاحب نے ان کی تعریف کرنا شروع کی تو اسے ٹوک دیا اور کہا کہ مجھ سے متاثر ہونے کی ضرورت نہیں ہے، بلکہ اپنی اچھی باتوں سے مجھے متاثر کیجئے۔ یہاں تک تو ساری خبر ایک سابق پروفیسر اور موجودہ صدر جمہوریہ کے مزاج کی عکاسی کرتی ہے۔ باقی صدر ان میں گھل مل گئے والی خبر پر ابھی شک ہے۔ کیونکہ امریکی صدور سے لے کر پاکستانی صدور تک ہم نے بہت سوں کو حاضرین میں گھلتے ملتے دیکھا ہے اور یہ بھی دیکھا ہے کہ اس گھلنے ملنے میں ہر ''شہری'' کے ساتھ تین تین خفیہ والے اس کے دائیں بائیں اور پیچھے تین اطراف سے گھلے ملے ہوتے ہیں۔

☆☆ ہندوستانی صدرِ جمہوریہ ایک تیرہ سالہ بچے کے سوال کے سامنے لاجواب ہو گئے تھے۔ (اخباری خبر)

☆☆ حیدر آباد میں برلا سائنس ایوارڈز تقریب میں صدرِ جمہوریہ ہند عبدالکلام نے حاضرین سے گفتگو کرتے ہوئے انہیں بتایا کہ ایک بار ایک اسکول کے آٹھویں جماعت کے طالب علم تیرہ سالہ بچے نے ان سے سوال کیا تھا کہ دنیا کا سب سے پہلا سائنسدان کون تھا؟ انہوں نے کہا کہ میں اس کا جواب سوچتا ہی رہ گیا تھا۔ ہمیں اس سوال کو پڑھتے ہی یہ جواب سوجھا ہے کہ دنیا کا پہلا سائنسدان وہ بے نام یا نامعلوم شخص تھا جس نے پہیہ ایجاد کیا تھا۔ پہیے کی ایجاد ہی انسان کو بیل گاڑی کے دور سے لے کر آج کے ہوائی اور خلائی سفر تک لائی ہے۔ اب پتہ نہیں یہ جواب درست ہے یا نہیں۔

☆☆ بنگلور میں نماز استسقاء کے اختتام تک موسلا دھار بارش شروع ہو گئی۔ (گزشتہ ہفتہ کی اخباری خبر)

☆☆ ان دنوں برصغیر میں خاص طور پر جو قیامت خیز گرمی چل رہی ہے، ایسے لگتا ہے جیسے سورج سوا نیزے پر آ گیا ہے۔ سینکڑوں کی تعداد میں اموات ہو چکی ہیں۔ اسی گرمی کی شدت کے دوران بنگلور کے مسلمانوں نے نماز استسقاء کا پروگرام بنایا۔ جس دن یہ نماز پڑھی گئی اس دن کے بارے میں محکمہ موسمیات

کی پیش گوئی تھی کہ گرمی بدستور رہے گی، برسات نہیں ہوگی۔لیکن جیسے ہی مسلمانوں نے نماز استسقاء کا سلام پھیرا موسلا دھار بارش شروع ہوگئی۔نماز استسقاء اجتماعی دعا ہے۔میں نے بہت پہلے اپنی ''کھٹی میٹھی یادیں'' میں ایک واقعہ لکھا تھا۔اسے یہاں دہرا دیتا ہوں۔

''نسیم سیفی صاحب طویل عرصہ تک افریقی ممالک میں رہے۔وہ ایک بار بتانے لگے کہ خشک سالی کے باعث قحط کا خطرہ پیدا ہوگیا تو مسلمانوں نے نماز استسقاء پڑھنے کے لئے ایک تاریخ کا اعلان کر دیا۔اس تاریخ سے ایک یا دو دن پہلے سکھ حضرات نے ایک گراؤنڈ میں اپنے طریق کے مطابق اجتماعی دعا کی۔اور مسلمانوں کے نماز استسقاء پڑھنے کی نوبت ہی نہیں آئی۔ برسات نے پہلے ہی دھرتی کو سیراب کر دیا'
(کھٹی میٹھی یادیں' باب ''دعائیں اور قسمت''۔یہ بک میری ویب سائٹ www.haiderqureshi.com پر آن لائن موجود ہے) بے شک خدا ہر ایک کی دعا سنتا اور قبول کرتا ہے۔بس صحیح معنوں میں مانگنے والی (دلِ مضطرب والی) کیفیت پیدا ہونی چاہئے۔

☆☆ اس دور میں اسلامی اسٹیٹ اجتماعی دائرہ میں ایک ویلفیئر اسٹیٹ کا نام ہے۔اگر آپ ویلفیئر اسٹیٹ نہیں بنا سکتے اور ہورڈنگز اور اشتہارات توڑتے ہیں اور بچوں کے لئے سلوار، قمیص یا پاجامہ پہننا لازمی قرار دیتے ہیں تو یہ حقیقی اسلامی ریاست نہ ہوگی۔صرف نام کی اسلامی ریاست ہوگی۔

(ارشاد احمد حقانی کے ''حرفِ تمنا''۔پاک بھارت تعلقات۔ایک تجزیہ'' سے اقتباس)

☆☆ یہ حقیقت ہے کہ اسلامی اسٹیٹ کا تصور ہی ویل فیئر اسٹیٹ کا تصور ہے۔لیکن بعض انتہا پسند طبقے اسلام کے نام کو ایکسپلائٹ کر کے اپنی مرضی کی ایسی اسٹیٹ بنانا چاہتے ہیں جو ویل فیئر کے بجائے ''وَل فریب'' کے سوا کچھ نہیں۔

☆☆ سرگودھا میں حکومت کے خلاف متحدہ مجلس عمل کی رابطہ عوام مہم۔۔۔مہم کے دوران جیسے ہی مغرب کی نماز کا وقت ہوا متحدہ مجلس عمل کے کارکنوں اور رہنماؤں نے اپنے اپنے مسالک کے مطابق تین الگ الگ نمازیں ادا کیں۔(اخباری خبر)

☆☆ متحدہ مجلس عمل نے اپنے قیام کے آغاز ہی میں اپنے اتحاد کا ٹھوس ثبوت دیتے ہوئے ایک امام کے

پیچھے نماز پڑھ کر اپنے اتحاد کے بارے میں عوام کو واضح پیغام دیا تھا۔اب تین الگ الگ مسالک کی اپنے اپنے اماموں کے پیچھے لگ کر تین الگ الگ جماعتوں سے بھی عوام کو ایک پیغام گیا ہے۔اگر متحدہ مجلس عمل نے اپنے اتحاد کا ایسا مظاہرہ جاری رکھا تو اس کا نتیجہ بھی ماضی سے مختلف نہ ہوگا۔

☆☆ پردھان منتری واجپائی کی جانب سے مولانا محمود احمد مدنی کی قیادت میں علماء کے وفد کو پاکستان کے دورے کی اجازت مل گئی۔مولانا اسعد مدنی کی قیادت میں ہندو اور سکھوں کے مذہبی رہنماؤں کا وفد بھی پاکستان جائے گا (مولانا محمود احمد مدنی کا بیان)

☆☆ علماء ڈپلومیسی کے تحت انڈیا سے وفد آنے کی خبر پہلے آ چکی تھی۔تب ہم نے اپنے اسی ''خبر نامہ'' کالم نمبر ۴۔مورخہ ۱۲رمئی ۲۰۰۳ء میں اس کا خیر مقدم کرتے ہوئے یہ مشورہ بھی لکھا تھا: ''ویسے بہتر تھا کہ پاکستان سے علماء کے وفد جا کر انڈین پنڈتوں اور پروہتوں سے ملتے اور انڈیا سے پنڈتوں اور پروہتوں کے وفود پاکستان آ کر علماء سے ملتے، اس طرح دونوں طبقوں میں رابطے سے یا تو فساد کی جڑ ختم ہوتی یا فساد پوری طرح اٹھ کھڑا ہوتا''۔اب مولانا اسعد مدنی کی قیادت میں ہندو اور سکھ مذہبی رہنماؤں کے دورے کی خبر آ گئی ہے۔یہ درست سمت میں ایک اچھی پیش رفت ہے۔خیر اور بھلائی کی توقع کی جانی چاہئے۔

☆☆ آئی بی کے سابق سربراہ مسعود شریف کو کرپشن اور دیگر مقدمات سے بری کر دیا گیا۔

(اخباری خبر)

☆☆ بے نظیر بھٹو کے دور میں رہے آئی بی کے سربراہ مسعود شریف کو ۱۹۹۶ء میں تب گرفتار کیا گیا تھا جب بے نظیر حکومت کو ختم کیا گیا تھا۔مسعود شریف کی مقدمات سے بریت کو شگون کے طور پر لیا جائے تو لگتا ہے کہ بے نظیر بھٹو کی وطن واپسی اور مقدمات سے بریت کا کام آسان ہو سکتا ہے۔اسی طرح مسعود شریف کے نام کی مناسبت سے جدہ میں مقیم شریف خاندان کی مشکلات بھی کم ہو سکتی ہیں اور ان کے لئے وطن واپسی کی راہ ہموار ہو سکتی ہے۔دیکھیں پردۂ غیب سے کیا ظہور میں آتا ہے؟ (قارئین سے معذرت کہ غیر ارادی طور پر یہ تبصرہ پیر پگاڑا صاحب کے مخصوص انداز میں لکھا گیا ہے۔کبھی کبھار شگون سے کام لینے میں کوئی حرج نہیں ہوتا۔)

☆☆ جنرل پرویز مشرف کے حکم پر ڈپٹی ڈائریکٹر ایف آئی اے امیگریشن کراچی کا تبادلہ روک دیا گیا۔ (القمر آن لائن کی خبر)

☆☆اس خبر کے مطابق ڈی ڈی ایف۔آئی۔اے امیگریشن کراچی ذوالفقار علی شاہ کو ان کے اسٹیشن سے تبدیل کرنے کا حکم جاری کر کے ان کی جگہ چوہدری شجاعت حسین (مسلم لیگ قاف) کے ایک عزیز فیاض کو یہاں لایا جا رہا تھا۔ یہ خبر جنرل پرویز مشرف کے نوٹس میں لائی گئی تو انہوں نے فوری طور پر چوہدری شجاعت حسین کے عزیز کا تبادلہ کینسل کر کے ذوالفقار علی شاہ کو ان کے اسٹیشن پر بحال کر دیا۔اس خبر سے بہت اندر کی سیاست میں جو نشیب و فراز آ رہے ہیں ان کا تھوڑا بہت قیاس کیا جا سکتا ہے۔

☆☆ امریکی حکام، طالبان کے بعض رہنماؤں اور پاکستانی خفیہ کے بعض افسران کی مشترکہ میٹنگ۔ (اے آر وائی چینل کی رپورٹ)

☆☆رپورٹ کے مطابق پاکستان کے کسی مقام پر امریکی حکام، طالبان کے بعض رہنماؤں اور بعض پاکستانی افسران کی مشترکہ میٹنگ ہوئی۔اس کا مقصد افغانستان میں امن و امان کے قیام کے لئے طالبان کے بکھرے ہوئے اراکین کو راضی کر کے حکومت میں حصہ دینا تھا۔ابھی یہ اس نوعیت کے مذاکرات کی ابتدا ہے۔طالبان کے تعاون کے ساتھ امریکہ کو علماء کے بعض طبقوں کا تعاون بھی لینا پڑے گا۔اسی صورت میں افغانستان میں ایسا دیرپا امن قائم ہو سکے گا جو امریکہ کے اصل عزائم کی تکمیل میں ممد ثابت ہوگا۔یعنی سابق سوویت ریاستوں سے تیل کے ذخیروں کو پائپ لائن کے ذریعے آگے لے جانا۔ابھی تک امریکہ نے افغانستان میں تباہی پھیلائی ہے مگر اس کا پائپ لائن بچھانے کا خواب پورا ہونا تو بعد کی بات ہے، ابھی کام کی ابتدا بھی نہیں ہو سکی۔ بہر حال طالبان اور علماء ایک بار پھر امریکہ کے ساتھ ملنے والے ہیں۔لیکن یہ طے ہے کہ امریکہ ایک حد سے زیادہ انہیں آگے نہیں آنے دے گا۔جبکہ عدم تعاون کی صورت میں مزید تباہی ہو گی۔

☆☆ علامہ اقبال کے نظریہ پاکستان سے لے کر سارک یونین کے بارے میں پروفیسر فتح محمد ملک کا ارشاد احمد حقانی کے انداز نظر سے برہمی کے ساتھ اختلاف اور ارشاد احمد حقانی کا مدلل عالمانہ جواب۔(''جنگ'' اور ''نوائے وقت'' میں چلی ایک تازہ بحث)

☆☆پروفیسر فتح محمد ملک صاحب بنیادی طور پر ادبی نقاد ہیں۔ان کی حالاتِ حاضرہ پر نظر اور سیاسی سوجھ بوجھ ان کی ادبی سوجھ بوجھ سے کم ہے۔وطنِ عزیز ان دنوں جس قسم کے سنگین حالات سے دوچار ہے اس کے پیش نظر سنجیدہ دانشور طبقے کو بہت زیادہ محتاط اور غیر جذباتی ہونا چاہئے تھا۔ارشاد احمد حقانی اس لحاظ سے بہت اہم دانشور ہیں کہ وہ آنے والے دنوں کی آہٹ کو نہ صرف سن رہے ہیں بلکہ اہلِ وطن کو اس سے باخبر بھی کر رہے ہیں۔اپنے ۱۴؍جون کے کالم ''جواب آں غزل'' میں انہوں نے بڑے عالمانہ انداز سے فتح محمد ملک صاحب کے غیر عالمانہ اور جذباتی قسم کے آرٹیکل کا جواب دیا ہے۔ملک صاحب سے قطع نظر ہمارے بیشتر جذباتی انداز سے لکھنے والے صحافی ان طبقات سے تعلق رکھتے ہیں جو قیام پاکستان کی تحریک کے دوران قائداعظم کو کافرِ اعظم کہتے رہے اور پاکستان کی شدید مخالفت کرتے رہے۔ پاکستان بن گیا تو وہی عناصر نظریۂ پاکستان کے چیمپیئن بن گئے۔پھر جب ۱۹۷۱ء میں پاکستان دولخت ہوا تب انہیں میں سے بعض عناصر نے برملا کہا خدا کا شکر ہے ہم اور ہمارے بزرگ پاکستان بنانے کے گناہ میں شامل نہیں تھے۔ باقی پاکستان قائم رہ گیا تو وہی لوگ پھر نظریۂ پاکستان کے چیمپیئن بن گئے۔اس ساری تاریخ کو دیکھتے ہوئے مجھے بخوبی اندازہ ہے کہ کبھی خدانخواستہ کوئی بڑا اسیٹ بیک ہو گیا تو ہمارے بیشتر جذباتی انداز سے لکھنے والے ''مخالفِ پاکستان قوتوں'' سے سمجھوتہ کر کے نئے انداز میں جذباتی طریقے سے لکھنا شروع کر دیں گے۔

☆☆ چین کے ایک اخبار میں شائع ہونے والا ایک انوکھا اشتہار ''ضرورت ہے باپ کی''۔ (اخباری خبر)

☆☆خبر کے مطابق مغربی چین کے ایک شہر سی چوان کے رہنے والے ایک شخص کی اپنی بیوی سے علیحدگی ہو گئی ہے۔اس کا بارہ سالہ بیٹا اس کے ساتھ ہے۔جو اس صورتحال سے بہت دلبرداشتہ ہے۔جبکہ وہ شخص اپنے بیٹے کی دلجوئی نہیں کر سکتا۔ چنانچہ اس نے اخبار میں اشتہار دیا ہے کہ اسے ایک ایسے ملازم کی ضرورت ہے جو اس کے بیٹے کو ایک باپ کی طرح سنبھال سکے۔اصولاً تو اشتہار میں باپ کی جگہ بیٹے کے لئے ماں کی ضرورت کا اظہار ہونا چاہئے تھا۔ یا پھر رنڈوے، طلاق یافتہ باپ کی ضرورت کا اشتہار ہونا چاہئے تھا۔ایسا نہیں کیا گیا تو بیٹے کے ساتھ ماں بھی ہونی چاہئے تھی تاکہ منتخب ہونے والا امیدوار پوری طرح بچے کے باپ کا فریضہ ادا کر سکتا۔ بہر حال ایسے اشتہار اپنی جگہ ایک لطیفہ بھی ہوتے ہیں اور المیہ

بھی۔

☆☆

۲۲ر ربیع الثانی ۱۴۲۴ھ ۔۔۲۳رجون ۲۰۰۳ء

☆☆ عراقی شہر حلہ میں عراقیوں کی طرف سے امریکہ کی اطاعت کے فارم پُر کرنے سے انکار۔
(اخباری خبر)

☆☆ یہ عجیب سی خبر ہے کہ امریکہ نے اپنی اطاعت کے فارم شائع کرائے ہیں اور اب ان فارموں کو پُر کرنے کے لئے عراقی شہریوں کو مختلف ترغیبات ردھمکیاں دی جارہی ہیں۔اطاعت فارموں سے دھیان خود بخود یزیدی خلافت کے دور کی طرف چلا جاتا ہے۔اگرچہ ابھی تک کی خبروں کے مطابق شہریوں کی بڑی تعداد نے بیعت کی طرز کے اطاعت فارموں پر دستخط کرنے سے انکار کیا ہے' لیکن کچھ نہیں کہا جاسکتا کہ کب اس خطے کے لوگوں کا موڈ بدل جائے۔اس سرزمین پر پہلے بھی تو کچھ ایسا ہی ہوا تھا۔

☆☆ القاعدہ کسی مغربی شہر پر آئیندہ چند روز میں کیمیائی' حیاتیاتی اور ایٹمی حملہ کرسکتی ہے۔
(برطانوی انٹیلی جینس کی اطلاع)

☆☆ برطانوی انٹیلی جینس ایم آئی۔5 کے ڈائریکٹر جنرل ایلیزا میلنگ ہام بلر نے ڈائریکٹر جنرل کا عہدہ سنبھالنے پر کہا ہے کہ کسی مغربی شہر پر دہشت گردوں کی طرف سے آئیندہ چند روز میں کیمیائی' حیاتیاتی اور ایٹمی حملہ ہوسکتا ہے۔یہ سب امریکی اور برطانوی حکام کی ایماء پر ان کی ایجنسیوں کا مکّارانہ کھیل ہے۔افغانستان پر حملہ کرتے وقت بھی کیمیائی' حیاتیاتی اور ایٹمی ہتھیاروں کے حملہ کا پروپیگنڈہ کیا گیا تھا۔عراق پر حملہ کے وقت بھی یہی شرمناک پروپیگنڈہ کیا گیا تھا۔اب تو اس الزام سے امریکی اور برطانوی حکام کے خونی کردار کی بدبو آنے لگی ہے۔۔۔۔لکھ لیجئے اگر اس کھیل کو سچ دکھانے کے لئے کوئی حملہ خود امریکی اور برطانوی ایجنٹوں کے ذریعے کرایا گیا تو اس کے لئے ان مغربی ممالک کی سرزمین کو نشانہ بنایا جائے گا جو عراق پر امریکی حملے کی مخالفت کرتے رہے ہیں۔اس طرح بہانے سے ان مغربی ممالک کو سزا بھی دے دی جائے گی اور نام نہاد دہشت گردی کے خلاف اپنی سامراجی خواہشات کی تکمیل

بھی کرلی جائے گی۔امکان یہی ہے کہ ایسے کسی کھیل کا الزام ایران کے سر منڈھ دیا جائے گا۔امریکی اور برطانوی حکام کے موجودہ ٹولہ کی بدبودار سازشیں تو اب عام آدمی کو بھی صاف سمجھ میں آنے لگی ہیں۔

☆☆ پاک بھارت فوجی کشیدگی کے جنوبی ایشیا کے پورے خطے پر اثرات کا جائزہ لینے کے لئے نیپال میں اجلاس۔
(اخباری خبر)

☆☆ سابق فوجی افسران اور سابق سفارتکاروں کا دوروزہ اجلاس نیپال کے دارالحکومت کٹھمنڈو میں ہوا۔جس میں انڈو پاک کشیدگی کم کرانے کے لئے اقدامات کا جائزہ لیا گیا۔اس اجلاس میں انڈیا' پاکستان اور نیپال کے وفود نے شرکت کی۔یہ اچھی بات ہے کہ برصغیر کے بنیادی مسائل کے حل کے احساس کے ساتھ سارک ممالک بھی تدریجاً خطے میں اپنا کردار ادا کرنے کے لئے تیار ہورہے ہیں۔یورپی یونین کے قیام کے بعد سے اب تک یونین کو کمزور کرنے اور ختم کرنے کی کئی ناکام سازشیں ہوچکی ہیں اس کے باوجود یورپی یونین مستحکم ہورہی ہے۔اگرچہ ہم جنوبی ایشیا کے لوگ بیشتر میدانوں میں یورپ سے دو تین صدیاں پیچھے ہیں' اسی لئے یورپ کی دوصدیاں پہلی فکری تحاریک کی نقالی کرنے والے نقاد ابھی تک سارک یونین کے تصور میں بھی کسی ''سازش'' کا راگ الاپ رہے ہیں۔ایسا کام جس میں پورے خطے کے غریب عوام کی بھلائی ہے' اس کا ہونا ہی بہتر ہے۔

☆☆ صدر جمہوریۂ ہند عبدالکلام آزاد کی طرف سے انڈیا میں سیاسی جماعتوں کی کثرت پر دلچسپ طنز۔
(اخباری خبر)

☆☆ چینائی (مدراس) میں انا یونیورسٹی کی سلور جوبلی تقریب سے خطاب کرتے ہوئے بھارتی صدر نے انڈیا میں سیاسی جماعتوں کی بڑھتی ہوئی تعداد پر طنز کرتے ہوئے ایک دلچسپ لطیفہ سنایا۔ان کے بقول خدا کرۂ ارض کے حالات کا مشاہدہ کرنے کے لئے آیا تو ایک فرشتہ اور ایک شیطان اس کے ساتھ تھے۔خدا اس زمین کے حالات دیکھ کر بہت خفا ہوا اور اس نے اس کی اصلاح کا حکم دیا۔فرشتے نے کہا کہ اس دھرتی کے موجودہ بگاڑ کو ٹھیک کرنے کے لئے دس لاکھ سال لگیں گے۔تب خدا شیطان کی طرف متوجہ ہوا۔شیطان اس کام کے لئے بخوشی راضی ہوگیا تو اس کا ''کوالیفائی انگ'' ٹیسٹ لیا گیا۔اسے کہکشاں کے ستاروں اور دھرتی پر موجود ریت کے ذروں کی گنتی کا کام دیا گیا۔اس نے اس کا بالکل درست جواب

دے دیا تو پھر اسے ہندوستان کی سیاسی جماعتوں کی گنتی کا کام دیا گیا۔آخری خبریں آنے تک شیطان ابھی تک ہندوستان کی سیاسی جماعتوں کی گنتی کرنے میں مشغول ہے۔

☆☆ **سرکاری شعبے کے بینکوں اور مالیاتی اداروں کی جانب سے ۱۹۹۹ء سے اب تک بارہ ارب روپے کے قریب قرضے معاف کئے گئے۔اس میں 5.6 ارب روپے اصل رقم اور بقیہ مارک اپ تھا۔زرعی ترقیاتی بینک نے بھی 6 ارب روپے سے زائد قرض معاف کئے۔**

(قومی اسمبلی میں وقفۂ سوالات کے دوران وزیرخزانہ شوکت عزیز کا تحریری جواب)

☆☆ جنرل پرویز مشرف نے جب اقتدار سنبھالا تھا تب کرپشن سے پاک گڈ گورنینس کا دعویٰ کیا تھا۔ ان کے اسی دعوے پر ہمیں سب سے زیادہ خوشی ہوئی تھی۔وہ خود بھی سابقہ ادوار میں بینکوں سے قرضے لے کر معاف کروا لینے والوں پر تنقید کرتے رہے اور قوم کی لوٹی ہوئی دولت واپس دلانے کے عزم کا اظہار کرتے رہے۔لیکن پہلی لوٹی ہوئی رقم تو قوم کو کیا ملتی' لٹی پٹی غریب پاکستانی قوم اپنے ہی لٹیروں کے ہاتھوں مزید لٹ گئی۔طبقۂ اشرافیہ کے مگرمچھوں نے قوم کا مزید اٹھارہ ارب روپیہ لوٹ لیا ہے۔انا للہ و انا الیہ راجعون ط۔برطانوی ریڈیو کی رپورٹ کے مطابق قرضہ معاف کرانے والے جن غرباء اور مساکین کے نام سامنے آئے ہیں ان میں شجاعت حسین فیملی سرفہرست ہے۔ان کے اپنے نام کے ساتھ ان کے خاندان کے دوسرے افراد کے جو نام بتائے گئے ہیں وہ یہ ہیں۔چوہدری شجاعت حسین' ان کی اہلیہ بیگم کوثر حسین، چوہدری پرویز الٰہی' ان کی اہلیہ قیصرالٰہی، چوہدری منظور الٰہی' چوہدری صباحت حسین اور چوہدری شفاعت حسین۔

جنرل پرویز مشرف اپنی لٹی ہوئی غریب قوم پر اتنا احسان تو کردیں کہ طبقۂ اشرافیہ کے جن مستحقین کے قرضے معاف کئے گئے ہیں بس ان کے نام اور معاف کی جانے والی رقم کی تفصیل جاری کرادیں۔ممکن ہے لٹی پٹی قوم ان کی امداد کے لئے کوئی اور بندوبست بھی کردے۔جنرل پرویز مشرف صرف کرپشن کے خلاف اور بینکوں سے قرضے معاف کرانے والوں لٹیروں کے خلاف اپنے سابقہ بیانات یاد کریں، پھر اپنے عزائم اور دعووں کو یاد کریں۔۔بس اس کے بعد صرف اسی خبر کے آئینے میں اپنے آپ کو دیکھ لیں۔

☆☆ **چوہدری شجاعت حسین گروپ کی پنجاب شوگر ملز خانیوال کے ترجمان نے واضح کیا ہے کہ ملز**

نے فوجی دور یا اس سے پہلے کوئی قرضہ معاف نہیں کرایا۔ساتھ ہی یہ بھی وارننگ دی گئی کہ آئیندہ کسی اخبار نے قرضے کے حوالے سے ہمارے بارے میں خبر لگائی تو اس کے خلاف قانونی کاروائی کی جائے گی۔ (اخباری خبر)

☆☆ اس خبر میں قرضے معاف کرانے کی تردید صرف پنجاب شوگر ملز کے حوالے سے کی گئی ہے۔کسی دوسرے پراجیکٹ کے لئے لئے ہوئے قرضوں کا کوئی ذکر نہیں کیا گیا۔پھر خاندان کے باقی افراد کی طرف سے قرضے معاف کرانے کی بھی کوئی تردید نہیں کی گئی۔چوہدری شجاعت حسین اور ان کے گروپ کے بارے میں اخباروں میں جو خبر چھپی تھی وہ برطانوی ریڈیو کے حوالے سے چھپی تھی۔ویسے اب تو جرمنی کے سرکاری ریڈیو نے بھی اپنے ذرائع سے یہ خبر دیتے ہوئے اس میں چوہدری برادران کا خصوصی ذکر کیا ہے۔اس لئے اگر ان کے ترجمان کا بیان درست ہے تو ان کو معاملہ آئیندہ پر نہیں لٹکانا چاہئے' ابھی برطانوی اور جرمن ریڈیو کے خلاف کاروائی کرنی چاہئے۔اس کے باوجود یہ حقیقت اپنی جگہ ہے کہ موجودہ حکومت نے گزشتہ تین سال میں اٹھارہ ارب روپے کے قرضے معاف کئے ہیں۔اس سلسلے میں مرکزی وزیرخزانہ کا تحریری بیان ریکارڈ پر موجود ہے۔یہ اٹھارہ ارب روپے کن سیاسی یتیموں، مساکین اور دیگر مستحقین کو دیئے گئے؟اس کا جواب جنرل پرویز مشرف کے بڑے سیاسی حلیفوں پر بھی اخلاقی قرض ہے۔(یہ اخلاقی قرض معاف نہیں ہوگا بلکہ وقت گزرنے کے ساتھ اس کا سود بڑھتا رہے گا۔)

☆☆ **قرضوں کی عام معافی کا اعلان۔۔۔۔عطالحق قاسمی کا اسی حوالے سے ایک عمدہ کالم**

☆☆ ہمارے ثقہ لکھنے والوں نے ابھی تک جنرل پرویز مشرف کی جانب سے کرپشن کے خلاف سابقہ بیانات کی روشنی میں اعتراف کردہ اٹھارہ ارب روپے کے قرض معاف کرنے کو سنجیدگی سے نہیں لیا تاہم معروف فکاہی کالم نگار عطاء الحق قاسمی نے ۲۱/جون کے اخبار جنگ میں اپنے کالم ''روزنِ دیوار سے'' میں اس خبر کا نوٹس لیا ہے۔عطاءالحق قاسمی نواز شریف فیملی کے انتہائی قرابت داروں میں شمار ہوتے ہیں لیکن حیرت ہے کہ انہوں نے مذاق مذاق میں بھی ان سیاسی غرباء اور مساکین کے نام نہیں لئے جن کے قرضے معاف کئے گئے ہیں۔ویسے ان کی احتیاط بھی مناسب ہے کہ لوگوں کو ہنسانے والے کو پھر رونا نہ پڑ جائے۔قرضے معاف کرانے والے مساکین اس وقت تو پوری طاقت اور سیاسی فارم میں ہیں۔

☆☆ سعودی عرب میں ہزاروں ائمہ برطرف، جمعہ کے خطبات سے روک دیا گیا۔
(روزنامہ خبریں کی خبر)

☆☆ روزنامہ خبریں اسلام پسند حلقوں کا ''مقبول'' اخبار ہے۔ اس کی ۱۵ر جون کی خبر کی صرف سرخی یہاں دی گئی ہے۔ سعودی عرب کی حکومت نے بعض علماء کی امریکہ کے خلاف یا مبینہ ''اسلامی مجاہدین'' کی اپنے خطبات میں حمایت کرنے کی وجہ سے ایسا اقدام کیا ہے۔ یہ اقدام سعودی عرب میں ہوا ہے تو پاکستان کے وہ تمام علماء خاموش ہیں جو ماضی میں سعودی عرب سے کثیر مالی امداد لیتے رہے ہیں اور وہ بھی خاموش ہیں جنہیں ابھی تک امداد مل رہی ہے۔۔۔ اور یہ سب وہی علماء ہیں جو موجودہ عالمی بحران کے باعث دینی مدارس میں جنرل پرویز مشرف کی مصلحت پسندانہ معمولی سی مداخلت پر بھی دھمکیاں دینا شروع کر دیتے ہیں۔ جنرل پرویز مشرف علماء کے امتیازی سلوک یا پھر دوہرے معیار پر سعودی حکومت سے کہہ سکتے ہیں۔

تجھ تک آئی تو زلف کہلائی
وہ تیرگی جو مرے نامۂ سیاہ میں تھی

☆☆ متحدہ عرب امارات کے ایک باشندہ داد محمد مراد کی بارھویں شادی۔ بچوں کی سنچری پوری کرنے کی خواہش۔ (اے۔ایف۔پی کی خبر)

☆☆ عربوں کے پاس اب مردانگی دکھانے کے لئے ایسے کام ہی رہ گئے ہیں۔ داد محمد مراد کی عمر ۵۳ سال ہے اور ان کے ابھی تک ۶۳ بچے ہیں۔ گیارہ بیویوں سے اتنے بچوں کے بعد اب بارھویں شادی کی ہے۔ لگتا ہے داد محمد مراد نے اپنی ازدواجی زندگی کو کرکٹ کا کھیل بنا لیا ہے۔ اسی لئے ہاف سنچری کے بعد سنچری بنانے کے چکر میں پڑ گئے ہیں۔ ۵۳ سال کی عمر کے بعد کھلاڑی چاہے کتنے چوکے چھکے لگا لے مزید ۳۷ بچوں کا ٹارگٹ پورا کرنا خاصا مشکل ہے۔ اتنے کم وقت اور کم اوورز میں وکٹ بھی گر سکتی ہے اور رَن آؤٹ ہونے کا خطرہ تو ہر وقت موجود ہے۔ بہرحال اس کے باوجود داد محمد مراد اپنی دلی مراد پوری کرنے کے لئے تن من دھن سے لگا ہوا ہے۔ دیکھیں ان کے اس ون لائف کھیل کا کیا نتیجہ نکلتا ہے۔

☆☆ عراق کی جنگ کے دوران تین بڑے مذہبی لیڈروں کو واپسی ٹکٹ دیئے تھے کہ شاہ احمد نورانی، قاضی حسین احمد اور مولانا فضل الرحمٰن وہاں جا کر ہیومن شیلڈ بنیں۔ مگر یہ لوگ وہاں نہیں گئے۔ (ایم۔کیو۔ایم کے قائد الطاف حسین کی تقریر)

☆☆ اگرچہ اس وقت ایسے بیانات کراچی میں ہونے والے انتخاب پر اثر ڈالنے کے لئے ہیں تاہم اس الزام میں کوئی شک نہیں کہ جب ایم۔اے کے علماء عراق کے مسئلے پر پہلے سے کرب میں مبتلا قوم کو مشتعل کر رہے تھے، تب ایم کیو ایم نے ہیومن شیلڈ کے حوالے سے علماء کو بے بس کر دیا تھا۔ عراق جانے سے انکار کرنے کے لئے ان کے پاس کوئی معقول جواب نہیں تھا۔ اس کے باوجود دنیا نے دیکھا کہ ہمارے علماء پاکستان میں ہی نعرے لگواتے رہے اور ''کافروں'' کے ملکوں سے مرد، عورتیں بغداد میں پہنچ کر ہیومن شیلڈ بنے ہوئے تھے۔

☆☆ صدر بُش جنرل پرویز مشرف کے دورۂ امریکہ کے موقعہ پر ان کا پاکستانی صدر کی حیثیت سے نہیں بلکہ فوجی سربراہ کی حیثیت سے استقبال کریں۔
(پاکستانی اپوزیشن کی جانب سے امریکی صدر بُش کے نام پیغام)

☆☆ جنرل پرویز مشرف اس وقت امریکہ ہی نہیں سارے مغربی ممالک میں خاص اہمیت اختیار کر گئے ہیں۔ اس لئے اپوزیشن کی یہ درخواست کوئی پذیرائی حاصل نہیں کر سکے گی۔ الٹا اس کا خطرہ موجود ہے کہ اگر امریکہ نے پاکستان میں مذہبی انتہا پسندوں کے خلاف کریک ڈاؤن کرنے کے لئے انہیں فری ہینڈ دے دیا تو وہ ساری اپوزیشن کی چھٹی کرا دیں۔ ایسے کسی اقدام کے لئے جواز تو پہلے ہی سے موجود ہیں۔

☆☆ مولانا محمود مدنی ہندوستان میں مسلمانوں کے ساتھ دوسری اقلیتوں کو ملا کر ایک سیکولر پارٹی کے قیام کے لئے کوشاں۔ (اخباری خبر)

☆☆ یہ بڑی مزے کی خبر ہے۔ پاکستان میں لبرل مسلمانوں پر بھی بڑا لعن طعن کیا جاتا ہے، چہ جائیکہ سیکولر (غیر مذہبی یا لادینی) ہونے کو ہضم کیا جائے۔ روزنامہ انقلاب ممبئی کی خبر کے مطابق جمعیۃ العلمائے ہند نے ایک پریس ریلیز میں اس ارادے کی خبر دی ہے۔ اس سلسلے میں مزید کاوشیں جاری ہیں۔ توقع کی جانی چاہئے کہ ہندوستان میں مسلمان علماء کی تحریک پر ایسی پارٹی کے قیام کے کامیاب تجربہ کے بعد ان

کے ہم مسلک پاکستانی علماء بھی اس سمت میں تھوڑا بہت قدم اٹھائیں گے۔ زیادہ نہیں تو کم از کم جنرل پرویز مشرف کے لبرل ہونے پر اعتراض کرنا ترک کر دیں گے۔

☆☆ مولانا شاہ احمد نورانی، مولانا فضل الرحمٰن اور مولانا سمیع الحق سمیت ۳۵ علماء کے خلاف نا اہلی کا ریفرنس دائر کر دیا گیا۔ (اخباری خبر)

☆☆ خبر کے مطابق عوامی حمایت تحریک پاکستان کے چیئر مین مولوی سید اقبال حیدر نے قومی اسمبلی کے اسپیکر اور سینیٹ کے چیئر مین کے پاس مجموعی طور پر ۳۵ علماء کے خلاف گریجوایٹ نہ ہونے کے ریفرنس دائر کئے ہیں۔ قبل ازیں اسلم خاکی ایڈووکیٹ نے عدالت سے رجوع کر رکھا ہے اور علماء کی گریجوایشن کا مسئلہ اٹھا رکھا ہے۔ الیکشن کے زمانے میں سرکاری سرپرستی میں بے نظیر بھٹو کی گریجوایشن کو مشکوک بنانے کا مضحکہ خیز کھیل کھیلنے کے ساتھ علماء کو گریجوایشن کے مساوی تسلیم کیا گیا تھا۔ اب ان ڈگریوں کو مسئلہ بنانا سیاسی بلیک میلنگ کے سوا کچھ نہیں ہے۔ ہم تو صرف ایک ہی اچھے اور اوریجنل شاعر اقبال حیدر کو جانتے ہیں یا پھر پیپلز پارٹی کے سینیٹر اقبال حیدر کو۔ اور یہ دونوں جینوئن لوگ کراچی پاکستان میں آباد ہیں۔ یہ سید پہلے لگا کر سیاست کرنے والے اقبال حیدر کوئی جعلی قسم کی سیاسی شخصیت لگتے ہیں۔ ان کی تنظیم کے پاس اور جو کچھ ہو عوامی حمایت کہیں نہیں ہے۔ بہتر ہو گا وہ اپنی تنظیم کا نام سرکاری حمایت تحریک رکھ لیں۔ ویسے یہ بھی ممکن ہے کہ حکومت نے سوچا ہو کہ مولویوں کو مارنے کے لئے کسی مولوی کو ہی ذریعہ بنایا جائے چاہے وہ مولوی سید اقبال حیدر ہی کیوں نہ ہو۔

☆☆ ملک میں ہونے والی ہلاکتوں کے خلاف سری لنکا میں اپوزیشن کا انوکھا احتجاج۔

(اخباری خبر)

☆☆ ابھی تک ایسا ہوا تھا کہ پانی کی قلت کے خلاف مظاہرہ ہوا تو شہریوں نے خالی گھڑے اٹھا کر جلوس نکال لیا۔ اب اس سے ملتا جلتا ایک احتجاج سری لنکا کی اسمبلی میں ہوا ہے۔ سری لنکا میں مقامی سیاستدانوں کی ہونے والی ہلاکتوں کے خلاف احتجاج کرنے کے لئے اور حکومت کو اس کی ناکامی کا احساس دلانے کے لئے اپوزیشن ارکان ماتمی لباس پہنے ہوئے، ایک تابوت لے کر پارلیمنٹ ہاؤس میں داخل ہو گئے اور وہاں مظاہرہ شروع کر دیا۔

☆☆ بابری مسجد کو شہید کرانے میں ایل کے ایڈوانی، واجپائی اور مرلی منوہر جوشی اور دیگر مرکزی لیڈرز شامل تھے۔ انہیں کی سازش اور حکم پر مسجد کو شہید کیا گیا۔

(بابری مسجد کی شہادت کے وقت یوپی کے وزیر اعلیٰ اور بی جے پی کے رہنما کلیان سنگھ کا بیان)

☆☆ گزشتہ ہفتے بی جے پی کے لیڈروں پر بالعموم اور ایل کے ایڈوانی پر بالخصوص مسجد شہید کرنے والے کارکنوں نے الزام لگایا تھا کہ انہیں کے حکم پر ایسا کیا گیا تھا۔ پھر ایک دھارمک رہنما اور مندر کی تعمیر کے حامی نے بھی ایڈوانی کے نام پر شدت کے ساتھ اصرار کیا تھا۔ اب اُس وقت کے یوپی کے وزیر اعلیٰ اور بی جے پی کے رہنما کلیان سنگھ نے نہ صرف ایڈوانی کو اس سازش میں ملوث بتایا ہے بلکہ واجپائی جی کو بھی لپیٹ لیا ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ واجپائی جی کے دو چہرے ہیں۔ اگرچہ کلیان سنگھ اب بی جے پی سے الگ ہو کر مذہبی منافرت کے خلاف کام کر رہے ہیں۔ تاہم ان کا بیان گھر کے بھیدی کا بیان ہے۔ دیکھیں ابھی شہید بابری مسجد اور کس کس کو لے بیٹھتی ہے۔

☆☆ اسرائیل کو تسلیم کیا جائے یا نہیں؟۔۔۔اے۔آر۔وائی چینل کے پروگرام ویوز آن نیوز میں حیرت انگیز سیٹ بیک۔

☆☆ ۲۰ ؍جون ۲۰۰۳ء کو جرمنی کے وقت کے مطابق رات ساڑھے دس بجے اور انگلینڈ کے وقت کے مطابق ساڑھے نو بجے پروگرام ویوز آن نیوز میں اسرائیل کو تسلیم کرنے یا نہ کرنے کے بارے میں ٹی وی کے ناظرین سے اپنی رائے دینے کے لئے کہا گیا۔ پروگرام کے پریزینٹر کے ذہنی میلان کے پیش نظر بھی اور عمومی عوامی تاثر کی وجہ سے بھی یہی لگتا تھا کہ اسرائیل کو تسلیم کرنے کے خلاف شدید ردِ عمل سامنے آئے گا۔ لیکن اس وقت حیرت انگیز سیٹ بیک کا سامنا کرنا پڑا جب سعودی عرب اور دبئی جیسے ملکوں میں بیٹھے ہوئے پاکستانیوں کی بھی زیادہ کالز اسرائیل کو تسلیم کرنے کے حق میں آنے لگیں۔ کالرز اپنے موقف کو سیاسی، اقتصادی اور عالمی حوالے سے واضح کر رہے تھے۔

☆☆

۲۹رربیع الثانی ۱۴۲۴ھ۔۔۳۰رجون ۲۰۰۳ء

نوٹ: خبر نامہ کا سارا انحصار خبروں کی دستیابی پر ہوتا ہے۔ایسے لگتا ہے کہ جیسے اب خبروں میں ایک ٹھہراؤ سا آ گیا ہے۔اس لئے احتیاطاً لکھ رہا ہوں کہ اگر کسی ہفتہ میں خاطر خواہ خبریں جمع نہ ہو سکیں تو خبر نامہ کو دو ہفتوں پر پھیلا دیا جائے گا۔ (حیدر قریشی)

☆☆ قومی اسمبلی کی اکثریت ایل ایف او کے حق میں ہے۔
(جنرل پرویز مشرف کی واشنگٹن میں صحافیوں سے گفتگو)

☆☆جنرل پرویز مشرف بہت ہی گمراہ قسم کے مشیروں میں پھنس گئے ہیں۔لیگل فریم ورک آرڈر (ایل ایف او) کو آئین کا حصہ بنانا کوئی مشکل کام نہیں تھا۔بس صرف سلیقے سے کام کرنے کی ضرورت تھی۔ایم ایم اے کی تائید کے ساتھ دو تہائی اکثریت آسانی سے مل سکتی تھی اور آئینی طریقے سے آئین میں ایل ایف او کو شامل کیا جا سکتا تھا۔لیکن آپ کے وہ مشیر بڑے ہی بد بخت ہیں جو ڈنڈے کے زور پر ایل ایف او کو آئین کا حصہ بنوا رہے ہیں۔ان کا تو بعد میں کوئی نام بھی نہیں لے گا اور تاریخ میں آپ کا نام بہت افسوسناک طریقے سے یاد کیا جائے گا۔کاش ابھی بھی آپ قومی اسمبلی کی اکثریت پر بھروسہ کرتے ہوئے اسمبلی سے ہی اسے آئین کا حصہ بنوالیں۔جنرل ضیاع الحق نے بھی اپنے سارے فوجی احکامات کو آئین کا حصہ بنایا تھا لیکن کاغذی کارروائی کرکے اسمبلی سے ہی اسے منظور کرایا تھا۔انہوں نے آئین کے ساتھ جو غلط کام ''بالرضا'' کیا تھا، آپ وہی کام ''بالجبر'' کر رہے ہیں۔مجھے افسوس صرف اتنا ہے کہ آپ جیسا اچھا، بلکہ بہت اچھا انسان تاریخ میں آئین کے حوالے سے بہت برے نام سے یاد کیا جائے گا۔

☆☆ گیارہ ستمبر کے واقعے میں اسرائیلی ملوث ہیں۔مہاتیر محمد کا ملائیشیا نیشنل آرگنائزیشن کی سالانہ تقریب میں خطاب۔ (اخباری خبر)

☆☆ملیشیا کے وزیر اعظم مہاتیر محمد اس سے پہلے بھی یہ بات کہتے رہے ہیں۔ان کا یہ الزام دستیاب شواہد کی بنا پر بڑی حد تک درست ہے۔ورلڈ ٹریڈ سنٹر کی عمارتیں یہودیوں کی ملکیت تھیں،اس تباہی سے ان کو

اصل لاگت سے زیادہ کی انشورنس مل گئی (انشورنس کمپنی کا دیوالیہ نکل گیا) سارا ملبہ اٹھانے کا ٹھیکہ بھی بہت بڑی قیمت پر ایک یہودی فرم کو دیا گیا۔یہودیوں کی ملکیت اتنی بڑی عمارتیں صفحۂ ہستی سے مٹ گئیں مگر اس میں کام کرنے والے ایک بھی یہودی کا بال بیکا نہ ہوا۔کوئی مذہبی تقریب نہ ہونے کے باوجود اُس دن سارے یہودیوں نے معنی خیز چھٹی کی۔۔چار جہازوں کے ہائی جیک کا ڈرامہ کیا گیا۔ٹریڈ سنٹر والی عمارتوں سے ٹکرانے والے جہازوں کے بلیک بکس نہیں ملے۔۔پینٹا گان کی عمارت سے ٹکرانے والے جہاز کا بلیک بکس ملا تو بہانہ بنا لیا گیا کہ اس کا ریکارڈنگ سسٹم گڑ بڑ کر گیا ہے۔مگر چوتھے جہاز کے بلیک بکس کا کسی نے ذکر ہی نہیں کیا جو ایک ویران جگہ پر ہی گر کر تباہ ہو گیا تھا۔یہ چند شواہد تو بالکل سامنے دکھائی دے رہے ہیں۔ان کے مقابلہ میں کسی القاعدہ یا کسی بھی اسلامی جہادی تنظیم کے خلاف خاص اس حوالے سے ان کے مقابلہ میں چوتھائی شواہد بھی نہیں ملتے ہیں۔پھر بھی الزام ان کے سر تھوپ دیا گیا ہے۔ ؎

بنے ہیں اہلِ ہوس مدعی بھی منصف بھی

☆☆ امریکہ میں بدفعلی کرنے میں ملوث پائے جانے والے کئی پادری برطرف کر دیئے گئے۔
(اخباری خبر)

☆☆امریکی کیتھولک چرچ کی جانب سے اس سلسلہ میں باقاعدہ مہم شروع کی گئی ہے۔آرک بشپ ہیری فلائن کو اس کا انچارج بنایا گیا ہے کہ وہ جنسی بدفعلی کے مرتکب پادریوں کا کھوج لگا کر ان کے خلاف کارروائی کریں۔چنانچہ اس کے نتیجہ میں انہوں نے متعدد پادریوں کو اس کا مرتکب پایا اور ان کے خلاف کارروائی کی گئی۔ان کے بقول ابھی مزید کام کرنے کی ضرورت ہے۔مغربی معاشرے میں یہ بہت بڑی خوبی ہے کہ وہ اپنے مخصوص دائروں میں پائے جانے والے معائب کی بے جا پردہ پوشی نہیں کرتے۔ہمارے اسلامی معاشروں میں دینی تدریس کے خصوصی مراکز میں بھی یہ وبا کسی نہ کسی حد تک موجود ہے۔لیکن ہم رنگے ہاتھوں پکڑے جانے پر بھی اسے جھوٹا الزام قرار دے دیتے ہیں۔ویسے پادری صاحبان کی بدفعلیوں کے ساتھ ان کی خوش فعلیوں کی بھی تحقیق کی جانی چاہئے۔خوش فعلیوں سے لطیفہ یاد آ گیا۔کسی نے ایک پادری سے پوچھا:Father! What are your hobbies?

پادری نے جواب دیا:Non۔۔(اسے نَن=Nun کی طرح پڑھیے)

☆☆ قومی اسمبلی کے اسپیکر کے خلاف اپوزیشن کی تحریک عدم اعتماد کی کامیابی کے بارے میں ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے جماعت اسلامی کے نائب امیر اور ایم۔ایم۔اے کے ڈپٹی سیکریٹری جنرل لیاقت بلوچ نے کہا کہ ''ہم سب امید سے ہیں''۔(اخباری خبر)

☆☆ پاکستان کے سابقہ ادوار کی تاریخ گواہ ہے کہ جماعت اسلامی اور اس طرز کی دوسری جماعتیں جب بھی اس انداز میں ''امید سے'' ہوئی ہیں، ملک میں مصائب اور مشکلات نے ہی جنم لیا ہے۔خدا کرے اس بار کوئی خیر اور بھلائی جنم لے لے۔

☆☆ پیکنگ میں بھارتی پردھان منتری واجپائی جی کی چینی رہنماؤں سے ملاقاتیں اور امن کی طرف پیش قدمی۔ (اخباری خبر)

☆☆ یہ بہت اچھی بات ہے کہ واجپائی جی نے ایک بار پھر ہند چینی بھائی بھائی کے نعروں کا امکان بنادیا ہے۔ہم تو ہند، چین، پاکستان، بنگلہ دیش، سری لنکا، نیپال، اس خطے کے سارے ممالک کو بھائی بھائی دیکھنا چاہتے ہیں۔واجپائی جی پیکنگ یونیورسٹی میں جو تقریر کی ہے اس میں انہوں نے چین کے بزرگ رہنما ڈینگ ژیاؤپنگ کا ایک عمدہ حوالہ دیا ہے کہ ''اکیسویں صدی ایشیا کی صدی بنائی جائے''۔۔۔یہ تبھی ممکن ہے کہ پورے خطے میں امن اور بھائی چارہ کی فضا پیدا کی جائے۔واجپائی جی نے ایک اور بہت اچھی بات یہ کہی کہ ہمیں صحت مند مسابقت اور انتشار پسندانہ رقابت کے درمیان فرق کو سمجھنا چاہئے۔یہ بڑی اہم بات ہے لیکن فی الوقت پاکستان اور انڈیا دونوں طرف کے انتہا پسند ہندو اور مسلم مذہبی رہنما اس فرق کو ملحوظ رکھنے کو تیار نہیں ہیں۔تاہم امید کا ایک دیا ابھی روشن ہے۔

☆☆ ہندوستان نے تبت پر چین کے حق کو تسلیم کر لیا۔واجپائی جی کے دورۂ چین کا اعلامیہ۔

(اخباری خبر)

☆☆ برصغیر اور اس کے اردگرد کے ممالک کے لئے یہ بہت ہی خوش کن اور اچھی خبر ہے۔اس سے اس علاقے کے دوسرے جغرافیائی تنازعات کو حل کرنے میں اعتماد باہمی اور وسعت قلبی کے جذبات بڑھیں گے۔اس خبر سے ایک تو یہ اندازہ ہوتا ہے کہ اب کشمیر کا دیرینہ اور بے حد اہم تنازعہ بھی حل ہوسکتا ہے اور

اس کا وہی حل مناسب ہوگا جو کشمیری عوام کی رضامندی کے ساتھ کیا جائے گا۔دوسرا یہ اندازہ ہوتا ہے کہ انڈیا نے امریکہ کے ساتھ ورکنگ ریلیشن شپ تو قائم رکھنی ہے لیکن اس کا تابع مہمل نہیں بننا۔چین کے ساتھ اپنے معاملات ٹھیک کر کے انڈیا نے امریکہ کو بڑا واضح پیغام دے دیا ہے۔اس وقت کے عالمی منظر نامہ میں یہ ایک جرأت مندانہ اقدام ہے جس کی ستائش کی جانی چاہئے۔ہند چین تعلقات میں آنے والی اس گرمجوشی سے شمالی کوریا کے معاملہ میں امریکہ کو اب نئے بہانے ڈھونڈنے پڑیں گے۔

☆☆ پاکستان کا غیر سرکاری دورہ کرنے والے ہندوستانی دانشوروں کے خیر سگالی وفد کو سرکاری طور پر نظرانداز کیا گیا۔ (اخباری خبر)

☆☆ ہندوستان کے اس غیر سرکاری وفد کے سربراہ معروف ہندوستانی صحافی کلدیپ نیر تھے۔انہوں نے کہا ہے کہ ویسے تو پاکستان کے مختلف طبقات میں ہماری بڑی آؤ بھگت ہوئی ہے۔لوگ محبت کے ساتھ ملے ہیں۔یہاں تک کے قائم مقام صدر نے ان سب کے اعزاز میں ضیافت بھی دی ہے۔لیکن سرکاری طور پر اس وفد کو نظر انداز کیا گیا ہے۔اس بیان کے ساتھ ہی کلدیپ نیر نے کہا کہ جب پاکستان سے غیر سرکاری وفد آیا تھا تو اسے بھی سرکاری سطح پر نظرانداز کیا گیا تھا۔شاید اسی لئے ہندوستانی وفد کے ساتھ بھی ویسا سلوک کیا گیا ہے۔کلدیپ نیر صاحب نے اپنے گلہ یا اعتراض میں خود ہی اس کا جواب دے دیا ہے۔دراصل انہیں یہ مسئلہ تب چھیڑنا چاہئے تھا جب پاکستانی دانشوروں کا وفد انڈیا کا دورہ کر رہا تھا اور انڈین گورنمنٹ سرکاری سطح پر ان کو نظرانداز کر رہی تھی۔اس کے باوجود خوشی کی بات ہے کہ دونوں اطراف کے اچھے لوگوں میں صلح اور دوستی کا جذبہ بڑھ رہا ہے۔یہ نیک فال ہے۔

☆☆ بدقسمتی کی بات ہے کہ اب جلدی جلدی وفاداریاں بدلی جاتی ہیں۔

(وزیراعظم پاکستان میر ظفر اللہ خان جمالی کا بیان)

☆☆ جمالی صاحب نے ملک معراج خالد کی یاد میں منعقدہ تقریب میں خطاب کرتے ہوئے اس افسوس کا اظہار کیا کہ اب لوگ آئے دن سیاسی وفاداریاں بدل لیتے ہیں۔ان کا افسوس بجا ہے لیکن یہ آج کی بات نہیں ہے۔۔۔یہ سلسلہ تو ساٹھ کی دہائی میں ہی مقبول ہوگیا تھا۔خود جمالی صاحب ایک وقت میں فوجی حکمران ایوب خان کے مقابلہ میں محترمہ فاطمہ جناح کے حامی تھے اور اب ایک فوجی حکمران کو فخریہ

طور پر اپنا باس کہتے ہیں۔وہ پاکستان پیپلز پارٹی سے لے کرمسلم لیگ تک پارٹیاں بدلنے کا طویل سفر کر چکے ہیں۔مسلم لیگ میں بھی جونیجو کو داغِ مفارقت دے کرنواز شریف کے ساتھی بنے اوران کے زوال کے بعدکوہ قاف کی سیر بھی کر لی۔اس میں شک نہیں کہ میر ظفر اللہ جمالی ذاتی طور پر مرنجاں مرنج شخصیت کے مالک ہیں۔لیکن انہیں ذاتی طور پر اس طرزِ عمل پر اعتراض نہیں کرنا چاہئے تھا۔کیونکہ یہ تو اوروں کو نصیحت۔۔والی بات ہوجاتی ہے۔

☆☆ جنرل پرویز مشرف کا دورۂ امریکہ کامیاب رہا۔صدر بُش کی جانب سے توقع سے زیادہ گرمجوشی کا اظہار۔ (اخباری خبر)

☆☆ پاکستانی اپوزیشن نے جس طرح صدر بُش کو پیغام بھیجا تھا کہ وہ جنرل مشرف کو مسلح افواج کے سربراہ کے طور پر ملیں،صدرِ پاکستان کے طور پر نہیں ملیں۔وہ پیغام تو رد ہو گیا۔ظاہری اعتبار سے جنرل مشرف کا یہ دورہ کسی بھی پاکستانی سربراہ کے دورۂ امریکہ سے کہیں زیادہ کامیاب رہا ہے۔لیکن اس کے side effectsاور after effects کیا نکلتے ہیں؟یہ بعد میں ہی معلوم ہو سکے گا۔موجودہ عالمی حالات میں شاید ابھی اتنا بھی غنیمت ہے۔جہاں تک اندرون ملک سیاست کا تعلق ہے،اب اپوزیشن کو اُسی تنخواہ پر گزارا کرنا پڑے گا۔ورنہ کسی کے ساتھ کچھ بھی ہوسکتا ہے۔صدر بُش کو جنرل پرویز مشرف کا جمہوریت کو پروان چڑھانے کا انداز پسند آ گیا ہے۔اس لئے اپوزیشن اب احتیاط سے ہی کام لے تو بہتر ہے۔

☆☆ جنرل پرویز مشرف کے دورۂ امریکہ کے دوران پاکستان کے لئے تین ارب ڈالر کی امداد کا اعلان۔ (اخباری خبر)

☆☆ پاکستان کے تمام منظورِ نظر صنعتکاروں،سیاستدانوں،جنرلوں اور بیوروکریٹس کو لاکھوں لاکھ بلکہ کروڑوں کروڑ مبارک ہو۔اب نئے قرضے لینے اور انہیں پھر سے معاف کرانے کا مبارک دور آ گیا ہے۔جنرل پرویز مشرف کے دور میں اٹھارہ ارب روپے کے قرضے معاف کرنے کا جو ظلم ہو چکا ہے اس کے بعد ان سے اس حوالے سے کسی خیر کی امید نہیں رہ گئی۔اب تو وہ بھی اقتدار کے اسی کھیل کا حصہ ہیں جو گزشتہ نصف صدی سے پاکستان میں جاری ہے۔جس میں سیاستدانوں،جرنیلوں،بیوروکریٹوں، جاگیرداروں اور صنعتکاروں نے مل جل کر لوٹ مار کا سلسلہ چلا رکھا ہے۔اقتدار کا حصول کی میوزیکل چیئر

گیم جاری ہے۔جو بھی آتا ہے ملک کی دولت دوسروں کو بھی لٹاتا ہے اور خود بھی حسبِ توفیق لوٹتا ہے۔

لے جا سب کچھ لوٹ کر
لے جا لوٹ کا مال ہے

☆☆ جنرل پرویز مشرف کے دورۂ امریکہ،اور بھارتی پارلیمانی وفد کے دورۂ پاکستان کے دوران بھارت کی جانب سے چار دن میں چار میزائل تجربے۔۔پاکستان میں جماعت اسلامی کی طرف سے ہندوستانی پارلیمانی وفد کے اعزاز میں استقبالیہ تقریب۔ (اخباری خبر)

☆☆ چار دن میں چار میزائل تجربے اتنے بے معنی تھے کہ خود بھارت میں بھی اس پر کسی خوشی یا جوش کا اظہار نہیں کیا گیا۔عین ان دنوں میں جب ایک طرف جنرل پرویز مشرف پاکستان کے صدر کی حیثیت سے صدر بُش سے مل رہے تھے اور دوسری طرف انڈیا کا پارلیمانی وفد خیر سگالی کے دورہ پر پاکستان آیا ہوا تھا ایسے بے معنی تجربے کرنے والوں نے صرف جنوبی ایشیا میں امن کے قیام کی کاوشوں کو نقصان پہنچانا چاہا ہے۔اگر بی جے پی کے انتہا پسند عناصر کی وجہ سے ایسا کیا گیا ہے تو یہ بہت افسوسناک ہے۔بی جے پی کی قیادت کو ہندو انتہا پسندوں اور پاکستان کی انتہا پسند اسلامی جماعتوں کے کردار کے فرق کو اسی بنیاد پر دیکھ لینا چاہئے کہ جب انڈیا کی طرف سے غیر ضروری جارحیت کا اظہار کیا جا رہا تھا پاکستان میں جماعت اسلامی کی طرف سے ہندوستانی وفد کو استقبالیہ دیا جا رہا تھا۔اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ پاکستان کی انتہا پسند دینی جماعتیں بھی اعتدال کی طرف آ رہی ہیں جبکہ انڈیا کی بی جے پی کی اپنی اندر کی انتہا پسند لابی اشتعال انگیزی کرنے میں لگی ہوئی ہے۔ایسے موقعہ پر پھر کہنا ہی پڑتا ہے کہ بی جے پی کا مجموعی کردار بغل میں چھری منہ میں رام رام والا ہے۔

☆☆ بے نظیر بھٹو اور نواز شریف نے ایک جہاز پر ملک واپس آنے کا پروگرام بنالیا۔ (اخباری خبر)

☆☆ لگتا ہے قومی اسمبلی کے اسپیکر کے خلاف اپوزیشن کی تحریک عدم اعتماد کو موثر بنانے کے لئے اور

حکومت پر دباؤ بڑھانے کے لئے یہ پروپیگنڈہ کیا گیا ہے۔ ورنہ بی بی اور بابو میں سے کوئی بھی پکی یقین دہانیوں کے بغیر واپس نہیں آئے گا۔ جنرل پرویز مشرف کے کیمپ ڈیوڈ وزٹ کے اثرات دیکھنے کے بعد بی بی کے سلسلے میں تو فرحت اللہ بابر کی باضابطہ تردید بھی آ گئی ہے کہ وہ ابھی واپس نہیں آ رہیں۔ رہ گئے نواز شریف۔۔۔ان میں اگر جیل کی صعوبت برداشت کرنے کی زیادہ نہ سہی شہباز شریف جتنی ہمت بھی ہوتی تو وہ ملک سے باہر ہی نہیں جاتے۔ ان کی وجہ سے تو بے چارے شہباز شریف بھی بلا وجہ مارے گئے۔ بلکہ بھائی چارے میں "چارہ" ان کو بنایا گیا۔

☆☆ **فوجی حکومت کے ساتھ ڈیل کی خبریں غلط ہیں۔** **(نواز شریف کا بیان)**

☆☆ نوائے وقت کی ۲۶ جون کی اشاعت میں چھپنے والا نواز شریف کا بیان خاصا سخت ہے۔ جس سے صرف یہ ظاہر ہوتا ہے کہ امریکہ میں جنرل پرویز مشرف کی پذیرائی سے اور جمہوریت کے حوالے سے امریکی رویے میں کوئی سختی نہ آنے سے نواز شریف کی توقعات کو شدید ٹھوس پہنچی ہے۔ بہر حال سیاست میں تو ایسا چلتا رہتا ہے۔ ہم بخوبی جانتے ہیں کہ "شالا مسافر کوئی نہ تھیوے، لکھ جنہاں تھیں بھارے ہُو"۔ ہماری دعا ہے کہ نواز شریف اور بے نظیر دونوں وطن واپس جا سکیں لیکن انہیں بھی چاہئے کہ اپنی ذاتی غلطیوں اور قومی نوعیت کے گناہوں کا ادراک کریں اور خدا سے ان کی معافی مانگیں۔

☆☆ **شہباز شریف کی اہلیہ اور دو بیٹیوں کو ۲۴ گھنٹے کے اندر ملک چھوڑنے کا حکم۔ (اخباری خبر)**

☆☆ شہباز شریف کی اہلیہ اور دو بیٹیاں گزشتہ ایک ماہ سے پاکستان آئی ہوئی تھیں۔ جنرل پرویز مشرف نے اس طرح سے شریف فیملی کی ملک بدری کے حکم میں کچھ ریلیف دیا تھا۔ لیکن نواز شریف کے حالیہ حکومت مخالف سخت بیان کے بعد جنرل پرویز مشرف کی جانب سے یہ ریلیف واپس لے لیا گیا ہے۔ اس طرح تو ہوتا ہے اس طرح کے کاموں میں۔

☆☆

۶ رجمادی الاول ۱۴۲۴ھ۔۔۷ رجولائی ۲۰۰۳ء

☆☆ **جمعہ کے دن جمعہ کی نماز کے دوران کوئٹہ میں نامعلوم دہشت گردوں نے اہلِ تشیع کی مسجد میں نمازیوں پر اندھا دھند فائرنگ کر دی۔ فائرنگ کے ساتھ بم دھماکے بھی ہوئے۔ پہلی اطلاع ملنے کے مطابق ۴۴ افراد جاں بحق اور ۵۶ زخمی تھے۔** **(اخباری خبر)**

☆☆ متعدد دیگر عوامل کے ساتھ لشکر جھنگوی، اور ASS جیسی تنظیمیں بھی پاکستان کو ہی نہیں عالمِ اسلام کو اس عبرت ناک مقام تک لا چکی ہیں۔ بیشتر مسلمان اسلام کی اصل تعلیم کو چھوڑ کر فرقہ بازی کی لعنت میں گرفتار ہو چکے ہیں۔ اور یہ ہمارے مختلف فرقوں کے متشددانہ عقائد کے زہریلے پھل ہیں۔ آج مجھے احساس ہو رہا ہے کہ امریکہ افغانستان سے لے کر عراق تک جو کچھ کر رہا ہے ٹھیک کر رہا ہے اور جو آگے کرنے جا رہا ہے وہ بھی ٹھیک ہی کرنے جا رہا ہے۔ جب مسلمان خود اس حد تک بے رحم اور سفاک ہو چکے ہیں تو ایسی قوم کے ساتھ کوئی کچھ بھی کر دے، ٹھیک ہی ہے۔

☆☆ **سانحہ کوئٹہ کے بارے میں جنرل پرویز مشرف کی طرف سے بعض مذہبی علماء کے طبقہ۔ 'را'۔۔اور افغان فیکٹر میں سے کسی امکان کے انڈیشہ کا اظہار۔۔۔مذہب کے نام پر اور دوسرے فرقوں کے خلاف نفرت پیدا کرنے والوں کے خلاف بھر پور اقدام کیا جائے گا۔**

(جنرل صاحب کی پریس کانفرنس)

☆☆ **سانحہ کوئٹہ کا الزام مذہبی طبقہ پر لگانا مذہبی تعصب ہے۔** **(مولانا فضل الرحمٰن)**

☆☆ جنرل پرویز مشرف نے مختلف امکانات کا ذکر کیا ہے اور ان کا بیان بالکل حقیقت پسندانہ ہے۔ مذہب کے نام پر، اور عقائد کے اختلاف کی بنیاد پر نفرت کا کھیل کھیلنے اور قتل و غارت کرنے والے ہر مذہبی گروہ کا محاسبہ ہونا چاہئے۔ مولانا فضل الرحمٰن کا بیان بہت بچکانہ ہے۔ انہیں یہ نہیں بھولنا چاہئے کہ لشکرِ جھنگوی اور ASS جیسی تنظیموں کے فکری ڈانڈے ان کی جمعیۃ ہی سے مل رہے ہیں۔ اس وجہ سے ان کی اپنی جمعیۃ کی پوزیشن بھی شک سے بالا نہیں ہوتی۔ کبھی اندازہ کریں کہ حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی کی

رُوح کتنی مضطرب ہوگی یہ سارے احوال دیکھ کر!

☆☆ جنرل نیازی کا پستول چوری ہوگیا(اخباری خبر)۔جنرل نیازی کا پستول محفوظ ہے (دوبارہ خبر)

☆☆ ۱۹۷۱ء میں جب سقوط ڈھاکہ ہوا تھا۔تب پاکستانی جنرل اے۔اے۔کے نیازی نے انڈین فوج کے سامنے ہتھیار ڈالتے ہوئے جو پستول ان کے حوالے کیا تھا۔اس کے بارے میں پہلے خبر آئی کہ وہ چوری ہوگیا۔لیکن اب خبر دی گئی ہے کہ انڈین ملٹری اکیڈمی میوزیم میں مذکورہ پستول محفوظ ہے۔اس پستول کی خبر نے کتنے زخم ہرے کر دیئے۔جن جرنیلوں نے ملک کو برباد کیا۔ایک سیاستدان نے ان جرنیلوں کو انڈیا کی قید سے رہائی دلائی۔ملک کو پھر سے اعتماد عطا کرنا چاہا لیکن ایک اور جنرل ضیاع الحق نے فوج کے اسی محسن کو مکاری سے،عدالتی قتل کی صورت میں مروا دیا۔ذوالفقار علی بھٹو کے لئے سزائے موت کا فیصلہ عدالتی قتل تھا۔جو حقیقتاً جنرل ضیاع الحق اور فیض علی چشتی جیسے جرنیلوں کے پستولوں کی نوک سے لکھوایا گیا۔

☆☆ جمہوریت میں سیاسی انتقام کی کوئی جگہ نہیں(بھارتی نائب وزیر اعظم ایل کے ایڈوانی)

☆☆ پنجاب کے سابق وزیر اعلیٰ پرکاش سنگھ بادل کے خلاف پنجاب کی موجودہ حکومت کی جانب سے کی جانے والی کاروائی پر ردعمل ظاہر کرتے ہوئے ایل کے ایڈوانی نے کہا ہے کہ جمہوریت میں سیاسی انتقام کی کوئی جگہ نہیں ہے۔اصولاً بات درست ہے لیکن عملاً پورے برصغیر کی جمہوریت اور سیاست یہی بتاتی ہے کہ جمہوریت کا یہ سارا کھیل صرف سیاسی انتقام کا کھیل بن کر رہ گیا ہے۔ویسے ایل کے ایڈوانی کا جو امیج بن چکا ہے اس کی رُو سے انہیں کہنا چاہئے کہ جمہوریت میں سیاسی نہیں مذہبی انتقام کی ضرورت ہوتی ہے۔خصوصاً مسلمانوں سے انتقام۔۔اور وہ بھی ان کے پرانے بادشاہوں کے اعمال کے نام پر انتقام۔

☆☆ رُکن قومی اسمبلی مفتی ابرار سلطان کی دینی مدرسہ کی ڈگری بی۔اے۔کے مساوی ثابت نہ ہونے پر ان کو رُکنیت سے نااہل قرار دے دیا(پشاور ہائیکورٹ کے الیکشن ٹریبونل کا فیصلہ)

☆☆ یہ دراصل متحدہ مجلس عمل کے ارکان کے لئے واضح سگنل ہے کہ وہ اپنی لائن آف ایکشن کا تعین کر

لیں۔اپنے بچوں کو امریکہ میں پڑھانے والے علماء ہوں یا انگریزی کے خلاف مہم چلاتے ہوئے خود انگریزی اسکول چلانے والے ایم۔ایم۔اے کے لیڈرز ہوں،انہیں حکومت کی طرف سے واضح سگنل مل گیا ہے کہ ان کو بی اے کے مساوی بنانے والے ان کی دینی مدرسوں کی ڈگریوں کو پھر سے غیر مساوی کر سکتے ہیں۔ایم۔ایم۔اے کو طے کرنا ہوگا کہ وہ فوج کے ساتھ اپنا سابقہ طویل کردار برقرار رکھے گی یا پھر زمینی حقائق کا سامنا کرے گی۔اگرچہ ایم۔ایم۔اے نے احتجاج کی ابتدا کر دی ہے لیکن کسی موڑ پر بھی کوئی تبدیلی آ سکتی ہے۔

☆☆ مغربی ممالک میں الٹرا ماڈرن خواتین وحضرات اسلام کی صحیح تصویر پیش نہیں کرتے۔ (جنرل پرویز مشرف کا پی آئی اے کے طیارے سے سفر کرتے ہوئے بیان)

☆☆ جنرل پرویز مشرف نے کہا کہ پاکستان کی بعض این جی اوز،انسانی حقوق کی تنظیمیں،اور الٹرا ماڈرن خواتین وحضرات مغربی ممالک میں اسلام کی صحیح تصویر پیش نہیں کرتے۔پاکستان کے عوام کی اکثریت دین سے وابستہ ہے لیکن بنیاد پرست نہیں ہے۔جنرل پرویز مشرف کا بیان بہت متوازن ہے اور شاید کسی حد تک ایم۔ایم۔اے کو ساتھ ملانے کے لئے ایک مثبت سگنل بھی ہے۔اب دیکھیں ایم۔ایم۔اے کونسا رستہ اختیار کرتی ہے۔

☆☆ ''سرمایہ داری نظام انسانی خواہشات کو مہمیز دینے والا نظام ہے۔یہ انسان کی گھٹیا خواہشات کی تکمیل کرتا ہے اور یوں یہ نظام انسان کی فطرت کے عین مطابق ہے۔۔۔انسان کی خواہشات کو کنٹرول کرنے والے دو نظام اس طویل عرصے میں سامنے آئے۔ایک اسلام اور دوسرا کیمونزم۔اسلام کچھ عرصے تک اپنی اصلی شکل میں موجود رہا بعد میں اسکی شکل مسخ کر دی گئی۔کیمونزم 72 سال تک نافذ العمل رہا اسکے بعد اسکا وجود ہی ختم ہوگیا''(عطاء الحق قاسمی کے کالم''انسان سے معذرت کے ساتھ''سے اقتباس)

☆☆ یہ گہری علمی باتیں تھیں جو عمومی طور پر عطاء الحق قاسمی کے کالموں کے مزاج سے لگا نہیں کھاتیں۔اس کے باوجود مجھے اس کالم کو پڑھ کر خوشگوار حیرت ہوئی ہے۔عطاء کا تجزیاتی انداز علمی ہے۔مجھے یہاں صرف ایک وضاحت کرنی ہے کہ سوویت یونین کے انہدام کے باعث کیمونزم کو شدید دھکا تو پہنچا ہے لیکن

یہ سمجھنا کہ کیمونزم ایک فکری تحریک کے طور پر ختم ہو گیا ہے، غلط فہمی ہے۔

☆☆ شریف خاندان نے اصولوں پر کبھی سودے بازی نہیں کی۔(شہباز شریف کا بیان)

☆☆ پاکستانی سیاست کا یہی تو المیہ ہے کہ الا ماشاءاللہ ہمارے سارے سیاستدانوں نے اصولوں پر نہیں بلکہ بے اصولیوں پر سودے بازیاں کی ہیں۔۔۔اصولوں پر سمجھوتے نہیں کئے۔،بے اصولیوں پر سمجھوتے کئے ہیں۔جو کچھ شریف فیملی کے ساتھ ہو رہا ہے انسانی حوالے سے واقعتاً غلط ہے لیکن یہ خود شریف خاندان کے لئے غور کا مقام ہے کہ کہیں انہوں نے اپنے دورِ حکومت میں بعض بے قصوروں اور مظلوموں کے ساتھ ایسے مظالم تو روا نہیں رکھے تھے جن کی سزا کے طور پر آج اس حال کو پہنچنا پڑا ہے؟

☆☆ بیرون ملک بیٹھے ہوئے سیاسی لیڈروں نے اقوام متحدہ، دولت مشترکہ اور بڑے ملکوں کو خطوط لکھے کہ پاکستان کی امداد بند کر دی جائے۔ میں پوچھتا ہوں کیا یہ امداد پرویز مشرف کی جیب میں جاتی ہے؟ یہ لوگ نہیں چاہتے کہ ملک و قوم کا فائدہ ہو۔

(پیرس میں چوہدری شجاعت حسین کا اظہار خیال)

☆☆ بات تو چوہدری صاحب نے بڑے پتے کی کہی ہے۔بے شک باہر سے ملنے والی یہ امداد جنرل پرویز مشرف صاحب کی جیب میں نہیں جائے گی۔البتہ جس ''ملک و قوم'' کے فائدے کی بات انہوں نے کی ہے اس کا تعین واضح ہونا چاہئے۔غالباً یہ وہی ''ملک و قوم'' ہے جس کے مجموعی طور پر اٹھارہ ارب روپے کے قرضے جنرل پرویز مشرف گزشتہ تین برس میں معاف کر چکے ہیں۔اب بھی اسی ''ملک و قوم'' کا فائدہ ہوگا۔ پاکستان اور پاکستانی عوام کا حالِ زار تو ساری دنیا پر ظاہر ہے۔

☆☆ اگر مولوی لوگ نہ سنبھلے تو ملک میں داڑھی آپریشن شروع ہونیوالا ہے۔(پیر پگارا شریف)

☆☆ اخباری اطلاع کے مطابق پیر صاحب پگارا شریف نے اپنی رہائش گاہ پر صحافیوں کے سوالات کے جواب دیتے ہوئے کسی بڑے ''داڑھی آپریشن'' کے خطرے کا احساس دلایا ہے۔انہوں نے اپنے مخصوص انداز سے پھلجھڑیاں چھوڑتے ہوئے کہا کہ اگر مولوی حضرات نہیں سنبھلے تو پھر حجاموں کی دوکانوں کے باہر لمبی لائن لگے گی۔ بہت سے لوگ داڑھیاں صاف کرائیں گے۔میری کوشش ہے کہ اس آپریشن کے

دوران مولانا نورانی کی داڑھی بچ جائے۔۔۔اگر چہ یہ ساری باتیں مذاق میں کہی گئی ہیں تاہم اس سے یہ امکان ضرور سامنے آ گیا ہے کہ ایم۔ایم۔اے نے اپنی طاقت کے بنیادی ماخذ (فوج) سے سمجھوتہ نہ کیا اور احتجاجی سیاست کو آگے لے جانے کی کوشش کی تو امرتسر کے بلیو سٹار آپریشن کی طرح یہاں بھی کوئی ''داڑھی آپریشن'' ہوسکتا ہے۔

☆☆ مولوی صاحبان اپنی جیب سے حجاموں کو پیسے دینے والے ہیں۔جس جس کی موت لکھی ہے وہ آئے گی۔سزائیں بھی ہوں گی اور بامشقت سزائیں ہوں گی۔اوران سزاؤں کے دوران پھر واقعی مشقت لی جائے گی۔ (پیر پگارا شریف کی مزید گل افشانیاں)

☆☆ پیر پگارا کی ان باتوں سے بہت سی باتیں یاد آ رہی ہیں۔ایک بار مولانا عبدالستار نیازی گرفتاری سے بچنے کے لئے شیو کرا رہے تھے۔غالباً آدھی شیو کے دوران ہی پکڑے گئے تھے۔۔۔۔پھر ایک اہم جمعیۃ کے مرکزی رہنما کا نام مولانا ڈیزل کے طور پر بھی لیا جاتا ہے۔اور ایک امریکہ مخالف جماعت کے امیر کے اپنے بچے امریکہ میں پڑھتے ہیں۔بے نظیر کے زمانے کا مولانا ڈیزل کا ایک قصہ ہے کہ انہوں نے کسی کام کی منظوری کے لئے ایک پارٹی سے تین کروڑ روپے کمیشن کا سودا کیا۔بے نظیر سے کہا کہ یہ منظوری دے دیں۔انہوں نے منظوری دے دی۔جیسے ہی آصف زرداری کو اس کا علم ہوا،انہوں نے منظوری کینسل کرا دی۔اس پر مولانا ڈیزل شدید خفا ہوئے۔بلکہ ''اپوزیشن'' کا کردار ادا کرنے لگے۔وہی سودا بعد میں زرداری نے اپنے توسط سے کرایا۔سودا کرانے کے بعد مولانا ڈیزل کو بلایا اور انہیں تین کروڑ کا تحفہ عنایت کر دیا۔مولانا پھر حکومت کی حمایت میں آ گئے۔اور اصل چکر کیا تھا؟ آصف علی زرداری نے وہ سودا سولہ کروڑ روپے کمیشن لے کر کیا تھا۔مولانا تین کروڑ پر راضی۔۔۔باقی رقم زرداری کی جیب میں۔لہٰذا اگر بامشقت سزاؤں کا ذکر ہونے لگا ہے تو وائٹ کالر جرائم تو بہر حال موجود ہیں۔

☆☆ جھارکھنڈ میں دوخواتین کو جادوگرنی ہونے کے شبہ میں زندہ جلا دیا گیا۔(اخباری خبر)

☆☆ انڈیا کے صوبہ جھارکھنڈ کے ایک گاؤں میں جادوگرنی ہونے کے شبہ کے الزام میں گاؤں کے لوگوں نے دو خواتین کو زندہ جلا دیا۔یہ المناک خبر یورپ کے اس دور کی یاد دلاتی ہے جب یہاں بھی ایسی انسانیت سوز کاروائیاں کی جاتی تھیں۔جادوگرنی ہونے کے شبہ میں یا الزام میں خواتین کو زندہ جلا دیا جاتا

تھا۔اس سے لگتا ہے کہ ہم لوگ واقعی مغربی دنیا سے صدیوں پیچھے ہیں۔

☆☆ **امریکہ کو ایران میں ہونے والے مظاہروں اور اس کے اندرونی معاملات میں براہِ راست ملوث نہیں ہونا چاہئے۔ (امریکی وزیر خارجہ کولن پاول کا بیان)**

☆☆ اگرچہ صدر بُش کے انتہا پسند ساتھی انہیں ایران سمیت دنیا کے ہر پھڈے میں ٹانگ اَڑانے کا مشورہ دینے پر تلے ہوئے ہیں لیکن ان کے وزیر خارجہ نے انہیں بجا طور پر مشورہ دیا ہے کہ امریکہ ایران کے معاملے سے الگ ہی رہے تو بہتر ہے۔دیکھیں اب امریکہ کے انتہا پسند حلقے کیا رنگ اختیار کرتے ہیں!

☆☆ **اترپردیش ودھان سبھا کے دو مسلم اراکین نے شادی کرلی۔ (اخباری خبر)**

☆☆ فلم اور ٹی وی سے وابستہ شخصیات کی شادیوں کی خبر تو معمول کی بات ہو چکی ہے لیکن ایک ہی وقت میں برسر اقتدار پارٹی سے تعلق رکھنے والے ارکان اسمبلی کی شادی ہونا کبھی کبھار ملنے والی خبر ہے۔اتر پردیش کی صوبائی اسمبلی ہنگامہ خیزی میں خاصی شہرت رکھتی ہے لیکن اس بار وہاں سے یہ اچھی خبر آئی ہے کہ اسمبلی کی خاتون رکن محترمہ غزالہ صاحبہ اور اسمبلی کے رکن چودھری بشیر صاحب نے شادی کرلی ہے۔غزالہ صاحبہ کے تین بچے ہیں اور ان کے پہلے شوہر بھی اسمبلی کے ممبر تھے۔ان کی وفات کے بعد انہیں کی سیٹ پر غزالہ صاحبہ نے الیکشن لڑا اور کامیابی حاصل کی۔میں اپنی طرف سے بھی اور اپنے اردوستانی دوستوں کی جانب سے بھی نئے شادی شدہ جوڑے کو مبارکباد دیتا ہوں!

☆☆ **پاکستان میں تعلیم،صحت،بجلی،عدلیہ،میں کرپشن کی شرح ۹۲ سے ۹۸ فیصد تک۔۔۔جبکہ لینڈ ایڈمنسٹریشن ٹیکس وصولی اور پولیس کے محکموں میں سو فیصد کرپشن چل رہی ہے۔قومی تعمیر نَو بیورو کی جانب سے منعقدہ سیمینار میں عالمی بنک کے کنٹری ڈائریکٹر جان وال کے اعداد و شمار۔ (اخباری رپورٹ)**

☆☆ جان وال نے اس خوفناک کرپشن کے اعداد و شمار ۲۰۰۲ء کی ٹرانسپیرنسی انٹرنیشنل رپورٹ کے حوالے سے پیش کی ہے۔افسوس صرف یہ ہے کہ جنرل پرویز مشرف جو کرپشن کے خاتمہ کے دعوے کرتے تھے وہ سب غلط نکل رہے ہیں۔جس ملک میں اتنی کرپشن ہو،اس ملک کا اللہ ہی حافظ ہے۔کہا جا سکتا ہے

کہ ملک کے آوے کا آوا ہی بگڑا ہوا ہے جنرل صاحب بھی کیا کریں؟لیکن یہ جواز اس لئے اب اہم نہیں رہا کہ جنرل پرویز مشرف صاحب ہی کے دور بابرکات میں یتیم اور مسکین سیاستدانوں،صنعتکاروں اور دیگر مستحقین کے اٹھارہ ارب روپے کے قرضے معاف کئے جا چکے ہیں۔ایک صحافی نے بجا طور پر اس حوالے سے ''دادا جی کی فاتحہ حلوائی کی دوکان پر'' کی پھبتی کسی ہے۔

ایک ملک بدر سیاسی رہنما نے بھی کبھی دعویٰ کیا تھا کہ ہم برسر اقتدار آ کر بیرون ملک امداد لینے والا کشکول توڑ دیں گے۔واقعی انہوں نے کشکول توڑ دیا۔۔۔لیکن پھر جھولی پھیلا کر بیرونی ممالک سے امداد مانگتے پھرتے تھے۔۔۔۔۔اب جنرل صاحب امریکہ سے بھاری امداد لے کر آئے ہیں۔دیکھیں اس بار ''طبقہ اشرافیہ'' کے کن یتیموں اور مسکینوں کو لوٹ مار میں حصہ ملتا ہے!

☆☆ **پاکستان میں اے آر ڈی نے گرینڈ الائنس کی طرز پر تمام سیاسی جماعتوں کے اتحاد پر غور شروع کر دیا۔نوابزادہ نصراللہ خان کی قیادت میں بے نظیر بھٹو اور نواز شریف کو باعزت طور پر وطن واپسی لانے کا مطالبہ۔ (اخباری خبر)**

☆☆ ہمارے نوابزادہ نصراللہ خان بابائے جمہوریت ہیں۔جمہوریت کی بحالی کے لئے تحریک چلاتے ہیں۔برسرِ اقتدار ٹولہ رخصت ہو جائے تو جمہوریت کے اگلے تقاضوں کو چھوڑ کر گھر جا بیٹھتے ہیں۔آپ بے نظیر بھٹو اور نواز شریف دونوں کے خلاف تحریک کی قیادت فرما چکے ہیں اور اب آپ ہی کی قیادت میں دونوں کی باعزت وطن واپسی کی تحریک چلانے کا منصوبہ بن رہا ہے۔اگر ان کی یہ تحریک کامیاب ہو گئی تو عین ممکن ہے اگلے چند برسوں میں وہ ایک نئی تحریک شروع کر دیں جس میں بے نظیر بھٹو،نواز شریف اور پرویز مشرف کی باعزت وطن واپسی کا مطالبہ کیا جا رہا ہو۔یہ لطیفہ بھی ہے اور ہماری قومی سیاست کا المیہ بھی!۔۔بہرحال نوابزادہ نصراللہ خان جیسے بزرگ کا دَم پاکستانی جمہوریت کے لئے غنیمت ہیں۔

۱۳؍جمادی الاول ۱۴۲۴ھ۔۱۴؍جولائی ۲۰۰۳ء

☆☆ **عراق پر امریکی حملہ کے دوران امریکہ کی فوجی خاتون جیسکا لنچ کی ہسپتال سے عراقیوں سے رہائی کی خبر سراسر ڈرامہ تھی۔امریکی فوج کی رپورٹ میں اعتراف۔**

(اخباری خبر)

☆☆عراق پر امریکہ کے غیر قانونی، غیر اخلاقی اور غیر انسانی حملہ کے دوران مغربی پریس میں یہ چرچا کیا گیا تھا کہ عراقیوں نے ایک امریکی فوجی خاتون کو زخمی حالت میں گرفتار کر کے ایک ہسپتال میں رکھا ہوا ہے۔ پھر امریکہ کی ''بہادر فوج'' نے یلغار کر کے جیسکا کو رہائی دلائی تھی۔ عراقیوں کی طرف سے تب بھی اس خبر کو جھوٹ قرار دیا گیا تھا۔ اب عراقیوں کی بات سچ ثابت ہوگئی ہے۔ امریکہ کی اپنی رپورٹ کے مطابق امریکی ٹینک کسی عراقی گاڑی سے ٹکرا گیا تھا جس سے خود دو امریکی فوجی خواتین شدید زخمی ہوگئی تھیں۔ عراق پر وحشیانہ بمباری کرنے والے امریکیوں کی ان دو خواتین کو کسی امریکی فوجی نے نہیں بلکہ عراقی عوام نے ہسپتال میں پہنچایا تھا۔ ایک خاتون وہاں فوت ہوگئیں جبکہ دوسری کو بچا لیا گیا۔ تب اسی خاتون کو ہسپتال سے شرافت سے لے آنے کے بجائے امریکیوں نے کسی کمانڈو آپریشن طرز کا ڈرامہ کر کے اپنی ''بہادری'' کا چرچا کرایا تھا۔ اب خود ہی اپنی اس ''بہادری'' کی اصلیت بتا کر اصل حقیقت کا اعتراف بھی کر لیا ہے۔

☆☆ **اپوزیشن نے قومی اسمبلی کے ڈپٹی اسپیکر کے خلاف تحریک عدم اعتماد واپس لے لی۔**
(اخباری خبر)

☆☆لگتا ہے پیر پگارا کی حجاموں والی پیش گوئی نے ایم۔ایم۔اے کو محتاط کر دیا ہے۔ اسی کے نتیجہ میں وزیراعظم میر ظفر اللہ خان جمالی کی مولانا فضل الرحمٰن کے ساتھ ایک ملاقات ہوئی ہے اور اس سے بہت ساری غلط فہمیاں دور ہوگئی ہیں۔ بہر حال لگتا ہے کہ اب ایم۔ایم۔اے والے پیپلز پارٹی اور نون لیگ کی بجائے فوج اور موجودہ حکومت کے ساتھ مل جل کر چلنے کا ارادہ کر رہے ہیں۔

☆☆ **مفتی ابرار سلطان کی مدرسہ کی ڈگری کے خلاف پشاور ہائیکورٹ الیکشن ٹریبونل کے فیصلہ کو معطل کرتے ہوئے، ان کی قومی اسمبلی کی رکنیت بحال کر دی گئی۔ کیس کی مزید سماعت ستمبر میں ہوگی۔ (سپریم کورٹ کا فیصلہ)**

☆☆یہ تو پتہ نہیں کہ اس فیصلے کو عدلیہ کی آزادی کا سمجھا جائے یا ایم ایم اے اور حکومت کے درمیان کسی سمجھوتے کا نتیجہ سمجھا جائے۔ کیونکہ پہلے ڈپٹی اسپیکر کے خلاف تحریک عدم اعتماد واپس لی گئی۔ اس کے

ساتھ مفتی ابرار سلطان نے یکا یک سپریم کورٹ میں اپیل دائر کر دی اور دوسرے دن ہی سرعت کے ساتھ سپریم کورٹ نے اصل کام بھی کر ڈالا۔۔۔تاہم جو بھی ہوا تازہ صورتحال کے مطابق بہتر ہی ہوا ہے۔ جنرل پرویز مشرف صاحب کو اندرون ملک غیر ضروری سیاسی محاذ آرائی سے نجات مل جائے گی اور ایم ایم اے کے ارکان کی مدرسوں والی ڈگریاں چیلنج ہونے سے بچ گئیں۔ اگر سب کچھ طے شدہ طریق سے ہوتا رہا تو میدان ایک بار پھر جنرل پرویز مشرف مار گئے۔

☆☆ **سعودی عرب میں نوبیاہتا دلہن پہلی رات اپنے شوہر کو دیکھتے ہی بیہوش ہوگئی۔(عرب نیوز)**

☆☆سعودی عرب کے اخبار عرب نیوز کے حوالے سے دی جانے والی اس خبر کے مطابق دلہن کے ذہن میں اپنے خوابوں کے شہزادے کا ایک تصور تھا۔ شادی کی پہلی رات اس کا گھونگٹ اٹھانے والا اس کا دولہا اس کی توقع سے بہت کم نکلا۔ چنانچہ وہ صدمے سے یا خوف سے بے ہوش ہوگئی۔ لڑکی نے طلاق لینے کا فیصلہ کر لیا ہے۔ دراصل سعودی عرب میں ابھی تک شادی کا روایتی انداز چل رہا ہے، اس لئے یہ خبر روایتی شادیوں کے معمول کے مطابق ہے۔ شادی سے پہلے ایک دوسرے کو دیکھے بغیر ہونے والی شادیوں میں اکثر ایسا ہی ہوتا تھا کہ گھونگٹ اٹھانے کے وقت جب دولہا، دولہن ایک دوسرے کو دیکھتے، یا دلہن کی چیخ نکل جاتی تھی یا دولہا کی چیخ نکل جاتی تھی۔ لیکن اس کے باوجود طلاق تک نوبت کم ہی پہنچتی تھی۔ رو دھو کر صبر کر لیا جاتا تھا۔ یوں ایک صابر، ایک شاکر دونوں جنتی ہو جاتے تھے۔ آج کل تو پسند کی شادی کے باوجود طلاقوں کی شرح بڑھتی ہی جا رہی ہے۔

☆☆ **سوڈان ائیرویز کا ایک طیارہ اندرون ملک پرواز کے دوران گر کر تباہ ہوگیا۔ ۱۱۶ افراد ہلاک ہوگئے۔ صرف ایک معصوم دو سالہ بچی محفوظ رہی۔ (اخباری خبر)**

☆☆ ایسے مواقع پر اس کے سوا کیا کہا جا سکتا ہے کہ جسے اللہ رکھے اسے کون چکھے!

☆☆ **افغانستان میں پاکستانی سفارت خانے پر ہجوم کا حملہ۔۔۔حامد کرزئی کی جانب سے فوری طور پر جنرل پرویز مشرف کو طویل فون کر کے معذرت۔ یہ پاکستان کے دشمنوں کی نہیں بلکہ افغانستان کے دشمنوں کی کاروائی ہے۔۔۔اصل مجرموں کو کیفرِ کردار تک پہنچانے کی یقین**

دہانی۔ (اخباری خبر)

☆☆ دراصل ایک دو دن پہلے حامد کرزئی نے خود پاکستان کے خلاف ایک زہریلا بیان دیا تھا۔اس پر حکومت پاکستان کی جانب سے باضابطہ طور پر افغان حکومت کو اطلاع دی گئی تھی کہ اس کے نتیجہ میں پاکستانی سفارتخانے پر حملہ ہوسکتا ہے۔اب حامد کرزئی معذرتیں کرتے پھرتے ہیں۔اور سفارتی عملے کی حفاظت کی یقین دہانیاں کرا رہے ہیں۔لیکن حامد کرزئی بھی کیا کریں۔کسی سفارتخانے کی حفاظت وہ خاک کرا سکیں گے۔وہ تو اپنی حفاظت کے لئے افغان گارڈز کو ساتھ نہیں رکھتے۔امریکی کمانڈوز ان کی حفاظت کرتے ہیں۔یہ سارا کھیل تو خود امریکہ کا رچایا ہوا ہے۔

☆☆ قومی اسمبلی کے اجلاس میں مسلم لیگ نون کے رکن خواجہ محمد آصف نے اپنی طرف سے اور میاں نواز شریف کی طرف سے اس امر پر شرمندگی کا اظہار کرتے ہوئے معافی مانگی ہے کہ انہوں نے گیارہ سال تک ایک فوجی آمر جنرل ضیاع الحق کی حمایت کی اور اس کا ساتھ دیا۔

(اخباری خبر)

☆☆ یہ پاکستان کے بعض سیاسی لیڈروں کی سوچ میں بہتر تبدیلی کا اشارہ ہوسکتا ہے۔لیکن مناسب ہو گا کہ نواز شریف اور ان کے ساتھی گیارہ برسوں میں جنرل ضیاع الحق کے دور میں ناجائز فوجی سرپرستی سے جو جائیدادیں بنا چکے ہیں وہ بھی قوم کو لوٹا دیں۔وگرنہ ایسی شرمندگی اور معافی بامعنی نہیں رہے گی۔ پھر اس کے بارے میں فیصلہ کرنا مشکل ہو جائے گا کہ یہ اظہار ندامت موجودہ فوجی قیادت سے بالکل مایوسی کا اظہار ہے یا واقعی جمہوری سوچ کے توانا ہونے کے نتیجہ میں ایسا کیا گیا ہے۔

☆☆ حلوہ کھانے والوں کو تیتر، مرغ اور بٹیر ہضم نہیں ہو رہے۔(پیر صاحب پگارا شریف)

☆☆ لگتا ہے پیر صاحب پگارا شریف ایک بار پھر فارم میں آ رہے ہیں۔کنگری ہاؤس میں محمد اشرف قریشی سے بات چیت کرتے ہوئے انہوں نے مولوی حضرات کے بارے میں ان خیالات کا اظہار کیا۔ ان کا یہ جملہ بلاشبہ معرفت کے کمال کو پہنچا ہوا ہے۔''عرفانِ حلوہ'' کے جلوہ سے محروم ہو جانے والوں کو تیتر ،مرغ اور بٹیروں کی فراوانی نے شاید احساسِ زیاں سے بھی محروم کر دیا ہے۔

اسی موقعہ پر انہوں نے یہ بھی کہا کہ چھوٹے میاں (میاں نواز شریف) کو ایجنسیوں نے خود تیار کیا تھا،ان

پر دس سال تک محنت کی تھی لیکن پھر خود ہی ان کو دیس نکالا دے دیا۔پیر پگارا کی باتوں سے اندازہ ہوتا ہے کہ وہ ہونے والی کسی نئی تبدیلی کے پس منظر سے واقف ہو گئے ہیں۔

☆☆ اسرائیل کے حوالے سے سابق صدر رفیق تارڑ، صدیق الفاروق، جنرل حمید گل اور جنرل اسلم بیگ کے بارے میں حیرت انگیز انکشافات۔(اے۔آر۔وائی چینل کی رپورٹس)

☆☆ جنرل ضیاع الحق کے بارے میں کئی بار یہ خبر آتی رہی تھی کہ وہ خفیہ طریقے سے اسرائیلی حکومت کے ساتھ رابطے میں تھے۔اب ان کی باقیات کے حوالے سے انوکھی خبریں سامنے آئی ہیں۔(ان کی موثر تردید ہونے تک ان کو جھٹلانا مشکل ہے)اکتوبر ۱۹۹۸ء میں جناب رفیق تارڑ نے ترکی کی ایک سرکاری تقریب میں اسرائیلی صدر کے ساتھ ملاقات کی تھی۔۔۔۔۔۔اگست ۱۹۹۷ء میں اسرائیلی اخبارات میں یہ رپورٹس شائع ہوئیں کہ پاکستان کے مذہبی رہنماؤں کا ایک وفد اسرائیل کے دورے پر ہے۔(ایک مولانا اعتراف کر چکے ہیں کہ شہباز شریف کے ایماء پر انہوں نے اسرائیل کا دورہ کیا تھا)۔ستمبر ۱۹۹۷ء میں جنرل اسلم بیگ کا بیان شائع ہوا کہ اسرائیل کو تسلیم کر لینا چاہئے۔۔۔اسی مہینے نواز شریف کے قریبی ساتھی اور مسلم لیگ کے سیکریٹری اطلاعات صدیق الفاروق کا بیان آیا کہ اسرائیل کو تسلیم کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں۔۹ /جولائی ۲۰۰۳ء کو اے آر وائی چینل سے جنرل نصیر اللہ بابر کا ایک انٹرویو نشر ہوا ہے جس میں انہوں نے یہ انکشاف کیا ہے کہ جب جنرل حمید گل آئی ایس آئی کے چیف تھے تب انہوں نے بینظیر بھٹو سے الگ ملنے کی خواہش کی۔ چنانچہ جنرل نصیر اللہ بابر کی موجودگی میں الگ ملاقات ہوئی تو جنرل حمید گل نے انہیں کہا کہ ان کے پاس اسرائیل کے وزیر اعظم کا خط ہے تا کہ اسرائیل کو تسلیم کرنے پر بات چیت شروع کی جا سکے۔اگر یہ ساری خبریں درست ہیں تو پھر سارے متشدد علماء اور انتہا پسند سیاسی لیڈروں سے اتنا کہنا ہے کہ قوم کو مزید مشتعل اور گمراہ نہ کریں۔قوم کے حال پر رحم کریں۔

☆☆ ۱۰/جولائی کو اے آر وائی چینل پر سابق صدر رفیق تارڑ نے اسرائیل کے حوالے سے لگائے جانے والے الزامات سے یکسر انکار کر دیا، رفیق تارڑ کے بقول ان کے خلاف پروپیگنڈہ قادیانی سازش تھی۔

☆☆ اگرچہ سابق صدر رفیق تارڑ نے خود پر لگنے والے الزامات سے شدت کے ساتھ انکار کیا ہے۔

لیکن جب رفیق تارڑ نے یہ کہا کہ ان کے خلاف سازش قادیانی لابی نے کی ہے تو صاف لگ رہا تھا کہ کوئی پرانے زمانے کا مولوی ''گنڈا سنگھ کے وہابی'' ہوجانے کا اعلان کررہا تھا۔ یہ المناک لطیفہ ہمارے مذہبی انتہا پسندوں کے رویوں کی بہترین عکاسی کرتا ہے۔اس وقت رفیق تارڑ کے خلاف جس اخبار نے خبر کو سب سے زیادہ نمایاں کر کے شائع کیا ہے وہ رفیق تارڑ سے کہیں بڑھ کر ''اینٹی قادیانی'' ہے۔پھر وہ احمدیوں کا آلۂ کار کیسے بن گیا؟ یہ مانا جا سکتا تھا کہ رفیق تارڑ کے خلاف کوئی شرارت ہوئی ہوتی۔وہ اس کا سنجیدگی سے جواب دیتے۔لیکن اس میں سے قادیانی سازش نکال لانا انتہائی بے ہودہ بہانہ ہے۔آخر احمدیوں کے لئے رفیق تارڑ کونسی ایسی توپ چیز تھے کہ وہ ان کے خلاف ایسے شوشے چھوڑتے؟ انہیں چاہئے کہ وہ واضح کریں کہ ترکی کے جس سفر میں وہ گئے تھے وہاں ان دنوں کسی سرکاری تقریب میں اسرائیلی صدر شامل ہوئے تھے یا نہیں؟ اگر اس بات کی ٹھوس ثبوت کے ساتھ تردید ہوجائے تو کسی نام نہاد ''قادیانی سازش'' کا راگ الاپنے کی ضرورت نہیں رہے گی۔

☆☆ **مولانا ڈاکٹر اسرار احمد کے ایک تازہ مضمون سے اقتباس۔۔۔''۲۵/اکتوبر ۱۹۴۷ء کو قائدِ اعظم نے رائٹر نیوز ایجنسی کو انٹرویو دیتے ہوئے کہا کہ: فلسطین کے بارے میں ہمارے موقف کی وضاحت اقوام متحدہ میں پاکستانی وفد کے سربراہ محمد ظفراللہ خان نے کر دی ہے۔''(اسرائیل نامنظور کیوں؟ دوسری قسط۔از ڈاکٹر اسرار احمد۔نوائے وقت۔۱۲/جولائی ۲۰۰۳ء)**

☆☆ رفیق تارڑ صاحب اپنی اسرائیلی صدر کے ساتھ کسی مبینہ ملاقات کے چرچے سے جان چھڑانے کے لئے اس الزام کو ''قادیانی سازش'' قرار دیتے ہیں لیکن پاکستان کی تاریخ سے یہ انوکھا صفحہ مولانا ڈاکٹر اسرار احمد نے پیش کر دیا ہے کہ جب اسرائیلی ریاست بنی تھی تب جماعت احمدیہ کی نامور شخصیت محمد ظفراللہ خان اقوام متحدہ میں پاکستان کا موقف شدومد کے ساتھ بیان کر رہے تھے اور قائداعظم ان کے بیان کو اپنا موقف قرار دے رہے تھے۔مذہبی معاملات اور اختلافات اپنی جگہ بجا لیکن اچھے رہنما کا فرق قائدِاعظم اور رفیق تارڑ ان دونوں کے بیانات کے انداز سے بخوبی سمجھا جا سکتا ہے۔قائدِاعظم مردِ مومن تھے۔رفیق تارڑ نرے مولانا نکلے۔اور دونوں کا فرق بقول علامہ اقبال ؎

دین مومن فی سبیل اللہ جہاد
دین ملا فی سبیل اللہ فساد

☆☆ **جنرل حمید گل کی جانب سے اسرائیل کو تسلیم کرنے والے الزام کی سخت الفاظ میں تردید کے ساتھ جنرل نصیراللہ بابر کے خلاف شدید غم وغصہ کا اظہار۔**

☆☆ جنرل حمید گل نے اے آر وائی چینل پر جواب دیتے ہوئے اسرائیل کو تسلیم کرنے کے حوالے سے خود پر لگنے والے الزام کی سختی سے تردید کرتے ہوئے جنرل نصیراللہ بابر کو جی بھر کر برا بھلا کہا ہے۔بلکہ ایک طرح سے کوسا ہے۔انہوں نے جس انداز سے اپنی صفائی دی ہے اس کے بعد لازم ہوجاتا ہے کہ ایک بار پھر جنرل نصیراللہ بابر سے انٹرویو کیا جائے اور پھر خود بے نظیر بھٹو سے بھی اصل بات پوچھ لی جائے۔یہ مسئلہ اور اس پر بحث ابھی آگے چلے گی۔۔(اور لیجئے)۔۔۔گیارہ جولائی کو پھر نصیراللہ بابر سے انٹرویو کیا گیا ہے اس میں انہوں نے اپنے پہلے موقف کا اعادہ کرتے ہوئے یہ بھی کہا ہے کہ اس ملاقات میں ہونے والی بات کے بارے میں محترمہ بے نظیر صاحبہ سے تصدیق کی جا سکتی ہے۔

☆☆ **اصول کی بات یہ ہے کہ ہماری فوج کو صرف اپنے ملک کے دفاع اور سلامتی کے تحفظ کے لئے کام کرنا چاہئے۔یہ نہیں کہ جنرل حمید گل فوج میں شامل ہوں تو وہ امریکہ کی ڈھال کیا تلوار بھی بنی رہے تو درست اور وہ فوج سے ریٹائر ہو جائیں تو امریکہ کی ڈھال بننا گناہ کبیرہ۔اگر امریکہ کی ڈھال بننا پاک فوج کے لئے غلط ہے تو سب سے پہلے جنرل حمید گل کو چاہئے کہ وہ اپنے عمل کی مذمت کریں۔ورنہ جو کچھ وہ خود کرتے رہے ہیں اسی کی وجہ سے دوسروں پر انگشت نمائی کم از کم انہیں زیب نہیں دیتی۔**

(نذیر ناجی کے کالم سویرے سویرے (دیگراں رانصیحت) کا آخری پیراگراف)

☆☆ نذیر ناجی نے بہت عمدہ اور مدلل کالم لکھا ہے۔جس میں انہوں نے بتایا ہے کہ کس طرح سوویت یونین کے خلاف گوریلا جنگ کے ناظم اعلیٰ یہی جنرل حمید گل تھے۔تب اسرائیل سے پوری طرح رابطہ رہا۔مختلف طریقوں سے اسرائیلی افراد پاکستان آ کر ہمارے دفاعی ماہرین سے ملتے رہے۔اسرائیل سے اسلحہ آتا رہا جو پاکستان کی فوج کے ذریعے افغانستان جاتا رہا۔اس کے علاوہ بھی نذیر ناجی نے متعدد شواہد

کی بنیاد پر جنرل حمید گل کے موقف کو تضاد کا شکار دکھا دیا ہے۔اگر جنرل حمید گل جیسے جرنیلوں نے سابق سوویت یونین کے خاتمے کے لئے امریکیوں اور اسرائیلیوں کا آلۂ کار بن کر ’’گل‘‘ نہ کھلایا ہوتا تو آج عالمِ اسلام اور عالمِ انسانیت امریکہ کے ہاتھوں ذلت کے یہ دن نہ دیکھتا۔یہ سب سوویت یونین کی شکست و ریخت کا زہریلا پھل ہے۔جسے نہ چاہتے ہوئے بھی کھانا پڑے گا۔

☆☆ **بے نظیر اور آصف زرداری کے بیٹے بلاول کی سیاست میں آمد کا امکان۔(اخباری اطلاع)**

☆☆ خبر کے مطابق بلاول کو اس امر کے لئے تیار کیا جا رہا ہے کہ وہ کسی پبلک جلسہ میں ’’جذباتی تقریر‘‘ کے ساتھ اپنے سیاسی کیریئر کا آغاز کرے۔اس خبر کے کئی ملے جلے مثبت اور منفی پہلو ہیں۔ہمارے جنوبی ایشیائی مزاج میں بت پرستی اور پیر پرستی کا رویہ نسلاً چلتا ہے اور اسی میں ہمیں ذہنی سکون ملتا ہے۔اُدھر انڈیا میں بھی لوگ باگ راجیو گاندھی کے بچوں راہول اور پریانیکا کی سیاست میں آمد کا انتظار کر رہے ہیں۔اس کے باوجود پاکستان میں بلاول کی سیاست میں آمد کئی لحاظ سے فطری ہوگی۔نواز شریف جیسے لوگ اگر سیاستدان بن سکتے ہیں جو فوج نے ٹیسٹ ٹیوب بے بی کی طرح تیار کئے تھے تو بلاول کی سیاست میں آمد تو کئی با معنی جواز رکھتی ہے۔اپنے نانا ذوالفقار علی بھٹو کے حوالے سے،اپنی والدہ بے نظیر کے حوالے سے اور اب تمام تر الزامات کے باوجود اپنے والد آصف زرداری کی استقامت کے حوالے سے سیاست ان کے مزاج کا حصہ ہے۔وہ نواز شریف سے کہیں زیادہ اوریجنل سیاستدان بن سکتے ہیں۔میری طرف سے بلاول کی سیاست میں آمد کا پیشگی خیر مقدم!

☆☆ **صدر بُش نے عراق پر افریقہ سے یورینیم حاصل کرنے کا جو الزام لگایا تھا وہ اس وقت تک کی معلومات کے لحاظ سے درست تھا۔اُس وقت جو بھی معلومات دستیاب تھیں اُن کی روشنی میں صدر بُش کا بیان اتنا بھی غلط نہیں تھا۔بس ایسا ہوا کہ یہ بیان دینے کے بعد ہمیں جو معلومات حاصل ہوئیں ان سے ثابت ہو گیا کہ بیان درست معلومات پر مبنی نہیں تھا۔اور ہم نے اپنی غلطی بھی تسلیم کر لی۔**

(امریکی وزیر خارجہ کولن پاول کی افریقہ میں صحافیوں سے بات چیت)

☆☆ جناب آپ جو بھی کہہ دیں وہی سچ ہے۔آپ کا پہلا بیان بھی سچ تھا اور اب اس کے برعکس بیان

بھی سچ ہے۔ایسا ہی آگے اب جو ایران کے ساتھ کرنے کے لئے آپ لوگ کھیل رچا رہے ہیں وہ بھی سب سچ ہی ہوگا۔۔۔اور مزید جو ملک آپ کا تختۂ مشق بنیں گے ان پر آپ کے سارے الزام بھی سچ ہی ہوں گے۔بعد میں آپ اپنی غلطی تسلیم کر لیں گے تو وہ بھی سچ ہوگا۔سچ تو یہ ہے کہ آپ بہت ہی سچے لوگ ہیں۔

دن فرمائیں آپ تو دن ہے،رات کہیں تو رات
یوں بھی سچی،یوں بھی سچی آپ کے منہ کی بات

☆☆ **آسٹریلیا کے وزیر اعظم جان ہاورڈ نے عراق پر امریکی حملہ میں شمولیت کی غرض سے ملکی پارلیمان کو گمراہ کرنے پر قوم سے معافی مانگ لی۔ (اخباری خبر)**

☆☆ جب عراق پر امریکی حملہ ہونے والا تھا اور دنیا بھر میں اینگلو امریکی جارحیت کے خلاف مظاہرے ہو رہے تھے تب آسٹریلیا میں ایک زبردست احتجاجی مظاہرے میں عوام نے جان ہاورڈ کا کارٹون ایک کتے کے روپ میں بنایا تھا جس پر جان ہاورڈ کا چہرہ لگایا گیا تھا اور اس کتے کے پٹے کی زنجیر جونیئر بُش کے ہاتھ میں دی ہوئی تھی۔۔۔۔جان ہاورڈ کس بات کی معافی مانگ رہے ہیں؟ان کی ساری قوم جانتی ہے اور ساری دنیا جانتی ہے کہ اصل کھیل کیا تھا اور اس میں آسٹریلیا کا کیا کردار تھا۔

۲۰؍جمادی الاول ۱۴۲۴ھ۔۔۲۱؍جولائی ۲۰۰۳ء

☆☆ **امریکی خفیہ ادارے سی آئی کے ڈائریکٹر جارج ٹینٹ نے اعتراف کیا ہے کہ ان کی جانب سے صدر بُش کو عراق کے ایٹمی ہتھیاروں کے بارے میں غلط معلومات فراہم کی گئی تھیں۔ان کے اس اعتراف کے باوجود صدر بُش نے کہا ہے کہ انہیں سی۔آئی۔اے اور اس کے سربراہ جارج ٹینٹ پر پھر بھی پورا اعتماد ہے۔ (اخباری رپورٹس)**

☆☆ اصل کھیل یہ ہے کہ تمام تر کوششوں کے باوجود سی۔آئی۔اے عراق سے کوئی مہلک ہتھیار یا اس کے آثار برآمد کرنے میں ناکام ہو گئی ہے۔اس کے نتیجہ میں امریکہ کے ’’بہانۂ بسیار‘‘ پر انگلیاں اٹھنے لگی

ہیں تو سی آئی اے کے سربراہ نے سارا الزام اپنے سر لے لیا ہے۔ یہ ویسے ہی ہے جیسے گاؤں کا نمبردار خود ہی کوئی واردات کراتا ہے اور پھر اپنے کسی پالتو ملازم سے اس کے ارتکاب کا اعتراف کرا کے خود نیک پاک بنا رہتا ہے۔صدر بُش نے بجا طور پر سی آئی اے اور اس کے سربراہ پر پھر بھی اعتماد کا اظہار کیا ہے کیونکہ اس نے جو غلط رپورٹ دی تھی امریکی صدر کی خواہش کے مطابق دی تھی، اسی لئے تو جونئیر بُش کا اس پر اعتماد قائم ہے۔اصولاً تو یہ اعتماد پہلے سے بھی بڑھ جانا چاہئے۔

☆☆ موجودہ حالت میں عراق میں انڈین فوجی دستے نہیں بھیجے جا سکتے۔اقوام متحدہ کے واضح مینڈیٹ کے بعد ہی ایسا کوئی قدم اٹھایا جا سکتا ہے۔

(انڈیا کی کابینہ کی سلامتی کمیٹی کے اجلاس کا فیصلہ)

☆☆ یہ بہت جرأت مندانہ فیصلہ ہے۔کاش پاکستان کی حکمران بہادر فوج بھی اپنے اندر کچھ جرأت اور ہمت پیدا کر سکے۔ پاکستانی فوج تو ابھی اپنے مختلف اقدامات پر یوٹرن لینے میں ہی لگی ہوئی ہے۔

☆☆ انڈیا کی طرف سے عراق میں بھارتی فوج بھیجنے کی درخواست مسترد کرنے پر امریکہ کا شدید اور دھمکی آمیز ردعمل۔ (اخباری رپورٹ)

☆☆ جب انڈیا نے عراق میں بھارتی فوج نہ بھیجنے کی امریکی درخواست مسترد کی تھی تب پہلے پہل وائٹ ہاؤس کے ترجمان نے اپنی طرف سے عالی ظرفی کا مظاہرہ کرتے ہوئے کہا تھا کہ اس سے ہمارے معمول کے تعلقات میں فرق نہیں پڑے گا۔۔۔لیکن اب نہ صرف امریکہ میں بھارتی سفیر کو طلب کر کے امریکی تشویش سے آگاہ کیا گیا ہے بلکہ یہ بھی باور کرا دیا گیا ہے کہ مختلف شعبوں میں امریکہ اور انڈیا کا تعاون متاثر ہو سکتا ہے۔دیکھیں اب بھارتی قیادت کس حد تک اپنے موقف پر قائم رہتی ہے!
ویسے اگر بھارتی حکومت ہمت سے کام لے کر تبت کی طرح کشمیر کا بھی منصفانہ بلکہ اس سے بڑھ کر فراخدلانہ اور جرات مندانہ فیصلہ کر لے تو نہ صرف برِصغیر کے خطرناک اشوز ختم ہو جائیں گے بلکہ امریکہ کے لئے جنوبی ایشیا میں گھات لگانے کا کوئی رستہ ہی نہیں رہے گا۔

☆☆ فرانس، جرمنی، بھارت اور روس کے بعد پاکستان نے بھی عراق کے لئے اپنی فوج بھیجنے

سے انکار کر دیا۔ (امریکی محکمہ خارجہ کے ترجمان رچرڈ باؤچر کا بیان)

☆☆ انڈیا کی طرف سے عراق میں فوج بھیجنے کی درخواست مسترد ہونے کے بعد پاکستان کے لئے بہت مشکل ہو گیا تھا کہ وہ امریکہ کی فرمانبرداری میں اپنی فوج عراق بھیج دے۔اس لئے پاکستان نے اقوام متحدہ اور او آئی سی کا سہارا لے کر فی الحال تو امریکی فرمائش سے جان چھڑا لی ہے۔اگرچہ پاکستان کے کسی ترجمان نے یہ خبر نہیں بتائی تاہم یہ بھی غنیمت ہے کہ جیسے تیسے پاکستان کی حکومت نے عراق فوج بھیجنے سے بہانہ کر کے سہی انکار کر دیا ہے۔

☆☆ شیخوپورہ کے ایک قصبہ جینا والا میں ایک خاتون ارشاد بی بی کو بااثر افراد نے ننگا کر کے ایک گھنٹے تک سرعام چلایا۔بعد میں تھانے والوں نے تین ہزار روپے دے کر خاموشی کی تلقین کر دی۔شور مچانے کی صورت میں الٹا ارشاد بی بی کو بدکاری کے الزام میں گرفتار کر لینے کی دھمکی۔

☆☆ علی پور میں ذہنی معذور دوشیزہ کے ساتھ عدالت کے اہلمد وں،کلرکوں اور دیگر عملہ کے مجموعی طور پر ۱۲افراد کی اجتماعی زیادتی۔

☆☆ عباس اطہر کے نوائے وقت میں کالم کی اشاعت کے بعد اے آر وائی ڈیجیٹل چینل کے پروگرام ویوز آن نیوز میں ایک دن ارشاد بی بی کے سانحہ کا ذکر ہوا جس میں ایک اخبار کے ایڈیٹر ضیا شاہد نے یہاں تک بتایا کہ پاکستان میں اس قسم کے واقعات ہوتے رہتے ہیں اور ستر سے اسی فیصد تک واقعات سامنے ہی نہیں آپاتے، دبا دیئے جاتے ہیں۔اور پھر اس کے بعد انٹرنیٹ کے تمام اخبارات سمیت اے آر وائی سے بھی اس سانحہ کا ذکر غائب ہو گیا۔

☆☆ یہ خبریں ایک جھلک ہیں اسلامیہ جمہوریہ پاکستان کے عام اسلامی معاشرے کی۔خیال رہے کہ پاکستان دوسرے اسلامی ممالک سے بڑھ کر اسلامی ملک ہے۔۔باقی ممالک میں اندرونی مظالم کی حالت ہمارے یہاں سے بھی زیادہ خراب ہے۔کبھی کبھی مجھے لگتا ہے کہ امریکی صدر بُش کو خدا کی طرف سے مسلمانوں اور عالمِ اسلام کو سزا دینے کے لئے بطور عذاب بھیجا گیا ہے۔جب کوئی قوم اتنی ظالم، سفاک اور بے رحم ہو جائے، اس کے احتساب کے پیمانے افراد کی حیثیت اور اثر رسوخ کے حساب سے بدلتے رہیں، تو اس پر اس سے بڑھ کر ظالم اور سفاک مسلط کر دیئے جاتے ہیں۔

☆☆ کشمیر و دیگر مسائل حل ہونے تک ایٹمی صلاحیت برقرار رکھیں گے (جنرل پرویز مشرف)

☆☆ اس کا مطلب یہ ہوا کہ اگر کشمیر اور پاکستان کے دیگر مسائل حل ہو جائیں تو پاکستان کی ایٹمی صلاحیت کو ختم کیا جا سکتا ہے۔ بدلتا ہے رنگ آسماں کیسے کیسے

☆☆ لیگل فریم ورک آرڈر صدر، وزیر اعظم اور آرمی چیف پر چیک اینڈ بیلنس ہے۔ (جنرل پرویز مشرف)

☆☆ بیلنس صدر اور آرمی چیف کے پاس رہے گا اور خیراتی چیک سارے ان یتیم سیاستدانوں، مستحقین قسم کے صنعتکاروں اور طبقۂ اشرافیہ کے مساکین کو جائیں گے جو جنرل مشرف کی گڈ گورنینس اور کرپشن سے پاک دور حکومت میں اٹھارہ ارب روپے کے قرض معاف کرا چکے ہیں۔ وزیر اعظم صرف لیگل فریم میں ورک آرڈر کی تصویر کی طرح سجے رہیں گے۔ اسے تاش کے پتوں میں حکم کا غلام کہتے ہیں۔ بازی ٹھیک ہی جا رہی ہے۔

☆☆ اب وقت آ گیا ہے کہ سیاستدان جی۔ایچ۔کیو کی طرف دیکھنا ترک کر دیں۔ سیاستدانوں کی اس سوچ کے باعث ماضی میں جمہوریت کا خون ہوتا رہا۔ (میاں شہباز شریف)

☆☆ جناب جی ایچ کیو کی طرف دیکھنا تو ہمیشہ ہی غلط تھا۔ وقت اب ہی نہیں آیا، اول روز سے ہی ایسا کرنا غلط تھا۔ سندھ کے سپوت اور پاکستان کے مایہ ناز سیاستدان ذوالفقار علی بھٹو جیسی عظیم ہستی کو قتل کرنے والے فوجیوں کی بیرکوں میں جنم والے سیاستدان اگر اب جی ایچ کیو کی طرف دیکھنے کو برا کہنے لگے ہیں تو یہ ایک اچھی سوچ بن رہی ہے۔ لیکن ابھی اس کا تعین ہونا باقی ہے کہ یہ سوچ کسی مایوسی کی زائیدہ ہے یا واقعی شریف خاندان کی سیاسی سوچ میں بالغ نظری پیدا ہوئی ہے۔ آنے والے دنوں میں اصل حقیقت سامنے آ جائے گی۔

☆☆ میں نہ تو کسی ڈیل کے ذریعے سعودی عرب گیا تھا اور نہ کسی ڈیل کے ذریعے واپس آنا پسند کروں گا۔ البتہ پاکستان واپس آنے کا پروگرام کبھی بھی بن سکتا ہے۔۔۔۔ جیل جانے

سے نہیں ڈرتا۔ (میاں نواز شریف کا ولولہ انگیز بیان)

☆☆ میاں نواز شریف کے بیان کے یہ سارے حصے محض سیاسی لطیفے ہیں۔ شہباز شریف کہتے ہیں کہ سعودی عرب جانے کی ڈیل میں مردوں کے نام تھے خواتین کے نام نہیں تھے، نواز شریف کہتے ہیں سعودی عرب جانے کے سلسلے میں کوئی ڈیل نہیں ہوئی۔ (ڈیل نہیں ہوئی تھی تو آپ لوگ کیوں رات کی تاریکی میں چپ چاپ چلے گئے؟)۔ پھر جیل جانے سے نہ ڈرنے والی بات شہباز شریف کے منہ پر تو سجتی ہے میاں نواز شریف کے منہ پر نہیں سجتی۔ نوائے وقت کے ایڈیٹر اور پاکستانی صحافت کی ایک معتبر شخصیت کا بیان ریکارڈ پر موجود ہے کہ میاں نواز شریف نے ان سے صاف کہا تھا کہ وہ جیل کی صعوبت برداشت نہیں کر سکتے۔۔۔ میاں صاحب! پاکستان آپ کا وطن ہے۔ واپس تشریف لائیے مگر اپنے ان سارے مظالم اور سیاسی جرائم کی مکہ مدینہ میں معافی مانگ کر آئیے جو آپ سارے عرصۂ اقتدار میں کرتے رہے اور واپس آ کر قوم سے بھی معافی مانگئے۔ اس قسم کے بیانات دے کر قوم کو بے وقوف مت بنائیے۔ ویسے افضال شاہد کا کالم ''چور دروازہ'' (بزدل ہیرو) پڑھنے کے بعد یقین ہو جاتا ہے کہ میاں نواز شریف تحفظ کی کسی پکی یقین دہانی کے بغیر کبھی بھی وطن واپس نہیں آئیں گے۔

☆☆ لاہور میں ایک دن میں چوری اور ڈاکے کی چالیس وارداتیں۔ (اخباری رپورٹ)

☆☆ جنرل پرویز مشرف کی گڈ گورنینس تو اب قوم کے ''گوڈے گٹّوں'' میں بیٹھنے لگی ہے۔ ایک دن کی چوریوں اور ڈاکوں کی یہ خبر پنجاب کے صوبائی وزیر اعلیٰ چوہدری پرویز الٰہی کی تو نہیں البتہ ان کی تعریف میں رطب اللسان صحافیوں کی خصوصی توجہ ضرور چاہتی ہے۔ کہ اس میں معرفت کے نکتے موجود ہیں۔

☆☆ مولانا فضل الرحمٰن کی قیادت میں علماء کا وفد انڈیا پہنچ گیا، سب سے پہلے امرتسر میں سکھوں کے گولڈن ٹمپل کا دورہ کیا۔ علماء کا شاندار استقبال۔ (اخباری خبر)

☆☆ خبر کے مطابق انڈیا کے سفر میں پاکستانی علماء کا وفد سب سے پہلے امرتسر پہنچا اور وہاں سکھوں کے مقدس مقام گولڈن ٹمپل کا دورہ کیا۔ سکھ حضرات توحید پرست ہیں۔ پھر ان کی داڑھی ان کے مذہبی شائر کا حصہ ہے۔ سو داڑھی اور وحدانیت پر ایمان، سکھوں اور علماء میں قدرِ مشترک ہیں۔ امید ہے پہلا قدم ہی فروغ محبت میں معاون ثابت ہوگا۔ سکھوں کی داڑھی سے ایک واقعہ یاد آ گیا۔ ویکلی ''راوی'' بریڈفورڈ

میں ایک بار ایک دوست نے لکھا تھا کہ سن ساٹھ کی دہائی میں وہ عرب امارات میں مقیم تھے۔ایک جگہ انہوں نے دیکھا کہ ایک سکھ صاحب مرغیوں کو ذبح کر رہے تھے۔سکھ صاحب ان کے پرانے شناسا تھے۔اپنے مسلمان دوست کو دیکھتے ہی انہوں نے دونوں ہاتھ جوڑ لئے کہ یار انہوں نے مجھے مولوی سمجھ کر یہ نوکری دی ہے، میرا بھانڈا نہ پھوڑنا۔ویسے میں تکبیر پورے اسلامی طریقے کے مطابق پڑھتا ہوں اور اس کے بعد ہی ذبح کرتا ہوں۔

☆☆ تاریخ امریکہ اور برطانیہ کو عراق پر حملہ کے لئے معاف کر دے گی۔
(وائٹ ہاؤس میں ٹونی بلیئر اور بُش کی مشترکہ پریس کانفرنس)

☆☆ تاریخ سے معافی لینے کا بڑا آسان طریقہ ہے۔پرانے زمانے کے ’’انصاف پسند اور خدا ترس‘‘ بادشاہ سرکاری خزانے سے وظیفہ پانے والے مورخ رکھا کرتے تھے۔یہ شاہی مورخین اپنی لکھی ہوئی تاریخ میں شاہانِ عظام کے عدل، انصاف، خدا ترسی، اور دیگر عظیم الشان اقدامات کو سنہرے لفظوں سے لکھتے جاتے تھے اور اس کی قیمت بھی ساتھ ساتھ وصول کرتے جاتے تھے۔اگر چہ اب کمزور ترین مخالف کو بھی طاقتور میڈیا کا سہارا حاصل ہے پھر بھی مناسب ہوگا کہ ٹونی بلیئر ٹین ڈاؤننگ سٹریٹ میں ایک آفیشل مورخ کا باقاعدہ تقرر کر دیں اور اس سے
اپنی مرضی کی تاریخ لکھواتے رہیں۔اس کے علاوہ اور کوئی صورت نہیں ہے۔ٹونی بلیئر خود ہی دیکھ لیں کہ ان کا اپنا نشریاتی ادارہ بی بی سی ان کا کتنا حشر نشر کر چکا ہے۔رہے صدر بُش تو ان کے لئے یہ کوئی مسئلہ ہی نہیں ہے۔ان کے امریکی دانشور ساختیات کی بحث میں تاریخ کی موت کا اعلان کر چکے ہیں۔اس اعلان کا مقصد یہی تھا کہ ان کے کسی فعل کو تاریخ میں لکھنے کی ضرورت ہی نہیں، کیونکہ تاریخ کا خاتمہ ہو چکا ہے۔

☆☆ ایل کے ایڈوانی، مرلی منوہر جوشی اور اوما بھارتی سمیت دیگر انتہا پسند ہندو رہنماؤں کے بارے میں کافی ثبوت موجود ہیں کہ وہ بابری مسجد کے انہدام کے سلسلے میں مذہبی منافرت پھیلانے میں ملوث تھے۔(بابری مسجد کے انہدام کے کیس کی سماعت کرنے والی خصوصی عدالت کے روبرو سی بی آئی کی جانب سے واضح موقف اختیار کر لیا گیا۔)

☆☆ انڈیا کی مرکزی تحقیقاتی ایجنسی سی بی آئی کی جانب سے باقاعدہ طور پر ایل کے ایڈوانی، اور دیگر انتہا

پسند ہندو رہنماؤں کو بابری مسجد کے انہدام کا ذمہ دار مانا جا رہا ہے۔ویسے اگر بابری مسجد کا انہدام ایڈوانی اور ان کے ہمنواؤں کے نزدیک ان کے ایمان کا حصہ تھا تو انہیں اب بے ایمان ہندو نہیں بننا چاہئے۔ایماندار ہندو کی طرح انہیں خود تسلیم کر لینا چاہئے تھا کہ ہاں ہم نے یہ سب کرایا ہے۔

☆☆ ایڈوانی اور دوسرے انتہا پسندوں کے خلاف سی۔بی۔آئی نے اپنے الزامات واپس لے لئے۔

☆☆ ایک دن پہلے سی بی آئی نے عدالت میں ٹھوس ثبوت فراہم کرنے کی بات کی تھی اور دوسرے دن سی۔بی۔آئی نے اعتراف کر لیا ہے کہ اب ان کے پاس کوئی ثبوت نہیں ہے۔یاد رہے کہ ایل کے ایڈوانی جی نائب وزیر اعظم ہونے کے ساتھ وزیر داخلہ بھی ہیں اور سی بی آئی کا محکمہ براہ راست ان کے ماتحت ہے۔اس لحاظ سے اتنا بھی غنیمت ہے کہ ایک دن اس ادارہ کے وکیل کی جانب سے مذکورہ انتہا پسند ہندوؤں کے بارے میں ثبوتوں کی بات کھل کر کی گئی۔باقی اگلے روز مکر جانے سے صرف اتنا پتہ چلتا ہے کہ ایل کے ایڈوانی نے اپنے ماتحت ادارے پر دباؤ ڈال کر اسے سابق بیان سے منحرف کرا لیا ہے

۲۷؍جمادی الاوّل ۱۴۲۴ھ۔۔۲۸؍جولائی ۲۰۰۳ء

پیارے قارئین کرام!

ماریشس میں ہونے والی ایک اُردو کانفرنس میں شرکت کے لئے جانے کے باعث، میرا گھر پر قیام نہیں رہے گا۔۔۔اس لئے خبرنامہ کی ایک دو ہفتے غیر حاضری رہے گی۔انشاء اللہ وہاں سے واپسی پر ملاقات ہو گی۔
۔۔۔(حیدر قریشی)

☆☆ پاکستان کے شہر لیہ میں رکن قومی اسمبلی کے گھر کے قریب ایک بے آسرا خاندان کھلے آسمان تلے زندگی گزار رہا ہے۔بے سر وسامان خاندان کے بارہ افراد نابینا ہیں۔

(اخباری خبر)

☆☆ اخباری خبر کے مطابق لیہ سے رکن قومی اسمبلی نیاز احمد جکھڑ کی رہائش گاہ کے قریب ایک بے سروسامان خاندان کھلے آسمان تلے زندگی گزار رہا ہے۔اس خاندان کے بارہ افراد آنکھوں کی نعمت سے محروم ہیں۔ یہ بہت دکھی کرنے والی خبر ہے۔کاش ہمارے قومی اور بین الاقوامی ادارے اس بدنصیب خاندان کی طبی اور مالی مدد کرکے انہیں کچھ سہارا دے دیں۔

☆☆ **حیران کرنے والی بات ہے کہ جنرل ضیاء الحق کے سینے میں دھڑکنے اور پسیجنے والا دل بھی تھا۔اور وہ ۱۹۸۰ء میں اپنے پہلے دورۂ امریکہ میں ہیوسٹن (ٹیکساس) کی ایک حسینہ جان ہیرنگ ([illegible]) پر اس قدر فریفتہ ہو گئے تھے کہ پاکستان کی وزارت خارجہ سے مشورہ کئے بغیر اس خاتون کو پاکستان کی ''گشتی سفیر'' بنا دیا تھا۔اور جب بھی اس خاتون کا فون آتا تھا تو جنرل ضیاء الحق کابینہ کا اجلاس چھوڑ کر اس کی کال لینے جاتے تھے۔انہوں نے اس خاتون کو اپنے ملک کا سب سے بڑا سول اعزاز ''ہلال قائداعظم'' بھی مرحمت فرمایا تھا۔(منو بھائی کا کالم گریبان۔''جنگ'' ۲۲ جولائی ۲۰۰۳ء)**

☆☆ منو بھائی نے یہ سارا احوال امریکہ سے افغان جہاد کے بارے میں شائع ہونے والی ایک کتاب سے لیا ہے۔اس میں امریکی رکن کانگریس چارلی ولن نے اس قسم کی بہت سی دلچسپ باتیں کی ہیں۔ انہوں نے بتایا ہے کہ وہ خود بھی جون ہیئر نگ کے دوست رہے ہیں اور انہوں نے واضح کیا ہے کہ اس خاتون کے ساتھ تعلقات میں جنسی تعلق قائم نہ ہونا مشکل ہی نہیں ناممکن ہے۔انہوں نے اپنے تعلق کا کھل کر اعتراف کیا ہے۔اس کتاب میں یہ بھی بتایا گیا ہے کہ جان ہیئر نگ کے ساتھ جنرل ضیاع کے تعلقات کے بعد ہی پاکستان اور اسرائیل کے درمیان خفیہ فوجی تعلقات کا آغاز ہوا تھا۔

☆☆ **کراچی سے نیویارک جانے والا پی آئی اے کا طیارہ اسلام آباد سے ٹیک آف کرتے وقت حادثہ کا شکار۔سولہ پہیوں کے ٹائر پھٹ گئے۔جنرل مشرف جو افریقہ کے دورے سے واپس آ رہے تھے ان کے طیارے کو اسلام آباد کی بجائے لاہور لے جانا پڑا۔**

(اخباری رپورٹس)

☆☆ اس طیارہ میں ۲۷۶ افراد موجود تھے جو سب کے سب خدا کے فضل سے محفوظ اور سلامت رہے۔

تاہم اس خبر کا یہ حصہ دلچسپ ہے کہ حادثہ کے فوراً بعد جب اسلام آباد ائیر پورٹ کو ہر قسم کی لینڈنگ کے لئے ہنگامی طور پر بند کر دیا گیا تب ہی جنرل پرویز مشرف کا طیارہ افریقہ سے اسلام آباد پہنچ رہا تھا۔اسے بھی اسلام آباد ائیر پورٹ نہیں اترنے دیا گیا اور لاہور لے جایا گیا۔جب جنرل مشرف کو جہاز میں بیٹھے ہوئے اطلاع ملی ہوگی کہ اسلام آباد اترنے کی اجازت نہیں مل رہی تو ایک بار تو انہیں نواز شریف کی وہ حرکت ضرور آئی ہوگی جب ان کا طیارہ کراچی اترنے کی اجازت نہیں دی جا رہی تھی۔پھر یہ وسوسہ بھی انہیں ضرور آیا ہوگا کہ کہیں دوسرے جنرلز نے ان کا تختہ تو نہیں الٹ دیا۔انسان کتنا ہی طاقتور کیوں نہ ہو ایسے کمزور لمحوں میں ایسے خدشات کا ذہن میں آنا انسانی فطرت کے مطابق ہے۔ویسے جب بھی پرویز مشرف کا طیارہ اصل ائیر پورٹ پر اترنے سے روکا گیا ہے،وقتی تکلیف کے باوجود ان کی طاقت اور قوت میں اضافہ ہوا ہے۔اس واقعہ کو شگون کے رنگ میں لیا جائے تو پھر ابھی پرویز مشرف مضبوط ہیں۔

☆☆ **جنوبی فرانس کے شہر نیس میں پانچ منٹ کے وقفے سے دو دھماکے ہوئے (اخباری خبر)**

☆☆ خبر کے مطابق ان دھماکوں سے سولہ افراد زخمی ہوئے،دو سرکاری عمارتوں کو شدید نقصان پہنچا اور دھماکوں کی آوازیں پانچ کلومیٹر دور تک سنی گئیں۔۔۔۔میں نے اپنے ۲۳ جون کے خبر نامہ میں برطانوی اینٹیلی جینس کی ایک رپورٹ کی خبر دی تھی جس میں بتایا گیا تھا کہ آئندہ چند دنوں میں بعض مغربی ممالک کے شہروں کو دہشت گردوں کی طرف سے نشانہ بنایا جا سکتا ہے۔تب ہی میں نے یہ لکھا تھا:

''لکھ لیجئے اگر اس کھیل کو سچ دکھانے کے لئے کوئی حملہ خود امریکی اور برطانوی ایجنٹوں کے ذریعے کرایا گیا تو اس کے لئے ان مغربی ممالک کی سرزمین کو نشانہ بنایا جائے گا جو عراق پر امریکی حملے کی مخالفت کرتے رہے ہیں۔اس طرح بہانے سے ان مغربی ممالک کو سزا بھی دے دی جائے گی اور نام نہاد دہشت گردی کے خلاف اپنی سامراجی خواہشات کی تکمیل بھی کر لی جائے گی۔امکان یہی ہے کہ ایسے کسی کھیل کا الزام ایران کے سر منڈھ دیا جائے گا۔امریکی اور برطانوی حکام کے موجودہ ٹولہ کی بدبودار سازشیں تو اب عام آدمی کو بھی صاف سمجھ میں آنے لگی ہیں۔''

ابھی آگے آگے دیکھئے امریکہ اور اس کے اتحادیوں کی طرف سے کیا کیا گل کھلائے جاتے ہیں!

☆☆ **واجپائی جی سے مولانا فضل الرحمٰن اور ان کے وفد کی ملاقات کے دوران مولانا حافظ حسین**

احمد کی گل افشانی گفتار۔ **(اخباری خبر)**

☆☆ میں مولویوں میں سے صرف حافظ حسین احمد کو اس لئے پسند کرتا ہوں کہ وہ مزاجاً زاہدِ خشک نہیں ہیں۔اس سے قبل وہ متعدد بار گل افشانی گفتار کا مظاہرہ کر چکے ہیں۔ایل ایف او کے مسئلہ پر انہوں نے کہا تھا کہ دنیا کی کوئی ''ایلفی'' پارلیمنٹ کی منظوری کے بغیر از خود ایل ایف۔او۔کو آئین کا حصہ نہیں بنا سکتی۔۔۔پھر کشملہ طارق کے یہ کہنے پر کہ آپ ''ایل ایف او نامنظور'' کے بلے سے ''نا'' کا لفظ ہٹا دیں۔۔۔ان کا برجستہ جواب کہ بی بی آپ ''ہاں'' کریں ہم ابھی ''نا'' کو ہٹا دیتے ہیں۔۔۔اب انہوں نے واجپائی جی سے ملاقات میں پھر ایک خوبصورت بات کی ہے۔جب یہ وفد وزیر اعظم ہاؤس پہنچا تو شدید بارش ہو رہی تھی۔ملاقات کے وقت واجپائی جی نے وفد سے پوچھا کہ بارش کی وجہ سے آنے میں کوئی دقت تو نہیں ہوئی؟۔اس پر مولانا حافظ حسین احمد نے برجستہ کہا یہ کاروان امن مشن کے لئے ہے۔کوئی طوفان، بارش یا آندھی ہمارا راستہ نہیں روک سکتی۔یہ بات سن کر واجپائی جی بے اختیار مسکرا دیئے۔

☆☆ **اقوام متحدہ کا عراق میں کوئی فوجی کردار نہیں ہے۔غیر ملکی فوجیں امریکی کمان کے تحت کام کریں۔** **(پال بریمر کا امریکہ میں انٹرویو)**

☆☆ یہی گھمنڈ تو امریکی تابوتوں کی تعداد میں اضافہ کررہا ہے۔امریکہ کو چاہئے کہ عراق میں اقوام متحدہ کو ہرگز ہرگز کوئی فوجی کردار نہیں دے،اس کے نتیجہ میں فرانس، جرمنی، روس، انڈیا اور دوسرے ممالک اپنی افواج کو عراق کے لئے نہیں بھیجیں گے اور امریکہ واپس جانے والے امریکی فوجیوں کے تابوتوں کی تعداد میں اضافہ ہوتا رہے گا۔خدا کرے بُش انتظامیہ اپنی اس گھمنڈی ضد پر اڑی رہے کیونکہ بُش جونیئر صرف اسی بنیاد پر اگلا الیکشن بری طرح ہارنے والے ہیں۔

☆☆ **بابری مسجد کے انہدام کی سازش کے حوالے سے سی بی آئی کی طرف سے عدالت میں ایک دن پہلے ایل کے ایڈوانی، مرلی منوہر جوشی اور اوما بھارتی وغیرہ کے بارے میں ٹھوس ثبوت موجود ہونے کا دعویٰ کرنے کے بعد اگلے ہی روز ثبوتوں سے انکار کر دینے پر بھارتی لوک سبھا میں شدید ہنگامہ** **(اخباری خبر)**

☆☆ بھارتی اپوزیشن نے واضح طور پر الزام عائد کیا ہے کہ سی بی آئی جیسے حساس ادارے کو سرعام اپنے

سیاسی مقاصد کے لئے استعمال کیا گیا ہے۔اور اس کا انتہائی غلط استعمال کیا گیا ہے۔

☆☆ **تعلیم کے شعبہ میں سیاسی مداخلت ہرگز برداشت نہیں کی جائیگی (وزیر تعلیم زبیدہ جلال)**

☆☆ پاکستانی وزیر تعلیم زبیدہ جلال بڑے عرصہ کے بعد بولی ہیں لیکن پورے جلال کے ساتھ بولی ہیں۔اصولاً ان کی بات درست ہے کہ تعلیم کے شعبہ میں سیاسی مداخلت نہیں ہونی چاہئے۔لیکن جنرل پرویز مشرف نے جو الیکشن کرائے ہیں اس میں بی اے پاس ہونے کی شرط رکھنا سیاسی شعبے میں صریحاً تعلیمی مداخلت تھی۔اس لئے اگر سیاسی شعبے میں تعلیمی مداخلت ہوگی تو تعلیمی شعبے میں بھی سیاسی مداخلت از خود ہوگی۔

☆☆ **مولانا فضل الرحمٰن دورہ بھارت میں وشوا ہندو پریشد کے رہنماؤں سے ملاقات کے دوران گائے کے ذبیحہ پر پابندی سے متفق ہونے کے ساتھ اس بارہ میں فتویٰ دینے پر بھی آمادہ۔** **(اخباری خبر)**

☆☆ ممکن ہے بعض لوگ اس خبر کے خلاف شدید ردعمل ظاہر کریں۔لیکن اگر واقعتاً (میں پھر دہرا رہا ہوں۔۔واقعتاً) ہندو مسلم فسادات کا مستقل حل نکالا جاتا ہے اور زہریلے پروپیگنڈے کو بند کر کے باہمی اعتماد کو بحال کیا جاتا ہے تو اس خطے کی ایک بڑی آبادی کے جذبات کے احترام میں گائے کے ذبیحہ پر پابندی کو برادرانہ طور پر مانا جا سکتا ہے۔مولانا فضل الرحمٰن نے کوئی نئی پیش کش نہیں کی۔لگ بھگ ایک سو سال پہلے بھی بعض بہت ہی اہم مسلم رہنماؤں نے ہندوؤں کو صلح کا پیغام دیا تھا اور اس میں یہ پیش کش کی گئی تھی۔لیکن گزشتہ ایک سو سال کی تاریخ بتاتی ہے کہ انتہا پسند ہندوؤں نے اس پیش کش کو امن کی خواہش سمجھنے کی بجائے مسلم اقلیت کی کمزوری سمجھا۔اس کا ایک نتیجہ قیام پاکستان کی صورت میں نکلا اور ابھی مزید کئی اس سے ملتے جلتے نتائج کے امکان کو یکسر نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔بہر حال دونوں طرف نیک نیتی موجود ہو تو یہ مسئلہ اتنا بڑا مسئلہ نہیں رہتا۔مسلمانوں کی جانب سے نرمی کا پہلو موجود ہے۔

☆☆ **۹۔۱۰ر اپریل ۲۰۰۱ء کو پشاور میں ہونے والی ''دیو بند کانفرنس'' میں جموں کشمیر کے مولانا محمد یوسف نے خطاب کرنا تھا لیکن ان کے خطاب سے پہلے مولانا فضل الرحمٰن کی طرف سے اُنکو**

یہ بتایا گیا کہ آپ نے اپنی تقریر میں کشمیر کے حوالے سے کوئی بات نہیں کرنی۔اس پر مولانا محمد یوسف نہ صرف دلبرداشتہ ہوئے بلکہ کانفرنس سے اٹھ کر چلے گئے۔

(نوائے وقت انٹرنیٹ ایڈیشن ۲۴/جولائی ۲۰۰۳ء میں محمد یعقوب شاہق کے مضمون میں انکشاف)

☆☆اس مضمون میں محمد یعقوب شاہق نے دراصل یہ بتایا ہے کہ اب مولانا فضل الرحمٰن نے دہلی میں جا کر کشمیر کے بارے میں جو باتیں کی ہیں وہ دراصل ان کی پرانی سیاسی ایمانیات کا حصہ ہے۔تاہم مجھے یہاں بےنظیر بھٹو کے وہ سارے مخالفین یاد آ رہے ہیں جو ان پر ایک عرصہ تک صرف اس لئے گرجتے برستے رہے کہ انہوں نے راجیو گاندھی کی پاکستان آمد کے موقعہ پر کشمیر ہاؤس کا بورڈ کیوں اتروا دیا تھا؟ اب اس امر میں کوئی شک نہیں کہ بےنظیر کے خلاف زہر اگلنے والے مذہبی لوگ تھے یا فوجی اور سیاسی۔وہ سب حقیقتاً اس مسئلہ پر خود اندر سے ''مولانا فضل الرحمٰن'' ہی تھے۔

☆☆ **بھارتی وزیر دفاع جارج فرنانڈیز کے خلاف اپوزیشن جماعتوں کا بائیکاٹ جاری۔**

(اخباری خبر)

☆☆جارج فرنانڈیس کو اصل شہرت تہلکہ اسکینڈل سے ملی تھی۔۔۔بعد میں تابوتوں کے اسکینڈل میں بھی ان پر خاصا الزام آیا۔۔۔تاہم تہلکہ اسکینڈل کے حوالے سے ہی اپوزیشن نے لوک سبھا میں ان کا بائیکاٹ جاری رکھا ہوا ہے۔نہ صرف یہ کہ ان سے کوئی سوال نہیں کیا جاتا ہے بلکہ ان کے بولنے پر لوک سبھا سے واک آؤٹ کر لیا جاتا ہے۔چنانچہ حالیہ لوک سبھا اجلاس میں بھی جارج فرنانڈیس کے بولنے پر اپوزیشن نے واک آؤٹ کر دیا۔یاد رہے کہ تہلکہ اسکینڈل میں پہلے جارج فرنانڈیس کو وزارت سے الگ کر دیا گیا تھا لیکن کچھ عرصہ کے بعد انہیں پھر وزیر دفاع بنا دیا گیا۔تب سے اپوزیشن یہ احتجاج کر رہی ہے۔اپوزیشن کا کہنا ہے کہ جب تک فرنانڈیس اس اسکینڈل سے عدالتی طور پر بری نہیں ہوتے تب تک ان کا دوبارہ وزیر بنایا جانا انتہائی غلط ہے۔

☆☆ **بےنظیر بھٹو کے تینوں بچوں کو اچانک دبئی واپس بھیج دیا گیا۔** **(اخباری خبر)**

☆☆بےنظیر کے تینوں بچے بختاور، بلاول اور آصفہ اپنے گرفتار والد آصف زرداری سے ملنے کے لئے پاکستان آئے ہوئے تھے۔اس سلسلے میں ضابطے کی ساری کاروائی مکمل کی گئی تھی۔اس کے باوجود ان بچوں کو

اچانک پولیس کے گھیرے میں لے کر دبئی بھجوانا انتہائی گھٹیا درجے کی سیاست ہے اور اس سے بھی گھٹیا درجے کا فوجی ایکشن ہے۔

☆☆ **صدام حسین کے دونوں بیٹے اور پوتا امریکی حملہ میں ہلاک ہو گئے۔** **(اخباری خبر)**

☆☆اس خبر کے کئی پہلو ہیں۔۔۔کئی زاویوں سے اس خبر کا جائزہ لیا جاتا رہے گا لیکن جو پہلو سب سے واضح اور روشن ہے اور جس میں سب کے لئے ایک سبق ہے وہ یہ ہے کہ جب کوئی حکمران اپنی ہی قوم کے لئے حد سے زیادہ ظالم اور سفاک ہو جاتے ہیں تو انجام کار خدا کا عذاب کسی نہ کسی رنگ میں ضرور ظاہر ہوتا ہے۔امریکہ اور اس کے موجودہ حکمران جو اس وقت مسلمانوں کے بعض اہم طبقوں کے لئے عذاب بنے ہوئے ہیں لگتا ہے کہ یہ عذاب خدا کی طرف سے ہی آیا ہے۔بعد میں امریکی حکمران بھی اپنے انجام کو ضرور پہنچیں گے۔

☆☆ **ہائی کورٹ کے جج جسٹس میاں جہانگیر کی اہلیہ نے اپنے تحفظ کے لئے لاہور ہائی کورٹ سے رجوع کر لیا۔** **(اخباری خبر)**

☆☆خبر کے مطابق میاں جہانگیر کی اہلیہ قدسیہ بانو نے عاصمہ جہانگیر کے ذریعے درخواست دی ہے کہ ان کے شوہر ان کی زرعی اراضی اور کوٹھی پر قبضہ کرنا چاہتے ہیں۔قدسیہ نے تنسیخ نکاح کا مقدمہ دائر کرنا چاہا تو اسے بچیوں سمیت آٹھ ماہ تک گھر میں قید میں رکھا گیا اور باہر پولیس گارڈ بٹھا دی گئی۔چیف جسٹس نے میاں جہانگیر کی اہلیہ کو تحفظ کی یقین دہانی کرائی ہے۔اُدھر میاں جہانگیر نے ان سارے الزامات کو بے بنیاد قرار دیا ہے۔ویسے تو خدا بہتر جانتا ہے کہ کہاں کتنا سچ اور کتنا جھوٹ ہے لیکن ایک بات تو ہے کہ ایک باعزت گھر میں اس طرح پھوٹ کھل کر سامنے آئے تو اس میں کوئی المیہ تو ضرور ہوتا ہے۔خدا کرے یہ تکلیف دہ خبر پھر سے اس گھر کے آباد ہونے میں بدل جائے۔دلی طور پر دونوں میاں بیوی میں صلح ہو جائے۔

☆☆ **کسی زمانے کی معروف فلمی ہیروئن اور اب تحریک مساوات کی چیئرپرسن مسرت شاہین نے مولانا فضل الرحمٰن کے دورۂ ہند کا خیر مقدم کرتے ہوئے اسے مسئلہ کشمیر کو عالمی سطح پر**

اُجاگر کرنے کا موجب قرار دیا ہے۔ (اخباری خبر)

☆☆مسرت شاہین مولانا فضل الرحمٰن کے مقابلہ میں انتخاب لڑنے کھڑی ہوئی تھیں اور مولانا کے لئے یہ تصور ہی کافی تکلیف دہ ہو گیا تھا کہ وہ ایک اداکارہ سے مقابلہ کریں گے۔مسرت شاہین کے مذکورہ بیان کو مولانا فضل الرحمٰن کے ساتھ خیر سگالی کا اظہار سمجھنا چاہئے۔ایسے موسم میں جب مولانا کو سب سے زیادہ تنقید اپنے مذہبی حلقوں کی طرف سے سہنا پڑ رہی ہے،مسرّت شاہین کے بیان سے یقیناً ان کو خوشی ہو گی۔مسرت شاہین نے خود بھی بس کے ذریعے ہندوستان جانے کا ارادہ ظاہر کیا ہے۔

☆☆ آر۔ایس۔ایس اور بی جے پی کے قائدین ۹ راگست سے پاکستان کا خیر سگالی دورہ کریں گے۔

☆☆مولانا فضل الرحمٰن کے دورہ کے بعد آر ایس ایس اور بی جے پی کے قائدین کا دورہ حالات کو نارمل کرنے میں مفید ثابت ہو سکتا ہے۔قارئین کو یاد ہوگا پہلے پہل خبر یہ آئی تھی کہ مولانا اسعد مدنی علماء کا ایک وفد لے کر انڈیا سے پاکستان آ رہے ہیں۔تب میں نے اپنے ۱۲رمئی ۲۰۰۳ء کے خبرنامہ میں لکھا تھا:

”ابھی تک ثقافتی ڈپلومیسی سے لے کر بس ڈپلومیسی تک کے مظاہر دیکھنے میں آئے تھے۔اب یہ علماء ڈپلومیسی پہلی بار سننے میں آ رہی ہے ویسے جمعیت العلماء اسلام ہند شروع سے کانگریس کی ہمنوا رہی ہے اور بھارتی حکومتوں کے ساتھ اس کے مراسم عموماً اچھے رہے ہیں،اِدھر ہمارے علماء کی ایک بڑی تعداد بھی ماضی میں جمعیت العلماء ہند کے سیاسی موقف کی ہمنوا رہی ہے۔اس لئے امید کی جا سکتی ہے کہ جب سینہ چاکانِ چمن سے سینہ چاک آن ملیں گے تو بہتری کی کوئی صورت نکل آئے گی۔ویسے بہتر تھا کہ پاکستان سے علماء کے وفد جا کر انڈین پنڈتوں اور پروہتوں سے ملتے اور انڈیا سے پنڈتوں اور پروہتوں کے وفود پاکستان آ کر علماء سے ملتے۔اس طرح دونوں طبقوں میں رابطے سے یا تو فساد کی جڑ ختم ہوتی یا فساد پوری طرح اٹھ کھڑا ہوتا“۔۔۔مجھے خوشی ہے کہ میری تجویز کو پڑھے بغیر اس پر عمل ہو رہا ہے۔محض علماء علماء کھیلنے کی بجائے دونوں طرف کے انتہا پسندوں کو ایک دوسرے سے ملایا جا رہا ہے۔گویا اب درست سمت میں قدم بڑھنا شروع ہو گئے ہیں۔

☆☆ پاکستان میں برطانوی ہائی کمشنر کی اے۔آر۔ڈی کے سربراہ نوابزادہ نصراللہ خان سے

ملاقات۔

☆☆اس اخباری خبر کے مطابق برطانوی ہائی کمشنر اپوزیشن جماعتوں کے موقف کو جاننے اور سمجھنے کے لئے خصوصی طور پران کی رہائش گاہ پر گئے۔وہاں اس وقت سارے سیاستدان حیران رہ گئے جب برطانوی ہائی کمشنر نے انگریزی کی بجائے ان کے ساتھ اردو میں گفتگو شروع کی۔اسی حیرانی میں نوابزادہ نصراللہ خان نے اپنی روایتی شگفتگی کو برقرار رکھتے ہوئے کہا کہ”ساڈی تے ساری انگریزی ضائع ہوگئی“یعنی ہم نے ان کے ساتھ انگریزی میں بات کرنے کے لئے جو تیاری کر رکھی تھی وہ ساری بیکار گئی۔

☆☆ بھارت نے ایمنسٹی انٹرنیشنل کی جنرل سیکریٹری کو بھارت کا ویزہ دینے سے انکار کر دیا۔سیکریٹری جنرل کی آمد کا مقصد گجرات کے مسلم کش فسادات کے سلسلے میں مزید حقائق تک پہنچنا تھا۔ (اخباری خبر)

☆☆ ایمنسٹی انٹرنیشنل کی سیکریٹری جنرل کو ویزہ نہ دیا جانا،بھارت کے سیکولر اور جمہوری کردار پر ایک بڑا سوالیہ نشان ہے۔بھارتی صوبہ گجرات میں عمومی طور وحشت و بربریت کا کھیل سرکاری سرپرستی میں کھیلا گیا تھا۔اسی لئے حکومت گودھرا کے اپنے رچائے ہوئے ڈرامے سے لے کر گجرات کے وحشیانہ حملوں تک اپنے کارکنوں اور کارسیوکوں کے کرتوتوں پر پردہ ڈالنے کے لئے اس قسم کے حیلے کر رہی ہے۔

☆☆ امریکی کانگریس کی رپورٹ میں سعودی عرب پر گیارہ ستمبر کے حادثہ میں ملوث ہونے کا الزام۔۔بُش انتظامیہ نے رپورٹ کے ۲۵ صفحات کی اشاعت روک دی۔امریکہ میں سعودی سفیر کی جانب سے رپورٹ پر اظہار ناراضی کرتے ہوئے اسے جھوٹ اور عداوت پر مبنی قرار دیا گیا ۔ (اخباری خبر)

☆☆میں اپنے کالم ”منظر اور پس منظر“ کے بعض آرٹیکلز میں سعودی عرب کے بارے میں امریکی عزائم کا کافی حد تک ذکر کر چکا ہوں۔یہ رپورٹ بھی اسی گھناؤنی سازش کا حصہ ہے۔اگر یورپ اور دیگر ممالک گیارہ ستمبر کے واقعہ کی کھلی تحقیقات پر زور دیں تو اصل سازشی اور اصل مجرم طبقات اپنے تمام تر مکروہ چہروں اور عزائم کے ساتھ سامنے آ جائیں گے۔وگرنہ وہی اصل سازشی عناصر افغانستان کے طالبان۔۔القاعدہ اور عراق کے بعد دوسرے اسلامی ممالک کو بھی اسی طرح زد پر لیتے چلے جائیں گے۔

☆☆ امریکہ کی پانچ ریاستوں میں امریکی پولیس کے سینکڑوں بیج، یونیفارم، شناختی کارڈز اور دیگر سامان چوری ہو گیا۔حکومت کی طرف سے یہ سامان القاعدہ کے ہاتھ لگنے کے خدشہ کا اظہار۔ (امریکی محکمہ خارجہ کے بلیٹن میں خصوصی اطلاع)

☆☆ حیرت ہے امریکہ جیسے ملک کی ایک نہیں، دو نہیں، ایک ساتھ پانچ ریاستوں میں ایک جیسا کام ہو گیا اور کوئی چور پکڑا نہیں جا سکا۔اس ڈرامے کا ایک ہی مطلب ہے کہ اب آنے والے دنوں میں امریکہ میں یا امریکہ سے باہر امریکی پولیس بعض وارداتیں کرنے جا رہی ہے اور ان کا الزام پیشگی طور پر القاعدہ پر ڈال دیا گیا ہے۔تا کہ سند رہے اور بوقت ضرورت کام آئے۔

☆☆

۲۶؍جمادی الثانی ۱۴۲۴ھ۔۲۵؍اگست ۲۰۰۳ء

ماریشس کے سفر نے خبرنامہ کی باقاعدگی کو توڑ دیا ہے۔اب بے قاعدگی سے سہی،
بہرحال جب بھی موقعہ ملتا رہے گا، خبرنامہ پیش کرتا رہوں گا۔(ح۔ق)

☆☆ جنرل پرویز مشرف سینئر صحافیوں سے باتیں کرتے ہوئے آبدیدہ ہو گئے۔(اخباری خبر)

☆☆ یہ بڑی ہی عجیب سی خبر ہے۔کمانڈو مردِ آہن دل کی باتیں کرتے کرتے اتنا جذباتی ہو جائے کہ صحافیوں کے سامنے اس کے آنسو نکل آئیں۔اس کے دو امکانی مطلب نکل سکتے ہیں۔ایک یہ کہ جنرل صاحب پیشہ ور فوجی ہوتے ہوئے بھی اپنے سینے میں ایک گداز دل رکھتے ہیں۔دوسرا یہ کہ وہ حالات کے دباؤ میں آ چکے ہیں۔امریکی پالیسیوں کا بین الاقوامی دباؤ اور پاکستان پیپلز پارٹی، مسلم لیگ نون کے لیڈروں کا دباؤ مل کر جنرل صاحب کو اس مقام تک لے آئے ہیں۔ویسے میرا مشورہ تو یہ ہے کہ جنرل صاحب نے جہاں اپنے ارد گرد اتنے کرپٹ لوگ جمع کر لئے ہیں اور انہیں عناصر کے اربوں کے قرضے بھی معاف کر چکے ہیں تو بے نظیر اور نواز شریف کے ساتھ بھی صلح صفائی کر لیں۔شاید یہ فیصلے کی آخری

گھڑیاں ہیں۔

☆☆ امریکہ اور کینیڈا میں بجلی کا سنگین بحران۔بعض اہم شہر تاریکی میں ڈوب گئے۔ (اخباری خبر)

☆☆ یہ خبر تو اس مہینے کی سب سے بڑی خبر ہے۔اس کی تفصیلات سب کو معلوم ہیں۔تاہم ابھی تک یہ واضح نہیں ہو سکا کہ ایٹمی بجلی گھروں کو ہوا کیا تھا؟ امریکی صدر نے جتنی عجلت میں یہ اعلان کیا ہے کہ یہ کسی دہشت گرد کارروائی کا نتیجہ نہیں، اس سے خوامخواہ ذہن میں شبہات پیدا ہوئے ہیں۔یہ ویسے ہی عاجلانہ بیان ہے جیسے ورلڈ ٹریڈ سنٹر کی جڑواں عمارتوں کی تباہی کے ساتھ ہی بیان داغ دیا گیا تھا کہ اس میں اسامہ بن لادن ملوث ہے (اس کا کوئی ایسا ثبوت ابھی تک پیش نہیں کیا گیا جسے خود امریکہ کی عدالتیں بھی اپنے قوانین کے دائرے میں سچ مان لیں) بہرحال اس کا سبب کچھ بھی رہا ہو امریکہ کو اگر بائبل میں مذکور فرعون پر آنے والے بڑے عذابوں سے پہلے چھوٹے چھوٹے عذابوں کی تفصیل یاد ہو تو ابھی وقت ہے کہ فرعونیت سے باز آ جائیں۔ورنہ یہ حقیقت ہے کہ امریکہ پر جب بھی خدائی عذاب آیا دنیا میں ایک آنکھ بھی نہیں ہوگی جو امریکہ کے دکھ میں اشکبار ہوگی۔بلکہ یہ امکان ہے کہ لوگ امریکہ پر آنے والے ایسے خدائی عذاب کو انسانیت کے لئے رحمت سمجھ کر اس پر خوشی کا اظہار کریں۔یہ صدر بش کی موجودہ فرعونی پالیسیوں کے نتیجہ میں پیدا ہونے والے دنیا بھر کے انسانی جذبات ہیں۔

☆☆ احمد فراز ماریشس میں بھی بے حد مقبول ہیں۔قوالوں سے لے کر گانے والوں تک سبھی نے احمد فراز کی غزلیں سنائیں۔ (جنگ ۱۶؍اگست میں کشور ناہید کا کالم)

☆☆ قوالوں والی تقریب میں تو بہت سارے دوسرے ادیبوں کی طرح ہم بھی نہیں گئے تھے، اس لئے اس کے بارے میں کچھ نہیں کہہ سکتے۔البتہ ادبی کانفرنس کے مختلف سیشنز کے دوران اور وقفوں کے دوران احمد فراز کے جتنے مداحوں نے ان کے اشعار سنائے، ان میں سے کسی ایک نے بھی ان کا کوئی ایک شعر درست نہیں پڑھا۔(اگر درست پڑھا ہے تو سمجھیں کہ فراز کی اصلاح کر کے پڑھا ہے)۔اسٹیج پر ایک صاحب نے فراز کا شعر بگاڑ کر (یا اصلاح کر کے) پڑھا تو ان کے ایک مداح اور کانفرنس کے منتظم ان کے پاس آئے اور ان سے اصل شعر پوچھا۔اسے یاد کیا اور اسٹیج پر جا کر پہلے منتظم کی غلطی کی اصلاح کرتے

ہوئے درست شعر پڑھنے لگے اور اس میں انہوں نے اپنی طرف سے کئی ترامیم کر دیں۔ یہ سب کچھ سب کے سامنے ہوتا رہا ہے۔ احمد فراز خود اپنے اشعار کے ساتھ ہونے والے سلوک پر ہنستے رہے ہیں۔ ناشناسوں میں مقبولیت کے بارے میں کسی نے کیا خوب کہا ہے ؎

تھوڑی سی تحسین بھی اہلِ نظر کی ہے بہت
بے بصیرت نے اگر استاد بھی مانا تو کیا

☆☆ وزیر اعلیٰ گجرات نریندر مودی کو دھمکی آمیز ای میلز بھیجنے والا نوجوان گرفتار (اخباری خبر)

☆☆ گجرات پولیس نے احمد آباد میں اروند نامی ایک ایسے ہندو کو گرفتار کر لیا ہے، جو خود کو مسلمان ظاہر کر کے نریندر مودی وزیر اعلیٰ گجرات کو دھمکیاں ای میل کر رہا تھا۔ ان ای میلز سے ایسا لگ رہا تھا کہ وہ یوم آزادی کی تقریبات درہم برہم کرنا چاہتا ہے۔ اس ہندو نوجوان نے وہی کچھ کیا ہے جو گودھرا میں خود نریندر مودی کر چکے ہیں۔ گودھرا کا ڈرامہ خود نریندر مودی کے ایما پر رچایا گیا تھا اور اس کا مقصد گجرات میں بڑے پیمانے پر مسلمانوں کا قتلِ عام کرانا تھا۔ اپنی اس گھناؤنی سازش میں نریندر مودی پوری طرح کامیاب رہے۔ ہوسکتا ہے یہ ڈرامہ بھی خود نریندر مودی کا ہی رچایا ہوا ہو۔

☆☆ ہمیں داتا دربار جا کر وہاں شیرینی کھانے سے روکنے والے گولڈن ٹمپل میں پرسا دکھانے کے لئے امرتسر پہنچ گئے۔

(وفاقی وزیر اطلاعات شیخ رشید کا مولانا فضل الرحمٰن پر طنزِ ملیح)

☆☆ شیخ رشید جملہ بازی کے فنکار ہیں۔ انہوں نے بریلوی، دیوبندی کا مسئلہ چھیڑے بغیر بیک وقت سیاسی اور دینی مسائل پر شگفتہ انداز میں دریا کو کوزے میں بند کر دیا ہے۔ اللہ کرے زورِ بیاں اور زیادہ!

☆☆ ۱۵ راگست کو اے آر وائی چینل سے شوبھنا کے پروگرام میں محفلِ مشاعرہ کے نام پر بے تکی اور بے وزن شاعری کی بھرمار۔ اے آر وائی چینل کے معیار پر ایک بڑا سوالیہ نشان۔

(ذاتی رپورٹ)

☆☆ شوبھنا ایک اچھی پریزینٹر ہیں لیکن انہوں نے مشاعرہ کے نام پر جو لوگ جمع کئے تھے ان میں سے ایک بھی شاعر نہیں تھا۔ اسی دبئی میں کئی اوریجنل شاعر موجود ہیں۔ ان کے ہوتے ہوئے ایسے جعلی شاعروں کو اے آر وائی جیسے بڑے چینل پر پیش کرنا خود اس چینل کے معیار اور وقار پر ایک بہت بڑا سوالیہ نشان ہے۔ اس سے یہ المیہ بھی سامنے آتا ہے کہ ہم اجتماعی طور پر ادبی زوال ہی نہیں، بلکہ تہذیبی زوال سے دوچار ہیں۔ شاعری کی اپنی روایت اور اپنی تہذیب ہے۔ سخن فہمی اور سخن شناسی اس تہذیب کی بنیاد ہیں۔ اے آر وائی چینل کے اس پروگرام سے صرف یہی پیغام ملتا ہے کہ ہم لوگ تہذیبی زوال کا شکار ہو چکے ہیں۔ کیا اے آر وائی چینل کے اربابِ اختیار میں سے کسی کو اس بات کو سمجھنے کی توفیق ہے؟

☆☆ کارگل میں چار ہزار پاکستانی فوجی مارے گئے تھے۔ (نواز شریف کا انکشاف)

☆☆ اگر نواز شریف نے یہ راز ابھی تک قومی مفاد میں چھپا رکھا تھا تو قومی مفاد کے تحت اب بھی اسے مخفی رکھنا ضروری تھا۔ اس کا افشاء قومی جرم ہوسکتا ہے۔ لیکن اگر یہ حقیقت ہے اور انہوں نے حقیقت سے قوم کو آگاہ کیا ہے تو اس کے بارے میں تب ہی بتا دینا چاہئے تھا جب وہ وزیر اعظم کی کرسی پر موجود تھے۔ تب اس راز کو چھپائے رکھنا خود شہیدوں کے لہو سے بے وفائی تھا۔ اب یہ طے کرنا نواز شریف کا کام ہے کہ وہ کس نوعیت کے جرم کے مرتکب ہوئے ہیں؟

☆☆ پاکستانی جرنیلوں کے خلاف فوجی ساز و سامان کی خریداری میں کروڑوں کے کمیشن کھانے کا انکشاف۔ فوجی جرنیلوں نے کروڑوں کی جائیدادیں بنا لیں۔

(ساؤتھ ایشیا ٹریبون کی رپورٹ)

☆☆ اصلاً یہ خبر انڈیا سے آئی ہے تاہم خبر کے مطابق پاکستان کے ایک سابق فوجی افسر اور دفاعی ماہر اے ایچ امین نے لاہور ہائی کورٹ میں ایک پٹیشن داخل کی ہے۔ اس میں گزشتہ تیس سال کے عرصہ میں قوم کو لوٹ کر کھا جانے والے ”محافظینِ قوم“ پر کرپشن کے الزامات لگائے گئے ہیں۔ پٹیشن کے مطابق متعدد سابق اور موجودہ فوجی جرنیلوں، ائر مارشلوں اور ریٹائرڈ ایڈمرلوں کے بارے میں بتایا گیا ہے کہ انہوں نے دفاعی سامان کی خریداری میں کروڑوں کے کمیشن کھائے اور کروڑوں کے گھپلے کئے۔ پاکستانی اخبارات ابھی اس خبر کے معاملے میں خاموش ہیں۔ تاہم لگتا ہے کہ یہ خبر بڑی حد تک درست ہے۔ اگر یہ کمیشن اور گھپلے

درست ثابت ہوئے تو پاکستان کے سیاستدانوں کی ساری کرپشن ماند پڑ جائے گی۔اور قوم کو معلوم ہوگا کہ براہِ راست اور بالواسطہ دونوں طرح سے قوم کا مجموعی طور پر اسی فیصد بجٹ کھا جانے والی ہماری بہادر افواج کے اعلیٰ ترین افسران اور بھی کیا کیا گل کھلاتے رہے ہیں۔دیکھیں یہ حقائق کھل کر سامنے آتے ہیں یا دبا دیئے جاتے ہیں۔اگر جنرل پرویز مشرف واقعی کرپشن کے خلاف ہیں تو ان الزامات کی ٹرانسپیرنٹ تحقیق کرائیں۔

☆☆ قوم کو ایک اور ضیاع الحق کی ضرورت ہے۔

(جنرل ضیا کی برسی پر ان کے صاحبزادہ اعجاز الحق کا ایمان افروز بیان)

☆☆جنرل ضیاء الحق کے دور میں پاکستان نے سوویت یونین کے خاتمہ کا جو کارنامہ انجام دیا تھا،اس کا ایک زہریلا پھل علاقائیت،فرقہ واریت،کلاشنکوف اور ہیروئن کلچر کی صورت میں وہ خود ملک میں رائج کر گئے تھے۔ان کے پیدا کردہ افغان مجاہدین،جن کی آپسی لڑائیاں ختم نہیں ہوتی تھیں،خانہ کعبہ میں بیٹھ کر قسمیں کھا کر صلح کے عہد و پیمان کرکے آئے اور آتے ہی پھر لڑنے لگے(کیا عجب یہ کعبہ شریف میں بیٹھ کر جھوٹی قسمیں کھانے کا ہی عذاب ہو جو افغانستان کے مجاہدین کے ساتھ باقی قوم کو بھی لے بیٹھا)۔جنرل ضیاع الحق نے سوویت یونین کی شکست و ریخت میں بنیادی کردار ادا کرکے ''امریکی جن'' کو بوتل سے پوری طرح باہر نکال دیا۔آج امریکہ دنیا کی واحد سپر پاور بن کر جو کچھ کر رہا ہے،یہ سب جنرل ضیاع الحق کے کارناموں کا زہریلا پھل ہے۔''ایک اور جنرل ضیاء الحق'' سے تو جنرل پرویز مشرف ہی بہتر ہیں۔اگر جنرل ضیاع الحق جیسا کوئی جنرل آ گیا تو ملک کے ساتھ باقی دنیا کا بھی پتہ نہیں کیا کچھ کرادے۔

☆☆ امریکی وزیر خارجہ کے نام آنے والے ایک لفافے سے پاؤڈر برآمد ہونے سے دفترِ وزارتِ خارجہ میں خوف و ہراس پھیل گیا۔ (اخباری خبر)

☆☆بڑی عجیب بات ہے کہ امریکہ افغانستان سے لیکر عراق تک ''ڈیزی کٹر'' اور ''بموں کی ماں'' جیسے بم گراتا ہے تو اس کے بعد بھی لوگ امریکہ سے خوفزدہ نہیں ہوتے اور وہاں ابھی تک موجود عوامی مزاحمت امریکہ سے شدید نفرت کی علامت بن چکی ہے۔ان کے برعکس امریکہ کے ایک دفتر میں لفافے میں سے

پاؤڈر نکلنے پر بھی خوف و ہراس پھیل جاتا ہے۔بیشک امریکی قوم بہت بہادر قوم ہے۔ویسے یہ سب کچھ ڈرامہ قسم کی کوئی چیز بھی ہوسکتا ہے۔نائن الیون کے فوراً بعد امریکہ میں ''اینتھراکس'' کا ڈرامہ رچایا گیا تھا۔''اینتھراکس'' سے اموات کا خوف دلایا گیا اور اس سے بچاؤ کیلئے دوا تیار کرکے کروڑوں ڈالر چند دنوں میں کما لئے گئے۔ایسے ہی سارس کا ہوّا کھڑا کیا گیا۔لیکن مجال ہے یہ بیماری امریکہ کا رُخ کرتی۔یہ سارا جراثیمی ڈرامہ ان ملکوں میں رچایا گیا جو امریکی پالیسیوں پر کھل کر یا دبے دبے انداز سے اعتراض کر چکے تھے۔بہر حال امریکہ بہادر زندہ باد!

☆☆ سیتا وائٹ نے ایک بار پھر عمران خان کو اپنی بیٹی کا باپ قرار دیتے ہوئے بیٹی کے حق کا مطالبہ کر دیا۔بصورت دیگر قانونی چارہ جوئی کی جائے گی۔ (اخباری خبر)

☆☆پہلی بار جب سیتا وائٹ کا سکینڈل سامنے آیا تھا تب واضح طور پر اس میں نواز شریف کا ہاتھ شامل تھا۔اب پھر سے یہ مسئلہ اٹھایا جا رہا ہے تو لگتا ہے چوہدری برادران نے عمران خان کو سیاسی طور پر بلیک میل کرنے کے لئے پھر بی بی سیتا کو اکسایا ہے۔مشرق کی سیتا نے خود پر الزام برداشت کر لئے تھے لیکن اپنے رام کی عزت پر آنچ نہیں آنے دی تھی۔لیکن یہ مغرب کی سیتا ہے۔عمران خان کے سیاسی حریفوں کے اکسانے پر یہ اپنی آئی پر آ گئی تو پھر عمران خان اس سے پوچھتے پھریں گے:''سیتا! توں اے میرے نال کی کیتا؟''۔۔۔۔اس اسکینڈل کے سیاسی پہلو سے قطع نظر ویسے اگر واقعی سیتا کی بیٹی عمران خان کی بیٹی ہے تو انہیں اپنی غلطی اور بیٹی دونوں کو قبول کر لینا چاہئے۔یہ سائینس کے عروج کا زمانہ ہے۔اب کسی کی ولدیت معلوم کرنا کوئی مسئلہ نہیں رہا۔البتہ اگر الزام جھوٹا ہے تو پھر عمران خان کو گھبرانے کی ضرورت نہیں ہے۔ان کا بال بھی بیکا نہیں ہوگا۔لیکن سچ کیا ہے اور جھوٹ کیا ہے؟ یہ تو اب عمران خان ہی بہتر جانتے ہیں۔

☆☆ امریکہ پاکستان کو چھ C-130 طیارے دے رہا ہے۔ (اخباری خبر)

☆☆خبر اچھی تو ہے لیکن اس میں شر کا ایک پہلو موجود ہے۔جنرل ضیاع الحق امریکہ کے انتہائی پسندیدہ پاکستانی حکمران تھے۔لیکن جب امریکہ نے ان سے نجات حاصل کرنا چاہی تھی،تب وہ C-130 میں ہی سوار تھے اور اسے حادثہ پیش آ گیا تھا۔کہیں C-130 کا یہ نیا تحفہ اپنے اندر کوئی معرفت کا نکتہ تو نہیں لے کر

آ رہا؟

☆☆ بغداد میں اقوام متحدہ کے دفتر پر خودکش حملہ۔۲۰ افراد ہلاک۔۔۔امریکی صدر کو جب اس حملہ کی اطلاع دی گئی، وہ گولف کھیل رہے تھے۔انہوں نے حملہ کی اطلاع ملتے ہی فوراً کھیل ادھورا چھوڑ دیا۔ (اخباری خبر)

☆☆اس خبر کا یہ پہلو بہت اہم ہے کہ جب بغداد میں اقوام متحدہ کے دفتر پر کار کے ذریعے حملہ کی خبر ملی تو صدر بُش نے فوراً اپنا کھیل ادھورا چھوڑ دیا۔ یہ ان کا فطری ردِعمل تھا۔اسی ردِعمل کے ساتھ اب ورلڈ ٹریڈ سنٹر پر ہوائی جہازوں کے حملوں کی خبر پر صدر بُش کے ردِعمل کو یاد کیجئے۔ وہ بچوں کے ایک اسکول میں بچوں کے ساتھ محوِ گفتگو تھے۔جب انہیں پہلا جہاز ٹکرانے کے حادثہ کی اطلاع ملی ،انہوں نے اسے کسی تشویش کے بغیر سنا اور پھر بچوں کے ساتھ محوِ گفتگو ہو گئے۔ وہ لگ بھگ بیس منٹ تک بچوں کے ساتھ مصروف رہے۔گویا وہ ابھی مزید حملوں کی خبریں سننے تک خود کو وہیں مصروف رکھنا چاہتے تھے۔منصوبہ بندی کے ساتھ کئے جانے والا ڈرامہ اور حقیقی حملہ میں کیا فرق ہوتا ہے؟ صدر بُش کے دونوں ردِعمل اس کی منہ بولتی تصویریں ہیں۔ یہ تصویریں تاریخ کے ریکارڈ میں محفوظ ہیں۔امریکہ کو اس حقیقت کا سامنا کرنا ہی پڑے گا کہ ورلڈ ٹریڈ ٹاور کا ڈرامہ کرنے والے ان کے اپنے سدھائے ہوئے تھے۔

☆☆ بغداد میں اقوام متحدہ کے دفتر پر حملہ کے بعد اقوام متحدہ کے عملہ نے عراق کو چھوڑ دیا۔

(اخباری خبر)

☆☆نہ صرف اقوام متحدہ کا عملہ عراق سے چلا گیا ہے بلکہ عالمی بینک اور بین الاقوامی مالیاتی فنڈ کا عملہ بھی عراق سے واپس چلا گیا ہے۔اقوام متحدہ کے سیکریٹری جنرل کوفی عنان نے صاف صاف کہہ دیا ہے کہ عراق میں امن وامان برقرار رکھنا امریکہ کی ذمہ داری ہے۔ پہلے ہی سلیقے سے امریکی مطالبات کو رد کرنے والے فرانس اور جرمنی نے اپنی افواج عراق بھیجنے سے انکار کر دیا ہے۔ جاپان جیسے امریکی حلیف ملک نے بھی اس سال فوج بھیجنے سے انکار کر دیا ہے۔ پولینڈ اور تھائی لینڈ کی افواج جو پہلے سے عراق میں موجود ہیں انہوں نے خطرے والے علاقوں میں جانے سے انکار کر دیا ہے۔جس فوج نے اگلے ماہ بغداد کا چارج سنبھالنا تھا وہ بھی اس سے مکر گئی ہے۔ایسے حالات میں انڈیا اپنے انکار پر مزید مضبوط ہو جائے گا اور

پاکستان کے لئے بھی امریکی دباؤ سے نکلنے کی گنجائش بن گئی ہے۔اور تو اور اب برطانیہ کے وزیر خارجہ جیک اسٹرا بھی نیویارک میں جا کر یہ ڈپلومیٹک بیان دے رہے ہیں کہ''عراق میں امریکی فوج ہی کلیدی کردار ادا کر سکتی ہے''۔گویا امریکہ کو اپنے بوئے ہوئے کو خود ہی کاٹنا ہوگا۔دیکھیں ابھی بُش انتظامیہ کی عالمی بدانتظامی اور تیل کی ہوس کیا کیا گل کھلاتی ہے۔

☆☆ بہن بھائی کے معاملہ کے بیچ باپ کیا کر سکتا ہے۔سشما سوراج اور سومناتھ چٹر جی کے درمیان مکالمہ پر بھارتی لوک سبھا میں اسپیکر منوہر جوشی کے شگفتہ کمنٹس۔(اخباری خبر)

☆☆ پردھان منتری واجپائی جی کے خلاف تحریک عدم اعتماد نا کام ہو چکی۔اس دوران لوک سبھا میں خاصا ہنگامہ رہا۔اسپیکر منوہر جوشی کو بار بار غصہ آتا رہا۔تاہم انہوں نے کئی مرحلوں پر اپنی شگفتہ مزاجی کو برقرار رکھنے کی کوشش کی۔ایک موقعہ پر پارلیمانی امور کی وزیر اور بی جے پی کی معروف رہنما سشما سوراج نے مارکسسٹ رہنما سومناتھ چٹر جی کو بھائی کہہ کر مخاطب کیا تو سومناتھ چٹر جی انہیں بہن کر مخاطب کیا۔اس پر اسپیکر منوہر جوشی نے کہا:''بھائی اور بہن کے بیچ باپ کیا کر سکتا ہے''۔یوں لڑائی جھگڑے کی فضا میں تھوڑی سی مسکراہٹ بھی بکھرتی رہی۔

☆☆ نیب ۱۹۹۰ء والا کرپشن کا دور واپس نہیں آنے دے گا۔نیب کا مقصد ہے کہ پاکستان کی لوٹی ہوئی دولت ترقی یافتہ ممالک سے واپس آئے۔

(نیب کے چیئرمین جنرل منیر حفیظ کے فرمودات)

☆☆ ملک میں ۱۹۹۰ء کی کرپشن والا دور تو واقعی ختم ہو گیا ہے لیکن اب ۱۹۹۹ء والا کرپشن کا دور جاری ہے۔ بیرون ملک اور اندرون ملک سے وصول کی جانے والی رقوم سے قوم کا کافی بھلا ہو چکا ہے۔۱۹۹۹ء سے اب تک تین ارب کے قرضے صاف ستھرے سیاسی خاندانوں،اور طبقۂ اشرافیہ کے دوسرے نیک پاک لوگوں کو معاف کئے جا چکے ہیں۔پاک فوج کے بڑے بڑے جرنیلوں کو ان کی عظیم قومی خدمات کے سلسلے میں چولستان میں کوڑیوں کے مول ہزاروں ایکڑ اراضی الاٹ کی جا چکی ہے۔چوہدری شجاعت جیسے نہایت صاف ستھرے سیاستدان اور پی پی پی کے سزا یافتہ''محبانِ وطن'' کا سزا یافتہ رہتے ہوئے وزیر بن جانا،اس دورِ حکومت کے کرپشن سے پاک ہونے کا سب سے بڑا اور منہ بولتا ثبوت ہیں۔ دیکھنا یہ ہے کہ جب جنرل

منیر حفیظ اپنے اس عہدے سے ہٹیں گے تو ان کے کیا کیا کارنامے سامنے آتے ہیں۔

☆☆ عالمی یومِ مچھر اس سال بھارت میں بھی منایا جائے گا۔ (اخباری خبر)

☆☆ سر رونالڈ راسن نے ۲۰ راگست ۱۸۹۷ء میں مچھر میں ملیریا کے جراثیم پائے جانے کا پتہ چلایا تھا۔ جس سے اس بیماری کی روک تھام کے لئے موثر دوائیں تیار کی جاسکیں۔ اس تحقیق پر ان کو ۱۹۰۲ء میں نوبل انعام سے نوازا گیا تھا۔ ۲۰ راگست کی تاریخ یومِ مچھر کے طور پر منائی جاتی ہے کیونکہ اسی دن سر رونالڈ راسن نے ملیریا کے جراثیم کا پتہ چلایا تھا۔ اس خبر کا دلچسپ پہلو یہ ہے کہ مذکورہ سائنسی محقق نے یہ تحقیق انڈیا کی ریاست حیدرآباد دکن کے شہر سکندرآباد میں کی تھی۔ چنانچہ اس سال پہلی بار بھارت میں بھی عالمی یومِ مچھر منایا گیا۔ اس یوم کو منانے کے لئے مچھر کش ادویات تیار کرنے والی کمپنی گڈ نائیٹ نے انتظام کیا ہے۔ مقصد یہ ہے کہ اس بیماری کی روک تھام کے سلسلے میں عوام میں بیداری پیدا کی جائے۔ بہر حال یومِ مچھر کی ترکیب عمدہ ہے۔

☆☆ ہندوستانی لوک سبھا میں گائے کشی کے خلاف قانون بنانے کی تجویز پر ہنگامہ۔ قانون سازی موخر۔۔۔کاروائی جاری۔ (اخباری خبر)

☆☆ اس خبر کے کئی پہلو ہیں۔ ہندو اکثریت کے جذبات کے احترام کو مدِ نظر رکھتے ہوئے ایسا کیا جائے تو جہاں انتہا پسند ہندوؤں کے ہاتھوں مسلم کشی اور دیگر اقلیت کشی عام بات ہوگئی ہو وہاں گاؤ کشی کے سلسلے میں کسی کے جذبات کے احترام کی کیا گنجائش رہ جاتی ہے؟ ہندوستان ایک سیکولر ملک ہونے کا دعویدار ہے۔ ایک سیکولر ملک میں کسی کے جذبات کے احترام کے لئے دوسرے کے جذبات سے کھیلنا مناسب نہیں۔ اسی بنیاد پر مسلمان مطالبہ کر سکتے ہیں کہ خنزیر حرام ہے سور کشی پر بھی پابندی عائد کی جائے۔ جبکہ ہندوستان کی کم از کم تین پہاڑی ریاستیں ایسی ہیں جو ہندو ہوتے ہوئے سور اور گائے کا گوشت کھاتے ہیں۔ وہ ریاستیں کسی طور ایسے قانون کو اپنے صوبوں میں نافذ نہیں ہونے دیں گی۔ تو کیا پھر یہ قانون صرف ہندوستان کے مسلمانوں کو مزید دبانے کے لئے بنایا جا رہا ہے؟ اس خبر کے اور بھی کئی پہلو ہیں۔ لوک سبھا سے ہی ان پہلوؤں کو سامنے آنے دیتے ہیں اور آنے والے وقت کا انتظار کرتے ہیں۔

☆☆

۱۰ رجب المرجب ۱۴۲۴ھ۔۔۔۸ ستمبر ۲۰۰۳ء

☆☆ امریکہ عراق سے اپنی فوجوں کی واپسی کا ٹائم ٹیبل دے۔ برطانوی وزیر خارجہ سے ملاقات کے بعد اقوام متحدہ کے جنرل سیکریٹری کوفی عنان کا بیان۔ (اخباری خبر)

☆☆ امریکہ کو جب تک عراق میں ویت نام جتنی مار نہیں پڑے گی تب تک اسے سمجھ نہیں آئیگی۔ اس لئے ابھی اسے مار پڑنے دیں۔ بتدریج عالمی سطح پر امریکہ نہ صرف تنہا ہوتا جا رہا ہے بلکہ اپنی عالمی ساکھ بھی برباد کرتا جا رہا ہے۔ طاقت کا گھمنڈ انسانوں کو ایسے ہی مقامات سے گزار کر عبرت کا نشان بنایا کرتا ہے۔ فی الحال تو ایک ہی بات پکی ہے کہ کوفی عنان اگلے دورانیہ کے لئے اقوام متحدہ کے جنرل سیکریٹری نہیں بن سکیں گے۔ اتنی اخلاقی جرات کی اتنی سزا تو ملنی چاہئے۔

☆☆ امریکی عوام کو بتایا جائے کہ عراق میں امریکی فوج کب تک رہیگی (امریکی سینیٹر کا مطالبہ)

☆☆ امریکی سینیٹ میں امور خارجہ کمیٹی کے سربراہ سینیٹر جوزف بیڈن نے امریکی صدر بُش سے مطالبہ کیا ہے کہ وہ امریکی عوام کو بتائیں کہ امریکی فوج کب تک عراق میں رہے گی۔ انہوں نے خبردار کیا کہ اگر صدر بُش نے وقت کا واضح تعین نہ کیا تو وہ اگلے صدارتی الیکشن میں ناکام ہوں گے۔ اس خبر سے امریکہ کے اندر بڑھتی ہوئی بے چینی کا اندازہ کیا جا سکتا ہے۔ لیکن صدر بُش جو چاہے کرلیں اگلے الیکشن میں انہیں عوامی تائید تو کیا پچھلے الیکشن کی طرح کوئی عدالتی سپورٹ بھی صدر نہیں بنوا سکے گی۔ خدا نے چاہا تو تیل کے عالمی قزاقوں کو تیل کی قیمت عراقی عوام کے ساتھ امریکی فوجیوں کے لہو کی صورت میں ہی ادا کرتے رہنا ہوگی۔ اور تیل پھر بھی ان کے لئے تاجرانہ منفعت کا موجب نہیں بن سکے گا۔

☆☆ پاکستانی وزیر داخلہ فیصل صالح حیات کی برطانیہ میں آمد۔۔۔ ائر پورٹ پر جامہ تلاشی اور پون گھنٹہ تک سامان کی چیکنگ کی گئی۔ (اخباری خبر)

☆☆ یہ بہت ہی افسوسناک خبر ہے۔ پاکستان کا وزیر داخلہ اگر ان ملکوں میں اتنا بے اعتبار سمجھا جا سکتا ہے تو پھر باقی قوم کی کیا حیثیت رہ جاتی ہے۔ ویسے یہ بھی ممکن ہے کہ برطانوی حکام کو فیصل صالح حیات کی

غیر صالحانہ ''پیٹریاٹ ازم'' کا اچھی طرح علم ہوا اور اسی لئے انہوں نے ان کو قابلِ اعتبار نہ سمجھا ہو۔ اس لئے اس وقت تک ان کی اور ان کے سامان کی تلاشی لی جاتی رہی جب تک حکام کی تسلی نہ ہوگئی۔ اس واقعہ سے ہماری اور گوروں کی ایک دوسرے کے معاملہ میں ذہنیت کا اندازہ بھی کیا جا سکتا ہے۔ گوروں کے معاملہ میں ہمارا یہ حال ہے کہ اگر کوئی گورا چور رنگے ہاتھوں پکڑا جائے تو ہمارے خونخوار تھانوں کا کوئی بھی تھانے دار نہ صرف اس گورے چور کے لئے اپنی کرسی خالی کر دے گا بلکہ اس سے تفتیش بھی ایسے کرے گا جیسے اس کی منت سماجت کر رہا ہو۔ حضور فیض گنجور! چوری کرتے ہوئے آپ کو زیادہ مشقت تو نہیں اٹھانا پڑی؟ مالک مکان نے آپ کی شان میں کوئی بے ادبی تو نہیں کی؟

☆☆ عدالت میں داخل کی گئی اے۔ایس۔آئی کی تحریری رپورٹ کے مطابق بابری مسجد کے مقام پر مندر کے آثار ملے ہیں۔ (اخباری خبر)

☆☆ آرکیالوجیکل سروے آف انڈیا کی جو ٹیم بابری مسجد کے مقام پر تحقیقی کھدائی کا کام کر رہی تھی۔ اپنی اس کھدائی کے دوران اس کی جانب سے واضح طور پر اس قسم کے اشارے مل رہے تھے کہ بابری مسجد کے نیچے کوئی مندر نہیں مل رہا۔ بلکہ ان دنوں میں یہ بڑی اہم اور بنیادی خبر بھی آئی تھی کہ مسجد کے نیچے بہت ساری ہڈیاں ملی ہیں۔ وہ ہڈیاں کھائے جانے والے جانوروں کی تھیں، تب بھی ان کا تعلق غیر ہندو سے بنتا ہے اور اگر وہ انسانی ہڈیاں تھیں تب بھی کریا کرم کا عقیدہ رکھنے والوں کی ہڈیاں نہیں تھیں۔ لیکن اب تماشہ یہ ہوا ہے کہ کھدائی کے دوران مندر کے آثار نہ ملنے کا اظہار کرنے اور کھدائی کی میعاد میں بار بار توسیع لینے والی تحقیقی ٹیم نے حکومتی دباؤ میں ایسے شواہد اپنی رپورٹ میں لکھ دیئے ہیں جنہیں وہاں دکھانا خود ان کے لئے ممکن نہیں ہے۔ مثلاً وہاں ایک ایسا ہال نما کمرہ بتایا گیا ہے جس کا سرے سے کوئی وجود نہیں ہے۔ دوسری طرف کھدائی کے دوران ملنے والی ہڈیوں کا ذکر ہی نہیں ہو رہا۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ رپورٹ بھی برسراقتدار سیاستدانوں کی سیاست کی بھینٹ چڑھا دی گئی ہے۔ جہاں ایک دن پہلے سی بی آئی ایڈوانی جیسے لوگوں کو بابری مسجد کی شہادت میں ملوث بتا رہی ہو اور اگلے دن اس سے مکر جائے وہاں غیر جانبدار تحقیق و تفتیش کی کیا توقع کی جا سکتی ہے۔ خدا بھارت کو ہر طرح کے فرقہ پرستوں سے بچائے جو سیکولر آئین اور مشترکہ تہذیبوں کا گہوارہ ہونے کے دعویدار انڈیا کی شناخت کو برباد کرنے پر تل گئے ہیں۔

☆☆ ممبئی میں ہولناک بم دھماکے۔ ۶۷ سے زائد انسان ہلاک۔ سینکڑوں زخمی۔ تحقیقاتی ایجنسیوں نے تحقیق شروع کر دی۔ ایل کے ایڈوانی کی جانب سے پاکستان کو ملوث کرنے کی کوشش اور شیخ رشید کا سخت ردعمل۔ تحقیق میں اسرائیل کی جانب سے پیشکش کا انوکھا ڈرامہ۔ (خبروں کا خلاصہ)

☆☆ ممبئی میں ہونے والے ہولناک بم دھماکوں سے جو انسانی جانیں ضائع ہوئی ہیں وہ المناک سانحہ ہے۔ تاہم اس دوران ایل کے ایڈوانی نے کسی تحقیقاتی ایجنسی کی رپورٹ کا انتظار کئے بغیر فوری طور پر ایسے بیانات دینا شروع کر دیئے جن کا مقصد پاکستان کو اس دھماکے میں ملوث کرنا تھا۔ اس پر پاکستان کے وزیر اطلاعات نے شدید ردعمل کا اظہار کیا ہے۔ انہوں نے کہا کہ پاکستان میں کوئٹہ میں نمازیوں پر حملہ میں پچاس سے زیادہ جانیں گئی تھیں اس کے باوجود ہم نے فوری طور پر بھارت کو اس میں ملوث کرنے سے گریز کیا تھا اور تحقیقاتی رپورٹس کا انتظار کرنے کو ترجیح دی تھی۔ بھارت کو بھی ایسا ہی بالغ نظر موقف اختیار کرنا چاہئے۔ ایڈوانی جی اگر اپنی انتہا پسند ساکھ کو برقرار رکھنے کے لئے ایسے بیانات دیتے ہیں تو اسے ان کی سیاسی مجبوری سمجھا جا سکتا ہے ویسے الزام تراشی سے گریز کر کے دوستی کی طرف پیش رفت ہونی چاہئے۔ ہاں اگر آپ کے اپنے تحقیقاتی ادارے پاکستان کے ملوث ہونے کی بات کریں تو پھر مسئلہ پر حقائق کی بنیاد پر غور کیا جا سکتا ہے۔ اس سارے انسانی المیہ کے ساتھ مزید کھلواڑ یہ ہونے لگا ہے کہ اسرائیل نے بھارت کو پیش کش کر دی ہے کہ وہ ان بم دھماکوں میں ملوث افراد کو بے نقاب کرنے کے لئے تحقیق کرنے کو تیار ہے۔ یہودی لابی کا اس دھماکے میں اس حد تک دلچسپی لینا بہت سے سوالات کو جنم دے رہا ہے۔ نائن الیون سے لے کر اب تک کے بہت سے تماشوں میں اسرائیلی اور یہودی کردار بہت معنی خیز رہا ہے۔

☆☆ پاکستان اور انڈیا کے مابین فضائی رابطے بحال کرنے کے سلسلہ میں ہونے والی میٹنگ ناکام ہوگئی۔ اگلی میٹنگ اب نومبر میں ہوگی۔ (اخباری رپورٹ)

☆☆ بھارت نے عین اس وقت پاکستان پر شدید سفارتی اور فوجی دباؤ بڑھا دیا تھا جب پاکستان کو امریکہ کی نام نہاد دہشت گردی کے خلاف جنگ میں افغانستان کی طرف پوری توجہ کرنا پڑی تھی۔ تب انڈیا نے امریکی اشارے پر سہی، پاکستان پر دباؤ بڑھانے کے مختلف اقدامات کے ساتھ پاکستان سے سڑک،

ریل اور فضائی سارے رابطے از خود منقطع کر لئے تھے۔اب جب پاکستان کے ساتھ انڈیا کو دوستی کیلئے باہر سے مجبور کیا جا رہا ہے تو انڈیا پھر سے رابطے بحال کرنے لگا ہے۔بس سروس بحال ہو چکی۔ٹرین سروس کی بحالی کو بھارت نے فضائی رابطوں کی بحالی کے ساتھ مشروط کیا تھا۔اب پاکستان نے فضائی سروس کی بحالی کو کسی ایسے فیصلے سے مشروط کر دیا ہے کہ آئندہ کوئی ملک از خود ان رابطوں کو ختم نہ کر سکے۔اصولی طور پر پاکستان کی بات درست ہے اور انڈیا کو اندازہ ہو چکا ہے کہ فضائی پابندیوں کا اسے بہت زیادہ مالی نقصان اٹھانا پڑ رہا ہے۔ضرورت اس امر کی ہے کہ انڈیا بے جا پابندیوں کے سلسلے میں اپنے سابقہ رویے کا جائزہ لے اور یہ طے کرے کہ آئیندہ کسی غیر ملکی کے ہاتھوں میں کھلونا نہیں بننا۔انڈیا اور پاکستان کا اپنے معاملات آپس میں ہی طے کرنا بہتر ہے۔

☆☆ سب اپنا ذہن صاف کر لیں ایل۔ایف۔او آئین کا حصہ ہے۔صدر پرویز مشرف نے ایل۔ایف۔او، پر بہت لچک دکھا دی۔اب اپوزیشن بھی لچک دکھائے۔

(وفاقی وزیر اطلاعات شیخ رشید کا فرمان)

☆☆ جنرل پرویز مشرف نے ایل ایف او، پر کیا لچک دکھائی ہے؟ پہلے دن سے لے کر آج تک یہی جرنیلی حکم سنایا ہے کہ ایل ایف او آئین کا حصہ ہے۔اس جرنیلی حکمنامے میں کونسی لچک ہے؟ شیخ رشید اس کی نشاندہی فرما دیں تو مہربانی ہوگی۔افسوس یہ ہے کہ جنرل پرویز مشرف ایسے خوشامدیوں میں گھر کر رہ گئے ہیں۔جنرل ضیاع الحق پاکستان کو سب سے زیادہ نقصان پہنچانے والا فوجی حکمران تھا لیکن اس نے بھی اپنے احکامات کو اسمبلی سے منظور کرا کے انہیں آئین کا حصہ بنایا تھا۔جنرل پرویز مشرف کو بھی کم از کم ویسا انداز کر لینا چاہئے تھا۔وگرنہ وہ بے شک دس سال حکومت کر لیں یا بیس سال حکومت کر لیں۔آئینی حوالے سے ان کا موجودہ کردار انہیں داغدار رکھے گا۔کاش وہ اپنے خوشامدیوں کے موجودہ حصار سے نکل آئیں ورنہ اس ملک کا اللہ ہی حافظ ہے!

☆☆ ''وزیر اعظم شاستری کے جنازے میں پبلک کے ہجوم کو کنٹرول کرتے ہوئے جب ایک وزیر نے ایک جرنیل کو دیکھا تو اسے بلا کر کہا: یہ آپ کا نہیں پولیس کا کام ہے۔آپ یہاں سے چلے جائیں''

(عبدالقادر حسن کے کالم ''غیر سیاسی باتیں''۔جنگ انٹرنیٹ ایڈیشن ۲۹ راگست ۲۰۰۳ء سے اقتباس)

☆☆ کاش پاکستان میں بھی ایک دو ایسے وزیر ہوتے جو فوجی جرنیلوں کو بتا سکتے کہ حکومتی اور انتظامی امور آپ کے کام نہیں ہیں۔اور ایسے وزیر خود واقعتاً حکومتی کام خوش اسلوبی سے سرانجام دینے والے ہوتے۔

یہاں تو آوے کا آوا ہی بگڑا ہوا ہے۔سویلین ہو یا فوجی جو ایک بار اقتدار میں آ گیا پھر اس کے ہاتھوں اس کے مخالفین میں سے شاید ہی کوئی بچ سکا ہو۔اور وہ خود پاکستان کا اصلی تے وڈا محافظ بن کر کرسیٔ اقتدار سے چپک کر رہ گیا۔شاید اسی لئے ہمارے حکمران فوجی ہوں، بیوروکریسی والے ہوں یا عوامی ہوں، بیشتر حکمران بے عزت اور ذلیل ہو کر اقتدار سے الگ ہوئے۔عزت کے ساتھ اقتدار چھوڑنا کسی کو پسند نہیں آیا۔ہمارے پسندیدہ جنرل پرویز مشرف نے قوم کے ساتھ جو کرنا تھا، آئین کے ساتھ جو کرنا تھا وہ سب تو دیکھ لیا اور سمجھ بھی لیا۔اب دیکھنا یہ ہے کہ وہ خود اپنے ساتھ کیا کرتے ہیں؟

☆☆ نجف میں خوفناک کار بم دھماکہ ممتاز شیعہ عالم آیت اللہ باقر الحکیم سمیت شہید ہونے والوں کی تعداد ۱۲۵ ہو گئی۔ (اخباری خبر)

☆☆ باقر الحکیم اس وقت عراق میں امریکہ کے لئے بظاہر مسئلہ نہیں بنے ہوئے تھے۔اس کے باوجود ایسا لگتا ہے یہ دھماکہ خاص طور پر باقر الحکیم کو نشانہ بنانے کے لئے کرایا گیا ہے۔احمد شلابی سے بیان دلوایا گیا ہے کہ یہ دھماکہ صدام حسین کے ایما پر کرایا گیا ہے۔لیکن شواہد تو یہی بتاتے ہیں کہ یہ عراق پر جارح حملہ آور قوتوں کی سازش تھی۔مقصد شیعہ سنی اختلاف کو ابھارنا تھا۔یہ مقصد پورا نہیں ہو سکا۔ایسی دہری سازشوں کے باوجود عراق میں امریکہ کے مسائل کم نہیں ہوں گے۔مزید بڑھیں گے۔

☆☆ ۲۰۱۴ء میں زمین کے فنا ہو جانے کا خطرہ۔(برطانوی ماہرین فلکیات کا انکشاف)

☆☆ برطانوی ماہرین فلکیات نے انکشاف کیا ہے کہ خلا میں ایک ایسی چٹان دیکھی گئی ہے جو مارچ ۲۰۱۴ء تک زمین سے ٹکرا کر یہاں قیامت برپا کر سکتی ہے۔اس چٹان کو ''۲۰۰۳ کیو کیو ۴۷'' کا نام دیا گیا ہے۔اس کا وزن دو ارب ساٹھ کروڑ ٹن بتایا جا رہا ہے۔ایٹم بم کے مقابلہ میں اس کا تباہ کن اثر کئی لاکھ گنا زیادہ ہوگا۔اس چٹان کی رفتار زمین سے ٹکراتے وقت ۷۵ ہزار میل فی گھنٹہ ہوگی۔ابھی تک یہ نہیں اندازہ

کیا جاسکا کہ یہ زمین کے کس حصے سے ٹکرائے گی۔ میری ذاتی رائے یہ ہے کہ اگر واقعی ایسا کچھ ہوا تو یہ چٹان صرف امریکہ کے وائٹ ہاؤس اور پینٹا گون کی طاقت کے مراکز پر گرے گی۔ ۲۰۱۴ء تک امریکہ کو مہلت ہے کہ وہ عالمی سطح پر اپنی فرعونیت اور نمرودیت سے باز آ جائے۔ ویسے اس ساری خبر کا سب سے دلچسپ پہلو یہ ہے کہ اس چٹان کے زمین سے ٹکرانے کا چانس ایک فیصد نہیں بلکہ نو لاکھ میں سے ایک ہے اس کا مطلب ہے امریکہ کو کچھ نہیں ہوگا اور امریکی حکمرانوں کی موجودہ حرکتیں جاری رہیں گی۔

☆☆ بعد کی خبروں کے مطابق مذکورہ چٹان نے زمین سے اپنا رُخ تبدیل کرلیا ہے۔ لیکن اس چٹان کا کیا اعتبار کب پھر اسی طرف رُخ کرلے۔ جو کچھ فلک دکھائے سو ناچار دیکھنا

☆☆ **ایل ایف او آئین کا حصہ بن چکا ہے، آئین کا تحفظ اور اس کی پاسداری عدلیہ کی ذمہ داری ہے۔ عدلیہ یہ ذمہ داری پوری کرتی رہے گی۔**

(لاہور ہائی کورٹ کے چیف جسٹس افتخار حسین چوہدری)

☆☆ ایل۔ ایف۔ او کس بنیاد پر آئین کا حصہ بن چکا ہے؟ چوہدری افتخار حسین صاحب نے اس آئینی نکتے کو بھی واضح کر دیا ہوتا۔ افتخار حسین چوہدری صاحب کا بیان پڑھ کر یہ نہیں لگتا کہ موصوف ہائی کورٹ کے چیف جسٹس ہیں بلکہ ایسے لگتا ہے جیسے چوہدری شجاعت حسین کے قریبی عزیز ہیں۔ چوہدری افتخار حسین صاحب کو یاد ہوگا کہ ایک چیف جسٹس قاضی شریح بھی ہوتا تھا۔ عقلمند کے لئے اشارہ کافی ہے!

☆☆ **جنرل پرویز مشرف نے سندھیوں کی تذلیل کا موقعہ غنیمت جانا ہے۔۔۔۔ تعجب ہے کہ سندھیوں کو کس جانب دھکیلا جا رہا ہے۔ اللہ ملک کو قائم و دائم رکھے۔ ایسی باتیں نہ جانے کیا رنگ دکھائیں گی۔ (پیپلز پارٹی کی رکن سندھ اسمبلی فرحین مغل کے خط سے اقتباس۔ بحوالہ کالم ''حرفِ تمنا'' مطبوعہ جنگ انٹرنیٹ ایڈیشن ۴ر ستمبر ۲۰۰۳ء)**

☆☆ یہ خط سندھیوں کے دلی غم و غصہ کا عکاس ہے۔ حقیقت یہ ہے مجموعی طور پر ہمارے ارباب اقتدار نے سندھ اور سندھیوں کے ساتھ بہت ناجائز زیادتیاں کی ہیں۔ ذوالفقار علی بھٹو کا عدالتی قتل فوجی ٹولے اور عدالت کے پنجابی ججوں کی ملی بھگت سے ہوا۔ غیر پنجابی ججوں نے بھٹو کو بری کیا اور پنجابی ججوں نے جنرل ضیاع الحق کے حکم کے مطابق بھٹو کو سزائے موت سنائی۔ اس کے برعکس جب ایک پنجابی وزیر اعظم (نواز

شریف) کی بات آئی تو اسے سزا دینے کی بجائے ملک بدر کر دیا گیا اور اب واپسی کی گنجائشیں بھی نکالی جا رہی ہیں۔ آصف زرداری کتنے مقدموں سے بری ہو کر بھی ضمانت پر رہائی کے حق سے محروم ہیں۔ ان پر جتنی کرپشن کے الزام ہیں اس سے زیادہ کرپشن خود وہ لوگ کر چکے ہیں اور کر رہے ہیں جو زرداری کی قید کے ذمہ دار ہیں۔ سندھی زرداری قتل کے کئی مقدمات سے باعزت بری ہو کر بھی قید میں ہیں اور اہل زبان کے عشرت العباد قتل اور دہشت گردی کے کسی مقدمے سے عدالتی طور پر بری ہوئے بغیر برطانیہ سے بلا کر سندھ کے گورنر بنائے جا چکے ہیں۔ اس کے باوجود سندھیوں نے بے نظیر کی قیادت میں آج تک وفاق پاکستان کی بات کی ہے۔ قاتلوں، لٹیروں اور چوروں رسہ گیروں کو حکومتی عہدے دینے والے اور بے نظیر اور آصف زرداری کے ساتھ متضاد سلوک کرنے والے فوجی حکمران کیا ان لوگوں کو اسی بات کی سزا دینا چاہتے ہیں کہ وہ ابھی تک وفاق کی بات کیوں کر رہی ہیں؟ کیا انہیں اسی طرف دھکیلا جا رہا ہے کہ وہ سندھ کو پاکستان سے الگ کرانے والوں کا کام آسان کریں؟

☆☆ **ہم نے طالبان کی کمر توڑ دی ہے۔ (پاکستانی وفاقی وزیر اطلاعات شیخ رشید کا بیان)**

☆☆ **طالبان کی مزاحمت بہت زیادہ بڑھ گئی ہے (افغان وزیر خارجہ عبداللہ عبداللہ کا بیان)**

☆☆ افغانستان میں طالبان کے خلاف سرگرم دو اہم افراد کے بیان آپس میں ٹکرا رہے ہیں۔ اس پر ہم کیا تبصرہ کر سکتے ہیں۔ البتہ شیخ رشید نے کمر توڑنے کی بات کی تو اس سے دھیان خوامخواہ ''دردِ کمر'' کی طرف چلا گیا۔ اگرچہ شیخ رشید ابھی تک غیر شادی شدہ ہیں لیکن اس عمر تک پہنچتے پہنچتے انہیں ''دردِ کمر'' کا خاصا تجربہ ہو چکا ہے۔ تجربہ کی اس بات سے اب میرا دھیان امریکہ میں مقیم ایک ''شاعرہ'' کی طرف جا رہا ہے۔ جو ہیں تو ایسی کہ لوگ دردِ دل اور دردِ جگر میں مبتلا ہو جائیں۔ لیکن وہ اتنی فراخدل ہیں کہ دردِ دل اور دردِ جگر میں مبتلا ہونے کی خواہش رکھنے والوں کو فوراً ''دردِ کمر'' عطا کر دیتی ہیں۔ گویا نتائج کے اعتبار سے ان کے ساتھ کچھ ویسا سلوک کرتی ہیں جیسا بقول شیخ رشید انہوں نے طالبان کے ساتھ کیا ہے۔

☆☆

۲۰ رجب المرجب ۱۴۲۴ھ۔۔ ۱۸ ستمبر ۲۰۰۳ء

☆☆ **گیارہ ستمبر ۲۰۰۳ء کو نائن الیون کے سانحہ کی یاد منائی گئی۔ (میڈیا رپورٹس)**

☆☆ اس سانحہ کے حوالے سے ابھی تک امریکی حکام اور خفیہ ادارے ایسا کوئی مواد سامنے نہیں لا سکے

جس سے امریکی عدالتیں ان لوگوں کو مجرم مان لیں جن کو دو سال سے امریکی میڈیا اس سانحہ کا مجرم قرار دیتا آ رہا ہے۔ یہ بہت بڑا المیہ ہے اور امریکی عدل وانصاف کے دامن پر خونی دھبہ ہے۔ کیونکہ اسی سانحہ کی آڑ لیکر افغانستان اور عراق پر حملوں کا کھیل شروع ہوا ہے اور ابھی یہ شیطانی کھیل رُکنے کا نام نہیں لے رہا۔ بلکہ اس کھیل کے کھلاڑی عالمی ڈریکولا کا روپ اختیار کر چکے ہیں۔ بہت سے سوال ہیں جن کے جواب ابھی تک امریکی اتھارٹیز کی طرف سے نہیں دیئے جا سکے۔ ایسے سوال جن سے ورلڈ ٹریڈ سنٹر کی عمارتوں پر حملہ کرنیوالے امریکہ اور اسرائیل کے اندر سے برآمد ہو جاتے ہیں۔

☆☆ دنیا کو درپیش بحران کا سبب عدل کا فقدان ہے۔

(تحریک نفاذ فقہ جعفریہ پاکستان کے سربراہ کا بیان)

☆☆ آغا سید حامد علی شاہ موسوی سربراہ تحریک نفاذ فقہ جعفریہ پاکستان نے مرض کی تشخیص تو بالکل درست کی ہے۔ المیہ یہ ہے کہ سماجی سطح پر سب سے زیادہ عدل کا فقدان مسلمان معاشروں میں پایا جاتا ہے۔ اس وقت امریکہ کی زیر قیادت جو عالمی دہشت گردی ہو رہی ہے، اور اس میں انصاف کا جو خون ہو رہا ہے وہ سب ظلم ہے۔ اس کے باوجود ان ممالک میں دیکھا جائے تو اندرونی طور پر عدل وانصاف کا پورا انظام انہوں نے رائج کر رکھا ہے۔ ملکی قانون کے مطابق جو فیصلہ ہوگا عمومی طور پر شفاف ہوگا۔ ان کے برعکس مسلمان کہلانے والے تمام معاشروں میں اپنوں پر ہی ظلم، اور ناانصافیوں کی حد ہوگئی ہے۔ عدل کا جو فقدان اس وقت مسلمان کہلانے والے معاشروں اور مسلمان کہلانے والی تنظیموں کے اپنے اندرونی دائروں میں ہے وہ از حد تکلیف دہ اور شرمندہ کرنے والا ہے۔ اسی لئے کبھی کبھی خیال آتا ہے کہ اس وقت عالمِ اسلام پر جو ''امریکی عذاب'' آیا ہوا ہے کہیں یہ خدا کی طرف سے مسلمانوں کو عدل وانصاف سے منہ پھیر لینے کی سزا تو نہیں مل رہی؟

☆☆ سعودی شہزادہ اور ولی عہد پرنس عبداللہ کا دورۂ روس۔ (اخباری خبر)

☆☆ آدھی صدی سے زیادہ عرصہ تک سعودی عرب اور اس کے زیر اثر ممالک نے سابق سوویت یونین سے نہ صرف تعلقات استوار نہیں کئے بلکہ ''سوویت یونین مخالف امریکی خواہشات'' کی تکمیل کے لئے امریکہ کے ہاتھوں فخریہ طور پر ''ٹشو پیپر'' کی طرح استعمال ہوتے رہے۔ (یہ ٹشو پیپر میں نے احتراماً لکھ دیا

ہے۔ عملاً جس طرح سعودی عرب اور دوسرے اسلامی ممالک امریکہ کے ہاتھوں استعمال ہوئے ہیں اس کے لئے استعمال ہونے والی ایک اور چیز کا نام زیادہ مناسب ہے لیکن قلم اور تہذیب اس کی اجازت نہیں دیتے، اس لئے ٹشو پیپر سے ہی کام چلا رہا ہوں)۔ آج جب امریکہ مسلمانوں کے ذریعے سوویت یونین کو توڑ کر خود اسلامی ممالک کے خلاف ہی دہشت گردی پر اتر آیا ہے تو اب سعودی عرب کے شہزادوں کو روس کی یاد آ گئی ہے۔ ہماری پاک فوج کے اعلیٰ افراد بھی اب روس کے چکر لگانے لگ گئے ہیں۔ شہزادہ عبداللہ اور پرویز مشرف سے ملتے وقت روسی قیادت دل ہی دل میں کہہ رہی ہوگی۔ ے

کی مِرے قتل کے بعد اس نے جفا سے توبہ
ہائے اس زود پشیماں کا پشیماں ہونا

اِدھر ہمارے جنرل پرویز مشرف اور شہزادہ عبداللہ جیسے قائدین میں سے ہر قائد روسی قائدین سے ملتے ہوئے دل ہی دل میں کہتا ہوگا ے

خود بھی اجڑ گیا ہوں میں تجھ کو اجاڑ کر

☆☆ کشمیر کی حریت کانفرنس میں پھوٹ تیرہ جماعتوں نے عباس انصاری کو چیئرمین شپ سے ہٹا دیا۔ (اخباری خبر)

☆☆ یہ بہت ہی افسوسناک خبر ہے۔ لگتا ہے انڈیا کے جو مقرر کردہ افراد کشمیری رہنماؤں کے ساتھ مذاکرات اور ملاقاتوں کا سلسلہ جاری رکھے ہوئے تھے ان کا مقصد کشمیریوں کے مطالبات پورے کرنا نہیں تھا بلکہ کشمیریوں میں پھوٹ ڈلوانا تھا۔ انڈیا کی یہ پالیسی وقتی فائدے کی حد تک تو شاید کام کر جائے لیکن مستقل امن کے قیام کا مقصد اس سے حاصل نہیں ہو سکے گا۔

☆☆ پاکستان میں ہندوستان کے ہائی کمشنر کی چارسدہ میں خان عبدالولی خان سے ملاقات۔ انڈیا کے دورے کی دعوت۔ پردھان منتری واجپائی سمیت اہم ملکی رہنماؤں سے ملاقات کا پروگرام۔ (اخباری خبر)

☆☆ خان عبدالولی خان کے ساتھ نئے ہندوستانی ہائی کمشنر کی ملاقات پر ہمیں کوئی اعتراض نہیں

ہے۔ پاکستان کے وہ تمام دینی اور سیاسی عناصر جو ماضی میں کانگریس کے حلیف رہے ہیں، ان کے ذریعے حالات کو بہتر بنانے کی کوئی صورت نکلتی ہے تو ضرور نکالنی چاہئے۔ تاہم یہ عجیب بات ہے کہ جنرل پرویز مشرف اور ان کی حکومت کے لوگ بار بار ملاقات کی درخواست کئے جا رہے ہیں اور ہندوستانی حکومت اس درخواست پر ذرا غور نہیں کر رہی جبکہ سابقہ کانگریس نواز علماء اور سیاسی شخصیات کو بڑے پیمانے پر ''ملاقات کا شرف'' بخشا جا رہا ہے۔ کہیں ہندوستانی حکومت حریت کانفرنس کی طرح پاکستان میں بھی ایسی کوئی گیم تو نہیں کھیل رہی؟

☆☆ **اگر امریکہ نے سعودی شاہی خاندان سے منہ موڑ لیا تو اس ملک میں طالبان جیسا نظام جگہ لے سکتا ہے۔ (سعودی عرب میں امریکی سفیر رابرٹ جارڈن کا بیان)**

☆☆ طالبان کا نظام کئی لحاظ سے پہلے ہی سعودی عرب میں رائج ہے۔ امریکہ کی نظر میں طالبان کا اصل قصور یہ تھا کہ انہوں نے امریکی خواہشات کے سامنے سرِ تسلیم خم نہیں کیا تھا۔ وگرنہ فقہ کے نفاذ کی حد تک تو طالبان اور سعودی عرب میں زیادہ فرق نہیں تھا۔ غالباً امریکی سفیر یہ کہنا چاہتے تھے کہ اگر سعودی خاندان سے منہ موڑا گیا تو وہاں امریکہ کے خلاف سخت موقف رکھنے والے حلقے آگے آ جائیں گے۔ اس میں کوئی شک نہیں کیونکہ امریکہ کی موجودہ انتظامیہ نے اپنی جارحانہ اور انسانیت سوز کارروائیوں سے سعودی عرب سمیت دنیا بھر میں ایسے لوگوں کی تعداد میں اضافہ کر دیا ہے جو امریکہ سے شدید نفرت کرتے ہیں۔ موجودہ امریکی انتظامیہ نے تیل کی ہوس میں جو کچھ بویا تھا ویسا ہی اس کا پھل سامنے آ رہا ہے۔

☆☆ **میکسیکو کے شہر کینکن میں عالمگیریت کے خلاف مظاہرین نے برہنہ ہو کر مظاہرہ کیا۔ (اخباری خبر)**

☆☆ یہ عجیب بات ہے کہ WTO میں شمولیت کے معاملے میں تیسری دنیا کے ممالک میں امریکہ نواز عناصر تو بیتاب ہوئے جا رہے ہیں اور پڑھے لکھے ترقی یافتہ ممالک کے عام عوام اسے انسانیت سوز قرار دے رہے ہیں۔ کینکن میں سڑکوں پر تو مارچ کیا گیا اور ساحل پر عریاں ہو کر مظاہرہ کیا گیا۔ اس سے قبل جب بُش جونیئر کی جارحانہ سرگرمیوں کے خلاف دنیا بھر میں مظاہرے ہو رہے تھے تب ایک جلوس میں ایک بڑا حلقہ برہنہ خواتین و حضرات کا چل رہا تھا۔ غالباً اسطرح مغربی دنیا کے عوام صدر بُش کو بتا رہے

ہیں کہ اگر تم اپنے عزائم میں ننگے ہو کر سامنے آ گئے ہو تو یہ لو ہم ویسے ہی برہنہ ہو جاتے ہیں۔

☆☆ **اسرائیلی وزیر اعظم ایریل شیرون کا دورۂ بھارت۔۔سرکاری سطح پر خیر مقدم۔عوامی سطح پر مخالفت میں شدید مظاہرے۔ (اخباری رپورٹس)**

☆☆ انتہا پسند یہودی ایریل شیرون کو انتہا پسند ہندو ایڈوانی اور واجپائی کے ہمنواؤں نے بھارت میں خوش آمدید کہا ہے۔ انتہا پسند یہودی اور انتہا پسند ہندوؤں کے اس میل پر انتہا پسند عیسائی جارج ڈبلیو بُش نے خوشی کا اظہار کیا ہے۔ لیکن انڈیا کے مسلمانوں کے علاوہ ہندوؤں کی ایک بڑی تعداد نے ایریل شیرون کی آمد پر شدید غصہ اور نفرت کا اظہار کیا ہے۔ اس سلسلے میں ملک بھر میں متعدد جلوس نکالے گئے۔ دہلی میں جب انتہا پسند اور دہشت گرد یہودی ایریل شیرون کو گارڈ آف آنر دیا جا رہا تھا، وہیں باہر عوام کا جلوس ''فلسطینیوں کے قاتل واپس جاؤ'' کے نعروں سے اسے اس کا اصل چہرہ دکھا رہا تھا۔ بائیں بازو کے سیاستدانوں نے اس موقعہ پر ایریل شیرون کو ''جنگی مجرم'' قرار دیا۔

☆☆ **پاکستان اور بھارت کا ایک دوسرے کو ایٹمی ہتھیاروں سے مرعوب کرنے کا وقت گزر چکا ہے۔ (جنرل پرویز مشرف کا ایک روسی اخبار کو انٹرویو)**

☆☆ یہ انٹرویو ایسے موقعہ پر آیا ہے جب اسرائیلی وزیر اعظم ہندوستان کے دورے پر ہے۔ انڈیا کی بی جے پی حکومت نہ صرف اسرائیل سے جدید تر اسلحہ خریدنے کے معاہدے کر رہی ہے بلکہ میزائل شکن نظام بھی لے رہی ہے۔ ایسی فضا میں جنرل صاحب کا یہ بیان کچھ جچ نہیں رہا۔ اس سے بہتر تھا کہ وہ ایل ایف او کے حق میں کوئی آئینی لطیفہ قسم کا بیان دے دیتے۔ پاکستانی عوام کو تھوڑا سا ہنسنے اور تھوڑا سا رونے کا موقعہ مل جاتا۔

☆☆ **ایشیائی نیٹو قائم ہوگی۔ بھارت کا کردار بنیادی ہوگا۔ (واشنگٹن کی امریکی فارن پالیسی کے نائب صدر کا بیان)**

☆☆ یہ بظاہر ایک معمولی سی خبر ہے لیکن حقیقتاً جنوبی ایشیا کے امن کو غارت کرنے کا گھناؤنا امریکی منصوبہ ہے۔ امریکہ جو ابھی تک یورپی یونین کے وجود کو دل سے قبول نہیں کر سکا اور اس کی شکست وریخت

کے لئے سازشوں میں مصروف رہتا ہے،اس نے سارک یونین کے موثر ہونے سے پہلے ہی جنوبی ایشیا میں اس خواب کو پورا ہونے سے روکنے کے لئے سازش شروع کر دی ہے۔انڈیا کو ایشیائی نیٹو میں موثر کردار کا جھانسہ دے کر امن کی تباہی کا ایک نیا کھیل رچایا جانے والا ہے۔اگر انڈیا کے معتدل اور فہیم سیاستدانوں اور مقتدر حلقوں نے اس کی مزاحمت نہ کی اور انڈیا کے انتہا پسند ہندوؤں کو انتہا پسند یہودیوں اور انتہا پسند عیسائیوں کے ہاتھوں میں کھلونا بننے دیا گیا تو پھر جنوبی ایشیا کا (پورے انڈیا سمیت) جنوبی ایشیا کا مستقبل انتہائی تاریک ہونے والا ہے۔

☆☆ سویڈن کی وزیر خارجہ اینا لندھ پر ایک ڈیپارٹمنٹل سٹور میں قاتلانہ حملہ۔۔۔موت وحیات کی کشمکش کے بعد چل بسیں۔ **(اخباری خبر)**

☆☆ ویسے تو یہ اس لحاظ سے معمول کی خبر ہے کہ کسی پر قاتلانہ حملہ ہوا۔ضرب شدید تھی۔چند دن موت و حیات کی کشمکش رہی اور پھر موت آ گئی۔لیکن اس خبر کے اندر جو حیران کن اور مشعل راہ خبر ہے وہ یہ ہے کہ مسلمان حکمرانوں سے لے کر عام جاگیرداروں تک کی زندگی دیکھئے کیسے کیسے جری باڈی گارڈز ان کی حفاظت پر مامور ہیں۔اس کے باوجود ان سارے سیکیورٹی گارڈز میں گھرے ہوئے رہنماؤں کا ایمان ہے کہ خدا سب سے بڑا محافظ ہے اور جب موت کا وقت آئے گا تب کوئی اس سے بچ نہیں سکتا۔باڈی گارڈز تو صرف تدبیر کے طور پر رکھے گئے ہیں۔ظاہر ہے یہ تدبیر کا بہانہ اپنی دنیادارانہ سوچ پر پردہ ڈالنے کی کوشش ہے۔تاہم اگر ان عقائد کے لحاظ سے دیکھا جائے تو سویڈن کی وزیر خارجہ سے بڑا مسلمان کون ہو سکتا ہے کہ جو ڈیپارٹمنٹل سٹور میں خریداری کر رہی ہیں۔اور کوئی باڈی گارڈز کی فوج ان کے ساتھ نہیں ہے۔میں اس خاتون کی روح کے سکون کے لئے دعا کرتا ہوں جس کا کردار خدا پر توکل اور موت کے معین دن پر یقین کا زندہ ثبوت ہے۔جس کے اظہار کے لئے کسی بلند بانگ دعوے کی ضرورت نہیں ہے۔اس کے باوجود خدا پر توکل اور موت کے معین دن پر یقین رکھنے والے سارے مسلمان حکمران اور لیڈر اسی طرح اپنے اپنے دنیاوی حفاظتی گھیروں میں چھپے رہیں گے۔ان کے پاس سو بہانے ہیں۔ ؎

عقل عیار ہے سو بھیس بدل لیتی ہے۔

اینا لنڈھ سویڈن کی مقبول سیاستدان تھیں۔وہ حالیہ دنوں میں سویڈن میں یورپی یونین کی کرنسی (یورو) کو

رائج کرنے کے لئے مہم چلا رہی تھیں۔ان کی موت کے بعد سویڈن میں یہ مہم شکست سے دوچار ہو گئی ہے۔کہیں اس قتل میں یورپی یونین کے آزادانہ کردار سے دلی عناد رکھنے والے اور امریکی ڈالر کے مقابلہ میں طاقتور ہوتے ہوئے یورو سے خوف کھانے والے عناصر کا کوئی ہاتھ تو نہیں؟ یہ سوچنے والی بات ہے!

☆☆ مجھے پاک فوج کے عام سپاہی سے لے کر جنرل تک ہر کسی کا اعتماد حاصل ہے۔

(جنرل پرویز مشرف)

☆☆ بی بی سی ریڈیو کے ایک لائیو پروگرام میں جنرل پرویز مشرف نے یہ خوشکن اعلان کیا ہے۔اگر دوسرے تمام جرنیل پرویز مشرف صاحب کے لئے پوری طرح قابلِ اعتماد ہیں تو اس سے ملک میں جمہوریت کی بحالی کا کام کافی آسان ہو جائے گا۔وردی نہ اتارنے میں جنرل پرویز مشرف کی یہی مجبوری دکھائی دیتی تھی کہ پھر کوئی اور جرنیل ان پر کوئی الزام لگا کر انہیں برطرف نہ کر دے۔لیکن اگر سارے جرنیلوں پر پرویز مشرف صاحب کو اعتماد ہے تو پھر یہ ملک میں جمہوریت کی بحالی کے لئے نیک فال ہے۔جنرل پرویز مشرف کو اب فوجی وردی اتارنے میں کوئی ہچکچاہٹ نہیں ہونی چاہئے۔سارے جرنیل ان کے بھروسے کے لوگ ہیں۔لیکن کیا واقعی؟ یہ تو جنرل صاحب کا دل ہی بہتر جانتا ہوگا کہ انہیں اپنے ساتھی جرنیلوں پر کتنا اعتماد ہے۔آخر وہ خود بھی جرنیل ہیں۔

☆☆ پاکستان نے ایک بھی شخص امریکہ کے حوالے نہیں کیا۔

(وفاقی وزیر اطلاعات شیخ رشید کا فرمان)

☆☆ پشاور میں مسلم لیگ قاف کے ایک جلسہ سے خطاب کے دوران شیخ رشید نے یہ مزاحیہ بیان دیا ہے کہ پاکستان نے ایک بھی شخص کو امریکہ کے حوالے نہیں کیا۔ان کے بیان کی خوبی یہ ہے کہ اس کا پہلا تاثر مزاحیہ بیان کا ہے جبکہ اصل تاثر المناک ہے۔کیونکہ حقیقت یہی ہے کہ پاکستان نے ایک بھی شخص امریکہ کے حوالے نہیں کیا۔ایف۔بی۔آئی کے لوگ خود ہی اپنے مطلوبہ افراد کو پکڑتے ہیں اور اٹھا کر امریکہ کے مخصوص ٹھکانوں پر لے جاتے ہیں۔شیخ رشید کو تقریر کی روانی میں ایک سچ بولنے پر مبارکباد!
ویسے انہوں نے اسی تقریر میں ایک سچ اور بھی بولا ہے۔ان کے بقول اگر جنرل پرویز مشرف نہ ہوتے تو ساری مجلس عمل گوانٹانامو بے میں بند ہوتی۔۔۔۔یہ بالکل درست بات ہے۔لیکن اس سے پھر بے نظیر

بھٹو کی یہ بات سچ ثابت ہوتی ہے کہ پاکستانی جرنیل خود پاکستان کے مذہبی حلقوں کو طاقت میں لائے ہیں اور وہ انہیں اتنا طاقتور رکھنا چاہتے ہیں۔اسی لئے جنرل پرویز مشرف نے شیخ رشید کے قول کے مطابق علماء کو امریکہ سے بھی بچا رکھا ہے اور اندرون ملک سیاست میں بھی ان سے کام لے رہے ہیں۔

☆☆ **قیمتوں پر کنٹرول نہ ہونے کے باعث منرل واٹر کی قیمت ۲۴ روپے فی لیٹر تک پہنچ گئی۔**
(اخباری خبر)

☆☆ پاکستان سے آنے والی اس خبر کا اہم پہلو یہ ہے کہ وہاں دودھ اٹھارہ روپے لیٹر مل رہا ہے اور پانی ۲۴ روپے لیٹر ہو گیا ہے۔اب لوگ دودھ میں پانی نہیں ملائیں گے بلکہ پانی میں دودھ ملایا کریں گے۔اس ریٹ سے وہ زمانہ یاد آ گیا جب پاکستان میں پیاز کا بحران پیدا ہو گیا تھا۔بھارت اور ایران سے پیاز منگایا جا رہا تھا لیکن پیاز کی آمد سے پہلے تک کا نقشہ یہ تھا کہ ملک بھر میں سیب کے نرخ سے پیاز کے فی کلو نرخ بڑھ گئے تھے۔جنرل ضیاع الحق کے دور میں پیاز کی قیمت سیب سے بڑھ گئی تھی تو ہمارے فیورٹ جنرل پرویز مشرف کے دور میں پانی کی قیمت دودھ سے بڑھ گئی ہے۔

☆☆ **بھارتی صوبہ گجرات کی حکومت پر بالکل اعتماد نہیں ہے کہ وہ مسلم کش فسادات میں ملوث ہندو بلوائیوں کو انصاف کے کٹہرے میں لا کر سزا دے۔مسلمانوں کے قتلِ عام میں ملوث ہندوؤں کے خلاف گجرات حکومت کی کاروائی ایک دھوکہ ہے۔**
(بھارتی سپریم کورٹ کے چیف جسٹس دی این خارے کے ریمارکس)

☆☆ بیسٹ بیکری کیس میں احمد آباد میں بارہ مسلمانوں کو زندہ جلا دیا گیا تھا۔بیکری کے مالک کی بیٹی ظہیرہ شیخ اس ہولناک سانحہ کی چشم دید گواہ تھی۔لیکن گجرات کے وزیر اعلیٰ انتہا پسند جنونی ہندو نریندر مودی نے اس گواہ کو خطرناک انجام کی دھمکی دے کر بیان سے منحرف کرایا اور مقامی عدالت سے سارے قاتلوں کو باعزت بری کرا لیا۔اس ظلم کے خلاف بھارت کی انسانی حقوق کی ایک تنظیم نے قانونی امداد کی فراہمی کے ساتھ ظہیرہ شیخ کو تحفظ فراہم کیا تو ہائی کورٹ تک قاتلوں کو بچا لینے والے نریندر مودی سپریم کورٹ میں آ کر پھنس گئے۔اب چیف جسٹس نے اس کیس کو نئے سرے سے شروع کرتے ہوئے یہ حکم دیا ہے کہ عدالت کو بتایا جائے کہ ہائی کورٹ کی آنکھوں میں دھول جھونکنے والی اپیل کا مسودہ کس نے تیار کیا

تھا؟عدالت نے اس امر پر شدید افسوس ظاہر کیا کہ گزشتہ چالیس برسوں کے دوران ہوئے فرقہ وارانہ فسادات میں زیادہ تر فسادی سزا سے بچ جاتے رہے ہیں۔بھارتی سپریم کورٹ کے یہ ریمارکس اور موجودہ رویہ خاصا حوصلہ افزا ہے اور توقع کی جانی چاہئے کہ مظلوموں کو انصاف ملے گا ظالم اپنے انجام کو پہنچیں گے۔

☆☆ **اگر عراق میں امن و امان کی ذمہ داری اقوام متحدہ کے سپرد کر دی جائے بھارت تب بھی اپنی افواج عراق نہیں بھیجے گا۔بھارت نے عراق میں فوج بھیجنے کی امریکی درخواست ایک بار پھر رد کر دی۔** **(اخباری خبر)**

☆☆ بھارتی وزیر خارجہ یشونت سنہا نے ایک بار پھر دوٹوک لفظوں میں امریکی حکومت کی جانب سے کی گئی یہ درخواست رد کر دی ہے کہ بھارت عراق میں اپنی افواج بھیجے۔امریکہ عراق کی دلدل سے نکلنے کے لئے اب ہاتھ پاؤں مار رہا ہے۔اس معاملہ میں ابھی تک بھارتی حکومت کا طرزِ عمل نہ صرف قابلِ تعریف ہے بلکہ پاکستانیوں کے لئے قابلِ رشک اور لائقِ تقلید بھی ہے۔

☆☆ **ایل۔ایف۔او کو چور دروازے سے کبھی بھی آئین کا حصہ نہیں بننے دیں گے۔**
(نواز شریف کا بیان)

☆☆ یہ معصومانہ سا بیان ہے کیونکہ اس وقت اپوزیشن کی ساری جنگ اس بات پر ہو رہی ہے کہ ایل ایف او کو اگر آئین کا حصہ بنانا ہے تو پارلیمنٹ سے اس کی منظوری لے لیں تاکہ چور دروازے سے اسے آئین کا حصہ بنایا جا سکے،اُدھر جنرل پرویز مشرف اپنے مشیروں اور حواریوں کے مشوروں کی زد میں آئے ہوئے ہیں اور سرِ عام اسے آئین کا حصہ بنائے بیٹھے ہیں۔گویا مسئلہ یہ نہیں کہ ایل ایف او چور دروازے سے آ رہا ہے کیونکہ اس کے لئے تو کچھ لے دے کر سب ہی راضی ہو جائیں گے۔مسئلہ یہ ہے کہ آئین کو دن دہاڑے ڈاکے کی طرح ایل ایف او نے لوٹ لیا ہے۔چور دروازہ تو وہ تھا جب جنرل ضیاع الحق نے آئینی پیکیج پارلیمنٹ سے باہر طے کرا لیا تھا اور ان کے دور میں پیدا ہونے والے جرنیلی سیاستدانوں نے اسے باہر ہی قبول کر لیا تھا۔بہر حال یہ ہماری قومی تاریخ کے سیاسی اور عسکری المیے ہیں جن کا سارا عذاب آئین پر اور

غریب عوام پر ہی نازل ہوتا رہا ہے۔

☆☆ ارضِ مقدس میں رہتے ہوئے قسم کھائی ہے کہ ہم کسی بھی طور پر ملک پر غاصبانہ قبضہ کرنیوالے آمر کے ساتھ سمجھوتہ نہیں کریں گے۔(میاں نواز شریف کا ایک اور بیان)

☆☆ آج کل میاں نواز شریف کے بیانات کی بہار آئی ہوئی ہے۔اس بیان سے واضح نہیں کہ یہ صرف جنرل پرویز مشرف کے خلاف ہے یا تمام فوجی جرنیلوں کے بارے میں ہے۔جہاں تک جنرل پرویز مشرف کی آمد کا تعلق ہے،اس میں کوئی شک نہیں کہ جس طرح ان کی آمد اور میاں صاحب کی روانگی ہوئی ہے اس میں سراسر میاں صاحب کا قصور ہے۔بلکہ اس بنیاد پر تو جنرل پرویز مشرف کو لانے والے بھی وہی بنتے ہیں۔ایک سوال میاں نواز شریف سے پوچھنے کو دل کرتا ہے۔کیا آج جنرل جیلانی اور جنرل ضیاع الحق کا دور آجائے تو کیا پھر بھی اپنی قسم پر قائم رہیں گے؟ ویسے ایسی قسمیں کھا کر مکر جانے والوں کا انجام بہت برا ہوتا ہے۔افغان مجاہدین نے خانہ کعبہ میں بیٹھ کر صلح کی تھی اور وہیں بیٹھ کر تمام اختلافات ختم کرنے کے عہد کئے تھے۔لیکن مکہ سے کابل تک آتے آتے ہر قسم سے مکر گئے تھے۔کعبہ میں بیٹھ کر قسم کھا کر مکرنے کا انجام بہت بھیانک ہوتا ہے۔بس اتنا خیال رکھئے گا۔

☆☆ دورۂ امریکہ کے دوران جارج فرنانڈیس کی جامہ تلاشی۔(اخباری خبر)

☆☆ انگلینڈ میں پاکستانی وزیر داخلہ فیصل صالح حیات کی ائرپورٹ پر توہین آمیز تلاشی لئے جانے کے بعد اب امریکہ میں بھارتی وزیر دفاع جارج فرنانڈیس کی جامہ تلاشی لینے کی خبر آئی ہے۔جارج فرنانڈیس بھی ہمارے فیصل صالح حیات کی طرح مالی بدعنوانیوں کے کئی قسم کے اسکینڈلز میں ملوث ہیں۔ان پر پارلیمنٹ میں کفن چور کے آوازے کسے جا چکے ہیں۔ایسے شخص پر امریکی سیکیورٹی اہلکار شک کر رہے ہیں تو ان کا شک بجا ہے۔ویسے امریکہ اور برطانیہ کے ایسے توہین آمیز سلوک کے بعد برصغیر کے ممالک کو خاص طور پر سوچنا چاہئے کہ ان کی عافیت آپس میں مل جل کر رہنے میں ہے یا امریکہ کے ہاتھوں کھلونا بن کر لڑنے مرنے میں ہے۔جب امریکی مفادات کے لئے استعمال ہوتے ہوئے بھارتی وزیر دفاع کی یہ اوقات ہے تو پھر مطلب نکل جانے کے بعد امریکہ کیا کچھ نہیں کرے گا؟

☆☆ ہندوستان کے آخری مغل بادشاہ بہادر شاہ ظفر کے پوتے کی بیوہ کسمپرسی کی حالت میں۔ (اخباری خبر)

☆☆ بہادر شاہ ظفر کے پوتے بیدار بخت کی بیگم اور مغلیہ شاہی خاندان کی ایک نشانی سلطانہ بیگم کلکتہ میں انتہائی کسمپرسی اور بیچارگی کی زندگی بسر کر رہی ہیں۔خلیج ٹائمز کی رپورٹ کے مطابق شہزادہ بیدار بخت کو ان کی زندگی میں چار سو روپے ماہانہ وظیفہ ملتا تھا لیکن ان کی وفات کے بعد حکومت ہند نے وظیفہ بند کر دیا ہے۔اپنے چھ بچوں کا پیٹ پالنے کے لئے سلطانہ بیگم کو کلکتہ کے فٹ پاتھ پر چائے بیچنا پڑ رہی ہے۔کیا پاکستان اور ہندوستان سے باہر مغربی ممالک میں رہنے والے خوشحال مسلم خاندانوں میں سے کوئی ہے جو مغلیہ سلطنت کے آخری تاجدار کی اس آخری نشانی کی ایسی کفالت کا انتظام کر سکے جس سے یہ بے سروسامان خاندان عزت کی زندگی بسر کر سکے؟

☆☆

۵؍شعبان المعظم ۱۴۲۴ھ۔۔۔۴؍اکتوبر ۲۰۰۳ء

☆☆ بھارتی صوبہ گجرات میں پوٹا قانون کے تحت ۲۴۰ افراد کے خلاف مقدمات درج کئے گئے ہیں۔ان مقدمات میں ایک بھی ہندو شامل نہیں ہے۔ (اخباری رپورٹ)

☆☆ نیویارک ٹائمز میں پنکج مشرا کی شائع ہونے والی رپورٹ کے مطابق انتہا پسند ہندو نریندر مُوذی کی حکمرانی میں بھارتی صوبہ گجرات میں ۲۴۰ افراد کے خلاف بدنام زمانہ پوٹا قانون کے تحت مقدمات درج کئے گئے ہیں۔ان میں سے ۲۳۹ مقدمات مسلمانوں کے خلاف درج ہیں اور ایک مقدمہ ایک سکھ کے خلاف ہے۔پورے صوبہ گجرات میں ایک بھی ہندو ایسا نہیں ہے جو پوٹا کے تحت آتا ہو۔یہ وہی نریندرا مُوذی ہیں جنہوں نے اپنی زیر قیادت گجرات میں ہندوستانی تاریخ کے بدترین مسلم کش فساد کرائے اور کئی مسلمانوں کو زندہ جلوا دیا۔اقتدار کی طاقت کے بل پر سارے قاتلوں کو عدالت سے بچانے میں بھی کامیابی حاصل کر لی۔اتفاق ہے کہ سپریم کورٹ نے پہلی بار اس گھناؤنے شخص کے خلاف سخت ریمارکس دے کر دنیا کو اس کے بھیانک کردار کی مناسب طور پر نشاندہی کی ہے۔دیکھیں یہ شخص کب اپنے مظالم کی سزا پاتا ہے۔

☆☆ اردو دہشت گردوں کی زبان ہے،اسے ہندوستان میں کوئی مقام نہیں ملنا چاہئے۔

(ونئے کٹیار کا بیان)

☆☆یہ ونئے کٹیار بھارتیہ جنتا پارٹی کے صوبہ اتر پردیش کے صدر ہیں۔حکمران جماعت بی جے پی کے اس رہنما کی اس ہرزہ سرائی سے ان کے اندر کے زہر کا اندازہ کیا جا سکتا ہے۔دنیا میں جتنی بھی زبانیں ہیں وہ اظہار کا وسیلہ ہیں اور اصل زبانیں صرف دو ہیں۔محبت کی زبان اور نفرت کی زبان۔اردو کے خلاف ایسا زہریلا بیان دینے والے بی جے پی کے اس رہنما نے درحقیقت اپنا آپ ظاہر کیا ہے کہ وہ محبت کی نہیں نفرت کی زبان بولنے والے ہیں۔نصف صدی کی سیاست گری اور سازشوں کے باوجود اردو کی مٹھاس کا جادو تو آج بھی ہندوستان کے سر چڑھ کر بول رہا ہے۔خدا ایسے متعصب اور زہریلے لوگوں کو ہدایت دے۔

☆☆ امریکہ میں ازابیل نامی سمندری طوفان کی آمد۔چھ ریاستوں میں ہنگامی حالت کے نفاذ کا اعلان۔

☆☆ایک ماہ کے عرصہ میں پہلے امریکہ بجلی کے بحران سے دوچار ہوا۔ابھی تک یہ نہیں بتایا جا سکا کہ ان کے ایٹمی بجلی گھر یکا یک کیسے بند ہو گئے تھے۔کتنے علاقے تاریکی میں ڈوب گئے اور اب امریکہ کی متعدد ریاستیں شدید سمندری طوفان کی لپیٹ میں ہیں۔پہلے ہلے میں ہی دس لاکھ سے زائد گھر تاریکی میں ڈوب گئے۔میں نے اپنے ۲۵/اگست کے خبر نامہ میں لکھا تھا:

''امریکہ کو اگر بائبل میں مذکور فرعون پر آنے والے بڑے عذاب سے پہلے چھوٹے چھوٹے عذابوں کی تفصیل یاد ہو تو ابھی وقت ہے کہ فرعونیت سے باز آجائیں۔ورنہ یہ حقیقت ہے کہ امریکہ پر جب بھی خدائی عذاب آیا دنیا میں ایک آنکھ بھی نہیں ہوگی جو امریکہ کے دکھ میں اشکبار ہوگی۔بلکہ یہ امکان ہے کہ لوگ امریکہ پر آنے والے ایسے خدائی عذاب کو انسانیت کے لئے رحمت سمجھ کر اس پر خوشی کا اظہار کریں۔یہ صدر بش کی موجودہ فرعونی پالیسیوں کے نتیجہ میں پیدا ہونے والے دنیا بھر کے انسانی جذبات ہیں۔''

ویسے ایک بات سمجھ میں نہیں آتی کہ یہ امریکہ ہر عذاب کے بعد پہلے سے بڑھ کر بہتر نئی تعمیر کیسے کر لیتا ہے؟

☆☆ امریکا اور اس کے اتحادی جلد از جلد عراقیوں کو ان کا اقتدار منتقل کر دیں۔اس عمل کو اقوام متحدہ کی سربراہی میں انجام دیا جائے اور برسوں نہیں بلکہ چند مہینوں میں اسے مکمل کیا جائے۔

(فرانس اور جرمنی کا مشترکہ بیان)

☆☆فرانسیسی صدر ژاک شیراک اور جرمن چانسلر شروڈر نے برلن میں ایک مشترکہ اجلاس کے بعد یہ بیان دیا ہے۔اصولی طور پر یہ بہت مناسب اور معقول بات ہے۔اگر امریکہ کی بُش انتظامیہ واقعتاً عراق کے حالات سدھارنا چاہتی تھی اور واقعی ان کے عوام کو صدام حسین سے نجات دلانا چاہتی تھی تو اب اسے عراق سے اپنا بستر ا بوریا گول کرنا چاہئے۔لیکن بُش انتظامیہ کا ہر بہانہ اور ہر جواز ''آئل مافیا'' کی ''خوئے بد'' کے عین مطابق تھا۔اس لئے ظاہر ہے یہ آئل مافیا آسانی سے عراق سے نہیں نکلے گا۔اسے جب خدا کی طرف سے بھی مار پڑے گی اور عراقی عوام بھی امریکہ کو ایک نیا ویت نام دکھا دیں گے تب اس لالچی آئل مافیا کو اپنے عوام کی پھٹکار کے باعث عراق سے نکلنا پڑے گا۔اگر امریکہ وہاں سے ابھی آسانی سے نہیں نکلا تو پھر آخر کار بے عزت ہو کر نکلے گا۔خدا نے چاہا تو ایسا ہوگا۔

☆☆ جرمن وزیر خارجہ یوشیکا فیشر کی نمبر کے حساب سے چوتھی بیوی اور ویسے اپنی موجودہ بیوی سے باضابطہ علیحدگی ہو گئی۔پانچویں شادی کی تیاری مکمل۔ (اخباری خبر)

☆☆یوشیکا فیشر اپنی اچھی کارکردگی کے باعث ایک مقبول سیاستدان ہیں تاہم ان کی کارکردگی کا یہ رُخ پہلی بار سامنے آیا ہے کہ وہ اب تک چار شادیاں کر چکے ہیں۔ان کی موجودہ بیوی کے ساتھ حال ہی میں ان کی باقاعدہ علیحدگی ہو گئی ہے اور اب وہ پانچویں بیوی سے شادی کرنے جا رہے ہیں۔پانچویں شادی کے لئے تیاریاں مکمل ہو چکی ہیں۔شادیوں کے معاملہ میں ایسے لگتا ہے کہ یوشیکا فیشر ہمارے پاکستان کے غلام مصطفیٰ کھر کے ہم مسلک ہیں۔ان کا سکور تو کھر صاحب جتنا نہیں ہو سکتا پھر بھی ان کا اتنی زیادہ شادیاں کرنا خوشکن لگا۔میں کوشش کروں گا ان کی پانچویں شادی پر ان کو ویاگرا کا ایک منی پیکٹ تحفہ کے طور پر دے سکوں۔

اللہ کرے قوتِ باہ اور زیادہ !

☆☆ جیل میں رہتا تو مقبولیت بڑھتی، جنرل پرویز مشرف نے خوفزدہ ہوکر مجھے جلاوطن کیا۔ (نواز شریف کا بیان)

☆☆ میاں نواز شریف کی یہ بات بالکل درست ہے کہ اگر وہ جیل میں رہتے اور اس کی صعوبتیں خندہ پیشانی سے برداشت کرتے تو ان کی سیاسی مقبولیت میں اضافہ ہوتا۔لیکن ان کی یہ بات درست نہیں ہے کہ جنرل پرویز مشرف نے ان سے خوفزدہ ہوکر انہیں جلاوطن کیا ہے۔حقیقت یہ ہے کہ میاں نواز شریف جیل کی صعوبتوں سے خوفزدہ تھے۔اس حقیقت کا اظہار وہ مجید نظامی جیسے ممتاز اور ثقہ صحافی کے روبرو کر چکے ہیں۔یہ باتیں آن ریکارڈ موجود ہیں۔بے شک عوام کا حافظہ کمزور ہوتا ہے اور انہیں آسانی سے بے وقوف بنایا جا سکتا ہے لیکن اتنا کمزور حافظہ بھی نہیں ہوتا کہ کل کی بات کو لوگ آج بھول جائیں۔ہاں اس معاملہ میں زیادتی ہوئی ہے تو میاں شہباز شریف کے ساتھ ہوئی ہے۔وہ بخوشی جیل کی تکالیف برداشت کر رہے تھے اور جلاوطنی کے لئے تیار نہیں تھے لیکن خاندان کی جذباتی بلیک میلنگ کے باعث انہیں جلاوطن ہونا پڑا۔خدا آپ کو جلد وطن واپس لائے لیکن سچ اور جھوٹ کا فرق رہنے دیجئے۔

☆☆ وزیرِاعظم جمالی صدر کو باس کہتے ہیں۔حیرت کی بات ہے کہ چیف آف آرمی سٹاف وزیرِ اعظم کے باس ہیں۔(مسلم لیگ نون کے پارلیمانی لیڈر چودھری نثار علی خان کا بیان)

☆☆ دو باتوں میں کوئی اختلاف نہیں۔ایک یہ کہ بے نظیر بھٹو اور میاں نواز شریف سمیت سارے سیاسی رہنماؤں کی باعزت وطن واپسی ہونی چاہئے۔دوسری یہ کہ ملک میں سچ مچ کی جمہوریت بحال ہو اور عوام کے مسائل پارٹی بنیادوں پر نہیں بلکہ پاکستانی شہری ہونے کی بنیاد پر حل ہونے چاہئیں۔یہ نیک کام پہلے جمہوری ادوار میں بھی نہیں ہوئے اور اب بھی نہیں ہو رہے۔تاہم میاں نواز شریف کے ساتھی چودھری نثار علی کا وزیر اعظم جمالی پر یہ اعتراض غلط ہے کہ وہ چیف آف آرمی سٹاف کو باس کہتے ہیں۔ہمیں تو ابھی تک یاد ہے کہ میاں نواز شریف اپنے دور کے چیف آف آرمی سٹاف جنرل ضیاع الحق کے بیٹے بنے ہوئے تھے۔گویا تب کا چیف آف آرمی سٹاف ان کا سیاسی ''باپ'' تھا۔اگر ایک دور کی آمریت میں آپ نے چیف آف آرمی سٹاف کا بیٹا بننے والے کا ساتھ دینے میں عزت محسوس کی تھی تو اب جمالی صاحب کا موجودہ چیف آف آرمی سٹاف کا ماتحت بننے پر آپ کیوں معترض ہیں؟۔۔۔۔یوں بھی چیف آف آرمی سٹاف کو

''باپ'' ماننے کے مقابلہ میں ''باس'' ماننا بہر حال جمہوریت کی طرف کچھ پیش رفت ہے۔

☆☆ پان سپاری خریدیئے، اور بونس کے طور پر بوسے لیجئے۔وسطی چین میں تجارتی ترکیب ناکام ہوگئی۔

☆☆ ہانگ کانگ سے ملنے والی ''ساؤتھ چائنا مارننگ پوسٹ'' کی ایک خبر کے مطابق وسطی چین کے صوبہ ہونان کے شہر زوزو میں پانچ نوجوان لڑکیوں نے پان کی سپاری فروخت کرنے کے لئے یہ ترکیب نکالی کہ ایک خاص مقدار کی پیکنگ میں اسے خریدنے والے کو ہر لڑکی ایک بوسہ دے گی۔اس اعلان کے باوجود صرف ایک گاہک وہ مخصوص پیکنگ خریدنے آیا تو لڑکیوں کو شدید مایوسی ہوئی۔چنانچہ انہوں نے بوسے دینے کی پیش کش واپس لے لی۔

☆☆ عوامی حمایت تحریک کے چیئرمین سید اقبال حیدر نے اپوزیشن کے تمام اراکین پارلیمنٹ کے خلاف نا اہلی کے ریفرنیس قومی اسمبلی کے اسپیکر اور سینٹ کے چیئرمین کے دفتر میں جمع کرا دیئے۔ (اخباری خبر)

☆☆ یہ عوامی حمایت تحریک جنرل پرویز مشرف کی آمد کے بعد سے ہی سرگرمِ عمل ہے۔اس کا عوام سے یا عوام کی حمایت سے کوئی تعلق نہیں ہے۔یہ تو صرف جنرل پرویز مشرف کی محبت میں سید اقبال حیدر کا جوش اور جذبہ ہے۔فوج جب عوام کے اصل حکمرانوں کو پرے دھکیلنا چاہتی ہے تب سید اقبال حیدر جیسے جعلی لوگوں کو لیڈر بنا کر سامنے لایا جاتا ہے۔لیکن جعلی پن تو کاٹھ کی ہنڈیا ہے، جنرل مشرف کے بعد سید اقبال حیدر جیسے جعلی لوگوں کا نام ونشان بھی نہیں ملے گا۔لیکن ایسے لوگ سستی اور وقتی شہرت اور ذاتی مفادات پر حقائق کو قربان کرتے ہوئے ذرا بھی شرم محسوس نہیں کرتے۔

☆☆ مہدی حسین بھٹی، شوکت بھٹی سمیت پانچ ارکان اسمبلی نے اسمبلی کی رکنیت سے استعفیٰ دے دیا۔مسلم لیگ قاف کی قیادت سے اختلافات کا شاخسانہ (اخباری خبر)۔۔۔

☆☆ بھٹی گروپ دراصل بی اے کی جعلی ڈگریوں کے مقدمات کے باعث اسمبلی کی ممبریوں سے مستعفی ہوا ہے۔(مسلم لیگ قاف کے ترجمان کامل علی آغا کا جوابی بیان)

☆☆ سیاست میں جب مفادات کی دوڑ لگی ہو تو ایسا ہی ہوتا ہے۔جھوٹے سچے الزامات لگا کر مفادات سمیٹنے کا کاروبار ہوتا رہتا ہے۔بھٹی گرپ کے پانچ اراکین اسمبلی نے استعفیٰ دے دیا تو ان کی پارٹی صورتحال کو سمجھنے کے بجائے الزام تراشی پر اتر آئی کہ ان کی بی۔اے کی ڈگریاں جعلی تھیں اور ان کے مقدمے چل رہے ہیں اس لئے مستعفی ہو گئے ہیں،کامل علی آغا نے یہ الزام بھی لگایا کہ یہ اراکین اسمبلی اپنے علاقوں میں جرائم کے سرپرست ہیں۔لیکن اس خبر کا سب سے مضحکہ خیز پہلو یہ ہے کہ تین دن کے بعد ان ارکان نے صوبہ پنجاب کے وزیرِ اعلیٰ پرویز الٰہی سے ملاقات کی ہے۔جس میں سارے معاملات طے ہو گئے تو خود مذکورہ پانچوں اراکین اسمبلی نے بیان دیا کہ ہم نے کوئی استعفےٰ نہیں دیئے تھے۔اب کامل علی آغا کا بیان بھی آ جائے گا کہ جعلی ڈگریاں جعلی نہیں بلکہ اصلی ثابت ہو گئی ہیں۔اور انہوں نے جرائم کی سرپرستی چھوڑ دی ہے۔یہ ہے ہمارے جنرل پرویز مشرف صاحب کی پیدا کردہ مسلم لیگ کے گریجوایٹ اراکین اسمبلی کا کھیل تماشہ۔اور ان سارے لیگیوں کا اصلی کردار۔گریجوایٹ اسمبلی زندہ باد!

☆☆ دنیا نے القاعدہ یا طالبان سے بات چیت نہیں کی تھی،دہشت گردی سے بلیک میل ہو کر مذاکرات نہیں کریں گے۔(اقوام متحدہ میں بھارتی پردھان منتری واجپائی جی کی تقریر)

☆☆ واجپائی جی کی تقریر محض ردِ عمل کی تقریر بن کر رہ گئی ہے وہ بھی بہت ہی کمزور بنیاد پر۔پاکستان کے سربراہ جنرل پرویز مشرف نے اقوام متحدہ میں جو تقریر کی تھی وہ اتنی اہم،متوازن اور فکر انگیز تھی کہ متعدد بھارتی رہنماؤں نے بھی ان کی تقریر کی تعریف کی۔واجپائی جی نے کشمیر کے مسئلے پر جو موقف اختیار کیا ہے بہت ہی بودا ہے۔کشمیر کا مسئلہ اقوام متحدہ میں درج ہے۔اسے وہاں لے جانے والا بھی بھارت تھا۔یہ ایک متنازعہ مسئلہ ہے جس کے لئے ہندوستان ذمہ دار ہے۔اس مسئلے کا حل مذاکرات سے ممکن ہے۔القاعدہ اور طالبان کی باتیں یہاں میل نہیں کھاتیں بلکہ یہ باتیں خود واجپائی جی طرف سے عالمی صورتحال میں پاکستان کو بلیک میل کرنے کی کوشش ہیں۔باقی جہاں تک القاعدہ اور طالبان کا تعلق ہے اسامہ بن لادن خود امریکہ کا تیار کردہ ''مجاہد'' تھا اور طالبان کے ساتھ تو ابھی تک امریکی حکام خفیہ ڈیل کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔اب تو امریکہ کے اہم اخبارات بھی یہ خبر شائع کر چکے ہیں۔اس لئے واجپائی جی کی یہ بلیک میلنگ بیکار گئی۔ہمارے جنرل پرویز مشرف ایل ایف او پر بے جا ضد اور کرپشن کے خلاف بلا امتیاز کاروائی سے گریز نہ کرتے تو ان کی کیا ہی بات تھی۔لیکن ابھی بھی واجپائی جی یا ایڈوانی ٹائپ بھارتی لیڈروں سے

وہ کہیں زیادہ سوجھ بوجھ اور بصیرت کا مظاہرہ کر رہے ہیں

☆☆ پاکستان میں احتجاجی محاذوں کے روحِ رواں نوابزادہ نصراللہ خان وفات پا گئے۔

(اخباری خبر)

☆☆ ۲۶ اور ۲۷ ستمبر کی درمیانی شب نوابزادہ نصراللہ خان عارضۂ دل کے باعث وفات پا گئے۔آپ پاکستان کی تمام بڑی سیاسی احتجاجی تحریکوں کے قائد رہے۔موجودہ بڑا سیاسی اور احتجاجی محاذ اے آر ڈی بھی آپ کی زیرِ قیادت متحرک تھا۔ان کی وفات کا سب سے زیادہ نقصان میاں نواز شریف اور بے نظیر بھٹو کو ہوا ہے۔کیونکہ ان کی احتجاجی سیاست کو بابائے جمہوریت کی قیادت کے باعث بہت تقویت ملی ہوئی تھی۔ان کی وفات سے جنرل پرویز مشرف کے خلاف ابھرتی ہوئی احتجاجی تحریک خاصی کمزور ہو جائے گی۔اس لحاظ سے یقیناً ان کی وفات جمہوریت کے لئے ناقابلِ تلافی نقصان ہے۔اب جنرل پرویز مشرف کو داخلی محاذ پر کم دباؤ کا سامنا رہے گا۔

☆☆ بے نظیر قومی غیرت پر سودا کر سکتی ہیں،پرویز مشرف نہیں کر سکتے۔

(شیخ رشید کا افسوسناک بیان)

☆☆ اصولاً اس سے کوئی اختلاف نہیں ہے کہ بعض اندرونی اور بیرونی شدید دباؤ ہونے کے باوجود جنرل پرویز مشرف ابھی تک جو عالمی نوعیت کے فیصلے کر رہے ہیں ان کا مقصد پاکستان کو ممکنہ حد تک خطرات سے بچانا اور پیچیدہ امریکی صورتحال میں بچ بچا کر چلنا ہے۔ان کی نیت پر شک نہیں کیا جا سکتا۔لیکن اس کے لئے بے نظیر بھٹو پر زبانِ طعن دراز کرنا شیخ رشید کو زیب نہیں دیتا۔اگر الزام تراشی ہی کرنی ہے تو پھر پہلے قومی غیرت کا تعین کر لیں۔بے نظیر جو باتیں نائن الیون سے پہلے کہہ رہی تھیں،جنرل پرویز مشرف نے ایک ایک کر کے ان ساری باتوں پر عمل کیا۔اور اب بھی وہ جو باتیں کہہ رہی ہیں پرویز مشرف وہ سب کرنے جا رہے ہیں۔ایک زمانہ تھا شیخ رشید خود کشمیریوں کی جہادی تربیت کے کیمپ چلاتے تھے اور علی الاعلان اس کا اظہار کرتے تھے۔آج کیا عالم ہے کہ وہ دوسرے کے کیمپ بھی اکھاڑنے کے اعلان کرتے ہیں۔کیا ان کا پہلا رویہ قومی غیرت کا حامل تھا یا موجودہ رویہ؟۔۔۔اسی طرح جنرل پرویز مشرف کی ایک بات بہت تکلیف دینے لگی ہے۔آپ انڈیا سے مذاکرات کے لئے بار بار درخواستیں کئے جا رہے ہیں اور وہ ہر

بار آپ کا ہاتھ جھٹک رہا ہے۔ پاکستان اور انڈیا کے درمیان مستقل دوستی کے خواہشمند ہم جیسے لوگ بھی اس صورتحال پر ذلت سی محسوس کرنے لگے ہیں۔لہٰذا شیخ رشید سے گزارش ہے کہ ''پا کئ داماں کی حکایت'' کو بڑھائے بغیر وہ اپنے کبھی ہلکے پھلکے اور کبھی شوخ وشنگ بیانات سے رونق میلہ لگائے رکھیں اور ایسے سنجیدہ موضوعات پر ایسے سخت بیان نہ دیں جن سے ہم جیسے ان کے فین انہیں ٹوکنے پر مجبور ہو جائیں۔

☆☆ جرنیلوں کے خلاف زمینوں کی الاٹ منٹ کی درخواست کی نقل وزارت دفاع سے گم ہوگئی۔

(اخباری خبر)

☆☆ لاہور ہائی کورٹ میں ایم ڈی طاہر نے ایک درخواست پیش کی تھی جس میں جنرل پرویز مشرف سمیت کئی جرنیلوں کو چولستان اور دیگر پنجاب میں زرعی زمینیں الاٹ کئے جانے کا نوٹس لینے کا کہا گیا تھا۔بورڈ آف ریونیو کی جانب سے ان الاٹمنٹس کی تصدیق ہوگئی ہے۔ وزارت دفاع نے اس کا جواب دینے کے بجائے عدالت کو تحریری طور پر بتایا کہ عدالت نے مذکورہ درخواست کی جو نقل بغرض جواب ہمیں دی تھی وہ دفتر سے گم ہوگئی ہے۔اس پر انہیں دوبارہ نقل فراہم کرتے ہوئے تاکید کی گئی ہے چار ہفتوں میں جواب داخل کیا جائے۔ جواب الجواب چلتے رہیں گے۔ جنرل پرویز مشرف ملک سے کرپشن کے خاتمے اور لوٹ کا مال واپس لانے کے دعووں کے ساتھ آئے تھے۔کرپشن کا خاتمہ یوں ہوا کہ سابقہ سیاسی حکومتوں کے سارے کرپٹ افراد ان کی قائم کردہ حکومت میں شامل ہیں، پہلا لوٹا ہوا مال واپس لانے کے بجائے ان کے بابرکت دور میں سیاسی یتیموں،غریب صنعت کاروں اور مسکین امراء کو اربوں کے قرضے معاف کئے جا چکے ہیں، اور اب جرنیلوں کو ہزاروں ایکڑ اراضی کوڑیوں کے مول دینے کا اسکینڈل سامنے آ گیا ہے۔ سیاسی حکومتیں ہوں یا فوجی حکومتیں ہوں۔ پاکستان ان کے لئے لوٹ کا مال ہے۔

لے جا سب کچھ لوٹ کر
لے جا لوٹ کا مال ہے

☆☆ مُرلی منوہر جوشی کا وزارت سے استعفیٰ۔۔۔اور پھر استعفیٰ کی واپسی۔۔۔ڈرامہ ختم۔

(اخباری روداد)

☆☆ رائے بریلی کی خصوصی عدالت جو بابری مسجد کے انہدام کے کیس کی سماعت کر رہی ہے،اس نے ۱۹ستمبر کو ایل کے ایڈوانی کو بری الذمہ کرتے ہوئے مرلی منوہر جوشی سمیت بی جے پی کے اہم لیڈرز پر فرد جرم عائد کر دی تھی۔اگرچہ ایڈوانی کی بریت بجائے خود ایک بہت بڑا سوال ہے کہ مسجد کے انہدام کے سب سے بڑے مجرم کو کیسے بچا لیا گیا۔تاہم فردِ جرم عائد ہوتے ہی فروغ انسانی وسائل کے مرکزی وزیر مرلی منوہر جوشی نے وزارت سے استعفیٰ دے دیا۔۱۹ستمبر سے اب تک یہ ڈرامہ چلتا رہا۔ پردھان منتری واجپائی جی امریکہ سے لوٹے تو ان کے استعفیٰ کے مسئلے پر کارروائی یہ ہوئی کہ الٰہ آباد ہائی کورٹ سے رائے بریلی کی عدالت کے خلاف اسٹے آرڈر لے کر فیصلہ معطل کرا لیا گیا اور اس طرح استعفیٰ کا ڈرامہ ختم ہوگیا۔مرلی منوہر جوشی اب بدستور وزارت پر فائز رہیں گے۔لیکن اس ڈرامہ نے ہندوستان کی عدالتوں پر خاص طور پر ایڈوانی کے دور میں سرکاری دباؤ کے کئی پہلو نمایاں کر دیئے ہیں۔انڈیا کے مقتدر اور حق گو صحافی یقیناً ان حقائق کو بہتر طور پر اجاگر کر سکیں گے۔ ویسے یہ ڈرامہ ہمارے پنجاب کے بھٹی گروپ کے اراکین اسمبلی کے استعفوں کے ڈرامے سے زیادہ بھونڈا ثابت ہوا ہے۔ کیونکہ وہ صرف سیاسی حد تک تھا جبکہ اس میں عدلیہ پر حرف آ رہا ہے۔ بلکہ آ چکا ہے۔

☆☆ دہلی میں قائم ادارہ آئی۔اے۔سی (انٹرنیشنل اویکنگ سنٹر) نے امن کے نوبل انعام کے لئے واجپائی جی، جارج واکر بُش اور ٹونی بلیئر کے ناموں کی سفارش کر دی ہے۔

(اخباری خبر)

☆☆ یہ ناموں کی فہرست ادھوری ہے اس میں اسرائیلی وزیرِاعظم ایریل شیرون کا نام بھی شامل ہونا چاہئے تھا۔اس کے بعد چاروں کو کشمیر میں شہید کئے جانے والوں کی اسی ہزار قبروں فلسطین میں فلسطینیوں کے بے رحمانہ قتلِ عام، ،افغانستان اور عراق میں عوام پر اندھا دھند اور وحشیانہ بمباری کرنے جیسے کارناموں پر امن کا نوبل انعام دینے کی سفارش کی جانی چاہئے تھی۔ان کے علاوہ ہندوستان سے ایل کے ایڈوانی جی کو بابری مسجد کی شہادت اور نریندر اموذی کو گجرات میں مسلم کش فسادات جیسے کارناموں پر بھی نوبیل انعام کے لئے نامزد کیا جا سکتا ہے۔اب اسی کردار کے لوگوں کو ہی امن کے نوبیل انعام ملنے چاہئیں۔

☆☆ بُش نے ہمارے جمہوری ڈھانچے کی تعریف کی۔

(وزیراعظم جمالی کی واشنگٹن میں پریس کانفرنس)

☆☆ بُش کو عراق میں اپنے مرتے ہوئے فوجیوں کی ڈھال بنانے کیلئے پاکستان کے فوجی جوان چاہئیں، اس مقصد کو حاصل کرنے کیلئے وہ زبانی کلامی کچھ بھی کہہ سکتے ہیں۔ ویسے ''جمہوری ڈھانچے'' کی ترکیب اردو میں بہت مناسب لگ رہی ہے۔ جیسے کسی میڈیکل کلاس میں کوئی انسانی ڈھانچہ تجربے کے طور پر پیش کیا جاتا ہے۔ طلبہ اسکو دیکھ کر عبرت نہیں پکڑتے بلکہ تجربے کرتے ہیں۔ ایسا ہی میر ظفر اللہ خان جمالی نے جمہوری کلاس میں پیش کئے جانے والے جنرل پرویز مشرف کے نظام کو بجا طور پر ''جمہوری ڈھانچہ'' قرار دیا ہے۔ اس ڈھانچے سے کوئی عبرت حاصل نہیں کرے گا۔ ہمارا مزاج بن چکا ہے کہ ہم عبرت حاصل نہیں کرتے، عبرت کا نشان بن جاتے ہیں۔

☆☆ یکم مئی سے لے کر یکم اکتوبر تک عراق میں ۸۸۔امریکی فوجی ہلاک ہو چکے ہیں۔

(اخباری اطلاع)

☆☆ اوسطاً ہر دو روز میں ایک امریکی فوجی ہلاک ہو رہا ہے لیکن موجودہ صورتحال کو دیکھا جائے تو اب تقریباً روزانہ کم از کم ایک فوجی ہلاک ہونے لگا ہے۔ یہ شرح ہلاکت برقرار رہی تو صدر بُش الیکشن سے پہلے ہی اپنا انجام دیکھ لیں گے۔ عراق امریکہ کے لئے اب ویت نام بنتا جا رہا ہے۔ اس کا احساس سوجھ بوجھ رکھنے والے امریکیوں کو ہونے لگا ہے۔ امریکی فوج کے سابق سربراہ جنرل اینتھونی زینی نے عراق پر حملے پر اعتراض کئے ہیں۔ جب ان سے پوچھا گیا کہ کیا امریکہ ویت نام جیسی صورتحال سے دوچار ہو رہا ہے تو انہوں نے کہا میں آپ سے یہ سوال پوچھتا ہوں کہ کیا ایسا ہو رہا ہے یا نہیں؟ اور ہمیں روایتی امریکی قوم کی طرح اس سوال کا جواب حاصل کرنا ہے۔

☆☆ افغانستان کے دو صوبوں کے پانچ اضلاع پر پھر سے طالبان کا قبضہ۔ افغان حکام نے قبضے کی تصدیق کر دی۔ **(اخباری اطلاع)**

☆☆ حامد کرزئی تو خیر اول روز سے ہی کابل کے میئر سے زیادہ کوئی پوزیشن نہیں رکھتے۔ تاہم امریکی فضائیہ

کی موجودگی میں طالبان کا پانچ اضلاع پر قبضہ کر لینا اہم خبر ہے۔ امریکی حکام حالیہ دنوں میں طالبان سے خفیہ طور پر سمجھوتہ کرنے میں لگے ہوئے تھے۔ چونکہ طالبان ''روشن خیال'' مسلمان نہیں ہیں اسی لئے وہ اپنی بعض روایتوں پر اڑے ہوئے ہیں۔ جن میں ملا عمر کی قیادت کو برقرار رکھنا شامل ہے۔ ایسا ہو سکتا ہے کہ امریکہ نے براہ راست طالبان سے جھک کر سمجھوتہ کرنے کی بجائے طالبان کو راستہ دے دیا ہو کہ تم اپنے زورِ بازو سے آ سکتے ہو تو آ جاؤ ہم زیادہ مزاحمت نہیں کریں گے۔ اس خبر کو اس خبر کے ساتھ ملا کر دیکھیں کہ امریکہ نے افغان وزیر دفاع قاسم فہیم سے کہا ہے کہ وہ اپنی ذاتی فوج کو افغان فوج کے حوالے کر دے۔ لگتا ہے امریکہ افغانستان میں اپنے اصل مشن کی مکمل ناکامی کے بعد اب راضی نامے کی کسی صورت کی طرف آ رہا ہے۔ اگر اگلے چند دن میں ان پانچ اضلاع پر شدید قسم کے ہوائی حملے نہ ہوئے تو سمجھیں امریکہ اور طالبان کے درمیان کچھ خاموش معاملہ طے پا گیا ہے۔ ایسا معاملہ جس میں امریکہ کو افغان روایات کے آگے جھکنا پڑا ہے۔

☆☆

۲۲ر شعبان المعظم ۱۴۲۴ھ۔۔۱۹ر اکتوبر ۲۰۰۳ء

☆☆ فلسطینی تحریک انتفاضہ کے تین سال مکمل ہو گئے۔ افسوسناک ہلاکتوں کے اعداد و شمار۔

(اخباری خبر)

☆☆ دہشت گرد ایریل شیرون جب سے برسر اقتدار آیا ہے اس نے اسرائیلی سرکار کی جانب سے حکومتی دہشت گردی کی انتہا کر دی ہے۔ نہتے مظلوم فلسطینیوں پر وحشیانہ حملے کرنے کے باوجود گزشتہ تین سال کے دوران ہونے والی ہلاکتوں کے اعداد و شمار سامنے آئے ہیں تو معلوم ہوا ہے فلسطینیوں نے نہتے ہوتے ہوئے بھی جدید تر اسلحہ سے حملہ آور اسرئیلیوں کو سخت مقابلہ دیا ہے۔ تین سال کے عرصہ میں 2477 فلسطینی شہید ہوئے جبکہ ان کی جدوجہد کے نتیجہ میں 1866 اسرائیلی ہلاک ہوئے۔ شہید ہونے والے فلسطینی پہلے ہی جان ہتھیلی پر لئے پھر رہے تھے۔ جبکہ اسرائیلیوں کی دنیا سے محبت اور دنیا داری کو ساری دنیا بخوبی جانتی ہے۔ فلسطینی شہیدوں، مجاہدوں اور مہاجروں کو سلام اور ان کی کامیابی کے لئے تہہ دل سے

امنڈتی ہوئی دعائیں۔

☆☆ پاک فوج کرائے کے لئے نہیں ہے۔کسی کے کہنے پر عراق نہیں بھیجی جائے۔

(چوہدری شجاعت حسین)

☆☆ پاکستان کی فوجی سیاست کی زائیدہ مسلم لیگ کے سربراہ چوہدری شجاعت حسین نے کراچی میں صحافیوں سے گفتگو کرتے ہوئے شجاعت کا یہ سبق دہرایا ہے۔لیکن ساتھ ہی اپنی مخصوص منمناہٹ میں یہ بھی کہہ دیا ہے کہ ''فوج ایک قومی ادارہ ہے،اسے بھیجنے سے اگر عراق میں امن قائم ہوجائے یا وہاں کے لوگوں کو فائدہ پہنچے تو ٹھیک ہے۔مسلمانوں کی بقا کے لئے فوج کو بھیجا جا سکتا ہے۔'' یوں انہوں نے اپنی ساری شجاعت کو ایک ہی سانس میں بیلینس کر لیا۔یہ ایک حقیقت ہے کہ عراق میں امریکہ ویت نام جیسی صورتحال سے دوچار ہونے لگا ہے۔اسی لئے اب پاکستانی فوجیوں کو مروانے کے لئے عراق بھجوانا چاہتا ہے۔کسی حیلے اور کسی بہانے سے عراق میں فوج بھیجنا پاکستان کے قومی مفاد کے خلاف سنگین غلطی ہو گی۔اوراس کے بعد اس میں کوئی شک نہیں رہے گا کہ ہمارے جرنیلوں نے اپنی فوج کو کرائے کی فوج سے بھی کمتر سطح پر گرا دیا ہے۔کیونکہ پھر یہ محض کرائے کے فوجی نہیں بلکہ مفت کی بیگار کرنے والے فوجی ہوں گے۔قومی غیرت کا ذرا سا بھی احساس ہو تو انڈیا کے طرزِ عمل سے ہی سبق سیکھیں۔

☆☆ امریکہ میں وزیراعظم میر ظفر اللہ جمالی کے وفد میں شامل وزیروں شوکت عزیز،نوریز شکور اور صحافیوں کی تلاشی لی گئی۔

(اخباری خبر)

☆☆ تلاشی کا یہ ''عزت آمیز'' سلوک سرکاری وفد کے نیویارک سے واشنگٹن جاتے ہوئے کیا گیا۔لگتا ہے یہ ساری تلاشی پی پی پی کے نام نہاد پیٹریاٹ نوریز شکور کی وجہ سے لی گئی ہے۔برطانیہ میں فیصل صالح حیات جیسے پیٹریاٹ گئے تو ان کی ائر پورٹ پر جامہ تلاشی لی گئی۔اب نوریز شکور ہی کی وجہ سے شوکت عزیز جیسے بھلے آدمی اور خود امریکہ کے پسندیدہ آدمی کو بھی تلاشی کی خواری سے گزرنا پڑا۔وزیراعظم جمالی شکر کریں کہ انہیں اس اذیت سے نہیں گزرنا پڑا۔عراق میں پاکستانی فوجی منگوانے کے چکر میں ابھی امریکیوں نے ان کا لحاظ کر لیا ہے۔

☆☆ امریکہ کی نئی قرارداد کو بھی اقوام متحدہ کی تائید نہیں مل رہی۔روس،فرانس،جرمنی اپنے اصولی موقف پر قائم۔اقوام متحدہ کے سیکریٹری جنرل کوفی عنان نے بھی اسے اقوام متحدہ کے لئے ناقابلِ عمل قرار دے دیا۔

☆☆ جب سے عراق میں امریکی فوجیوں نے عراقیوں کے ہاتھوں مرنا شروع کیا ہے تب سے امریکہ مسلسل کوشش کر رہا ہے کہ اقوام متحدہ سے کوئی قرارداد منظور کرا کے دوسرے ملکوں کی فوج کو عراق میں مروایا جائے اور اپنی فوج وہاں کم کی جائے۔لیکن چونکہ امریکہ کا ''آئل مافیا'' تیل کے ذخائر پر اپنا قبضہ رکھنا چاہتا ہے اسی لئے امریکہ کی قرارداد بار بار واپس ہو رہی ہے۔غالباً اب چوتھی بار امریکہ ترمیم کر کے قرارداد لایا ہے لیکن اسے بھی منظور نہیں کیا جا رہا۔یہ تو ابھی سفارتی پسپائی ہے،صدر بُش اور ان کے حواریوں کی وجہ سے ابھی امریکہ کو اس کے عوام کو اور بھی بہت سی رسوائیاں اور خواریاں ملیں گی۔۔۔۔۔
اور اب تازہ ترین خبر یہ ہے کہ ایک اور ترمیم شدہ امریکی قرارداد منظور ہو گئی ہے لیکن یہ ایسی قرارداد ہے جس کی منظوری کے موقعہ پر ہی روس،فرانس اور جرمنی ہی نہیں پاکستان نے بھی کہہ دیا ہے کہ اس کی بنیاد پر عراق میں فوج نہیں بھیجیں گے۔

☆☆ پولینڈ کے فوجیوں کی طرف سے عراق سے فرانسیسی ساختہ میزائل ملنے کا الزام۔

(اخباری خبر)

☆☆ پولینڈ یورپ کا ایک بھوکا ننگا ملک ہے۔اسی لئے امریکی اشارے پر اس کی فوج بھاڑے کے ٹٹو کی طرح عراق جا پہنچی تھی۔عین اس وقت جب فرانسیسی صدر یارک شیراک نے روم میں یورپی یونین کانفرنس کے موقعہ پر امریکہ کی نئی قرارداد کو ایک بار پھر مایوس کن قرار دیا۔امریکہ کے پولینڈ سے منگائے فوجیوں نے فرانسیسی میزائل ملنے کا شوشہ چھوڑ دیا ہے۔یہ لازماً امریکی سازش کے تحت ہوا ہے۔لیکن امریکہ کو اچھی طرح معلوم ہونا چاہئے کہ فرانس یا جرمنی جیسے ملک ایران،لیبیا اور شام نہیں ہیں۔یہاں اس قسم کا ڈرامہ امریکہ کو افغانستان اور عراق سے بہت مہنگا پڑے گا۔بہتر ہوگا امریکی آئل مافیا اور ان کے فرمانبردار موجودہ حکمران عقل سے کام لیں۔

☆☆ دسہرہ کے موقعہ پر دہلی میں جنرل پرویز مشرف کو راون قرار دے کر ان کا پتلا جلایا گیا۔

(اخباری خبر)

☆☆ دونوں ممالک کے انتہا پسند اپنی نفرت کا اظہار دوسروں کے پتلے جلا کر ہی کرتے ہیں۔تاہم جنرل پرویز مشرف کو راون قرار دینا دہلی کے انتہا پسندوں کی بے وقوفی ہے۔ جنرل پرویز مشرف نے کسی سیتا کو اغوا نہیں کیا۔الٹا کشمیر سے لیکر گجرات تک انتہا پسند ہندوؤں نے کتنی ہی مسلمان خواتین کے ساتھ راون سے بھی زیادہ شرمناک سلوک کیا ہے۔ ہندوستان کا سب سے بڑا المیہ یہی ہے کہ وہ ہر سال دسہرہ کے موقعہ پر راون کا پتلا جلاتے ہیں اور اصل راون ہمیشہ بچ نکلتا ہے۔اسی لئے تو بھارت دیش کلجگ میں پہنچا ہوا ہے کہ سیتا ہرن کرنیوالا راون ہی رام مندر کا ناٹک کر رہا ہے۔

☆☆ **گجرات میں ہزاروں دلتوں نے ہندو دھرم چھوڑ کر بدھ مت اختیار کر لیا۔(اخباری خبر)**

☆☆ گجرات ہندوستان کا پہلا صوبہ ہے جہاں تبدیلیٔ مذہب پر پابندی کا قانون لاگو کیا گیا تھا۔اس کے باوجود اسی صوبہ میں ایک بڑے اجتماع میں جمع ہو کر ہزاروں دلت ہندوؤں نے اپنا فرسودہ دھرم ترک کر کے بدھ مت کو قبول کرنے کا اعلان کیا ہے۔ ہندو دھرم کا نظام ایسا ہے کہ یہ لوگ چاہیں بھی تو چھوت چھات کی لعنت سے نجات نہیں پا سکتے۔جبکہ برہمن طبقے ویسے بھی نہیں چاہتے کہ یہ نظام تبدیل ہو۔اسی لئے اس نظام سے تنگ آئے ہوئے نچلے طبقوں نے اس لعنت سے نجات کی دوسری راہ نکال لی ہے۔مختلف انتہا پسند ہندو جماعتوں نے پہلے سے دھمکی دے رکھی تھی کہ اس تقریب کو درہم برہم کر دیا جائے گا۔لیکن تقریب کامیابی کے ساتھ مکمل ہوئی۔آل انڈیا بدھسٹ ایسوسی ایشن سنگ پریے نے تبدیلیٔ مذہب کے قانون کے حوالے سے وضاحت کی ہے کہ اس کا اطلاق بدھ مت پر نہیں ہوتا کیونکہ وہ ہندو دھرم کا حصہ ہے۔یہ بہت اچھی ترکیب ہے۔اگر یہ لوگ عزت کے ساتھ اپنے دھرم میں بھی نہیں رہنے دیں،اور دوسرا مذہب بھی اختیار کرنے پر بدمعاشی دکھائیں تو پھر انکا یہی علاج تھا کہ خود کو انکا حصہ اور انکے اندر قرار دے کر ان کے مظلوم طبقات کی مدد کی جائے۔یہ تاریخی عمل ہے۔

☆☆ **طالبان منشیات کے پیسوں سے ہتھیار خرید رہے ہیں (واشنگٹن ٹائمز کی رپورٹ)**

☆☆ امریکی ماہرین کے انٹرویوز پر مبنی ایک رپورٹ میں واشنگٹن ٹائمز نے بتایا ہے کہ طالبان منشیات کے پیسوں سے ہتھیار خرید کر امریکہ کے خلاف مزاحمت کر رہے ہیں۔یہ رپورٹ امریکی مذموم عزائم کی

کامیابی کے لئے ایک فرضی کہانی بھی ہو سکتی ہے کیونکہ طالبان نے اپنے دور میں افیون کی کاشت پر اتنی موثر پابندی عائد کی تھی کہ عالمی اداروں نے بھی اس کا اعتراف کر لیا تھا۔طالبان کے جاتے ہیں ڈرگ اسمگلرز کی موج ہو گئی۔افغانستان میں پھر سے افیون کی کاشت ہونے لگی اور یہ سب کچھ امریکہ کے چہیتے شمالی اتحاد اور وار لارڈز کی جانب سے ہو رہا ہے۔امریکہ افغانستان پر غیر قانونی اور جارحانہ حملے کے بعد سے اب تک وہاں امن و امان بحال کرنے کی اپنی ہر ذمہ داری میں بری طرح ناکام ہو چکا ہے۔اس لئے اب اپنی ناکامیوں پر پردہ ڈالنے کے لئے اس قسم کے حیلے بہانے بنائے جا رہے ہیں۔

☆☆ **اپنے دفاع میں دشمن پر کسی بھی طرح حملہ کرنے کا حق حاصل ہے۔**

(اسرائیلی وزیر اعظم ایریل شیرون)

☆☆ شام پر بمباری کرنے کے بعد ایریل شیرون نے اس کا جواز دیتے ہوئے ''جنگل کے قانون'' کا اپنے الفاظ میں اعادہ کیا ہے۔یہ وہی قانون ہے جس کی بنیاد پر امریکہ دنیا بھر میں دندناتا پھر رہا ہے۔یعنی جس کے پاس طاقت ہے وہ جب چاہے کسی کمزور سے اپنے لئے خطرہ محسوس کرے اور کسی عالمی یا اخلاقی دائرے کا لحاظ کئے بغیر اس پر کسی بھی طرح حملہ کر دے۔ثابت ہوا کہ انسان کی ترقی کا ایک قدم جتنا آگے جا رہا ہے دوسرا قدم اسی طرح ازمنۂ قدیم کی طرف جا رہا ہے۔اب تو ایسا لگتا ہے جیسے اخلاق،تہذیب،قانون وغیرہ سب منافقانہ لبادے ہیں اصل کھیل صرف طاقت کا ہے اور ؎

ہے جرمِ ضعیفی کی سزا مرگِ مفاجات

عالمِ اسلام اس وقت جرمِ ضعیفی کی سزا بھگت رہا ہے۔تاہم ایک خدائی طریقِ کار بھی ساتھ ساتھ چلتا آ رہا ہے۔جب ظلم کی انتہا ہو جاتی ہے تو ظلم کے پورے نظام کی بساط لپیٹ دی جاتی ہے۔میں اپنی پہلے سے کہی ہوئی بات پھر دہرا رہا ہوں کہ اگر واقعی شام کو عالمی جنگ کا مرکز بنا لیا گیا تو یہ پوری دنیا کی تباہی ثابت ہوگا۔عالمی ایٹمی جنگ ہو جائے گی۔

☆☆ **سات اکتوبر ۲۰۰۳ء کو افغانستان پر امریکی حملے کے دو سال مکمل ہو گئے۔امریکی میڈیا پر معنی خیز خاموشی طاری رہی۔ (اخباری رپورٹس)**

☆☆ سات اکتوبر ۲۰۰۱ء کو دنیا کی اس وقت کی سب سے بڑی ظاہری قوت،امریکہ نے دنیا کے سب

سے کمزور اور بے سروسامان ملک پر حملہ کر دیا تھا۔ اپنے قاہرانہ ساز وسامان کے ساتھ افغانستان کے پہاڑوں کا سرمہ بنا دینے والے امریکہ نے بڑے طمطراق سے افغانستان پر قبضہ کر لیا۔ لیکن یہ قبضہ سانپ کے منہ میں چھپکلی کی طرح بُش انتظامیہ کے حلق میں پھنس کر رہ گیا ہے۔ اب اسے نگلنا بھی مشکل اور اگلنا بھی مشکل۔ اسی لئے امریکہ اب طالبان سے ہی خفیہ مذاکرات کا چکر چلا کر اس مصیبت سے نکلنے کے رستے تلاش کر رہا ہے۔ بظاہر امریکہ نے افغانستان پر ''عظیم الشان فتح'' حاصل کی تھی۔ اس فتح کے دو سال پورے ہونے پر اس کا جشن منایا جانا چاہیے تھا۔ لیکن اس بار سات اکتوبر کو امریکی پریس اور امریکی انتظامیہ سب نے معنی خیز خاموشی اختیار کئے رکھی۔ حیرت ہے اپنی اتنی بڑی فتح کا جشن منانے سے امریکہ نے گریز کر لیا۔ شاید یہ فتح امریکہ کیلئے خاصی تکلیف دہ ہو گئی ہے۔

☆☆ دہلی میں ہندوستانی صدر مملکت کے چار محافظوں کی جانب سے کالج کی ایک طالبہ کے ساتھ اجتماعی زیادتی۔۔۔ ''لڑکی سے صدر کے محافظوں کی زیادتی فوج پر سیاہ داغ ہے'' انڈین آرمی کے سربراہ کا بیان۔

☆☆ یہ بہت ہی افسوسناک سانحہ ہوا ہے۔ اس سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ انڈیا سمیت جنوبی ایشیا میں محافظ ہی اصل لٹیرے بنے ہوئے ہیں۔ بھارتی فوج کے سربراہ نے بجا طور پر اس سانحہ کو ہندوستانی فوج کے لئے داغ قرار دیا ہے۔ بھارتی وزیر دفاع چمن لال گپتا نے کہا ہے کہ اس واقعہ سے ہمارا سر شرم سے جھک گیا ہے۔ لیکن اس واقعہ کو فوج کیلئے بدنما داغ قرار دینے، اور شرم سے سر کو جھکانے والوں سے یہ پوچھنے کو دل چاہتا ہے کہ کیا گزشتہ دس بارہ سال سے کشمیری خواتین کے ساتھ بھارتی فوج کی اس سے بڑھ کر شرمناک وارداتوں پر بھی انہیں بدنما داغوں کا کوئی احساس ہوتا ہے اور شرم سے ان کا سر جھکتا ہے یا نہیں؟ ان داغوں کی تعداد تو اتنی زیادہ ہے کہ وہاں ہندوستانی فوج کا چہرہ دکھائی دینے کے بجائے صرف داغ ہی داغ دکھائی دیتے ہیں۔

☆☆ نئی دہلی میں فلم فیسٹیول سے واپس آتے ہوئے سوئٹزرلینڈ کی سفارتکار کے ساتھ کار میں جنسی زیادتی کا سانحہ۔ زیادتی کے الزام میں پانچ پولیس اہلکاروں کو معطل کر دیا گیا۔

(اخباری خبر)

☆☆ لگتا ہے بھارت کی فوج کے جوانوں کی دلیرانہ وارداتوں سے متاثر ہو کر پولیس نے بھی اپنی زیادتیوں کا سلسلہ تھانوں کی حدود سے بڑھا کر نہ صرف سرِ عام کر دیا ہے بلکہ اس کا دائرۂ کار غیر ملکیوں تک بڑھا دیا ہے۔ لیکن شاید یہ غیر ملکی واردات پولیس کے اہلکاروں کو مہنگی پڑے۔ فوج کی بات اور ہے اس کو تو سات خون بھی معاف ہوتے ہیں۔ پولیس کو ویسے تھانے کی حد کے اندر تو ہر قسم کے مکمل اختیار حاصل ہوتے ہیں اور ان کا بھیانک استعمال وہ کرتے ہی رہتے ہیں۔ پھر انہیں غیر ملکی سفارتکار کے پیچھے لگنے کی کیا ضرورت تھی۔

☆☆ امریکی امداد کے رحم و کرم پر رہنے والے دنیا کے ۶۸ ممالک نے امریکہ سے تحریری معاہدہ کر لیا ہے جس کی رُو سے یہ ممالک امریکہ کے فوجیوں، صحافیوں، شہریوں، تاجروں وغیرہ کے خلاف نہ تو جنگی جرائم کا کوئی مقدمہ چلا سکیں گے اور نہ ہی انہیں جنگی جرائم کی کسی عدالت میں پیش کر سکیں گے۔ (اخباری خبر)

☆☆ یہ بہت ہی افسوسناک معاہدہ ہوا ہے۔ اس سے امریکیوں کو اپنی مجرمانہ سرگرمیوں کے لئے باقاعدہ تحفظ مل جائے گا۔ اگر امریکی کسی گھناؤنے جرم کا ارتکاب کرتے ہیں تو ان کے خلاف مقدمہ کیوں نہ چلنا چاہئے؟ اگر چھوٹ دینی ہے تو پھر ساری دنیا کو چھوٹ دے دی جائے اور جنگل کے زمانے میں چلے جائیے۔ یہ معاہدہ آنے والے وقت میں چھوٹے اور کمزور ممالک پر امریکہ کے بے جا دباؤ کے ساتھ خود امریکہ کے مجرمانہ کردار کی توثیق کرے گا۔ کیونکہ جس نے جرائم نہیں کئے اسے کسی آؤٹ آف دی وے استثنا کی کیا ضرورت تھی؟ اور اگر جرائم کئے تھے تو اسے دھونس کے بل پر کیسے تحفظ دے دیئے۔ بظاہر یہ امریکی قوت کا فاتحانہ اظہار ہے لیکن آنے والے وقت میں یہی معاہدہ امریکی کردار کی اصلیت کو ظاہر کرے گا۔ اس سے جینیٹک انجینئرنگ اپنے بعض نظریات کی توثیق کرے گی۔

☆☆ اگر منتخب وزیر اعظم کو پھانسی لگ سکتی ہے تو جرنلوں پر بغاوت کے مقدمے بھی بنیں گے۔

(جاوید ہاشمی)

☆☆ مسلم لیگ نون کے صدر مخدوم جاوید ہاشمی موجودہ حالات میں بہتر سیاست کر رہے ہیں۔ تاہم بعض اوقات وہ جرنلز کے بارے میں بیان دیتے ہوئے اس انتہا تک چلے جاتے ہیں جہاں میاں نواز

شریف کبھی نہیں جاتے۔ یوں بھی میاں صاحب کو آج فوج نرمی دکھادے تو وہ آج پھر فوج کے ساتھ نیاز مندی اختیار کرنے میں دیر نہیں لگائیں گے۔ تاہم جاوید ہاشمی کے مذکورہ بیان نے بہت سے زخم ہرے کر دیئے ہیں۔ پاکستان میں جس منتخب وزیراعظم (ذوالفقار علی بھٹو) کو جنرل ضیاع الحق نے پھانسی لگوایا تھا، اس کے ساتھ تب موجودہ نون لیگ والے سارے بڑے شامل تھے۔ بلکہ ان میں سے بعض تو پھانسی کو حق بجانب قرار دینے کے لئے منہ میں کف بھر بھر کر بھٹو کے خلاف زہر اگلتے تھے۔ اگر اس قسم کے سیاستدان اپنے ذاتی مفادات میں اندھے ہو کر انصاف کا اتنا بڑا خون نہ کرتے تو آج مکافاتِ عمل کے چکر میں نہ آئے ہوتے۔ جہاں تک جنرل پرویز مشرف کا تعلق ہے، ان کے ایل ایف او کے تئیں رویے سے شدید اختلاف کے باوجود میں یہ کہے بغیر نہیں رہ سکتا کہ ان کی اقتدار میں آمد کا سارا قصور میاں نواز شریف کے سر جاتا ہے۔

☆☆ **ملائیشیا میں دسویں اسلامی سربراہی کانفرنس کا انعقاد۔ روسی صدر کی شرکت اور تقریر۔**

(اخباری رپورٹس)

☆☆ یہ کانفرنس بلی کی گردن میں گھنٹی باندھنے کی اسکیم کی طرح غور کرتی رہی ہے۔ بے شک ہمارے جنرل پرویز مشرف اور مہاتیر محمد کانفرنس کے روحِ رواں بنے رہے۔ دھواں دھار اور دل کو لبھانے والی تقریریں بھی ہوئیں۔ سنجیدہ اور اہم تجاویز بھی سامنے آئیں۔ لیکن روسی صدر کی موجودگی کے باوجود بلی کی گردن میں گھنٹی باندھنے کا کوئی واضح فیصلہ نہیں ہو سکا۔ اور تو اور عراق سے امریکی فوجوں کے انخلا کے لئے جو حتمی ٹائم ٹیبل کے مطالبہ پر مبنی قرارداد پیش کی گئی تھی، اسے بھی خاموشی کے ساتھ واپس لے لیا گیا۔ اس میں شک نہیں کہ عالمِ اسلام نے گزشتہ نصف صدی سے زائد عرصہ تک امریکہ کی محبت میں سوویت یونین دشمنی کا جو رویہ اپنایا تھا اب اسی کی قیمت چکانا پڑ رہی ہے اور بڑی ذلت کے ساتھ چکانا پڑ رہی ہے۔ تاہم یہ کانفرنس کوئی موثر فیصلہ نہ کر پانے کے باوجود اپنے اثرات مرتب کرے گی۔ آنے والے اچھے دن ابھی دور سہی لیکن اچھے دن ضرور آئیں گے۔ امریکہ کی فرمانبرداری کرنے والوں نے اس کے زہریلے اثرات کا احساس تو کیا اور اس زہر کا تریاق ڈھونڈنے کا ارادہ تو کر لیا۔ یہ تبدیلی بھی خوش آئند ہے۔

☆☆ **ججوں اور جرنیلوں کے گوشوارے بھی جمع کرائے جائیں۔ متحدہ اپوزیشن کا مطالبہ۔**

(اخباری خبر)

☆☆ اگرچہ یہ مطالبہ اس ردِعمل کے طور پر سامنے آیا ہے کہ الیکشن کمیشن اراکین اسمبلی سے اپنے اثاثوں کے گوشوارے جمع کرانے پر اصرار کر رہا ہے۔ تاہم یہ حقیقت ہے کہ جنرل پرویز مشرف نے برسر اقتدار آتے ہی اپنے اثاثے ظاہر کرنے کا اعلان کیا تھا۔ اس لئے بلا امتیاز صرف سیاستدانوں کے ہی نہیں، عدلیہ کے ججوں، فوج کے اعلیٰ افسران، بیوروکریسی کے افسران وغیرہ سب کے اثاثوں کے گوشوارے باضابطہ طور پر جمع کرائے جائیں۔ قوم کو ان سے باخبر رکھا جائے تاکہ پتہ چل سکے کہ ملک کی دولت لوٹنے والے دراصل کون ہیں اور پروپیگنڈہ کن کے خلاف ہوتا ہے۔ لیکن بات وہی ہے چور بھلا چوروں کو کیسے پکڑ سکتے ہیں۔ یہاں تو آوے کا آوا ہی بگڑا ہوا ہے۔ اگر ہماری عدلیہ اور فوج سمیت کوئی ایک ادارہ بھی لوٹ مار کی کرپشن سے پاک ہوتا تو ایسے مطالبہ پر خود بڑھ کر اپنے افسران کے اثاثوں کو کھلے عام پیش کر دیتا۔ اللہ اس ملک کے عوام کے حال پر رحم کرے۔

☆☆

۱۱ر رمضان المبارک ۱۴۲۴ھ۔۔۔ ۷ر نومبر ۲۰۰۳ء

☆☆ **امریکی صدر بُش کے دورہ فلپائن کے موقعہ پر ان کے خلاف مظاہرہ۔ مظاہرین نے بہت بڑے امریکی پرچم پر "دہشت گرد نمبرون" لکھ رکھا تھا۔ فلپائن کے بعد تھائی لینڈ کے دورے میں بھی بُش کے خلاف مظاہرے۔** **(اخباری خبر)**

☆☆ امریکی صدر بُش جو اپنے زعم میں دنیا میں دہشت گردی کے خلاف مہم چلائے ہوئے ہیں، ان کے ساتھ یہ عجیب ٹریجڈی ہو رہی ہے کہ جس ملک میں بھی جاتے ہیں وہاں کے شہری خود ان کو دہشت گرد قرار دے کر ان کے خلاف اپنی شدید نفرت کا اظہار کرتے ہیں۔ اور تو اور خود اپنے حلیف ملک آسٹریلیا میں ان کے ساتھ خاصا بے عزتی کا سلوک ہوا۔ وہاں تو پارلیمنٹ سے خطاب کے دوران بعض سینیٹرز کی طرف سے ہنگامہ کرنے پر انہیں اپنا خطاب روکنا پڑ گیا۔ برطانیہ میں بھی انہوں نے ملکہ برطانیہ کے باون سالہ جشن تاجپوشی میں شرکت کرنے کے لئے بگھی میں ملکہ کے ساتھ جانے کا پروگرام بنایا تھا لیکن جیسے ہی انہیں پتہ

چلا کہ وہاں بھی ان کے خلاف شدید نفرت کا مظاہرہ ہوگا انہوں نے بگھی کا پروگرام منسوخ کر کے ہیلی کاپٹر سے پہنچنے کا پروگرام بنا لیا ہے۔اُدھر امریکہ کے بعض شہروں میں امریکی فوجیں عراق سے واپس بلانے کے مسئلہ پر بش مخالف مظاہروں کا آغاز ہوگیا ہے۔صدر بُش کو شاید ابھی سمجھ میں نہ آئے لیکن یہ حقیقت ہے کہ وہ دنیا کی اس عہد کی تاریخ میں ایک بہت برے۔۔۔بہت ہی برے ولن کے کردار کے طور پر یاد رکھے جائیں گے۔آنے والے زمانے میں خود امریکہ ان کے نام پر شرمندہ ہوتا رہے گا۔

☆☆ ویٹی کن سٹی میں ایک پروقار تقریب میں مدر ٹریسا کو ''سینٹ ہڈ'' کا درجہ دے دیا گیا۔

(اخباری خبر)

☆☆ کلکتہ میں انسانیت کی خدمت کرنے والی معروف مسیحی ہستی مدر ٹریسا کو پوپ جان پال نے ایک باوقار تقریب میں ''سینٹ ہڈ'' کا درجہ دیا ہے۔اس موقعہ پر دنیا بھر سے دولاکھ افراد نے شرکت کی جن میں ایک بڑی تعداد ان غیر مسیحی افراد کی بھی تھی جو مدر ٹریسا کی انسانیت کے لئے کی گئی خدمات کے پرجوش مداح تھے۔مدر ٹریسا کو 1979ء میں نوبل پرائز دیا گیا تھا۔کلکتہ جیسے شہر میں رہتے ہوئے انہیں ''گندی بستیوں کی سنت'' کہا جاتا تھا۔ان کا انتقال 1997ء میں ہوا تھا۔تب سارا مغربی میڈیا لیڈی ڈیانا کی حادثاتی موت کی کہانیوں میں گھرا ہوا تھا۔اس لئے ان کی وفات کی خاطر خواہ کوریج بھی نہ ہو سکی۔جب مدر ٹریسا کو امن کا نوبل انعام دیا گیا تھا تب انہوں نے تقریر کرتے ہوئے بڑی سچی بات کہی تھی۔انہوں نے کہا''صرف زبان سے خدا کی محبت کا دعویٰ کرنا کافی نہیں ہے۔آپ اپنے پڑوسی کو دیکھتے ہیں اور اس سے محبت نہیں کرتے،تو خدا سے کیسے محبت کریں گے جبکہ اسے دیکھتے نہیں ہیں۔''مدر ٹریسا کی طرز پر کام کرنے والی ایک اور ہستی مولانا عبدالستار ایدھی ہیں۔ایدھی صاحب کا کمال یہ ہے کہ کسی مشنری ادارے سے وابستگی کے بغیر بھی اتنا کام کر چکے ہیں کہ جیتے جی ہی خدا کے بندوں سے محبت کرنے والے ولی ہو گئے ہیں۔

☆☆ امریکہ میں مائیکرو چپ کے ذریعے انسانی جسم کو دوا کی فراہمی کا طریقہ ایجاد کر لیا گیا۔

(اخباری خبر)

☆☆ یہ بڑی حیران کن خبر ہے۔اس کے مطابق ایک مائیکرو چپ کے گڑھوں میں دوا بھر کر انسانی جسم

میں نصب کر دی جائے گی۔اور اس سے مقررہ وقت پر از خود جسم کو دوا ملتی رہے گی۔یہ چپ ان لوگوں کے لئے خاص طور پر مفید رہے گی جو دن میں ایک سے زیادہ دوائیں لیتے ہیں۔نیز وہ لوگ بھی جو دوا کی خوراک لینا بھول جاتے ہیں۔انہیں بھی اس طرح خودکار طریقے سے دوا ملتی رہے گی۔ابھی تک کے تجربے کے مطابق چپ 140 دن تک موثر رہے گی۔دیکھیں ابھی اور کیا کیا ایجادات سامنے آتی ہیں۔

☆☆ لیڈی ڈیانا نے اپنی موت سے دس ماہ پہلے پال بوریل کو خط میں لکھا تھا کہ انہیں کار حادثہ میں ہلاک کرنے کی سازش ہورہی ہے۔(ڈیلی مرر انگلینڈ نے ڈیانا کا مذکورہ خط شائع کر دیا)

☆☆ یہ خط اب برطانوی عوام کے لئے سنسنی اور دلچسپی کا باعث بنا رہے گا۔تاہم ڈیانا کی موت کے وقت ہی یہ بات بڑی حد تک واضح ہو گئی تھی کہ وہ ایک مسلمان کے ساتھ شادی کرنا چاہتی تھیں۔تاج برطانیہ اپنے عہدہ کے لحاظ سے چرچ آف انگلینڈ کا روحانی سربراہ ہوتا ہے۔ڈیانا نے جب ملکہ بننا تھا تب بحیثیت ملکہ وہ چرچ آف انگلینڈ کی سربراہ بھی ہوتیں۔چرچ آف انگلینڈ کی سربراہ اور ایک مسلمان کے ساتھ شادی؟سو ڈیانا کی موت اگرچہ ابھی تک ایک بھید ہے لیکن یہ بھید اب ایسا بھید بھی نہیں رہا۔

☆☆ آئل اینڈ گیس ریگولیٹری اتھارٹی کے چیئرمین لیفٹیننٹ جنرل سعید الظفر کو پے اسکیل''ایم۔پی ون'' دیا گیا ہے۔پاکستانی قومی اسمبلی میں وقفہ سوالات کے دوران ایک سوال کے جواب میں حکومتی وضاحت۔ (اخباری رپورٹ)

☆☆ یہ بے ضرر سی خبر پاکستان میں بے رحمانہ لوٹ مار کی ایک جھلک دکھا رہی ہے۔اس پر پاکستان کے عوام سے تعزیت کرتا ہوں کہ ان کی اقتصادی موت انہیں لٹیروں کے ہاتھوں ہو رہی ہے۔اور جنرل پرویز مشرف کو مبارکباد پیش کرتا ہوں کہ اُنکی گڈ گورنینس کا یہ روپ دیکھ کر انہیں مبارکباد ہی دی جا سکتی ہے۔پے اسکیل ایم پی ون کی تفصیل یہ ہے کہ اسکے تحت ایک لاکھ ساٹھ ہزار روپے ماہانہ تک تنخواہ اور دیگر بے شمار سرکاری مراعات حاصل ہوتی ہیں۔یہ ایک ریٹائرڈ فوجی جنرل کو نوازنے کی صرف ایک مثال ہے۔اگر سعید الظفر کو ان کے جرنیلی عہدے کے دوران سے اب تک ملنے والی مراعات کا گوشوارہ سامنے لایا جائے تو پتہ چلے گا کہ بے نظیر بھٹو کے خلاف کرپشن کے جتنے جھوٹے سچے مقدمے بنائے گئے ہیں صرف اسی ایک جنرل کی مجموعی لوٹ مار اس سے زیادہ ہے۔پاک فوج کے نام پر لوٹ مار کا یہ ناپاک سلسلہ اب

بند ہونا چاہئے ورنہ شاید پاکستانی عوام، سابقہ مشرقی پاکستانیوں کی طرح کسی بیرونی فوج کو ہی اپنا نجات دہندہ سمجھنے پر مجبور ہو جائیں۔

☆☆ پاکستان وسائل میں کسی سے پیچھے نہیں، ملک کو کرپشن نے نقصان پہنچایا۔
(جنرل پرویز مشرف)

☆☆ کیڈٹ کالج حسن ابدال میں یومِ والدین کی تقریب سے خطاب کرتے ہوئے جنرل پرویز مشرف نے پاکستان کی بیماری کی بالکل بجا تشخیص کی ہے۔لیکن المیہ یہ ہے کہ پاکستان اس وقت ہر شعبے میں پوری طرح کرپشن میں ڈوبا ہوا ہے۔کوئی ایک شعبہ۔۔۔حتیٰ کہ پاک فوج بھی اس کرپشن سے پاک نہیں رہی ۔سیاست،انصاف،صحافت،حکومتی ادارے،غرض ہر چھوٹے بڑے شعبے کے سب ہی لوگ اپنے اپنے مفادات میں دوڑ رہے ہیں اور یہ دوڑ ہے ملک کو لوٹنے کی۔اور تو اور سیاسی رشوتیں دے کر کرپٹ سیاسی عناصر کو آگے لانے کا نیک کام تو خود جنرل پرویز مشرف کے ہاتھوں بھی ہو چکا ہے۔

کیا کیا خضر نے سکندر سے
اب کسے رہنما کرے کوئی

☆☆ اس سال ایک افغانی لڑکی بھی مقابلۂ حسن میں حصہ لے رہی ہے۔ (اخبار خبر)

☆☆ ۲۵ سالہ بدا صمد زئی گزشتہ سات سال سے امریکہ میں مقیم ہیں۔انہوں نے ایک بیان میں کہا ہے کہ وہ اس مقابلہ میں اس لئے حصہ لے رہی ہیں تا کہ دنیا کو بتایا جا سکے کہ افغانستان ایک روشن خیال ملک ہے۔ظاہر ہے اس بیان کے بعد کون اس حقیقت سے انکار کر سکے گا کہ افغانستان ایک روشن خیال ملک بن گیا ہے۔بہتر ہوتا کہ بدا صمد زئی منیلا میں ایسا بیان دینے کی بجائے افغانستان سے ایسا بیان دیتیں تا کہ روشن خیالی دنیا کو دکھائی بھی دیتی۔امریکہ کی ایسی حرکتوں سے یہ تاثر ملتا ہے کہ وہ تہذیبوں کی لڑائی لڑ رہا ہے۔لیکن یہ کام تو وہ سیٹلائٹ کے ذریعے بہتر طور پر کر سکتا تھا۔

ہیں کواکب کچھ نظر آتے ہیں کچھ
دیتے ہیں دھوکہ یہ بازی گر کھلا

☆☆ ہندوستان کی طرف سے پاکستان کے ساتھ تعلقات معمول پر لانے کے لئے بعض اہم تجاویز پاکستان کو بھیج دی گئیں۔عالمی سطح پر ان تجاویز کا خیر مقدم۔پاکستان جلد جواب دے گا۔
(اخباری خبر)

☆☆ امن کے قیام اور استحکام کے لئے جو اچھا قدم بھی اٹھایا جائے اس کی تعریف کی جانی چاہئے لیکن اس کے لئے نیتوں کا نیک ہونا بہت ضروری ہے۔بی جے پی کی قیادت کی نیت میں نیکی دکھائی نہیں دے رہی۔جب جنرل پرویز مشرف کو آگرہ آنے کی دعوت دی گئی تھی تب جان بوجھ کر حریت کانفرنس کو مذاکرات سے باہر رکھا گیا تھا۔اور اب جب ہندوستان حریت کانفرنس سے مذاکرات کا ڈول ڈال رہا ہے تو پاکستان کو اس سے الگ رکھا گیا ہے۔اگر نیت نیک ہوتی تو اس تنازعہ کے سارے فریق مل کر بیٹھتے اور مسئلے کا باعزت حل نکال لیتے۔اسی لئے ہندوستانی پیکیج میں بعض اچھی آفرز کے باوجود ابھی کچھ کہنا قبل از وقت ہے۔میرے نزدیک اس وقت معاملہ دونوں ممالک کے درمیان پائی جانے والی بد اعتمادی کے ساتھ خود بی جے پی جیسی انتہا پسند ہندو پارٹی کی نیت کا بھی ہے۔کیونکہ یہ پارٹی تو منہ میں رام رام،بغل میں چھری سے بھی آگے بڑھ چکی ہے۔اس کے زیرِ اثر انتہا پسند حلقے منہ پر رام مندر کی بات کے ساتھ ہاتھوں میں ترشول اور چھرے سرِ عام لہراتے پھرتے ہیں۔پھر بھی دعا ہے کہ پاکستان اور ہندوستان کے تعلقات نہ صرف معمول پر آئیں بلکہ بہتر ہوں۔

☆☆ بغداد میں ہولناک خودکش دھماکے،ساٹھ سے اوپر افراد ہلاک،سینکڑوں زخمی۔
(اخباری رپورٹس)

☆☆ ۲۷/اکتوبر کو بغداد کے چار تھانوں اور ریڈ کراس کے دفتر پر زبردست قسم کے خودکش حملوں سے نہ صرف پورا بغداد گونج اٹھا بلکہ امریکی وائٹ ہاؤس تک اس کی لرزش سنائی دی ہے۔اس پر صدر بُش نے جو بیان دیا ہے اس سے لگتا ہے کہ وائٹ ہاؤس ان دھماکوں کی گونج سے لرزا ہے۔عالمی آئل مافیا اپنی تمام تر تباہ کاریوں کے باوجود نہ تو افغانستان کو تیل کے حصول کا راستہ بنانے میں کامیاب ہو سکا ہے اور نہ ہی عراقی تیل ابھی تک اس کی ہوس پوری کر سکا ہے۔الٹا دونوں ممالک اس کے لئے دلدل بنتے جا رہے

ہیں۔افغانستان میں اپنی نامرادی کاالزام پاکستان پرڈالنا آسان ہےاورعراق میں پڑنے والی مار کے لئے الزام دھرنے کا ابھی تعین نہیں ہو پا رہا۔ایران،شام اورسعودی عرب تینوں آپشنز پرغور چل رہا ہے۔بس جس پرآئی مافیا کا جی چاہے گاالزام دھر کے ایک اوردلدل میں پھنسنے کاسامان کرلےگا۔

☆☆ ہندوستان نے گزشتہ پچاس سال میں جوحاصل نہیں کیاوہ ہماری حکومت نے پانچ سال کے عرصہ میں حاصل کردکھایا۔(ہندوستان کے نائب وزیراعظم ایل کے ایڈوانی جی کا دعویٰ)

☆☆آندھراپردیش میں ایک نوتعمیر سڑک کا افتتاح کرتے ہوئے ایل کے ایڈوانی جی نے اپنی حکومت کی خوبیاں گنواتے ہوئے بتایا کہ سابقہ حکومتوں نے جوکچھ پچھلے پچاس برسوں میں حاصل نہیں کیا تھا،وہ ہماری حکومت نے اپنے پانچ سالہ دوراقتدار میں حاصل کرکے دکھا دیا ہے۔جہاں تک ان کے مختلف ترقیاتی دعووں کا تعلق ہے وہ ہندوستان کے عوام اوراپوزیشن جماعتیں بہتر جانتی ہوں گی کہ کس حد تک درست ہیں۔لیکن بلاشبہ بعض ہدف ایسے ضروران کی حکومت نے حاصل کئے ہیں جوپچھلے پچاس سال کے ٹوٹل سے بھی زیادہ ہیں۔مثلاً صوبہ گجرات میں جس طرح پہلے گودھرا کا شرمناک سازشی کھیل رچایا گیااور پھراس کی آڑ لےکرمسلمانوں کا جوقتلِ عام کرایا گیا وہ یقیناً بی جے پی کی حکومت کا ایسا کامیاب ٹارگٹ ہے جوپچھلے پچاس سال کے عرصہ میں مسلمانوں کے قتل کے ٹوٹل سے زیادہ ہے۔

☆☆ اگرایل ایف اوکا مسئلہ حل نہ ہواتوعید کے بعدحکومت کے خلاف تحریک چلائیں گے۔
(قاضی حسین احمد)

☆☆ قاضی صاحب کا یہ بیان پڑھ کرہنسی آئی تھی۔۲۸؍اکتوبرکومسلم لیگ قاف کی رکن اسمبلی ڈاکٹرفردوس اعوان پرائم ٹی وی کے ایک پروگرام میں مدعوتھیں۔وہاں ان سے غوری صاحب نے سوال کیا کہ قاضی صاحب نے اس طرح کا بیان دیا ہے۔تب ڈاکٹر فردوس اعوان نے بڑے اچھے انداز سے کہا کہ قاضی صاحب تو پچھلے چھ سات ماہ سے ایسے ہی بیان دیتے آرہے ہیں۔یہ پہلا موقعہ ہے کہ مسلم لیگ قاف کی ایک رُکن اسمبلی نے ایسی بات کہی ہے کہ قاضی صاحب کے اس قسم کے بیان سچ مچ سیاسی لطیفہ لگنے لگے ہیں۔پہلے وہ ایک ڈیڈ لائن کا اعلان کرتے ہیں۔اس لائن کے آنے تک مذاکرات شروع ہوجاتے ہیں۔پھرمذاکرات میں تعطل پیدا ہوجاتا ہےاورتعطل کے بعدقاضی صاحب پھرایک نئی ڈیڈلائن دے دیتے

ہیں۔میں جنرل پرویزمشرف کے بہی خواہوں میں سے ہوں اس کے باوجود ایل ایف اوکوآئین کا حصہ نہیں مان سکتا۔اس اشوپراپوزیشن کا موقف بالکل درست ہے۔جنرل پرویزمشرف کوان کے قانونی مشیران نے اندھیرے میں رکھا ہوا ہے۔تاہم قاضی صاحب اب تک جوکچھ کئے چلے جارہے ہیں وہ بھی ایک مذاق بنتا جارہا ہے۔قاضی صاحب اگر کچھ کرسکتے ہیں توکرگزریئے ورنہ اسی تنخواہ پرکام کیجئے۔

☆☆ عراق پرامریکی حملہ کے بعد سے اب تک ۱۱۷امریکی فوجی ہلاک ہوچکے ہیں۔
(اخباری رپورٹ)

☆☆ ۲؍نومبرکوفلوجہ میں ایک امریکی ہیلی کاپٹر مار گرایا گیا۔۱۶امریکی فوجی ہلاک اور۲۰شدید زخمی ۔
(اخباری رپورٹ)

☆☆ ہلاک ہونے والےامریکیوں کی تعداد۳۸۲ہوچکی ہے۔
(امریکی ٹی وی کے حوالے سے جنگ کی خبر)

☆☆۳۰؍اکتوبرتک کی رپورٹس کے مطابق امریکہ کے۱۱۷فوجی عراق میں مزاحمتی حملوں کا نشانہ بن چکے ہیں۔امریکہ جب عراق پراندھادھنداوروحشیانہ بمباری کرکےاس کےعوام کوصدام کے ساتھ ان کی زندگی سے بھی آزادی دلا رہا تھا تب امریکہ کے صرف۱۴فوجی ہلاک ہوئے تھےاورامریکی قبضہ ہوجانے کے بعد سے اب تک ۱۱۷امریکی فوجی ہلاک کئے جاچکے ہیں۔یہ ابھی اعتراف کردہ اعدادوشمار ہیں۔دیکھیں امریکی فوج کے ساتھ ابھی مزید وہاں کیا ہوتا ہے۔

۳۰؍اکتوبرکے بعد تیسرادن ہی ہوا تھا کہ امریکی ہیلی کاپٹر مارگرانے سے۱۶امریکی فوجی ہلاک ہوگئے۔یہ اب تک کی سب سے زیادہ ہلاکتوں کا واقعہ ہے۔گویا چھ ماہ میں۱۳۳ امریکی فوجی مارے جاچکے ہیں۔یہ ظاہر کردہ اعدادوشمار ہیں۔اس کے معاً بعد۴؍نومبرکوروزنامہ جنگ نے اپنی تازہ ترین خبروں میں ایک امریکی ٹی وی کے حوالے سے خبردی ہے کہ عراق میں اب تک ہلاک ہونے والے امریکیوں کی تعداد۳۸۲ہوچکی ہے۔آنے والے دنوں میں اس کی تصدیق یاتردید ہوسکے گی۔

☆☆ مسلم لیگ نون کے قائم مقام صدرمخدوم جاوید ہاشمی بغاوت کے مقدمہ میں گرفتار کرلئے گئے۔
(اخباری خبر)

☆☆میں نے اپنے ۱۹ اکتوبر کے خبرنامہ میں لکھا تھا کہ جاوید ہاشمی صاحب فوج کی مخالفت میں وہاں تک جا رہے ہیں جہاں تک نواز شریف کبھی نہیں گئے ۔اسی دوران ان کی جانب سے فوجی لیٹر ہیڈ پر ملنے والے ایک خط کا اسکینڈل بھی سامنے آ گیا۔اس اسکینڈل سے کونسا سیاسی فائدہ ہوا اور اب جاوید ہاشمی کو ان کے لیڈران کس حد تک قانونی مدد دے سکیں گے؟ یہ آنے والا وقت ہی بتائے گا۔ایک بات طے ہے کہ فوج سے ٹکراؤ کے نتیجہ میں ان کی سیاسی شخصیت بہت زیادہ نمایاں ہونے لگی تو اسے خود ان کی پارٹی کی اصل قیادت کبھی برداشت نہیں کر سکے گی۔ایسی صورت میں انہیں جنرل پرویز سے اتنا خطرہ نہیں ہوگا جتنا خود اپنی اصل قیادت سے ہوگا۔سیاسی پیچ وخم آگے چل کر کیا رُخ اختیار کرتے ہیں؟ابھی کچھ کہنا قبل از وقت ہے۔تاہم بہتر تھا جاوید ہاشمی ایسی انتہا پسندی کی سیاست کرنے کی بجائے قدرے معتدل رویہ اختیار رکھتے۔اپنی پارٹی کے چیئرمین راجہ ظفر الحق جتنے معتدل ہی رہتے تو کافی تھا۔بہر حال خدا خیر رکھے۔

☆☆ سینیٹ کے اراکین نے اپنے اثاثے ظاہر کر دیئے۔پاکستانی عوام کی خدمت کرنے کا دعویٰ رکھنے والے ارب پتی اور کروڑ پتی نکلے۔ (اخباری رپورٹس)

☆☆پاکستان میں قومی اور صوبائی اراکین پارلیمنٹ کو اپنے اثاثے ظاہر کرنے کا پابند کیا گیا تھا۔اس پر خاصا ہنگامہ چل رہا تھا۔فوجی جرنیلوں اور عدلیہ کے بڑے ججوں کے اثاثے ظاہر کرنے کا مطالبہ کھل کر ہوا۔ میں بھی اس مطالبہ کی حمایت میں ہوں لیکن یہ مطالبہ اپنے اثاثے چھپانے کا بہانہ نہیں بننا چاہئے۔اب پہلے مرحلہ میں سینیٹ کے اراکین نے اپنے اثاثے ظاہر کئے ہیں۔یہ بہت ہولناک اعداد و شمار ہیں۔اگرچہ بیشتر اراکین نے اپنے قیمتی اثاثوں کی مالیت کم لگائی ہے تاہم اس کے باوجود ارب پتی اور کھرب پتی سینیٹرز سامنے آ گئے ہیں۔ان لوگوں نے (طبقۂ اشرافیہ کے سارے لوگ جن کے اثاثے ابھی ظاہر نہیں ہوئے وہ بھی اس میں شامل ہیں) کس محنت اور دیانت کے ساتھ اتنے اثاثے بنائے؟اس کی تحقیق ہونی چاہئے۔اگر یہ لوگ ملک اور عوام کے خیر خواہ ہیں تو کروڑ سے اوپر اثاثے رکھنے والے طبقۂ اشرافیہ کے سارے لوگ اپنی نصف دولت ملک کے بین الاقوامی قرض ادا کرنے کے لئے دیدیں۔ایسا ہو جائے تو پاکستان ایک ہفتے میں غیر ملکی قرضوں سے نجات پا سکتا ہے۔لیکن ایسا کیسے ہو سکتا ہے۔اسی طبقہ کی جائیدادیں بنانے کیلئے تو پاکستان مقروض ہوا تھا اور مقروض ہوتا جا رہا ہے۔اسی لئے کوئی بھی حکومت آ کر سوائے چند سیاسی مخالفین کے خلاف انتقامی کاروائیاں کرنے کے،کبھی بھی لوٹی ہوئی دولت کی موثر واپسی کا

کوئی اہتمام نہیں کرتی۔ بلکہ لوٹ مار کا سلسلہ بلا کسی رکاوٹ جاری رہتا ہے۔اب بھی یہ سلسلہ جاری و ساری ہے۔

☆☆ ایریل شیرون اور اسکے دو بیٹوں کے خلاف اسرائیلی پولیس کی تحقیق۔(اخباری رپورٹ)

☆☆پاکستانی سینیٹ کے اراکین کے اثاثوں کی خوفناک تفصیل سامنے آنے کے اگلے ہی دن یہ خبر سننے میں آئی کہ جنوبی افریقہ سے ملنے والی ایک یہودی کی امداد کی رقم کے بارے میں معلوم ہوا ہے کہ اسرائیل کے وزیر اعظم ایریل شیرون اور ان کے دو بیٹوں نے اسے ذاتی طور پر خرچ کر لیا تھا۔ چنانچہ اسرائیلی پولیس نے اس سلسلے میں وزیرِ اعظم ایریل شیرون کو انٹرویو کیا۔ یہ ان یہودیوں کا کردار ہے جن کے بارے میں مسلمانوں کے دلوں میں ہے کہ یہ دنیا کی سب سے بری قوم ہے۔لیکن یہ کیسی بری قوم ہے کہ اس کے مالدار افراد اپنی قوم کے فائدے کے لئے بھاری عطیات دیتے ہیں اور اگر ان رقوم میں کوئی خورد برد ہو تو طاقتور ترین شخصیت سے بھی تحقیق و تفتیش کی جاتی ہے۔ ہمارے ہاں تو ایک جنرل کے ڈرائیور کی گاڑی جائز طور روک لی جائے تو اس پر بھی روکنے والے کی شامت آ جاتی ہے۔ملک کے کسی مقتدر فرد کے خلاف کسی تحقیق کا تو سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔دوسرے اسلامی ممالک میں عوام اور قومی مفادات کا معاملہ پاکستانی لوٹ کھسوٹ سے بھی بدتر ہے کہ وہاں کے شیوخ اور بادشاہوں اور حکمرانوں نے ملکوں کو اپنے باپ دادا کی جاگیر سمجھ رکھا ہے۔حقیقت یہ ہے کہ مسلمان حکمران، مسلم امہ کے گناہوں کی اجتماعی سزا ہیں۔اپنی ذاتی ہوس کے لئے ان حکمرانوں نے اسلام کا نام صرف عوام کو بے وقوف بنانے کے لئے استعمال کر رکھا ہے۔اس وقت یہودی اپنے قومی مفاد کے لئے سب سے مخلص قوم بن چکی ہے اور مسلمان اپنے ملی مفاد کے لئے دنیا کی عبرتناک قوم بن چکی ہے۔بقول علامہ اقبال ؎

یہ مسلماں ہیں جنہیں دیکھ کے شرمائیں یہود

☆☆ کارگل جیسا واقعہ دوبارہ ہوا تو دوگنی طاقت سے جواب دیں گے۔

(بھارتی وزیر دفاع جارج فرنانڈیس)

☆☆جارج فرنانڈیس بنیادی طور پر لیفٹ کے آدمی ہیں لیکن رائٹ والوں کے ساتھ مل کر وزارت کے

مزے لوٹ رہے ہیں۔ پھر وہ وزیرِ دفاع بھی ہیں اس لئے ان کے سیاسی بیانات کی لیفٹ رائٹ پریڈ چلتی رہتی ہے۔ ابھی تھوڑا عرصہ پہلے وہ چین کو ہندوستان کے لئے سب سے بڑا خطرہ قرار دے رہے تھے اور پھر وہی چین میں جا کر ہند چینی دوستی کے نئے دور کا آغاز کر آئے ہیں۔ کارگل کے واقعہ کا ذکر کرنا مناسب نہیں تھا۔ ہم تو دونوں ملکوں میں صلح کے خواہاں ہیں اور کسی متنازعہ مسئلہ کو بھڑکانا اچھا نہیں سمجھتے وگرنہ کارگل میں تو بھارتی فوج بہت بری طرح گھر چکی تھی۔ دھنے وادکہیں امریکی حکومت کو اور پاکستان کے سابق وزیرِاعظم نواز شریف کو جنہوں نے آپ کو کارگل کی مصیبت سے بچالیا۔ جارج فرنانڈیس کا کارگل کے حوالے سے ایک ہی کارنامہ ہے کہ اس میں مرنے والوں کے تابوتوں کے اسکینڈل میں ہندوستانی پارلیمنٹ کے اندر ان کو ''کفن چور'' کا خطاب ملا۔ اس لئے وہ زیادہ سے زیادہ یہ کہیں کہ اگر کارگل جیسا واقعہ دوبارہ ہوا تو مرنے والوں کے تابوت پہلے سے دوگنے ریٹ پر منگواؤں گا۔

☆☆ **پاکستان، ہندوستان سے ہمارے طیارے افغانستان جانے سے روکنے کیلئے فضائی رابطوں کی بحالی نہیں چاہتا۔** **(بھارتی وزیرِ خارجہ یشونت سنہا کا الزام)**

☆☆ ہندوستان اور پاکستان کے درمیان صرف ہوائی رابطوں کی بحالی نہیں بلکہ سارے رابطوں کی بحالی ہونی چاہئے۔ آخر یشونت سنہا صرف ہوائی جہازوں کے رابطوں کی بحالی کے لئے اب اتنے بے چین کیوں ہیں؟ یہ رابطے ہندوستان نے خود یک طرفہ طور پر ختم کرنے کا اعلان کیا تھا۔ اب اپنے اس وقت کے متکبرانہ بیانات کو پڑھیے اور پھر سوچئے کہ تب یک طرفہ طور پر پابندی عائد کرنے کا اقدام دانشمندی تھا یا بے وقوفی؟ اب پھر سے فضائی رابطوں کی بحالی کے لئے پاکستان صرف یہ اصرار کر رہا ہے کہ ایسا معاہدہ ہو کہ ہندوستان دوبارہ از خود ایسی پابندی یک طرفہ طور پر عائد نہ کر سکے۔ پاکستان کو یقیناً اس گارنٹی کے حصول کا حق حاصل ہے۔ ورنہ یہ کیا بات ہوئی کہ جب آپ کا دل چاہے آپ دھونس جمانے کے لئے فوجیں سرحد پر لے آئیں، سارے زمینی اور فضائی رابطے یک طرفہ طور پر منقطع کر دیں اور جب جی چاہے تعلقات کی بحالی کے نام پر پھر حکم صادر کر دیں کہ چلو رابطے بحال کر لو۔ یقیناً اس معاملہ میں حکومت پاکستان کا موقف اصولی ہے۔ آپ کو وہاں تک تو جانا ہی ہوگا۔

☆☆ **یورپی عوام نے عالمی امن کے لئے اسرائیل کو پہلا اور امریکہ کو دوسرا بڑا خطرہ قرار دے دیا۔**

(تازہ سروے)

☆☆ یورپی یونین کے پندرہ ممبر ممالک میں سے ہر ملک سے ۵۰۰ افراد لے کر ان سے سوالات کئے گئے کہ اس وقت عالمی امن کو کن سے شدید خطرہ لاحق ہے؟ اس سروے کے نتیجہ کے مطابق اسرائیل کو پہلے نمبر پر عالمی امن کے لئے خطرہ قرار دیا گیا ہے۔ جبکہ دوسرے نمبر پر امریکہ کو خطرہ قرار دیا گیا ہے۔ اگر ایریل شیرون اور بُش جونیئر کی موجودہ حرکتیں جاری رہیں تو کوئی پتہ نہیں دنیا کب ایٹمی تباہی کا شکار ہو جائے۔ اٹلی میں اسرائیل کے سفیر نے اس سروے کو اسرائیل کی بے عزتی قرار دیا ہے۔ بہتر ہوگا کہ اسرائیل فلسطینیوں کو ان کے حقوق دے اور انسانیت کا احترام کرنا سیکھے۔ ایسا کر لیا جائے تو پھر نہ کوئی ان کی بے عزتی کرے گا اور نہ ان کو ایسا کوئی گلہ کرنے کی ضرورت پیش آئے گی۔

☆☆

۲۹ شوال المکرّم ۱۴۲۴ھ۔۔۲۵ر دسمبر ۲۰۰۳ء

تمام پاکستانی قارئین کو قائدِاعظم کے یومِ پیدائش کی مبارک باد!

تمام مسیحی قارئین کی خدمت میں کرسمس کی پرخلوص مبارک باد۔۔۔۔اور

جاتے سال کو الوداع کہتے ہوئے تمام قارئین کی خدمت میں نئے سال کی مبارکباد!

☆☆ **امریکی صدر بُش کا اچانک دورۂ بغداد۔** **(میڈیا رپورٹس)**

☆☆ آسٹریلیا کے دورے سے بے عزت ہونے کے بعد امریکی صدر بُش نے برطانیہ کا دورہ کیا اور وہاں کا دورہ آسٹریلیا سے بھی زیادہ خوار کرنے والا ثابت ہوا۔ صدر بُش کو اندازہ ہو گیا کہ دنیا کا طاقتور ترین ملک ہونے کے باوجود اس وقت امریکی صدر دنیا بھر کے عوام کی ناپسندیدہ ترین شخصیت بن چکی ہے۔ اپنے ہی حامی ملکوں میں اتنی بے عزتی ہونے کے بعد نہ جانے کس نے صدر بُش کو مشورہ دیا کہ وہ عراق کا دورہ کر لیں۔ اس سے عراق میں امریکی فوج کا مورال بھی ہائی ہوگا اور امریکی عوام میں بھی ان کی

عزت بن جائے گی۔لیکن جس طرح عراق پہنچنے سے واپس جانے تک اس سفر کی ساری خبر کو خفیہ رکھا گیا،اس سے کسی کا مورال کیا اپ ہوتا اور امریکی عوام میں عزت کیا بنتی الٹا صدر بُش کا اچھا خاصا مذاق بن گیا ہے۔مجھے ابھی تک سمجھ نہیں آ رہی کہ امریکہ جو مقاصد دنیا بھر میں اور خود اپنے عوام میں اس سے بہتر طور پر حاصل کر سکتا ہے انہیں ایسے احمقانہ اور ظالمانہ انداز سے کیوں حاصل کرنے کی کوشش کر رہا ہے،جن میں ابھی تک اپنے تمام تر ظلم کے باوجود امریکہ دنیا بھر میں تماشہ بن گیا ہے۔

☆☆ تہذیبوں کا نہیں لاعلمیت کا ٹکراؤ ہے۔تہذیبوں کا ٹکراؤ کی سوچ ختم کرنا ہوگی۔
(پرنس کریم آغا خان)

☆☆آغا خان یونیورسٹی کراچی کے چانسلر کی حیثیت سے یونیورسٹی کے ۱۶ ویں کانووکیشن سے خطاب کرتے ہوئے پرنس کریم آغا خان نے بلاشبہ بڑی پتے کی بات کہی ہے۔عالمِ اسلام کے تئیں ان کا اخلاص قابلِ قدر ہے۔میں ذاتی طور پر اسماعیلیہ فرقہ کی اور ان کی قیادت کی پاکستان کے لئے،عالمِ اسلام کے لئے اور عالمِ انسانیت کے لئے بے غرض اور بے لوث خدمات کا معترف ہوں۔ان کی بات بالکل بجا ہے کہ حقیقتاً یہ تہذیبوں کا ٹکراؤ نہیں ہے لیکن المیہ یہ ہے کہ ''تہذیبوں کا ٹکراؤ'' کے مصنف سے لے کر امریکہ کے موجودہ برسرِ اقتدار ٹولے تک سب نے اسے تہذیبوں کی جنگ بنا کر رکھ دیا ہے۔ظلم اور نا انصافی کی ایسی فضا میں بکھرے ہوئے اور غیر منظم مسلم انتہا پسندوں کے رویے بھی اصلاً مسلم مفادات کو نقصان پہنچا رہے ہیں۔اس کے لئے جہاں مسلم انتہا پسندوں کی ذہنی تربیت ضروری ہے (یہ شاید وقت کی مار کے ہاتھوں ہی ہو گی) وہیں انتہائی طاقت رکھنے والے امریکی حکمرانوں اور ان کے ہمنواؤں کا ہاتھ روکنے کے لئے تدابیر کی بھی اشد ضرورت ہے۔اسی طرح امریکہ اور مغرب کے عوام کو اور ان کے دانشوروں کو یہ باور کرانا زیادہ ضروری ہے کہ لاعلمیت کے اس ٹکراؤ کو تہذیبوں کا ٹکراؤ نہیں بنانا چاہئے۔
پرنس کریم آغا خان جیسی ہستیاں یہ کام زیادہ موثر اور احسن طور پر کر سکتی ہیں۔

☆☆ بُش چلے جائیں گے لیکن کیوبا کا انقلاب زندہ رہے گا۔ (فیدرل کاسترو)

☆☆دسمبر کے شروع میں وائٹ ہاؤس میں ایک اہم اجلاس میں کیوبا پر بعض پابندیاں عائد کرنے کا فیصلہ

کیا گیا اور اس سے اگلے روز کیوبا کے صدر فیدرل کاسترو نے ایک اسکول میں بچوں کی ایک تقریب سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ ''بے وقوفوں کا وہ ٹولہ جس نے کل وائٹ ہاؤس میں اپنا اجلاس منعقد کیا ہے تلخیوں اور ذہنی انتشار کی حالت میں موت سے ہمکنار ہو جائے گا۔''انہوں نے یہ دعویٰ بھی کیا کہ ان کی موت کے بعد بھی کیوبا کا کمیونسٹ انقلاب قائم رہے گا۔سوویت یونین کی شکست و ریخت کے بعد جن چند چھوٹے ممالک میں ویسا نظام قائم ہے ان میں کیوبا سب سے اہم ہے۔اور اس میں کوئی شک نہیں کہ بظاہر مکھی یا مچھر جیسا یہ ملک امریکی فرعون و نمرود صفت حکمرانوں کی ناک پر لڑا ہوا ہے۔ایسی فضا میں اس قسم کے بیانات سے اور کچھ نہ سہی تھوڑی سی ذہنی تسکین تو ہو ہی جاتی ہے۔

☆☆ افغانستان کے علاقہ غزنی کے ایک گاؤں میں امریکی طیاروں کی وحشیانہ بمباری،۹ بچوں سمیت دس افراد ہلاک کر دیئے۔ (اخباری رپورٹ)

☆☆ اس واقعہ کے بعد اقوام متحدہ کے ابراہیم لخدر سے لے کر حامد کرزئی تک امریکہ کے اپنے مقرر کردہ افراد بھی بمبارمنٹ کی مذمت کرنے پر مجبور ہو گئے ہیں۔رپورٹ کے مطابق امریکی فوجی حکام کو ایک مقام پر دہشت گردوں کی موجودگی کی خبر ملی اور انہوں نے وہاں بمبارمنٹ کر دی۔اس کے نتیجہ میں ۹ معصوم بچے اور ایک شخص ہلاک ہو گئے۔یہ امریکہ کی جانب سے کوئی پہلا واقعہ نہیں ہوا۔اس سے پہلے اسی افغانستان میں کئی شادی کی تقریبات پر بھی امریکی طیارے وحشیانہ بمباری کر کے رسمی معذرتیں کر چکے ہیں۔اس سانحہ کے معاً بعد ایک دو دن کے وقفہ سے امریکی طیاروں نے دہشت گردوں پر حملہ کی آڑ میں پھر ایک گھر پر بمبارمنٹ کر کے ۶ بچوں اور ان کے والدین کو ہلاک کر دیا۔یہ حساب کتاب لکھتے جائیں، آنے والے وقت میں کام آئے گا۔

☆☆ ایف/۱۰ اسلام آباد کے چوک پر نصب غوری میزائل کا ماڈل مسمار کر دیا گیا۔(اخباری خبر)

☆☆اطلاعات کے مطابق بھارتی وزیراعظم اٹل بہاری واجپائی کی پاکستان میں آمد کے موقعہ پر ان کا شایانِ شان استقبال کرنے کے لئے غوری میزائل کا ماڈل مسمار کیا گیا ہے۔جب بے نظیر بھٹو نے اپنے دورِ حکومت میں بھارتی وزیراعظم کے استقبال کی وجہ سے کشمیر ہاؤس کا بورڈ ہٹایا تھا تو تب سے لے کر اب تک ان کے اس گناہ کو بخشا نہیں گیا تھا۔کسی نہ کسی بہانے سے انہیں طعنے دے کر اس کی یاد دلائی جاتی

رہی۔لیکن اب خودفوجی اورفوج کی پسندیدہ حکومت کے دور میں اتنا بڑا اقدام کیا گیا ہے اوراسے سیدھی طرح تسلیم کرنے کی بجائے حیلے بہانے بھی کئے جا رہے ہیں۔اورتو اور''برادرانِ اسلام''یعنی دینی جماعتیں بھی اس اقدام سے ایسے بے خبر ہیں جیسے دوسرے اعلیٰ سرکاری حکام۔اس پر یہی کہہ سکتے ہیں۔

بدلتا ہے رنگ آسماں کیسے کیسے

☆☆ سابق سوویت یونین کی ریاست مالدووا سے ۳۸ ڈرٹی بم غائب ہوگئے۔(اخباری خبر)

☆☆اس خبر میں مبصرین کی طرف سے کہا گیا ہے کہ اگر یہ بم القاعدہ کے ہاتھ لگ گئے ہیں تو بھیانک حملے ہوسکتے ہیں۔کیونکہ ان بموں پر تابکاری وار ہیڈ لگے ہوئے تھے۔۔۔۔۔اس وقت اس قسم کی خبر نکلنے کا مقصد تو خدا ہی بہتر جانتا ہے لیکن سابق سوویت یونین کی شکست وریخت کے ساتھ ہی اس کے کئی ایٹم بم وہاں کی کھلی اسلحہ مارکیٹ میں فروخت ہوتے رہے ہیں۔''القاعدہ''اوراسی طرح کی دوسری جہادی تنظیموں کوامریکہ نے ہی بنایا اورابھارا تھا،اس لئے وہی بہتر جانتا ہوگا کہ ان کی صلاحیت اور کارکردگی کس حد تک موثر ہے۔اور کچھ ہو نہ ہو اس خبر کے بعد اب عام امریکی عوام اپنے گھروں میں بھی خوفزدہ ہوکر رہنے لگیں گے۔

☆☆ متحدہ مجلس عمل کے صدراورجمیعتہ العلماء پاکستان کے سربراہ مولانا شاہ احمدنورانی حرکتِ قلب بند ہوجانے سے انتقال کر گئے۔ایم،ایم،اے کیلئے دھچکا۔(اخباری خبر)

☆☆ہرانسان جواس دنیامیں آتا ہے اسے ایک نہ ایک دن اس دنیا سے جانا ہی ہوتا ہے۔مولانا شاہ احمد نورانی کی عمر ۸۰ سال تھی۔تاہم ان کی وفات ایم ایم اے کے لئے سیاسی دھچکے سے کم نہیں ہے۔ایسے وقت میں جب ایم،ایم،اے کی جانب سے حکومت کے ساتھ مفاہمت یا حکومت کے خلاف فیصلہ کن تحریک چلانے کی تاریخ (۱۸ر دسمبر) قریب آ رہی ہے،مولانا شاہ احمدنورانی کی وفات سے ایم ایم کو ویسا ہی نقصان پہنچا ہے جیسا نوابزادہ نصراللہ خان کی اچانک وفات سے اے آر ڈی کو نقصان پہنچا۔وفات سے چند دن پہلے مولانا شاہ احمدنورانی ایم ایم اے کے بعض قائدین سے شاکی بھی تھے کہ وہ انہیں بتائے بغیر نہ صرف بالا بالا ملاقاتیں کر رہے ہیں بلکہ ان ملاقاتوں کے مکمل حالات سے بھی انہیں بے خبر رکھا جا رہا

ہے۔ہوسکتا ہے اب ایم ایم اے اپنے صدر کے سوگ میں ہی ۱۸ر دسمبر کو چلائے جانے والی تحریک کی کال کو موخر کر دے۔نوابزادہ نصراللہ خان کی وفات کی طرح مولانا شاہ احمدنورانی کی وفات سے جنرل پرویز مشرف کے خلاف تحریک چلانے کا اعلان کرنے والوں کو سخت نقصان پہنچا ہے۔

☆☆ راولپنڈی کے نالہ لئی پل پر بم کا دھماکہ۔۔۔جنرل پرویز مشرف بال بال بچ گئے۔

(اخباری خبر)

☆☆ ۱۴ر دسمبر کو شام سات بجے کے بعد جنرل پرویز مشرف کا قافلہ نالہ لئی پل سے گزرنے کے صرف ڈیڑھ منٹ کے بعد بم دھماکہ ہوگیا۔جنرل پرویز مشرف اس حملہ سے بال بال بچ گئے۔اورایک بار پھر ثابت ہوا کہ ایک کمانڈو کی حیثیت سے جتنے وہ خود متحرک ہیں اتنا ہی قدرت بھی ان پر مہربان ہے۔کئی بار موت کے منہ سے صاف بچ کر نکل کر آنے والے جنرل پرویز مشرف کو یہی کہا جا سکتا ہے۔ ؎

میریا ڈھول سپاہیا تینوں رب دیاں رکھاں

ویسے ابھی تک کے ملکی وغیرملکی حالات وواقعات سے یہی پتہ چلتا ہے کہ جنرل پرویز مشرف کے ستارے عروج پر جا رہے ہیں۔

☆☆ بھارتی پردھان منتری واجپائی جی کی جانب سے جنوبی ایشیا میں مشترکہ دفاع،مشترکہ کرنسی اور کھلی سرحدوں کی بات۔۔۔پاکستان کی جانب سے بھی محتاط مگر مثبت ردِعمل۔

(اخباری خبر)

☆☆میں نے ۲۲ر جولائی ۲۰۰۲ء کے اپنے کالم''منظراور پس منظر''(انڈو پاک مسائل اور مستقبل) اور پھر ۵ر جنوری ۲۰۰۳ء کے کالم''ساک یونین کا قیام وقت کی ضرورت''میں بڑی وضاحت کے ساتھ لکھا تھا کہ برصغیر کے عوام کے اصل مسائل کا حل سارک یونین کو یوروپی یونین کی طرح موثر بنانے میں ہے۔ تب دونوں ملکوں میں کشیدگی عروج پر تھی اور میں نے اس ناموافق موسم میں اس طرف توجہ دلائی تھی جب کوئی صحافی اس قسم کی بات لکھنا ہی نہیں چاہتا تھا۔خوشی کی بات ہے کہ ارباب اختیار کے ذہنوں میں یہ بات آئی تو ہے۔حکومت پاکستان نے اس پر محتاط اور مناسب ردِظاہر کیا ہے۔اسے ایک طویل سفر قرار

دیتے ہوئے متنازعہ امور،شکوک وشبہات کو پہلے ختم کرنے کی ضرورت پر زور دیا ہے۔میرا خیال ہے کہ اگر واجپائی جی ہمت کریں تو کشمیر کے مسئلے کا حل فراخدلی کے ساتھ کر سکتے ہیں۔ایسا حل جس سے کشمیریوں پر ہوئے اب تک کے سارے مظالم اور ناانصافیوں کی تلافی ہو جائے اور انڈو پاک کی کشیدگی بھی ختم ہو جائے۔بلکہ اس مسئلے کے حل کرنے کے انداز سے طے ہوگا کہ جنوبی ایشیا میں یوروپی یونین کی طرز پر اتحاد اور اتفاق ہونا ممکن ہے یا نہیں!

☆☆ **قازقستان میں سات سالہ بچے کے پیٹ سے آپریشن کرکے ایک نامکمل بچہ نکال لیا گیا۔** **(اخباری خبر)**

☆☆ پہلی نظر میں تو یہ خبر ''گے کلچر'' کے حامیوں کے لئے ایک وارننگ لگی تھی لیکن اس کی تفصیل کے مطابق پیڈیاٹرک پتھالوجسٹ اور جڑواں حمل کے مسائل کی عالمی ماہر کینیڈین ڈاکٹر ورجینیا بیلڈ ون نے اسے جنین کے اندر جنین کی ایک صورت بتایا ہے۔گزشتہ دوسو سال کے عرصہ میں اس نوعیت کے دوسو کیسز سامنے آچکے ہیں۔یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ مذکورہ بچے نے اپنے بھائی کو جنم دیا ہے۔

☆☆ **سابق عراقی صدر صدام حسین کو ان کے آبائی قصبہ کے قریب سے گرفتار کرلیا گیا۔** **(میڈیا رپورٹس)**

☆☆ اطلاع کے مطابق صدام حسین کو ۱۳ دسمبر کو رات آٹھ بجے ایک تہہ خانے سے گرفتار کیا گیا۔امریکی حکام نے اس بات کی تصدیق کی ہے کہ یہ اصلی صدام حسین ہیں کیونکہ ان کا ڈی این اے ٹیسٹ کرلیا گیا ہے۔ مجھے اس کا زیادہ علم تو نہیں لیکن میرا خیال ہے کہ ڈی این اے ٹیسٹ تھرمامیٹر سے ٹمپریچر دیکھنے کی طرح یا بلڈ پریشر چیک کرنے والی مشین کی طرح اسی وقت نہیں دیکھ لیا جاتا۔اس میں کچھ وقت لگتا ہے۔اس لئے ممکن ہے صدام حسین پہلے ہی سے امریکی قید میں ہوں اور اس وقت ان کی گرفتاری کا ڈرامہ کیا گیا ہو۔صدر بش کے آسٹریلیا اور برطانیہ کے دوروں میں ان کے سامنے جو توہین آمیز عوامی ردِعمل سامنے آیا تھا،اسے کور کرنے کے لئے صدر بش نے بغداد کا خفیہ دورہ کیا۔لیکن اسے جتنا خفیہ رکھا گیا اس سے مزید جگ ہنسائی ہوئی۔ان پے در پے خواریوں کے بعد صدر بش کے پاس کوئی چارہ نہ رہا کہ وہ اسی وقت صدام حسین کو پیش کرکے قوم کے سامنے سرخرو ہو جائیں۔اگلے سال نومبر سے پہلے پہلے اسامہ بن لادن کی

بھی اسی انداز کی گرفتاری کا ڈرامہ رچایا جاسکتا ہے۔صدر بش کے پاس الیکشن جیتنے کے لئے یہی دو پتے رہ گئے تھے۔

☆☆ **صدام حسین پر کھلی عدالت میں مقدمہ چلایا جائے گا۔** **(امریکی صدر بُش)**

☆☆ صدام حسین کی گرفتاری کے بعد اپنی پہلی پریس کانفرنس میں امریکی صدر جارج ڈبلیو بُش نے کہا ہے کہ صدام حسین پر کھلی عدالت میں مقدمہ چلایا جائے گا۔یہ صدر بُش کا ایک اور جھوٹ ہے۔امریکہ کبھی بھی صدام حسین کا کھلا ٹرائل نہیں ہونے دے گا۔کیونکہ صدام حسین کے جتنے جرائم ہیں ان میں سے بیشتر میں اسے امریکہ کی مکمل سرپرستی حاصل رہی ہے۔کھلے مقدمہ سے صدام حسین سے زیادہ خود سابقہ امریکی حکومتیں بے نقاب ہو جائیں گی۔اس لئے صدر بُش کا بیان ویسا ہی جھوٹا بیان ہے جیسا عراق پر جارحانہ حملہ کرنے سے پہلے عراق میں وسیع پیمانے پر تباہی پھیلانے والے ہتھیاروں کے بارے وسیع پیمانے پر جھوٹ بولا گیا تھا۔

☆☆ **صدام حسین سے بعض سچ اگلوانے کے لئے انہیں سچ بولنے پر آمادہ کردینے والے انجکشن Pentothal لگائے جارہے ہیں۔** **(اخباری خبر)**

☆☆ یہ اچھی بات ہے کہ صدام حسین کو ایسے انجکشن لگا کر ان سے سچ معلوم کیا جا سکے گا لیکن یہی انجکشن صدر بُش کو لگا کر ان سے بھی بہت سارے سچ اگلوانا بہت ضروری ہیں۔ورلڈ ٹریڈ سنٹرز کی عمارت کو اصلاً کس کس کی سازش سے تباہ کرایا گیا؟ سے لے کر افغانستان سے،عراق تک امریکی حملوں کی اصل اغراض کیا تھیں؟ان کے آئندہ کے عظیم یا مذموم عزائم کیا ہیں؟ وغیرہ وغیرہ

☆☆ **ایم ایم اے کی جانب سے ۱۸ دسمبر سے حکومت کے خلاف تحریک شروع کردی گئی۔لیکن اسی دن سے مذاکرات کا ڈول بھی ڈال دیا گیا۔** **(اخباری خبر)**

☆☆ اگر یہ ''نورا کشتی'' نہیں ہے تب بھی اس کا عمومی تاثر اب نورا کشتی والا ہو چکا ہے۔عام خیال یہی ہے کہ حکومت اور برادرانِ اسلام کے درمیان مفاہمت طے شدہ ہے،باقی تحریک اور مذاکرات سب ڈرامہ ہیں تاکہ لوگ سمجھیں کہ علماء نے بڑی بہادری کے ساتھ فوجی حکومت کا مقابلہ کیا تھا۔تحریک شروع

کرنے کا ڈرامہ قاضی حسین احمد کی عزت کا مسئلہ بھی بن گیا تھا کیونکہ اس سے پہلے وہ کئی بار ڈیڈ لائن دے کر پھر مذاکرات میں مشغول ہو جاتے تھے۔ چنانچہ اس ڈیڈ لائن پر بھی اور تو اور خود مسلم لیگ قاف والے بھی ہنس رہے تھے۔ شاید اسی وجہ سے تھوڑی سی تحریک شروع کر دی گئی ہے۔ تادمِ تحریر کارواں لاہور سے چل پڑا ہے لیکن یقین واثق ہے کہ اسلام آباد پہنچنے سے پہلے سمجھوتہ ہو چکا ہوگا۔

☆☆ تادمِ تحریر ''تحریک تحریک'' کھیلنے کے ساتھ ایم۔ایم۔اے نے حکومت کے ساتھ معاملات طے کر لئے ہیں اور اس خبر نامہ کے آن لائن ہونے تک آئینی پیکیج پر دستخط ہو چکے ہوں گے۔ حکومت اور ایم۔ایم۔اے سے صرف اتنا ہی کہنا ہے کہ اگر یہی کچھ طے کرنا تھا تو قوم کو ایک سال تک جانکنی اور عذاب کی حالت میں کیوں مبتلا رکھا گیا؟ کیا یہ سب کچھ بروقت طے نہیں کیا جا سکتا تھا؟ خدا کے لئے حکومت اور اپوزیشن والے بے یقینی کی ماری پاکستانی قوم کو مزید اذیتوں میں مبتلا نہ کریں۔ قوم کے حال پر اب رحم کریں۔

☆☆ آزاد کشمیر بھمبر کی شہناز پروین کے ساتھ ہندوستان میں بھارتی جیل میں جسمانی تشدد کے ساتھ جنسی زیادتی کی جاتی رہی۔ آٹھ سال کے بعد رہا کی جانے والی مظلوم عورت واپسی پر ایک بچی کی ماں بن کر آئی ہے۔ (اخباری خبر)

☆☆ خبر کے مطابق ۱۹۹۵ء میں شہناز پروین نے اپنے گھریلو حالات سے تنگ آ کر دریا میں کود کر خودکشی کرنا چاہی لیکن بدقسمتی سے دریا اسے ہلاک کرنے کی بجائے بھارتی سائڈ پر لے گیا۔ وہاں اسے بھارتی فوج نے گرفتار کر لیا۔ بھارتی جیل میں اسکے ساتھ جنسی زیادتی کی جاتی رہی جس کے نتیجہ میں وہ ایک بچی کی ماں بن گئی۔ شہناز پروین کے بیان کے مطابق بھارتی جیل میں دوسری کشمیری خواتین کے ساتھ بھی ایسا ہی ظالمانہ سلوک کیا جا رہا ہے۔ ۲۰۰۱ء میں شہناز پروین پاکستان کے واہگہ بارڈر تک پہنچی تھی۔ تب پاکستانی حکام نے خاتون کو تو قبول کرنا چاہا لیکن اس کی بیٹی کو پاکستانی کے طور پر قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ چنانچہ شہناز اپنی بیٹی سمیت پھر ہندوستان چلی گئی۔ یہ سانحہ ہندوستانی اور پاکستانی دونوں حکومتوں کی جانب سے بہت بڑا اخلاقی اور انسانی سانحہ ہے۔ پاکستان اور ہندوستان کے درمیان موجودہ بہتر ہوتی فضا کے باعث میں اس مسئلہ کو سیاسی رنگ میں پیش کرنے کی بجائے انسانی مسئلہ کے طور پر پیش کر رہا ہوں۔ پاکستان اور ہندوستان کی این جی اوز اور خواتین کے حقوق کی دیگر تنظیموں کو اس سانحہ کا فوری نوٹس لینا چاہئے اور شہناز

پروین کے ساتھ ہونے والی جنسی زیادتی اور اس کے انسانی پہلو کو مدِنظر رکھتے ہوئے موثر کاروائی کرنی چاہئے۔ کیا دونوں ملکوں کی این جی اوز، خواتین کے حقوق کی مختلف تنظیموں اور انسانی حقوق کی مختلف تنظیموں کو یہ توفیق ملے گی کہ وہ اس سنگین زیادتی پر اپنے فرض کا احساس کرتے ہوئے متحرک ہوں؟

☆☆ لوک سبھا انڈیا میں فلور کراسنگ پر مکمل پابندی عائد کرنے اور جعلی ادویات بنانے والوں کو سزائے موت دینے کے بل منظور کر لئے گئے۔ (اخباری خبر)

☆☆ انڈیا سے یہ دو اچھی خبریں آئی ہیں۔ ''دَل بدلی'' کے اقدام کو اصولی یا ذاتی بنیاد پر واضح کرنے کے لئے فلور کراسنگ پر پابندی اچھا قانون ہے۔ اس کے مطابق کوئی رکن اسمبلی جس پارٹی کے ٹکٹ پر انتخاب جیت کر آئے گا، اگر کسی اصولی بنیاد پر اس کے موقف سے اختلاف کرے گا تو اسمبلی کی رکنیت سے استعفیٰ دے کر اسے دوبارہ الیکشن لڑنا ہوگا۔ متوازی طور پر پارٹی کے اندر دوسری پارٹی بنانے یا پارٹی کے خلاف ووٹ دینے کا اسے حق نہیں ہوگا۔ اس قانون سے اسمبلی کے اندر موجود ''سیاسی لوٹا کلچر'' ختم کرنے میں آسانی ہوگی۔ جہاں تک جعلی ادویات کے خلاف بل کا تعلق ہے یہ بالکل درست قانون بنایا گیا ہے۔ ایسے سفاک لوگوں کو سزائے موت دی جانی چاہئے۔ کتنا اچھا ہو کہ پاکستان میں بھی ایسے ہی دو بل پیش کر کے منظور کر لئے جائیں۔

☆☆ دوستی کے اقدامات کے دوش بدوش بھارت کی جانب سے کشمیر میں لائن آف کنٹرول پر باڑ لگانے کا کام تیزی سے جاری۔ اور تین دن میں ترشول میزائل کے چار تجربے۔

(اخباری خبریں)

☆☆ ایک طرف واجپائی جی کھلی سرحدوں کی تجویز پیش کر رہے ہیں دوسری طرف لائن آف کنٹرول پر باڑ لگانے کا کام شروع کرا دیا ہے۔ واجپائی جی کے قول اور ان کی حکومت کے اس فعل میں بہت گہرا تضاد ہے۔ اسی طرح ایک طرف پیار محبت کی پینگیں بڑھائی جا رہی ہیں دوسری طرف تین دن میں چار ترشول تجربے کر لئے گئے ہیں۔ اسے محتاط ڈپلومیٹک زبان میں بھی ''اشتعال انگیزی'' کہا جا سکتا ہے۔ جبکہ حقیقتاً اردو کا پرانا محاورہ اس پر بہت صادق آ رہا ہے بغل میں چھری منہ میں رام رام۔۔۔۔ اب تو میرے جیسے پاک ہند دوستی کے خواہشمند، نہ چاہتے ہوئے بھی واجپائی جی سے پوچھنے پر مجبور ہیں ۔

تمہی کہو کہ یہ انداز دوستی کیا ہے؟

☆☆ **صوبہ سرحد میں ایم ایم اے کی حکومت نے ملبوسات اور زیورات کی دوکانوں پر زیورات اور ملبوسات کی نمائش کے لئے سجائے گئے خواتین کے مجسموں کو فوری طور پر ہٹانے کا حکم دیا ہے اور ایسے مجسموں کو بتوں میں شمار کرتے ہوئے انہیں اسلام میں ممنوع قرار دیا ہے۔**

(اخباری خبر)

☆☆ سال بھر پہلے اسی ایم ۔ایم ۔اے کی صوبائی حکومت کی سرپرستی میں خواتین کی تصویروں والے ہورڈنگز توڑنے کی بچکانہ کاروائی ہوئی تھی۔ پھر حکومت کو سجدۂ سہو کرنا پڑا۔اب پھر اسلام کا سارا نفاذ نمائشی مجسموں پر ہوگیا ہے۔کاش صوبہ سرحد کی حکومت کو خصوصی طور پر اور نفاذ اسلام کے دیگر داعیان کو عمومی طور پر یہ بات سمجھ میں آسکے اسلام میں ان فروعات کے مقابلہ میں اپنے شہریوں کی بنیادی ضروریات روٹی ،کپڑا،علاج معالجہ،تعلیم وغیرہ پر توجہ دینا زیادہ اہم ہے۔ایسے وقت میں اس قسم کے احکامات جاری کرنا عالمی سطح پر مشکلات میں گھرے ہوئے عالمِ اسلام کو مزید تماشہ بنانا اور مخالفین کو ہنسنے اور مزید خلافِ اسلام پروپیگنڈہ کرنے کا موقعہ دینا ہے۔اس قسم کے احکامات جاری کرنے والے ’برادرانِ اسلام‘ حقیقتاً اسلام کے اور مسلمانوں کے نادان دوست ہیں۔

☆☆ **بلوچستان کے پہاڑی علاقہ میں طالبان کی سرگرمیوں کی جعلی فلم تیار کرنے پر دو فرانسیسی صحافی گرفتار کر لئے گئے۔**

☆☆ مذکورہ صحافیوں کے بارے میں معلوم ہوا ہے کہ انہوں نے ایک مولانا صاحب،ایک پاکستانی صحافی اور ایک شہری کی خدمات حاصل کر کے ایک جعلی فلم تیار کر لی جس میں یہ دکھایا گیا کہ پاکستان میں طالبان اپنی تربیت مکمل کر رہے ہیں اور خطرناک دہشت گردانہ تیاریوں میں مشغول ہیں۔ان تینوں پاکستانی حضرات کے درمیان ملنے والی رقم کی تقسیم پر تنازعہ ہوا تو ایک شخص نے حکومت کو مخبری کر دی۔اس کے نتیجہ میں بروقت چھاپہ مار کر جعلی فلم برآمد کر لی گئی۔اب دونوں فرانسیسی صحافی قید میں ہیں۔ پاکستان کے بعض صحافیوں نے ان صحافیوں کے لئے نرمی اور رعائت کا بلکہ رہائی کا بھی مطالبہ کیا ہے۔اور اب وہ صحافی قید

میں مناسب سلوک نہ ہونے کے خلاف بھوک ہڑتال کرنے لگے ہیں۔ یہ سب بھی ان کا ڈرامہ ہے۔ان سے یہ تفتیش لازماً ہونا چاہئے کہ کس ملک،ادارے یا گروہ کی خاطر وہ ایسی گھناؤنی فلم بنا کر پاکستان کی سلامتی کے لئے سنگین خطرہ پیدا کرنے جا رہے تھے۔

اِدھراُدھرسے

(صحافتی تبصروں، تجزیوں پر مشتمل انٹرنیٹ کالم)

حیدرقریشی

دوسری بار

انٹرنیٹ ایڈیشن

ایجوکیشنل پبلشنگ ہاؤس، دہلی ۶

Idhar udhar Say

(Columns)

By: Haider Qureshi

Year of 1st Edition: 2008

ISBN 81-81-8223-356-9

Price: Rs.200/-

نام کتاب: اِدھراُدھرسے(صحافتی تبصروں، تجزیوں پر مشتمل انٹرنیٹ کالم)

کالم نگار: حیدرقریشی

مصنف کا پتہ: Rossertstr.6, Okriftel,
65795 Hattersheim,Germany
E-Mail: haider_qureshi2000@yahoo.com

سرورق: مصطفیٰ کمال پاشا

سنِ اشاعت اول: ۲۰۰۸ء

دوسری بار: ۲۰۱۲ء۔انٹرنیٹ ایڈیشن

قیمت: دوسوروپے

مطبع: عفیف آفسیٹ پرنٹرس، دہلی

Published By

EDUCATIONAL PUBLISHING HOUSE

3108,Vakil Street, Kucha Pandit, Lal Kuan, Delhi-6 (India)

Ph: 23214465, 23216162, Fax: 0091-11-23211540

E-Mail: info@ephbooks.com, ephdelhi@yahoo.com

Website: www.ephbooks.com

انتساب

اردو دوست ڈاٹ کام کے چیئرمین

برادرم خورشید اقبال کے نام!

جنہوں نے مجھ سے یہ کالم لکھوائے اور
اپنی ویب سائٹ پر اہتمام سے شائع کیے۔

غم ہو یا خوشی ہو، وہ محبت ہو کہ نفرت
ہم نے کوئی جذبہ بھی چھپا کر نہیں رکھا

ترتیب

ابتدائیہ

منظر اور پس منظر کے کالم ۱۵؍اپریل ۲۰۰۲ء سے لے کر ۱۸؍نومبر ۲۰۰۳ء کے عرصہ میں شائع ہوئے تھے۔اور کتابی صورت میں ان کی اشاعت ۲۰۰۴ء میں ہوگئی تھی۔**خبر نامہ** کے کالم ۲۱؍اپریل ۲۰۰۳ء سے لے کر ۲۵ دسمبر ۲۰۰۳ء تک کے عرصہ میں شائع ہوئے اور سال ۲۰۰۶ء میں کالموں کے مجموعہ کی کتابی صورت میں اشاعت ہوئی۔اس کے بعد میں کالم نگاری ترک کر چکا تھا اور میری توجہ صرف ادب تک تھی۔لیکن اسی دوران میرے عزیز دوست خورشید اقبال صاحب کا اصرار آڑے آیا۔ مجھے ان کی ویب سائٹ www.urdudost.com کے لیے **اِدھراُدھر سے** کے نام سے کالم کا نیا سلسلہ شروع کرنا پڑا۔

اس کالم کا آغاز کرتے وقت میرے ذہن میں یہی تھا کہ دلچسپ نوعیت کی خبروں کو اِدھراُدھر سے جمع کر کے ایک ہلکا پھلکا سا کالم لکھا کروں گا،جیسا کہ آپ کو میرے شروع کے کالموں میں دکھائی دے گا۔لیکن جنرل پرویز مشرف کے ۹؍مارچ ۲۰۰۷ء کے سپریم کورٹ کے چیف جسٹس کے خلاف اٹھائے گئے اقدام نے بتدریج ایسی صورت اختیار کرلی کہ باقی ساری خبریں پسِ پشت جانے لگیں اور ملکی سیاست ،وکلاء اور عدلیہ کی جدوجہد کی خبریں کالم کو بہت زیادہ سنجیدہ بناتی گئیں۔۱۲؍مئی ۲۰۰۷ء کو کراچی میں ہونے والے سانحہ نے اور پھر لال مسجد اور جامعہ حفصہ کے انتہا پسندوں کے خلاف حکومتی کاروائی نے ساری توجہ پاکستان کے حالات پر مرکوز کرادی۔

ان واقعات کی وجہ سے میرے ان بیس کالموں میں سے لگ بھگ آدھے کالم ایسے ہیں جو اس ہلکے پھلکے انداز میں ہیں جیسے میں لکھنا چاہتا تھا۔ بعد میں حالات کی فکرمند کرنے والی صورت نے گہری سنجیدگی اختیار کرنے پر مجبور کر دیا اور یوں آدھے کالم تجزیاتی نوعیت کے ہوگئے۔بہر حال جو کچھ لکھا گیا،

جیسا لکھا گیا اب کتابی صورت میں پیش کر رہا ہوں۔

میں نے اس کتاب کی فہرست میں ہر کالم کی تاریخ اشاعت درج کی ہے جبکہ ہر کالم کے آخر میں اس کالم کے لکھے جانے کی تاریخ درج کی ہے۔قارئین اس فرق کو مدِنظر رکھیں۔بعض کالموں کی حساس نوعیت کے باعث مجھے ان کی فوری اشاعت پر زور دینا پڑا۔خورشید اقبال صاحب کا شکر گزار ہوں کہ انہوں نے ایسے حالات میں عام طور پر تعاون کرنے میں کافی تیزی کا مظاہرہ کیا اور جس دن کالم لکھا گیا اسی دن، یا ایک دو دن کے فرق سے کالم کو آن لائن بھی کر دیا۔

باقاعدہ صحافی نہ ہوتے ہوئے بھی میرے کالموں کا تیسرا مجموعہ چھپنے جا رہا ہے تو میں اپنے صحافی ہونے سے انکار کرنے کے باوجود ادیب کے ساتھ صحافی بھی ہو ہی گیا ہوں۔اگرچہ پاکستان کا ہر عام شہری اپنی سیاسی سوجھ بوجھ کے لحاظ سے میرے جتنا صحافی ہو چکا ہے،تاہم اب مجبوراً اپنے صحافی ہونے کا اقرار کرنا پڑ رہا ہے تو یہ واضح کر دوں کہ اس میں مجھ سے زیادہ قصور اردوستان کے کاشف الہدیٰ صاحب کا ہے جنہوں نے میرے پہلے کالموں کے دو مجموعے مکمل کرائے۔اور اب برادرم خورشید اقبال کا قصور ہے جنہوں نے اردو دوست ڈاٹ کام کے لیے مجھ سے یہ کالم لکھوائے۔

ان دونوں دوستوں کا شکریہ ادا کرنا واجب ہے۔

شکریہ کاشف الہدیٰ صاحب!

شکریہ خورشید اقبال بھائی!

حیدر قریشی

E-Mail: **hqg786@arcor.de**

اِدھر اُدھر سے : ۱

(میں نے نائن الیون کے سانحہ کے بعد منظر اور پس منظر کے زیرِ عنوان ۲۵ کالم لکھے تھے جو کتابی صورت میں بھی چھپ چکے ہیں۔ میں نے ان کالموں میں آنے والے مزید تکلیف دہ دنوں کا ایک خاکہ سا بھی بتا دیا تھا۔اب تک کی عالمی صورتحال سے لگتا ہے کہ وہ سب کچھ ہونے جا رہا ہے۔ جب میں نے مذکورہ کالم نگاری کا سلسلہ مکمل کر لیا تو بعض دوستوں کے کہنے پر خبر نامہ کا ایک ہلکا پھلکا سلسلہ شروع کر دیا۔اس کی کتاب بھی مکمل ہو گئی تو یہ سلسلہ بھی بند کر دیا۔ یہ دونوں کالم اردوستان ڈاٹ کام پر کاشف الہدیٰ صاحب نے آن لائن بھی رکھے ہوئے ہیں۔ صحافیانہ کالم نگاری خاصی مشکل جاب ہے اور جب جاب بغیر کسی تنخواہ کے ہو تو اور بھی مشکل ہو جاتی ہے۔اب اردو دوست ڈاٹ کام کے خورشید اقبال صاحب نے حکم دیا ہے کہ ان کی ویب سائٹ کے لئے کالم لکھوں۔ جرمنی کے تھکا دینے والے محنت مزدوری والے روز و شب میں تھوڑا بہت ادبی کام کرنا بھی خاصا مشکل ہوتا ہے، جبکہ صحافتی کالم لکھنے کے لئے تازہ ترین خبروں سے ہر وقت باخبر رہنا ضروری ہوتا ہے۔ بہر حال جیسے جیسے مجھے وقت کی سہولت کے ساتھ اہم یا دلچسپ یا دکھی کرنے والی خاص خبریں ملتی رہیں گی، اِدھر اُدھر سے میں وہ خبریں جمع کر کے اپنے ذاتی تاثرات کے ساتھ پیش کر دیا کروں گا۔ جب تک قارئین ان میں دلچسپی لیتے رہیں گے لکھنے کی کوشش کرتا رہوں گا۔)

اس وقت سب سے اہم خبر عراقی صدر صدام حسین کی پھانسی کی ہے۔انہیں ۳۰ دسمبر ۲۰۰۶ء بروز ہفتہ اس دن یہ سزا دی گئی جب سارے عرب میں عید الاضحیٰ تھی۔اس وجہ سے صدام سے ناخوش کئی لوگوں کو بھی افسوس ہوا کہ امریکیوں نے ناحق اتنی عجلت سے کام لیا۔ ویسے اس سزا پر عملدرآمد پر ملا جلا ردِ عمل سامنے آیا۔عراق کی سنی آبادی میں دکھ اور غصے کی کیفیت پیدا ہوئی، جبکہ شیعہ آبادی نے نہ صرف خوشی کا اظہار کیا بلکہ جشن جیسا سماں بنا دیا۔کسی کی موت پر اتنی خوشی منانا افسوسناک ہے۔تاہم مجھے یہ احساس ہوا کہ صدام حسین نے اپنے ہی ملک کی ایک بڑی آبادی کو اتنا تنگ کر رکھا تھا کہ وہ ان کی موت پر بے اختیار خوشی منانے لگ گئے۔صدام حسین کے مقدمہ کی قانونی صورتحال تو شرمناک رہی۔ دورانِ سماعت

ان کے دو یا تین وکلاء کو قتل کر دیا گیا۔ایک موقعہ پر عدالت کے چیف جج نے یہ کہہ کر استعفیٰ دے دیا کہ اپنی مرضی کا فیصلہ کرانے کے لئے حکومت مجھ پر دباؤ ڈال رہی ہے۔ چنانچہ بعد میں موجودہ چیف جج صاحب کو چیف بنایا گیا اور انہوں نے اپنے اصل حکمرانوں کی خواہش کے مطابق فیصلہ سنا دیا۔عراقی قانون کے مطابق کسی مجرم کو عید کے روز پھانسی نہیں دی جاتی۔اس سزا پر عملدرآمد سے عراقی قانون کی بھی خلاف ورزی کی گئی ہے اور بین الاقوامی طور پر تو انسانی حقوق کے عالمی ادارہ نے بھی اس مقدمہ کو عالمی طریق انصاف کی خلاف ورزی قرار دیا ہے۔لیکن اصل معاملہ یہ ہے کہ یہاں صرف طاقت کا قانون چلایا گیا ہے جو درحقیقت امریکہ سرکار کے ہاتھ میں ہے۔

صدام حسین نے بھی تین دہائیوں سے زائد عرصہ تک اپنے ملک کے عوام پر ہی طاقت کا قانون چلائے رکھا تھا۔ امریکی امداد کے بل پر ایران کے ساتھ ایک ایسی بے مقصد جنگ چھیڑ دی جس میں دونوں طرف کے دس لاکھ افراد مارے گئے، عراقی شیعہ آبادی کے ساتھ ناانصافیوں اور مظالم کا سلسلہ روا رکھا گیا، صلیبی جنگوں کے اسلامی ہیرو صلاح الدین ایوبی کُرد قوم کا فرد تھے۔صدام حسین نے ماضی کے اسلامی ہیرو کی قوم کا جینا بھی حرام کئے رکھا۔ دو لاکھ کے لگ بھگ کرد عوام کو صدام حسین کے دور میں ہلاک کیا گیا۔امریکی امداد اور اشاروں پر کام کرتے کرتے صدام حسین اُس وقت امریکی جال میں پھنس گئے جب انہوں نے در پردہ امریکی شہ پر کویت پر قبضہ کر لیا۔۱۹۹۱ء سے لے کر اب تک پھر صدام حسین کا قافیہ تنگ سے تنگ تر ہوتا گیا اور عراق کے عوام کے دکھ بڑھتے چلے گئے۔صدام حسین امریکی اشاروں پر جو مظالم روا رکھے ہوئے تھے، آخر کار خود بھی امریکی اشارے پر دوسروں کے ہاتھوں ظلم کا نشانہ بنے۔اس پر شیعہ آبادی نے جس طرح خوشی کا اظہار کیا اور خود مغربی میڈیا نے جس طرح اس کی تشہیر کی، اس سے لگتا ہے کہ امریکہ اسی برس ایران پر حملہ کرنے یا اسرائیل سے حملہ کرانے کا تہیہ کئے بیٹھا ہے۔فی الوقت جس طرح شیعہ، سنی منافرت میں اضافہ ہوا ہے، اس سے لگتا ہے کہ پہلے اس منافرت کو مزید ہوا دی جائے گی اور پھر ایران پر حملہ ہو گا تاکہ پھر سنی اس حملہ پر خوشی کا اظہار کر سکیں۔اس وقت ایرانی حکومت اور اسرائیلی حکومت کی طرف سے صدام کی پھانسی پر ایک جیسا ردِ عمل ظاہر کیا گیا ہے۔اگر یہی صورتحال قائم رہی تو کوئی بعید نہیں کہ ایران پر حملہ کے وقت اسرائیل اور عرب ممالک کا ردِ عمل ایک جیسا ہو۔ دیکھیں ابھی اگلے تین چار ماہ میں کیا پیش رفت ہوتی ہے۔

مسلمانوں کے نفاق اور انتشار کے نتیجہ میں ہی مسلمانوں کو عالمی سطح پر یہ مار پڑ رہی ہے۔ چاہئے

تو یہ تھا کہ ہر طرح کے باہمی اختلافات ختم کرنے کی کوشش کی جاتی لیکن نفاق اور انتشار کا حال یہ ہے کہ پاکستان کے صوبہ سرحد میں جہاں مولویوں کی حکومت ہے، وہاں تین عیدالاضحیٰ منائی گئیں۔ ہفتہ کے روز سعودی عرب کے حساب کے مطابق افغان مہاجرین اوران کے پاکستانی ملازمین نے عید منائی۔اتوار کے دن صوبائی حکومت نے عید منائی جبکہ سوموار یکم جنوری کو وفاقی حکومت کی طرف سے عید منائی گئی۔ یہ مولویوں کی حکومت والے صوبہ کا حال ہے۔اس صورتحال پر اب کیا تبصرہ کیا جائے،سوائے اس کے کہ شرم سے سر جھکا لیا جائے۔

پاکستان میں آئی ایس آئی کے سابق سربراہ، ریٹائرڈ لیفٹیننٹ جنرل حمید گل ایک زمانہ میں خفیہ ایجنسیوں کو سیاست میں گھسیٹ لائے تھے۔تب سے ہماری ایجنسیوں کو سیاست کا چسکا لگا ہوا ہے۔ذوالفقار علی بھٹو کے خلاف جو عالمی سازش رچی گئی تھی اور جس کے نتیجہ میں انہیں عدالتی قتل کے ذریعے تیسری دنیا کے حکمرانوں کے لئے عبرت کا نشان بنادیا گیا۔بھٹو کے خلاف آئی ایس آئی نے ہی اسلامی جمہوری اتحاد کی تشکیل کرائی تھی اور یوں آئی ایس آئی کو اپنے اصل فریضہ سے ہٹا کر، سیاست میں نیا گل کھلا کر عالمی سیاست کے کھلاڑیوں کے مقاصد کی تکمیل کی گئی۔ اسی آئی ایس آئی کردار والے ایک جرنیل حمید گل اب ملک میں جمہوریت کا راگ الاپ رہے ہیں۔حالیہ دنوں میں انہوں نے ایک ٹی وی ٹاک شو میں اعتراف کیا کہ ہم لوگ ہر بار امریکہ کے ہاتھوں ٹریپ ہوتے رہے ہیں۔ میں نہیں سمجھتا کہ ہمارے جرنیل اپنی سادگی اور معصومیت میں ٹریپ ہوتے رہے ہیں، بلکہ خوشی اور شوق کے ساتھ ٹریپ ہوتے رہے ہیں۔اگر جنرل حمید گل کی ندامت سچی ہے تو انہیں چاہئے کہ پاکستانی تاریخ کے اوراق کھنگالیں اور دیکھیں کہ اتحاد و اتفاق ملی کے خلاف اصل سازشیں کہاں سے شروع کی گئیں؟ قوم کا پاؤں اس ٹریپ میں ابھی تک پھنسا ہوا ہے۔ جب تک اپنی اُس بنیادی غلطی کو مانا نہیں جائے گا اور اس کی تلافی نہیں کی جائے گی، تب تک پوری قوم دکھ اور تکلیف میں مبتلا رہے گی۔

نوئیڈا سے خبر آئی ہے کہ وہاں مہندر سنگھ اور اس کے ایک ملازم سریندر سنگھ کو گرفتار کر لیا گیا ہے۔ یہ دونوں مل کر کم عمر بچوں کے ساتھ جنسی زیادتی کرتے تھے اور پھر انہیں قتل کر دیتے تھے۔اب تک ۱۷ بچوں کی لاشیں یا ان کی باقیات مل چکی ہیں۔ پورے علاقہ کے عوام میں غم وغصہ کی شدید لہر دوڑ گئی ہے۔ یوپی سرکار نے ہر بچے کے گھر والوں کو دو دو لاکھ روپے دینے کا اعلان کیا ہے۔ یہ خبر اتنی تکلیف دہ ہے کہ میرے لئے اس پر کسی تاثر کا اظہار کرنا مشکل ہو رہا ہے۔اللہ تعالیٰ ہمارے معاشرے کے حال پر رحم کرے۔

اُدھر مدھیہ پردیش کے ضلع اشوک نگر کے ڈونگر پچھاڑ سے ایک انوکھی خبر آئی ہے۔ وہاں پرشوتم نامی ایک شخص اپنی بیوی شیلا بائی کے ساتھ رہ رہا تھا۔اچانک لاپتہ ہو گیا۔اس کے مفقود الخبر ہونے کے بعد شیلا بائی نے عجب سنگھ سے شادی کر لی۔اب پاکستان اور ہندوستان کے درمیان قیدیوں کے تبادلوں کا سلسلہ شروع ہوا ہے تو پتہ چلا پرشوتم بھی وہاں قید تھا اور اب ہندوستان بھیج دیا گیا ہے۔شیلا بائی کے موجودہ شوہر نے عالی ظرفی کا مظاہرہ کرتے ہوئے کہا ہے کہ اگر شیلا بائی اپنے پہلے خاوند کے ساتھ رہنا چاہے تو وہ رستے سے ہٹ جائے گا۔اگر پرشوتم اسے قبول نہیں کرتا تو اسے شیلا قبول رہے گی۔ اگلے تین چار روز تک اس معاملہ میں کوئی سماجی فیصلہ ہو جانے کی توقع ہے۔بعض اخبارات کو اس خبر سے ایک مسلمان عورت گڑیا کا کیس یاد آیا ہے،ان کا شوہر عارف پاکستان کی قید میں چلا گیا تھا جبکہ ہندوستانی حکومت نے اسے بھگوڑا سمجھ لیا تھا۔تب گڑیا نے توفیق کے ساتھ دوسری شادی کر لی۔ایک عرصہ کے بعد اس کا پہلا شوہر لوٹ آیا۔ سو یوں ایک مسلم ہندوستانی خاتون کے بعد ایک ہندو خاتون بھی ویسے ہی المیہ سے گزر رہی ہیں۔

مجھے اس خبر سے فلم ''پیار کوئی کھیل نہیں'' یاد آ گئی۔مہیما چوہدری نے اس میں گڑیا اور شیلا دونوں کے جذبات کی ترجمانی کر دی تھی۔ پہلے شوہر کی واپسی پر مہیما نے جو شاندار اداکاری کی ہے وہ ایسی ساری گڑیاؤں اور شیلاؤں کے اندر کی اذیت کی داستان بیان کرتی ہے۔

ہندوستان اور پاکستان کے قیدیوں کے تبادلوں کا سلسلہ شروع ہوا ہے تو ایک دکھ کا اظہار کرنا ضروری سمجھتا ہوں۔پاکستان سے ہندوستان کی طرف جتنے قیدی بھی گئے ہیں سب کی ظاہری حالت مناسب تھی،لیکن ہندوستان سے جو قیدی پاکستان کو واپس کئے گئے ہیں،ان میں سے بیس پچیس کے قریب قیدی ایسے تھے جو ٹی وی پر دیکھنے سے بھی صاف دکھائی رہے تھے کہ انہیں تشدد کر کے ذہنی معذور بنا دیا گیا ہے۔یہ بڑا دردناک منظر تھا۔کیا ہندوستان کے آزاد صحافیوں اور انسانی حقوق کی تنظیموں نے ان لوگوں کے بارے میں کچھ کیا ہے جنہیں زندہ درگور کر دیا گیا ہے؟

پینگوئن والوں نے ہندوستانی صحافی افتخار گیلانی پر قید میں ہونے والے وحشیانہ تشدد کی جو داستان شائع کی ہے، پاکستانی قیدی اس سے بھی زیادہ تشدد کا نشانہ بنائے گئے ہیں۔افتخار گیلانی رہا ہو کر آئے تو پھر سے اپنی صحافیانہ سرگرمیوں میں فعال ہیں۔ان کے برعکس پاکستانی قیدیوں کو ذہنی معذور بنا دیا گیا ہے۔یہ سیاسی سے زیادہ انسانی مسئلہ ہے اور ہندوستان کے صحافیوں اور انسانی حقوق کی تنظیموں کو اس پر موثر احتجاج کرنا چاہئے۔

۲/جنوری ۲۰۰۷ء

اِدھر اُدھر سے : ۲

تصوف کے حوالے سے ابھی تک یہ سننے اور پڑھنے میں آتا رہا ہے کہ کسی راجہ، مہاراجہ، بادشاہ وغیرہ پر جب تصوف کا اثر ہوتا تھا تو وہ تاج تخت چھوڑ کر جنگل کی راہ لیتا تھا اور پھر دنیاوی باشاہت کی بجائے آسمانی باشاہت کا تاج پہن کر سامنے آتا، یہی وجہ ہے کہ ایسے صوفی، سادھو صدیاں گزرنے کے بعد آج بھی ہمارے دلوں میں زندہ ہیں۔ دوسرے مذاہب کے لوگ بھی انہیں احترام کے ساتھ یاد کرتے ہیں۔ کسی روحانی شخصیت کی نگاہ کا فیض ایسا ہوتا تھا کہ بڑے بڑے چور، ڈاکو بھی اپنے پیشوں سے تائب ہو کر قطب کے مقام کے حامل بن جاتے تھے۔ تصوف کی ایک اور صورت اپنے وقت کے جابر حکمرانوں کے سامنے کلمۂ حق بلند کرنے والوں کی ہوا کرتی تھی۔

آج کے جدید بلکہ ''مابعد جدید'' عہد میں تصوف کو بھی تماشا بنایا جانے لگا ہے۔ پاکستان میں جنرل پرویز مشرف کی قیادت میں ایک صوفی کونسل کے قیام کا اعلان کیا گیا ہے۔ اس کے سرپرست پرویز مشرف اور صدر چوہدری شجاعت حسین ہیں۔ کہاں دنیا داری کی آلودگی سے پاک اور بے نیاز صوفی، سادھو جو اقتدار کو لات مار کر نکل جاتے ہیں اور کہاں پاکستان میں اقتدار پر اپنی گرفت کو مضبوط کرنے والا گروہ جو ذاتی اقتدار کے استحکام کی خاطر تصوف کو بھی آلۂ کار کے طور پر استعمال کرنے لگا ہے۔ جنرل پرویز کی بہت ساری غلطیوں اور غلط پالیسیوں کی وجہ سے میں اب ان کا پہلے جیسا مداح تو نہیں رہا پھر بھی میں ان کا بھلا ضرور چاہتا ہوں۔ تصوف کی دنیا میں بھی عوام کو دھوکہ دینے کے لئے کئی ٹھگ قسم کے لوگ سادھو اور صوفی پن کا ڈھونگ رچا لیتے ہیں۔ یہاں شجاعت حسین جیسے لوگوں نے صوفی کونسل کا ڈھونگ رچایا ہے۔ چودھری شجاعت کے مقابلہ میں تو اپنے الطاف بھائی کی پیری میں پھر بھی کچھ دَم ہے کہ غریب عوام کے لئے کچھ نہ کچھ کرنا چاہتے ہیں۔ چودھری شجاعت کی صوفی کونسل کا سرپرست بن کر جنرل پرویز مشرف اپنی پوزیشن مزید خراب کر رہے ہیں۔ انہیں چاہئے کہ اپنے اردگرد کے سیاسی ٹھگوں کے پورے کردار کو سمجھیں (ان کے پاس تو ان کی ساری فائلیں موجود ہیں) اور صوفی کونسل کے ڈھونگ کو باعزت طریقے سے ختم کر دیں۔ مثبت سیاسی مقاصد کے حصول کے لئے روشن خیالی کا نعرہ اور روشن خیال

اقدامات ہی کافی رہیں گے۔ آپ روشن خیالی کے تقاضوں کے مطابق سارے اہم، بنیادی اچھے کام مکمل کر لیں اور معاف کرائے گئے قرضے قومی خزانے میں واپس کرا دیں تو قوم ویسے بھی آپ کو دعائیں دے گی۔ اس میدان میں ابھی آپ کو بہت سارے اقدام کرنے کی ضرورت ہے۔ میری دلی خواہش ہے کہ اس معاملہ میں پرویز مشرف تضحیک کا نشانہ نہیں بنیں، سو ان سے گزارش ہے کہ اپنی سرپرستی میں بنائی گئی صوفی کونسل کو فوراً ختم کر دیں۔

اہلِ ظاہر نہ کریں کوچۂ باطن کی تلاش
کچھ نہ پائیں گے یہاں رنج و مصیبت کے سوا

دسمبر ۲۰۰۶ء کے آخر میں ہونے والا اس سال کا حج اس لحاظ سے بابرکت تھا کہ جمعہ کے دن کی وجہ سے حجِ اکبر تھا۔ اس کی ایک اور بے حد اہم خصوصیت یہ رہی کہ اس بار شیطان کو کنکریاں مارنے کے دوران رش اور بدانتظامی کی وجہ سے ہونے والی اموات نہیں ہوئیں اور رمی جمرات کے سارے مرحلے خیر و عافیت سے مکمل ہو گئے، وگرنہ ہر سال متعدد حجاج کرام رمی جمرات کے دوران کچلے جاتے تھے اور یہ سلسلہ کئی برسوں سے نہایت بے حسی کے ساتھ دیکھا جا رہا تھا۔ میں یہ تو نہیں کہتا کہ میری تجویز سعودی حکام تک پہنچ گئی اور انہوں نے اس پر عمل کر کے اس مسئلے کا حل نکال لیا، تاہم یہاں یہ بتانے میں کوئی حرج نہیں کہ میں نے فروری ۲۰۰۳ء میں حج کی سعادت حاصل کی تھی۔ اس کا کچھ احوال اپنے سفر نامہ ''سوئے حجاز'' کے دوسرے ایڈیشن مطبوعہ ۳۰ ستمبر ۲۰۰۴ء میں شامل کر دیا تھا۔ اس میں نہ صرف ہلاکتوں کی وجہ کو بیان کیا تھا بلکہ آسان پیرائے میں اس مسئلے کا حل بھی تجویز کر دیا تھا۔ سال ۲۰۰۵ء کے حج پر جب پھر اموات ہوئیں تو میرے سفرنامہ کے ان اقتباسات کو روزنامہ انقلاب بمبئی میں ندیم صدیقی صاحب نے شائع کیا تھا۔ وہ اقتباسات حوالوں کے ساتھ یہاں بھی پیش کئے دیتا ہوں:

''ہجوم کے باعث جو ہلاکتیں ہوتی ہیں اس میں ہجوم کی زیادتی سے زیادہ بدانتظامی کا دخل ہے۔ جہاں سے لوگ پتھر مارنے کے لئے جا رہے ہیں وہیں سے واپس آ رہے ہیں۔ کوئی لائن یا ترتیب نہیں ہے۔ بس جب ایک طرف کا چھوٹا سا ہجوم اور مخالف سمت کا چھوٹا سا ہجوم برابر کی زور آزمائی شروع کر دیتا ہے تو پھر کچلے جانے سے یا دَم گھٹنے سے اموات ہو جاتی ہیں۔۔۔۔ جتنی اموات بھی ہوتی ہیں محض بدانتظامی کی وجہ سے۔۔ وہ بدانتظامی جو سارے اسلامی ملکوں کی شناخت بن چکی ہے۔''

(**سوئے حجاز** ایڈیشن دوم صفحہ نمبر ۱۲۲، ۱۲۳)

''منیٰ میں رمی جمرات کے موقعہ پر ہر سال اموات ہوتی ہیں۔ یہ اموات صرف اور صرف بد انتظامی کی وجہ سے ہوتی ہیں۔ اس سلسلے میں پہلے بھی لکھ چکا ہوں کہ جہاں سے لوگ پتھر مارنے کے لئے آرہے ہوتے ہیں ان کی واپسی بھی وہیں سے ہوتی ہے۔ اسی لئے آتے ہوئے ہجوم اور جاتے ہوئے ہجوم کے ٹکراؤ سے بھگدڑ مچتی ہے اور کمزور لوگ مارے جاتے ہیں۔ اسی حج کے موقعہ پر اور اسی رش کے عالم میں صفا اور مروہ کے درمیان سعی کرتے وقت جو جگہ ہوتی ہے وہ منیٰ کے مقابلہ میں خاصی محدود جگہ ہوتی ہے لیکن چونکہ وہاں آنے اور جانے کے رستے بالکل الگ الگ بنے ہوئے ہیں۔ اسی لئے نہ وہاں کوئی بھگدڑ مچتی ہے نہ وہاں لوگوں کی اموات ہوتی ہیں۔ ان دو مثالوں سے ہی مسئلے کا حل واضح ہو جاتا ہے۔ یعنی رمی جمرات کے لئے آنے اور جانے کے بالکل الگ الگ رستے بنائے جانے چاہئیں۔ یہ کوئی اتنا بڑا مسئلہ نہیں ہوگا صرف نیت کرنے کی بات ہے اور کام شروع کر دیا جائے تو اگلے حج سے پہلے سارا انتظام سیٹ بھی کیا جاسکتا ہے۔'' (**سوئے حجاز** ایڈیشن دوم صفحہ نمبر ۱۳۳)

خوشی کی بات ہے کہ اس بار میری بیان کردہ تجویز کے مطابق نہ صرف آنے اور جانے کے رستے الگ الگ بنائے گئے بلکہ دو منزلہ رستوں کو تین منزلہ بھی کر دیا گیا ہے۔ اگر میری تجویز سعودی حکام کی نظر تک پہنچی ہے تو مجھے خوشی ہے لیکن اگر سعودی حکام کو کئی سال تک حجاج کی اموات پر بے حسی کے بعد یکا یک از خود احساس ہوا ہے اور ان کا ذہن اتنا کام کر گیا ہے کہ انہوں نے خود ہی مسئلہ کا حل ڈھونڈ نکالا ہے تو تب بھی خوشی کی بات ہے۔

ویسے مجھے اپنی خوش فہمی میں رہنے کا زیادہ مزہ آرہا ہے۔

اقوام متحدہ کے نئے سیکریٹری جنرل 'بین کی مون' نے اپنی ذمہ داریاں سنبھال لی ہیں۔ ان کا تعلق جنوبی کوریا سے ہے۔ انہوں نے ہندوستان کے نمائندہ وجے نمبیار کو اپنا چیف آف سٹاف مقرر کیا ہے۔ بظاہر تو سارا سیٹ اپ امریکی خواہشات کے مطابق ترتیب پایا ہے، دیکھیں اب یہ لوگ عالمی امن کے قیام واستحکام کے لئے کیا کچھ کر پاتے ہیں اور اقوام متحدہ کو کس حد تک خود مختار اور موثر بنا پاتے ہیں۔ فی الوقت تو اقوام متحدہ امریکہ سرکار کی خواہشات کو پورا کرنے کا ایک ادارہ بن کر رہ گیا ہے۔ امریکی مطلق العنانی کا سلسلہ تب سے زور پکڑ گیا ہے جب سے سابق سوویت یونین کی شکست و ریخت ہوئی ہے۔ سوویت یونین کو توڑنے میں امریکہ نے سب سے زیادہ مسلمان ممالک کو استعمال کیا۔ مسلمان حکومتوں کے حکمرانوں، جرنیلوں اور مذہبی گروہوں نے مل کر امریکی جہاد میں بھرپور حصہ لیا۔ لیکن سوویت یونین

کے ٹوٹنے کے بعد وہی مسلمان ممالک، حکمران، جرنیل اور مذہبی گروہ اب امریکہ کی زد پر ہیں۔ پہلے جنہیں مجاہدین کہا جاتا تھا، وہ اب دہشت گرد کہلائے ہیں۔ اب مسلمانوں کو اس کا ادراک کر لینا چاہئے کہ انہوں نے سوویت یونین کے خلاف قطعاً کوئی جہاد نہیں کیا تھا۔ جہاد کے نام پر بے وقوف بنائے گئے تھے اور استعمال کئے گئے تھے۔ سوویت یونین کو توڑنے میں امریکی سازش کا حصہ بننے والے سارے مسلمان طبقات نے بیسویں صدی کا سب سے بڑا گناہ کیا تھا اور اب اسی گناہ کی سزا مل رہی ہے۔ افغانستان کے جن جہادی گروپوں کو مجاہدین قرار دیا گیا، سوویت یونین کے ٹوٹنے اور امریکہ کے وہاں سے چلے جانے کے بعد انہوں نے افغانستان میں قتل و غارت گری کا بازار گرم کئے رکھا۔ سعودی عرب نے مجاہدین میں صلح کرانے کے لئے کوشش کی۔ تمام بڑے لیڈروں کو خانہ کعبہ میں بٹھا کر صلح کرائی گئی، کعبہ شریف میں بیٹھ کر حلف اُٹھائے گئے اور پھر کابل پہنچتے تک کعبہ میں بیٹھ کر کھائی گئی ساری قسمیں توڑ دی گئیں اور ان مخصوص مسالک کے علماء میں سے کسی کو اس حلف کو توڑنے پر مجاہدین کی مذمت کرنے کی بھی توفیق نہیں ملی۔ کیا پتہ افغانستان کا موجودہ بُرے حال تک پہنچنا درحقیقت کعبہ شریف میں بیٹھ کر قسمیں کھا کر مکر جانے والوں کے لئے ربِ کعبہ کی طرف سے سزا ہو۔ لیڈروں کے گناہوں کی سزائیں تو پوری قوم کو بھگتنا ہوتی ہیں۔

سوویت یونین کے خلاف امریکہ کا آلۂ کار بننے والوں کا جواب یہ ہوتا ہے کہ افغانستان میں روس کے داخلے کے بعد اگر پاکستان ''امریکی جہاد'' نہ کرتا تو افغانستان کے بعد پاکستان کی باری آنے والی تھی۔ معاملہ روس اور افغانستان کا تھا، پاکستان پرائی آگ میں کود پڑا۔ یہ وہ جواز ہے جسے اب امریکہ نے اپنی پالیسی لائن بنالیا ہے۔ اس کا بھی یہی کہنا ہوتا ہے کہ جس ملک سے امریکہ اور دنیا کی سلامتی کو خطرہ محسوس ہوگا (یہ محسوس ہونا، اپنے اپنے احساس کی بات ہے)، اپنے اور دنیا کے امن کے تحفظ کی خاطر امریکہ اس کے خلاف ہر طرح کی کاروائی کرنے کا حق رکھتا ہے۔ اقوام متحدہ کا ادارہ ایسی کاروائیوں کی توثیق کر دیتا ہے۔ بین کی مون بھی اس سے زیادہ کچھ نہیں کر سکیں گے۔

مہاراشٹر کے شہر اورنگ آباد میں ۵/جنوری کو ایک مسلمان نوجوان سہیل احمد عبدالقیوم گلمنڈی علاقہ میں سپاری ہنومان مندر میں گھس گیا۔ وہاں اس نے پوجا میں مشغول پنڈت کی پٹائی کر دی اور ساتھ ہی اللہ اکبر کے نعرے لگانے لگ گیا۔ جب یہ خبر مندر سے باہر نکلی تو ہزاروں شیوسینک وہاں جمع ہو گئے۔ سہیل احمد عبدالقیوم کو پہلے تو وہاں موجود لوگوں نے اچھی طرح مارا پیٹا، پھر اسے پولیس کے حوالے کر دیا گیا۔ شہر

میں شیوسینکوں نے اپنے اشتعال کا مظاہرہ کیا لیکن مسلمانوں کے تحمل نے مزید کوئی خرابی پیدا نہیں ہونے دی۔اخبار کی اطلاع کے مطابق سہیل احمد عبدالقیوم کا ذہنی توازن ٹھیک نہیں ہے۔ میرے خیال میں یہ جو کچھ بھی ہوا ہے بہت برا ہوا ہے۔اگر مسلمان نوجوان کا ذہنی توازن واقعتاً ٹھیک نہیں ہے تب بھی اس کے گھر والوں کو ایسے نوجوان کو سنبھال کر رکھنا چاہئے تھا۔خبر سے لگتا ہے کہ ذہنی عدم توازن والی بات شاید بنائی جا رہی ہے۔ سیدھے سادہ مسلمان نوجوان کو کہیں سے تو یہ تحریک ملی ہوگی کہ وہ اس طرح مندر میں جائے،اور اس طرح پنڈت کو مارنے کے ساتھ نعرہ ہائے تکبیر بلند کرے۔ جنونی مسلمان اپنی انتہا پسندی کے باعث اسلام کے نادان دوست بن چکے ہیں۔ سہیل احمد عبدالقیوم کی حرکت سے مہاراشٹر میں بڑی سطح پر فرقہ وارانہ آگ لگ سکتی تھی۔ بچ بچا ہو گیا ہے تو خدا کا شکر ادا کیا جانا چاہئے۔ایسے پاگلوں کو بھی کچھ تو عقل سے کام لینا چاہئے۔

۶/جنوری کے اخبار میں اورنگ آباد کی تکلیف دہ خبر پڑھی اور ۷/جنوری کو روزنامہ جنگ نے خبر دی ہے کہ برمنگھم کے ایک نوجوان عمران جاوید کو قتل پر اکسانے کے الزام میں جرم ثابت ہو جانے پر سزا کا سامنا ہے۔گزشتہ برس ڈنمارک کے ایک اخبار میں نازیبا کارٹونز کی اشاعت پر احتجاجی مظاہروں کا جو سلسلہ شروع ہوا تھا،تب انگلینڈ میں ہوئے مظاہرہ میں عمران جاوید نے ’’امریکہ پر بم گراؤ،ڈنمارک پر بمباری کرو۔امریکی اور ڈینش لوگوں کو قتل کرو‘‘ کے نعرے لگائے تھے۔اس نوجوان پر قتل پر اکسانے کا الزام ثابت ہو گیا ہے،چنانچہ اسے پولیس کی حراست میں دے دیا گیا ہے۔اپریل میں سزا کا فیصلہ سنایا جائے گا۔ یہ سزا چند برسوں سے لے کر عمر قید تک ہو سکتی ہے۔ جب عمران جاوید کا جرم ثابت ہو جانے کا فیصلہ سنایا گیا تو کمرۂ عدالت میں موجود ایک شخص نے اللہ اکبر کا نعرہ لگایا اور پھر بلند آواز کے ساتھ کہا ’’میں جج،جیوری،عدالت اور تم سب پر لعنت بھیجتا ہوں‘‘۔ پولیس اسی وقت اسے پکڑ کر باہر لے گئی۔ چند اورافراد نے بھی عدالت کے خلاف توہین آمیز نعرے لگائے۔اگر ایسے نعروں سے اسلام کا اور مسلمانوں کا کچھ بھلا ہونے والا ہے،تو ایسی نعرہ بازی کرتے رہئے۔لیکن اگر اس کے مقابلہ میں یورپ میں دستیاب علمی سہولتوں سے فائدہ اُٹھا کر جدید علوم میں ہمارے نوجوان دلجمعی کے ساتھ آگے بڑھنا چاہیں تو شاید مسلمانوں کے لئے زیادہ تقویت کا موجب بن سکیں۔

ہندوستان میں مسلمانوں کی سماجی،معاشی اور تعلیمی صورتحال کا مطالعہ کرنے والی سچر کمیٹی کی تازہ رپورٹ میں کہا گیا ہے کہ اتر پردیش میں مسلمان آبادی والے دو ہزار دیہات ایسے ہیں جہاں کوئی تعلیمی

ادارہ نہیں ہے۔ بہار اور مغربی بنگال میں بھی ایک ہزار کی تعداد میں مسلم آبادی والے ایسے دیہات ہیں جہاں کوئی اسکول نہیں ہے،کوئی تعلیمی سہولت نہیں ہے۔اسلام میں علم حاصل کرنے کی بہت زیادہ تلقین کی گئی ہے، مذکورہ رپورٹ کے مطابق مسلمان آبادی والے دیہاتوں میں اسکول کھولنے کے معاملہ میں سرکاری طور پر تساہل ہوا،وسائل کی کمی کی مجبوری تھی یا مسلمانوں کے ساتھ جان بوجھ کر ناانصافی ہوئی ہے، تاہم مسلمانوں کو چاہئے کہ وہ حکومت سے اپنے حق کے مطالبہ کے ساتھ اپنی مدد آپ کے تحت بھی اپنے بچوں کے لئے تعلیم کا کچھ انتظام شروع کر لیں۔

پاکستان میں موبائل فون چھیننے کی وارداتیں اتنی عام ہوگئی ہیں کہ اس کے لئے کوئی انوکھی سے انوکھی مثال بھی انوکھی نہیں رہی۔ایک وزیر صاحبہ سے اس کے باڈی گارڈز کی موجودگی میں پرس اور موبائل چھین لیا گیا تھا۔اس سے عام شہری کی حالتِ زار کا بخوبی اندازہ کیا جا سکتا ہے۔افسوس کی بات یہ ہے کہ موبائل چھیننے والے معمولی سی مزاحمت پر گولی مار دیتے ہیں۔انسانی زندگی کی اس ارزانی پر کیا کہا جائے۔اب تازہ ترین خبر یہ ہے کہ لاہور میں ڈی آئی جی پولیس تصدق حسین کو سات اور آٹھ جنوری کی درمیانی شب پستول کی نوک پر لوٹ لیا گیا،ان کی نقدی اور موبائل فون چھین لینے کے بعد ان کی طرف سے مزاحمت کرنے پر ڈاکوؤں نے فائر کر دیا۔جس سے وہ شدید زخمی ہو گئے۔اگر چہ ان کی حالت اب خطرے سے باہر ہے،لیکن پولیس تھانوں کی سرپرستی میں ہونے والے جرائم اب اس نہج پر پہنچ گئے ہیں کہ اعلیٰ پولیس افسران بھی ان کی زد میں آنے لگے ہیں۔

۹/جنوری ۲۰۰۷ء

اِدھر اُدھر سے : ۳

امریکہ کی حکومت نے امریکی مسلمانوں کو اپنے قریب لانے کے لئے فوج میں مسلمانوں کو بھرتی کرنے کا پروگرام تیار کیا ہے۔نائن الیون کے بعد مسلمانوں کو جس طرح سول سوسائٹی سے فاصلے پر کر دیا گیا تھا،اس کے بعد ایسے اقدام سے یقیناً فاصلے دور کئے جا سکتے ہیں۔لیکن یہاں بھی دونوں اطراف خدشات موجود رہیں گے۔امریکہ مسلمانوں کو فوج میں بھرتی کر کے بھی ان پر پورا بھروسہ کرتے ہوئے ہچکچائے گا۔جبکہ مسلمان یہ سمجھیں گے کہ اس بہانے سے انہیں عراق،افغانستان اور دوسرے اسلامی ممالک کے خلاف استعمال کیا جائے گا۔نتیجہ یہ نکلے گا کہ دہشت گردی کے خلاف امریکی جنگ، بلکہ بُش کی صلیبی جنگ میں امریکی فوج کی انفنٹری بھی (امریکی) مسلمان ہوں گے اور حملہ کی زد میں آنے والے بھی مسلمان ہوں گے۔غلط فہمیاں تب ہی دور ہو سکتی ہیں جب دونوں طرف نیتیں بالکل صاف ہوں۔ ویسے بش کی نیت تو بالکل صاف ہے،اس میں کہیں کوئی شک شبہ والی گنجائش نہیں ہے۔افغانستان اور عراق تک بش نے جو کچھ کیا ہے ''کُھل کُھلا'' کر کیا ہے۔اُدھر ٹونی بلیئر کو بھی اس سے ملتی جلتی مشکل کا سامنا ہے۔وہاں فوج میں بھرتی کی عمر کی حد ۳۱ سال تک کر دی گئی ہے اس کے باوجود مسلمان برطانوی شہری فوج میں بھرتی ہونے سے گریز کر رہے ہیں۔

گیارہ جنوری کو صدر بش جب اپنی تقریر میں عراق میں مزید فوج بھیجنے کا اعلان کر رہے تھے،اس وقت بعض امریکیوں نے وائٹ ہاؤس کے باہر عراق جنگ کے خلاف مظاہرہ کیا۔مظاہرین نے بینرز اٹھائے ہوئے تھے اور مغربی بینڈ باجے کے ساتھ کافی ہنگامہ بپا کیا ہوا تھا۔بینرز پر اس قسم کے نعرے درج تھے۔جھوٹ بولنا کمال نہیں۔جھوٹ بولنا بہادری نہیں۔میرا بھائی عراق میں ہے اسے واپس لاؤ۔لیکن سب سے زبردست بینر وہ تھا جس میں لکھا ہوا تھا کہ بش کی دونوں بیٹیوں کو عراق میں بھیجو۔اس پر ہمیں وہ وقت آ گیا جب ایم ایم اے کی قیادت پاکستان میں عراق پر حملہ کے خلاف مظاہرے کرا رہی تھی اور ایم کیو ایم کے قائد الطاف حسین نے انہیں ہوئی جہاز کے ٹکٹ بھیج کر لکھا تھا کہ غریب عوام کو بے وقوف بنانے کی بجائے عراق سے محبت اور ہمدردی کا عملی ثبوت دیں اور خود عراق میں جا کر امریکہ کے خلاف

جہاد کریں۔ایم ایم اے کی قیادت نے الطاف بھائی کی پیش کش پر معنی خیز خاموشی اختیار کر لی تھی،صدر بش بھی یقیناً ایم ایم اے کی قیادت کے نقش قدم پر چلتے ہوئے اس مطالبہ پر معنی خیز خاموشی ہی اختیار کئے رہیں گے۔

مغربی بنگال کے چیف منسٹر بدھا دیپ بھٹا چارجی نے صنعتی مقاصد کے لئے زرعی اراضی کے حصول کے چل رہے مسئلہ پر جمعیۃ العلمائے ہند کو فرقہ پرست تنظیم قرار دیا ہے۔اس پر جمعیۃ العلمائے ہند مغربی بنگال کے جنرل سیکریٹری صدیق اللہ چودھری نے جواب دیتے ہوئے کہا ہے کہ وزیر اعلیٰ اور ان کے ساتھی تاریخ سے ناواقف ہیں،ہم فرقہ پرست نہیں ہیں۔اس کے بعد صدیق اللہ چودھری نے جمعیۃ العلمائے ہند کے فرقہ پرست نہ ہونے کے جو شواہد پیش کئے ہیں ان میں سب سے اہم یہ ہے کہ انہوں نے قیامِ پاکستان کی مخالفت کی تھی۔

یہ دلچسپ امر ہے کہ ہندوستان میں جمعیۃ العلمائے ہند والے خود کو (بجا طور پر) پاکستان مخالف ثابت کرتے ہیں لیکن طرفہ تماشہ دیکھیے کہ پاکستان میں اسی ''اسکول آف تھاٹ'' کے سارے مولوی لوگ جو پاکستان کی مخالفت کرتے رہے تھے،اب نظریۂ پاکستان کے چیمپئن بنے ہوئے ہیں۔

جنابِ شیخ کا نقشِ قدم یوں بھی ہے اور یوں بھی۔

لندن کی سونڈن کراؤن کورٹ نے نسل پرست برٹش نیشنل پارٹی کے ۲۲ سالہ سرگرم رکن مارک بلہم کو پانچ سال قید کی سزا سنائی ہے۔اس پر الزام تھا کہ اس نے مقامی براڈ اسٹریٹ مسجد میں پٹرول سے بھری ہوئی بوتل پھینکی تھی۔اگرچہ بوتل ٹوٹی نہیں اور آگ نہیں لگی،تاہم اس کے جرم کی نوعیت کو مدِ نظر رکھتے ہوئے اسے یہ سزا سنائی گئی ہے۔فیصلہ کے موقعہ پر مارک ملہم کی طرف سے مطالبہ سامنے آیا کہ اسے عدالت سے خطاب کرنے کا موقعہ دیا جائے۔عدالت نے سیاسی انداز کی تقریر کرنے کی اس درخواست کو مسترد کرتے ہوئے یہ ریمارکس دیئے:

''تم جیسے بیوقوف لوگوں کو جرم سے روکنے کے لئے سخت سزا کی ضرورت ہے۔تم نسل پرست ہو۔تم عمارت کو جلانا چاہتے تھے۔سونڈن میں مختلف نسلیں آباد ہیں اور ان سب کو اکٹھا رکھنا اہم ہے''

عالمی سیاست اور اس کی ترجیحات اپنی جگہ لیکن یہ عدالتی فیصلہ برطانیہ کی عام عدالتوں کے عادلانہ کردار کی ایک چھوٹی سی لیکن روشن مثال ہے۔یہ لوگ مسلمان عمران جاوید کو سزا دیتے ہیں تو اپنے مارک ملہم کو بھی سزا دیتے ہیں۔

مسلمانوں کی جذباتیت اور مشتعل مزاجی کے منفی رویوں کی ایک تازہ مثال کویت سے آئی ہے۔روزنامہ نوائے وقت انٹرنیٹ ایڈیشن (۱۱رجنوری ۲۰۰۷ء) سیکشن تازہ خبریں کی ایک خبر کا ابتدائی اور آخری حصہ کسی تبصرہ کے بغیر درج کر رہا ہوں۔خبر کا آخری حصہ بجائے خود خبر کی حقیقت کو واضح کر دیتا ہے۔

''کویت (آن لائن۔نمائندہ خصوصی) کویت کے علاقہ الفراونیہ میں جوتوں کی ایک دوکان میں جوتوں پر نبی اکرم ﷺ کا اسم محمدؐ لکھا ہوا پایا گیا جس کے بعد لوگوں نے مشتعل ہوکر شوز سٹور کا گھیراؤ کر کے احتجاج کیا۔پولیس نے موقع پر پہنچ کر حالات کو قابو میں کرلیا۔۔۔۔۔۔کویت کے محکمہ اوقاف اور اسلامک افیئرز نے کہا ہے کہ انہیں جانچ پڑتال کے بعد جوتوں پر اسم محمدؐ لکھا ہوا نہیں ملا،اس لئے ایسے جوتوں کی خرید وفروخت پر کوئی اعتراض نہیں کیا جاسکتا۔''

آئی ایس آئی کے سابق سربراہ جنرل (ر) حمید گل نے کہا ہے کہ پاکستان میں اس سال یا اگلے سال متوقع انتخابات میں بڑے پیمانے پر دھاندلی کی مشقیں شروع کر دی گئی ہیں۔دھاندلی کے لئے ایسی تیکنیک استعمال کی جاتی ہے کہ ملکی اور غیر ملکی مبصروں کو خبر تک نہیں ہوتی۔الیکشن کمشنر خواہ کتنا ہی دیانتدار ہو،دھاندلی کی ماہر انتظامیہ کا کچھ نہیں بگاڑ سکتا۔انہوں نے کہا کہ اس دفعہ ریکارڈ دھاندلی کا امکان ہے۔

موجودہ حکومت کس حد شفاف انتخابات کرانے میں نیک نیت ہے؟یہ تو موجودہ حکومت بہتر جانتی ہے یا پھر انتخابات ہونے پر اندازہ ہو جائے گا۔تاہم جنرل حمید گل نے جو کچھ کہا ہے اپنے وسیع تجربہ کی بنیاد پر بالکل درست کہا ہے،کیونکہ وہ خود ایسا سب کچھ کراتے رہے ہیں۔بے شک انہیں دھاندلیوں کی ساری تراکیب کا بخوبی علم اور وسیع تجربہ ہے۔

نئے سال کے آغاز کے ساتھ پاکستان،انڈیا اور سعودی عرب میں شدید سردی کی لہر آگئی۔یہاں تک کہ بعض شہروں میں درجۂ حرارت زیرو سے بھی نیچے چلا گیا اور ٹھنڈے علاقوں میں منفی چودہ تک پہنچ گیا۔چونکہ ان علاقوں میں اتنی سردی کا خطرہ نہیں ہوتا اس لئے اس کا مقابلہ کرنے کے لئے کوئی ہیٹنگ سسٹم بھی نہیں ہے۔اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ موسم کی یکا یک تبدیلی سے کئی انسانی جانیں ضائع ہوگئیں۔دوسری طرف یورپ اور امریکہ میں انہیں دنوں میں درجۂ حرارت غیر معمولی طور پر بڑھ گیا۔یہاں جرمنی میں جنوری کے مہینے میں چودہ ڈگری تک پہنچ گیا۔میں جاب پر جاتے ہوئے اوور کوٹ اور مفلر لے کر جاتا ہوں،چودہ ٹمپریچر والے دن مجھے کوٹ،جرسی اور مفلر اتارنا پڑ گئے اور کاٹن کی جیکٹ سے کام چلانا پڑا۔وقتی طور پر سہی پھر بھی دو مختلف موسمی خطوں میں ایسی ڈرامائی تبدیلی کیوں آئی؟ابھی تک اس کا کوئی واضح تحقیقی

جواز سامنے نہیں آیا۔تاہم مغربی سائنس دان موسم میں اس ڈرامائی تبدیلی پر پریشان ہو گئے ہیں اور مختلف امکانات پر غور کیا جا رہا ہے۔

بھارتی وزیر خارجہ پرنب مکر جی پاکستان کا دو روزہ دورہ کر آئے ہیں۔اس سے دونوں ملکوں کو ایک دوسرے کو سمجھنے اور سمجھانے میں مدد ملے گی اور بنیادی مسائل کے حل کے ساتھ دوستی کا معاہدہ کرنے میں آسانی پیدا ہوگی۔جب پرنب مکر جی ہمارے صدر جنرل پرویز مشرف سے مل رہے تھے تو مجھے صدر مشرف کا دورۂ ہند یاد آرہا تھا۔اس دورہ میں پرویز مشرف نے رانی مکر جی کی تعریف کرتے ہوئے بطور خاص انہیں پاکستان کا دورہ کرنے کی دعوت دی تھی۔اس کے بعد سے اب تک کتنی ہی بھارتی فلمی شخصیات پاکستان سے ہو آئی ہیں لیکن نہیں گئی تو رانی مکر جی نہیں گئی۔رانی مکر جی نے وعدہ کیا تھا کہ وہ ضرور پاکستان آئے گی سو اسے اپنا وعدہ پورا کرنا چاہئے،ورنہ ہم اس کا نام ''رانی مُکر گئی'' رکھ دیں گے۔پرانی رنجشوں کے خاتمہ میں ثقافتی وفود کے دورے سیاسی وفود سے زیادہ مفید ثابت ہوتے ہیں اور یقین واثق ہے کہ رانی مکر جی کا دورہ پرنب مکر جی کے دورے سے کہیں زیادہ بہتر اور خوشگوار نتائج کا حامل ہوگا۔

امریکہ کی ایک عدالت نے فیصلہ دیا ہے کہ جو لوگ اپنے بچپن یا لڑکپن میں بعض پادریوں کی جنسی وارداتوں کا شکار ہوئے ہیں،وہ چاہیں تو ویٹکن کے خلاف ہرجانہ کا دعویٰ کر سکیں گے۔اپنے پاکستانی اور ہندوستانی ماحول کے حساب سے اندازہ تھا کہ امریکہ میں بلکہ پورے یورپ میں بھی اس فیصلہ کو مسیحیت دشمنوں کی عالمی سازش قرار دے کر اس کے خلاف مظاہرے کرائے جائیں گے اور پادری صاحبان اس کی مذمت میں بیانات دیں گے لیکن ابھی تک ایسا کچھ بھی نہیں ہوا۔اخلاقی مسائل جیسے پادری صاحبان کے ساتھ ہیں ویسے ہی یہاں کے بعض پنڈت اور مولوی صاحبان کے ساتھ بھی ہیں۔لیکن یہاں کسی کو مندر کے اندر سے یا مسجد کے منسلکہ حجرے سے رنگے ہاتھوں بھی پکڑ لیا جائے تو اُلٹا پکڑنے والوں کو دشمن کا ایجنٹ قرار دے کر گھناؤنی سازش کا مرتکب قرار دے کر ملعون بنا دیا جاتا ہے۔پاکستان میں مذہبی امور کی وزارت کے وزیر مملکت نے کچھ عرصہ پہلے بیان دیا تھا کہ ہمارے دینی مدارس میں جنسی حوالے سے اخلاقی مسائل موجود ہیں۔اس پر ان کے خلاف وہ بیان بازی ہوئی کہ بے چارے وزیر کو معذرت خواہانہ وضاحت کر کے جان چھڑانا پڑی۔اپنے اپنے اندرونی مسائل کا سامنا کرنے کے معاملے میں مغرب اور ہمارے مشرق کے کرداروں کے یہی فرق ہیں۔اور اس کا نتیجہ بھی صاف ظاہر ہے۔

امریکہ اور برطانیہ نے اقوام متحدہ کی سلامتی کونسل میں میانمار (سابق برما) کی فوجی حکومت کے خلاف قرار داد پیش کی جو جمہوری اقدار کے فروغ اور انسانی حقوق کی ابتری سے متعلق تھی۔ جمعہ کے روز بارہ جنوری کو روس اور چین نے مل کر اسے ڈبل ویٹو کر دیا۔قرار داد ایک ویٹو سے بھی مسترد ہو سکتی تھی، تاہم ڈبل ویٹو سے روس اور چین نے ایک طرح عالمی سطح پر بڑھتی ہوئی امریکی جارحیت کی مزاحمت کا اشارہ دیا ہے۔ ورنہ فوجی اور شخصی حکومتوں کے خاتمہ اور انسانی حقوق کے معاملات پر امریکہ کا کردار پاکستان اور عرب ممالک میں گزشتہ نصف صدی سے ایک تماشہ بن کر رہ گیا ہے۔امریکہ کو ایسی باتیں صرف وہاں یاد آتی ہیں جہاں اس کے مفادات کو خطرہ لاحق ہو۔ جہاں امریکہ کے مفادات وابستہ ہوں وہاں وہ مزے سے کہہ دیتا ہے کہ جمہوریت اس ملک کا اپنا اندرونی معاملہ ہے۔ جیسے حال ہی میں جنرل مشرف کی وردی اور جمہوریت کے سلسلے میں امریکہ نے کہا ہے کہ یہ پاکستان کا اندرونی معاملہ ہے جس میں ہم دخل نہیں دے سکتے۔

انڈیا سے ایک ایسی خبر آئی ہے جس سے دلی تکلیف ہوئی ہے۔فلمسٹار زیبا پاکستانی فلم انڈسٹری میں وہی مقام رکھتی ہیں جو انڈیا میں ہیما مالنی کا ہے۔ وہ ہندوستان کے سفر پر گئی ہوئی تھیں۔ان کے بقول انہوں نے تین شہروں کا سفر کرنے کے لئے ویزہ کی درخواست دی تھی۔ ہندوستانی سفارتخانے نے غالباً دو شہروں کے سفر کی منظوری دی، اجمیر شریف کی منظوری نہیں دی۔ زیبا کے بیان کے مطابق انہیں یہ علم ہی نہیں تھا کہ تین شہروں (دہلی، رُڑکی اور اجمیر شریف) کی بجائے انہیں دو شہروں کا ویزہ دیا گیا تھا۔ چنانچہ وہ اجمیر شریف سے اپنی عقیدت کے مطابق وہاں بھی چلی گئیں۔اس پر متعلقہ حکام نے اس کا نوٹس یوں لیا کہ زیبا کو فوری طور پر ملک چھوڑنے کا حکم دے دیا۔ زیبا کا جو فنکارانہ مقام اور مرتبہ ہے صرف اسی کا لحاظ کر لیا جاتا تو انہیں ان کی تیکنیکی غلطی کا بتا کر پھر خود اجمیر شریف کے ویزہ کی منظوری دے کر وہاں سرکاری خرچ پر قیام کی مزید سہولت دی جا سکتی تھی۔ قانون کے نام پر ہندوستان کے متعلقہ اداروں کی اس بد اخلاقی پر مجھے دلی طور پر صدمہ پہنچا ہے۔لگتا ہے دونوں ملکوں کے انتہا پسند عناصر جو دونوں طرف اقتدار کے کوریڈورز میں بھی کسی نہ کسی حد تک موجود ہیں، موقعہ ملنے پر اس قسم کی حرکتیں کر کے بہتر ہوتے ہوئے تعلقات کو خراب کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ ہندوستان میں جن لوگوں نے زیبا کے ساتھ یہ سلوک کیا ہے وہ حقیقتاً اُسی لابی کے لوگ ہیں جو ہند پاک تعلقات کو بہتر ہوتا نہیں دیکھ سکتے۔

اُدھر انگلینڈ میں بھارتی اداکارہ شلپا شیٹی کے ساتھ ایک ٹی وی پروگرام ''بگ برادر'' میں

زیادتی ہوگئی ہے۔اس پروگرام میں شامل انگریز اداکاروں نے شلپا کی انگریزی کا مذاق اُڑایا اور نسل پرستی کا تاثر دیا۔شلپا اس صورتحال پر رونے لگ گئیں،اس سے نہ صرف ہندوستان میں شدید ردِّعمل ہوا بلکہ سیاسی سطح پر بھی کچھ کھلبلی سی مچ گئی۔ معاملہ برطانوی پارلیمنٹ تک جا پہنچا اب پروگرام کے کمپئیر نے شلپا سے معافی مانگ لی ہے اور اطلاع کے مطابق شلپا نے اسے معاف بھی کر دیا ہے۔اخباری اطلاع کے مطابق شلپا شیٹی کو اس پروگرام میں شرکت کرنے کے لئے چھ لاکھ چھیاسی ہزار ڈالر معاوضہ دیا گیا۔شلپا تو خیر بڑی اچھی انگریزی جانتی ہیں۔لہجوں کا فرق تو قدرتی ہوتا ہے اور ہر زبان کو جب دوسرے لوگ بولتے ہیں تو ہوتا ہے۔جن لوگوں نے شلپا کا مذاق اڑایا وہ ساری زندگی اردو یا ہندی سیکھنے پر گزار لیں پھر بھی ان کی اردو یا ہندی کا لہجہ جس طرح کا ہوگا اس کے مقابلہ میں شلپا شیٹی کی انگریزی ہزار گنا بہتر رہے گی۔اس واقعہ سے ہمارے ان آرٹسٹوں کو سبق سیکھنا چاہئے جنہیں میرے جتنی انگریزی آتی ہے (یعنی نہیں آتی) لیکن اس کے باوجود ڈھٹائی کے ساتھ اردو میڈیا پر انگریزی بگھار رہے ہوتے ہیں۔

شلپا شیٹی کے ساتھ نسلی امتیاز برتنے کی زیادتی طوفانی صورت اختیار کر گئی اور اس کی توہین کرنے والی اداکارہ جیڈ گوڈی کو پروگرام بگ برادر سے باہر کر دیا گیا ہے۔ برطانیہ سے ایک اور طوفانی خبر یہ ہے کہ وزیر اعظم ٹونی بلیئر کی ایک سینئر مشیر روتھ ٹرنر کو گرفتار کر کے ''رقم لے کر اعزازات بانٹنے'' کے کیس میں تفتیش کی گئی۔ٹونی بلیئر سے بھی پولیس اس سلسلہ میں پوچھ تاچھ کر چکی ہے۔ یہ اسکینڈل ٹونی بلیئر کے اقتدار سے جاتے جاتے مزید رسوائی کا موجب بن سکتا ہے۔اعزازات بانٹنے کے لئے رقم لینے کا اسکینڈل اہلِ مغرب کے لئے نئی بات ہوگی۔ ہمارے ہاں تو شاید ہی کوئی اعزاز کسی کو جوڑ توڑ کے بغیر دیا گیا ہو۔ ہندوستان کے ایک دولت مند شاعر اور ادیب کے بارے میں مجھے ذاتی طور پر معلوم ہے انہوں نے پچیس ہزار روپے کے ایک انعام کے حصول کے لئے دو لاکھ روپے خرچ کر دیئے تھے۔

برطانیہ کے دو سیاسی طوفانوں کے ساتھ ۱۸رجنوری کو سچ مچ کا طوفان بھی آ گیا۔ برطانیہ کا یہ طوفان نہ صرف جرمنی تک پہنچا بلکہ اس نے پورے شمالی یورپ کو اپنی لپیٹ میں لے لیا۔ برطانیہ، جرمنی ،فرانس، ہالینڈ، ڈنمارک، پولینڈ، بلجیم، چیک جمہوریہ، سلوا کیہ وغیرہ ممالک اس طوفان سے متاثر ہوئے۔ جرمنی میں بھی یہ طوفان آیا۔لیکن اس دن بارہ بجے دوپہر کو جاب پر جاتے ہوئے مجھے بس کچھ تیز ہوا کا احساس ہوا تھا۔لیکن دو بجے کے بعد ہوائیں طوفانی ہو گئیں۔ جرمنی میں دو سو کلومیٹر فی گھنٹہ کی رفتار سے آنے والی اس قدرتی آفت سے گیارہ اموات ہوئیں جبکہ پورے یورپ میں ۵۰ سے اوپر لوگ مارے

گئے۔اس سے انسانوں پر قدرت کی گرفت کا اندازہ ہوا۔تمام تر ترقی کے باوجود سارا نظامِ زندگی درہم برہم ہوگیا۔جس ملک میں کسی ریلوے اسٹیشن یا سڑک کی مرمت کے دوران متبادل انتظام ہمیشہ مہیا کیا جاتا ہے وہاں اس قدرتی آفت کے بعد ریلوے اور ائر پورٹ کا سارا سسٹم ٹھپ ہوکر رہ گیا۔میں جب جاب سے فارغ ہوا تو انڈر گراؤنڈ ریلوے کے ذریعے متبادل رستے سے سنٹرل ریلوے اسٹیشن فرینکفرٹ تک تو پہنچ گیا لیکن وہاں سے آگے جانے کے لئے کوئی ٹرین نہیں ملی۔اپنے بیٹے طارق کو فون کیا تو وہ اس طوفانی موسم میں اپنی کار لے کر آیا اور مجھے گھر لے گیا۔لیکن ۱۹؍جنوری کو پھر ساری ٹرینیں معمول کے مطابق رواں تھیں ۔میں اطمینان سے جاب پر گیا اور ٹھیک وقت پر واپس گھر پہنچ گیا۔آندھی کی پیشگی اطلاع کی وجہ سے اندازہ تھا کہ ہندوستان اور پاکستان کی طرح لال یا کالے گردوغبار سے بھری ہوئی آندھی ہوگی جس میں لوگ سر منہ چھپاتے پھریں گے۔گھروں کے دروازے کھڑکیاں بند ہونے کے باوجود ہر گھر مٹی سے اَٹ جائے گا۔لیکن یہ طوفان بھی کم بخت بہت زیادہ صفائی پسند نکلا۔کہیں بھی خاک اڑتی نظر نہ آئی۔گوروں کا طوفان بھی گورا نکلا۔

چندروز پہلے سعودی عرب سے خبر آئی تھی کہ وہاں دو بزرگ بابوں نے ایک دوسرے کی جوان بیٹیوں سے شادی کر لی ہے اور یوں بڑھاپے میں وٹے سٹے کی انوکھی مثال قائم کر دی۔اب پاکستان سے خبر آئی ہے کہ گوجرانوالہ کے ایک ۸۰ سالہ بابا جی نے اولادِ نرینہ کی خواہش سے مجبور ہوکر ایک ۱۸ سالہ لڑکی کے ساتھ شادی کر لی ہے۔انگریزی میں دولہا ،دلہن کی عمر بتائی جائے یعنی Eighty اور Eighteen تو بات کچھ گول مول ہوکر گزارا کر جاتی ہے لیکن اردو میں تو اس فرق کو چھپائے نہیں چھپایا جا سکتا۔تینوں بزرگوں کی ’’جواں ہمتی‘‘ پر انہیں داد دینے کے ساتھ یہ بتانا ضروری ہے کہ جب اتنی بڑی عمر کے بزرگ اتنی کم عمر لڑکیوں کے ساتھ شادیاں کرتے ہیں تو محلّہ کے نوجوان بہت خوش ہوتے ہیں۔

۲۲؍جنوری ۲۰۰۷ء

اِدھر اُدھر سے:۴

اسرائیل اندرونی طور پر ایک اخلاقی بحران سے گزر رہا ہے۔اس کے صدر موشے کیٹساف پر جنسی زیادتی کے الزام کی فردِ جرم عائد کر دی گئی ہے۔چیف آف آرمی اسٹاف لبنان میں ہزیمت کے بعد کرپشن کے الزام میں ہٹائے جا چکے ہیں۔اور وزیر انصاف نے مطالبہ کیا ہے کہ وزیر اعظم کو بھی مستعفی ہو جانا چاہئے۔اس ساری صورتحال پر اسرائیل کے نائب وزیر اعظم شمعون پیریز نے تشویش کا ظہار کرتے ہوئے کہا ہے کہ:اسرائیلی قیادت کی بدعنوانیوں اور ذاتی کمزوریوں نے ملک کو خطرے سے دوچار کر دیا ہے۔صدر کے خلاف بدکاری کا جرم ثابت ہو چکا ہے،چیف آف آرمی اسٹاف کرپشن کی وجہ سے فارغ ہو چکے ہیں۔وزیر اعظم کے خلاف بھی کرپشن کے کیس سامنے آرہے ہیں۔موجودہ قیادت کرپشن میں ملوث ہو چکی ہے جس کی وجہ سے ملک کو خطرات لاحق ہو گئے ہیں۔

ایک یہودی صدر ہے جو ایک جنسی اسکینڈل میں ملوث ہوا تو قانون کی لپیٹ میں آرہا ہے،ایک پاکستان کا مسلمان صدر تھا جنرل یحییٰ خان جس کے جنسی اسکینڈل ملک کے بچے بچے کی زبان پر تھے،جس نے ملک کو دولخت کرا دیا لیکن اس کے اقتدار پر رہتے ہوئے کسی عدالت کو جرأت نہ تھی کہ اس کے خلاف بدکاری کے کسی کیس کی سماعت بھی کر سکے۔تب سے اب تک اقتدار کے ایوانوں میں کیا کچھ نہیں ہو رہا؟لیکن مجال ہے کوئی بڑے سے بڑا حق گو صحافی بھی کبھی اس کا کوئی ہلکا سا اشارہ کر سکے۔عدالتوں میں جانے اور سماعت کرنے اور فردِ جرم عائد کرنے کی باتیں تو خواب و خیال کی باتیں ہیں۔جس دن مسلمان ممالک کے حکمرانوں کا ان کے مضبوط اقتدار کے دوران عدالتی انصاف شروع ہو گیا سمجھ لیں مسلمان ممالک کے حالات میں بہتری کے امکانات پیدا ہو گئے،وگرنہ علامہ اقبال نے یونہی تو نہیں کہہ دیا تھا

؎ یہ مسلماں ہیں جنہیں دیکھ کے شرمائیں یہود

سعودی عرب کے حکمران شاہ عبداللہ نے کویت کے ایک اخبار کو انٹرویو دیتے ہوئے کہا ہے کہ سعودی عرب ایران کے خلاف کوئی متحدہ محاذ نہیں بنا رہا ہے۔اور یہ بات انہوں نے ایرانی مذاکرات کار علی لارے جانی کی سعودی عرب میں آمد پر بھی انہیں کہی تھی۔اس بیان کو عام نظر سے دیکھا جائے تو ایک

خوشکن اوراطمینان بخش قسم کا بیان ہے جس سے دو برادر اسلامی ملکوں کے درمیان بہتر تعلقات کی امید کی جاسکتی ہے۔ تاہم ڈپلومیٹک زبان میں دیکھا جائے تو یہ بیان کئی شبہات کوراہ دیتا ہے۔ عراق اور ایران کے درمیان جو بے معنی اور مسلمانوں کو ہی کمزور کرنے والی طویل جنگ ہوئی تھی، اس جنگ میں سعودی عرب اوراس کے حلیف عرب ممالک نے کھل کر صدام حسین کی مدد کی تھی۔ان سب کی پشت پر امریکہ موجود تھا۔ تب سے ہی افغانستان اور پاکستان تک شیعہ، وہابی فساد کی جومختلف صورتیں سامنے آئیں، ان میں عرب ممالک کا محاذ ایک طرف اور ایران دوسری طرف موجود رہا ہے۔اب امریکہ اور اسرائیل کسی نہ کسی بہانے سے ایران کو نشانہ بنانا چاہتے ہیں اور حالیہ دنوں میں ایسے اشارے مل رہے تھے کہ جیسے عرب ممالک بھی امریکہ کا ساتھ دینے پر تیار ہیں۔اسی وجہ سے شاہ عبداللہ کوعلی لاریجانی کو بھی یہ پیغام دینا پڑا اور کویتی اخبار میں بھی اس وضاحت کو انٹرویو کی صورت میں جاری کرایا گیا ہے۔ ڈپلومیٹک زبان میں ایسی وضاحت کا مطلب کئی زاویے رکھتا ہے۔اللہ ایران پر بھی اور سارے اسلامی ملکوں پر بھی رحم فرمائے۔

کبھی کبھی ایسی عجیب سی خبریں سننے میں آتی ہیں جو ہمارے ذہنی سانچوں میں فِٹ نہیں بیٹھتیں۔ قدرتی آفات اور حادثات کا شکار ہونے والوں سے ہمدردی کی جانی چاہئے لیکن ہمارے ذہنی سانچے ایسے ہیں کہ کسی مخالف فرد یا گروہ کی ہلاکت کو خدا کی طرف سے سزا قرار دے دیتے ہیں۔ دو مختلف قسم کی لیکن ایک ہی مفہوم کی خبریں آئی ہیں۔انڈونیشیا کے علاقہ سلاوسی میں زیر سمندر آنے والے زلزلہ کے نتیجہ میں ایک شخص ہلاک اور دو زخمی ہو گئے ہیں۔اب سوچنے والی بات ہے کہ کیا یہ زلزلہ صرف اسی ایک گنہگار کو سزا دینے کے لئے آیا تھا؟ ابھی یہ معلوم نہیں ہو سکا کہ اس کا مذہب کیا ہے۔ مذہب معلوم ہونے کے بعد اس کے مخالف مذہب والے آسانی سے کہہ سکتے ہیں کہ یہ ہمارا مخالف تھا اس لئے خدا نے زلزلہ بھیجا اور چُن کر صرف اسی کو ہلاک کیا۔ دوسری خبر امریکہ کے شہر مینی پولس میں ۲۹ سالہ جوان بنیسن کی ہے جو نشے میں دھت تھا۔ایک ہوٹل کی ۱۷ویں منزل سے نیچے گرا لیکن زندہ بچ گیا۔اسے کچھ چوٹیں آئی ہیں تاہم اس کی جان کو کوئی خطرہ نہیں ہے۔اس خبر سے خانپور میں ۱۹۷۳ء میں آنے والے تباہ کن سیلاب کی یاد آگئی۔اس سیلاب میں کئی پختہ مسجدیں گر گئی تھیں لیکن بازارِ حسن کے چند کوٹھے گرنے کے ساتھ کئی کچے کوٹھے بھی گرنے سے بچ گئے تھے۔سو حادثات اور قدرتی آفات کو کسی مخصوص ذہنی سانچے کے ساتھ دیکھنے کی بجائے انسانی ہمدردی کے ساتھ دیکھنا چاہئے۔

لندن سے خبر آئی ہے کہ وہاں ایک مسلم لیڈی پولیس افسر نے تربیت مکمل ہونے کے بعد پاسنگ

آؤٹ کی تقریب میں ادارہ کے سربراہ سے مصافحہ کرنے سے انکار کر دیا تھا۔ اصلاً مذکورہ پولیس افسر نے تقریب سے پہلے اس کی اجازت لے لی تھی اس لئے کوئی ظاہری بدمزگی نہیں ہوئی۔ تاہم اب یہ سوال اُٹھائے جارہے ہیں کہ تربیت کے دوران جسموں سے جسم ٹکراتے تھے، اگر وہ سب کچھ روا تھا تو صرف مصافحہ کرنے میں کیا حرج تھا؟ اگر خاتون نے کسی مرد کو چھونا نہیں ہے تو وہ مجرموں کو گرفتار کیسے کریں گی؟ سیدھی سی بات ہے آپ جن ملازمتوں میں جانا چاہتے ہیں اپنے ملک کے قوانین کے مطابق اسکی ساری صورتحال کا پہلے ہی جائزہ لے لیں۔اگر آپ کی ثقافت سے ان کا ٹکراؤ ہو رہا ہے تو کوئی اور بہتر ملازمت دیکھ لیں جہاں آپ کے لئے آپ کے معتقدات کے مطابق قباحت نہ ہو۔اس سے پہلے ویسٹ یارکشائر کے ایک پرائمری اسکول ہیڈ فیلڈ چرچ کی اسسٹنٹ ٹیچر عائشہ نے پہلے کلاس روم میں نقاب کے ساتھ پڑھانا شروع کیا۔اس پر اعتراض ہوا تو عائشہ نے کہا کہ بچوں کے سامنے نقاب اتار کر پڑھاؤں گی لیکن مرد ٹیچرز سے پردہ کروں گی۔تب معاملہ عدالت تک گیا، جہاں عائشہ کو نشانہ بنانے پر انہیں گیارہ سو پاؤنڈ کی ادائیگی کی گئی تاہم عائشہ کو بطور جرمانہ گیارہ سو پاؤنڈ کی رقم ادا کرنے کے باوجود ملازمت سے نکال دیا گیا۔وہ ابھی تک اپنے حق کے لئے عدالتی تگ و دو کر رہی ہیں۔ایسی خبریں متضاد جذبات و خیالات میں ڈال دیتی ہیں۔ پاکستان کے اسکولز جہاں مرد اور لیڈی ٹیچرز ایک ساتھ پڑھاتے ہیں، وہاں کی صورتحال کیا ہے؟ وہاں تو کسی لیڈی ٹیچر کو نقاب کا مسئلہ نہیں ہے پھر لندن میں رہ کر اس طرح کا مطالبہ کرنا سمجھ میں نہیں آتا۔شاید یہ سب امریکہ کے نائن الیون اور انگلینڈ کے سیون سیون کے بعد ہونے والے سخت اقدامات کے ردِ عمل کی کوئی نفسیاتی صورت ہے۔ وگرنہ اسی لندن میں اور اسی یورپ میں کتنی ہی مسلم خواتین ملازمتیں بھی کرتی ہیں اور انہیں ایسے مسائل سے کوئی واسطہ ہی نہیں ہے۔

جیوٹی وی اردو کا سب سا بڑا نیٹ ورک رکھنے والا چینل بن گیا ہے۔اے آر وائی ٹی وی چینل کو اصل مقبولیت ڈاکٹر شاہد مسعود کی وجہ سے ملی تھی، ان کے پروگرام ویوز آن نیوز نے نائن الیون کے بعد بڑی حد تک پاکستانی عوام کے جذبات کی ترجمانی کی تھی۔ابھی تک اے آر وائی چینل سے نادیہ خان، مسعود رضا، براہِ راست اے آر وائی چینل سے جیو چینل میں جا چکے ہیں۔ عامر غوری نے اے آر وائی سے پرائم ٹی وی ہوتے ہوئے جیو چینل کو جائن کیا تھا۔اب ڈاکٹر شاہد مسعود نے بھی جیو چینل کو جائن کر لیا ہے۔ اے آر وائی چینل پر اس وقت ڈاکٹر شاہد مسعود کا پروگرام غیر اعلانیہ طور پر بند کر دیا گیا تھا جب انہوں نے جنرل پرویز مشرف پر قاتلانہ حملہ کرنے والے کو سزا سنائے جانے پر ایک ''کاری گر'' قسم کا پروگرام پیش کیا

تھا۔اس پر جنرل پرویز مشرف نے شدید ردِ عمل ظاہر کیا اور ڈاکٹر صاحب مطلعِ اسکرین سے غائب ہو گئے۔کچھ عرصہ کے بعد جب اندرون خانہ معافی تلافی ہو گئی تو ڈاکٹر صاحب کا پروگرام نہ صرف پھر سے بحال ہو گیا، بلکہ یہ بات بھی سامنے آئی کہ وہ جب چاہیں جنرل مشرف سے اسی وقت براہِ راست رابطہ کر سکتے ہیں۔سو تب سے اگرچہ ڈاکٹر شاہد مسعود کے پروگرام میں پہلے جیسا دَم خم نہیں رہا، تاہم ان کے تجزیہ کی صلاحیت اور دوسرے تجزیہ کاروں کے تجزیوں پر مزید تجزیاتی نظر کے باعث وہ ابھی تک فعال ہیں۔ہر چند اس فعالیت پر آفتاب اقبال نے اپنے فکاہی کالم ''حسبِ حال'' میں ایک ایسا جملہ لکھا تھا جو واقعی ڈاکٹر شاہد مسعود کی تازہ ترین صورتحال کے بالکل حسبِ حال تھا۔تاہم توقع ہے کہ زندگی کے مزید تجربات سے گزرنے کے بعد اور جیو جیسے نسبتاً لبرل چینل میں آنے کے بعد ان کے تجزیاتی انداز میں مزید بہتری آئے گی۔مذکورہ سارے فنکاروں اور تجزیہ کاروں کے اے آر وائی کو چھوڑ کر جیو چینل کو جائن کرنے کے عمل کو سیاسی جماعتوں کی فلور کراسنگ کی طرح نہیں لیا جا سکتا۔کیونکہ یہ تو میڈیا کی ملازمتوں کا معاملہ ہے اور جسے جہاں سے بہتر پیش کش ہو اُسے وہاں جانے کا حق حاصل ہے۔اے آر وائی چینل بھی ایک اچھا چینل ہے لیکن ایک تو جیو کے مقابلہ میں ان کا نیٹ ورک کافی کمزور ہے، دوسرے اس چینل کا بڑا انحصار ڈاکٹر شاہد مسعود پر تھا۔جب ادارے افراد پر منحصر ہو جائیں تو پھر اس طرح کسی کے چلے جانے سے یقیناً اداروں کو دھچکا پہنچتا ہے۔

مولانا فضل الرحمٰن نے کہا ہے کہ بے نظیر بھٹو ہم جیسے روشن خیال مولویوں کے ساتھ بیٹھیں، امریکہ ناراض نہیں ہوگا۔مولانا فضل الرحمٰن سرکاری اپوزیشن لیڈر ہیں۔پاکستانی فوج اور امریکہ سے ان کے گہرے مراسم رہے ہیں۔سوویت یونین کے خلاف ''امریکی جہاد'' کے لئے پاکستان سے مولانا فضل الرحمٰن کے مکتبِ فکر نے ہی افغانی، پاکستانی، عربی اور افریقی ''مجاہدین'' تیار کئے تھے۔تب ایسے سارے علماء بڑے فخر کے ساتھ امریکیوں کو اپنے ''اہلِ کتاب بھائی'' کہا کرتے تھے۔اس بھائی چارے میں ٹانگوں کی سواری کرنے والے علماء پجارو گاڑیوں اور پٹرول پمپوں اور بے شمار دوسری جائیدادوں کے مالک بن گئے۔سو امریکہ پہلے بھی ایسے علماء سے خوش تھا اور اب بھی اسے افغانستان اور قبائلی علاقوں میں آنے والے دنوں میں جو سخت کارروائی کرنی ہے وہ ''اہلِ کتاب'' علماء بھائیوں کے تعاون کے بغیر ممکن نہیں ہے۔امریکہ کی ایک طرح سے مجبوری ہے۔اس لئے مولانا فضل الرحمٰن کا یہ فرمان بالکل درست ہے کہ بے نظیر اگر مولانا سے مل بیٹھیں گی تو امریکہ ناراض نہیں ہوگا۔

۲۸رجنوری ۲۰۰۷ء

اِدھر اُدھر سے:۵

۳۰رجنوری کو باقی دنیا کے ساتھ یورپ بھر میں جوش و جذبہ کے ساتھ یوم عاشور منایا گیا اور نواسۂ رسولؐ حضرت امام حسین علیہ السلام کی عظیم قربانی کی یاد کو تازہ کیا گیا۔اس موقعہ پر تمام پاکستانی ٹی وی چینلز نے اپنے اپنے طور پر اور مناسب طور پر دکھ اور کرب کا اظہار کیا، سوائے ایک چینل کے۔پرائم ٹی وی بنیادی طور پر حکومت پاکستان کا چینل ہے جسے آگے کسی اور پارٹی کو چلانے کے لئے دیا گیا ہے۔مجھے قطعاً علم نہیں ہے کہ یورپ میں پرائم ٹی وی کے اربابِ اختیار کون لوگ ہیں؟ لیکن ۳۰رجنوری کو جب سارے پاکستانی چینل اس دن کی مناسبت سے پروگرام پیش کر رہے تھے، پرائم ٹی وی نے بے ہودہ موسیقی کے پروگرام شروع کئے ہوئے تھے۔جرمنی میں دوپہر کے بارہ بجنے سے پہلے پہلے، یعنی اپنی جاب پر جانے سے پہلے میں نے جتنی بار بھی پرائم ٹی وی کو چیک کیا وہاں محرم کی مناسبت سے کچھ دینے کی بجائے بالکل برعکس پروگرام دیکھنے میں آیا۔یومِ عاشور پر پرائم ٹی وی کی بے حسی افسوسناک ہے۔

اردو دنیا میں آجکل گیان چند جین کی کتاب ''ایک بھاشا دو لکھاوٹ'' پر خاصی گرما گرم بحث چل رہی ہے۔مجھے ۲رجنوری ۲۰۰۷ء تک اس بحث سے متعلق جتنا مواد مل سکا تھا اُس کی بنیاد پر میں نے دو ماہی 'گلبن' لکھنؤ کے (زیرِ اشاعت) شمارہ جنوری تا اپریل ۲۰۰۷ء کے لئے ایک خط بھیجا ہوا ہے۔اس خط کا یہ اقتباس ۲رجنوری تک کی میری معلومات کا احاطہ کرتا تھا:

''گیان چند جین صاحب کی کتاب کے حوالے سے فاروقی صاحب نے جو لکھ دیا ہے وہ حرفِ آخر ہے، بعد میں زیادہ تر لکھنے والے صرف جوشیلے قسم کے مضمون یا تاثرات لکھ کر انہیں بنیادی باتوں کو دہرا رہے ہیں، جنہیں فاروقی صاحب متانت کے ساتھ احسن طور پر بیان کر چکے ہیں۔ہاں اس دوران پروفیسر مرزا خلیل بیگ کا ایک مضمون نظر سے گزر رہا ہے، تادمِ تحریر (آج ۲رجنوری ۲۰۰۷ء تک) روزنامہ منصف حیدرآباد میں اس کی تین اقساط چھپ چکی ہیں۔پہلی قسط میں ان کے نام لکھے گئے جین صاحب کے ایک مکتوب سے معلوم ہوا کہ گیان چند جین صاحب ساہتیہ اکیڈمی کے لئے ایک کتاب لکھ رہے

تھے۔(یہ مضمون کتابی سلسلہ الانصار حیدرآباد،شمارہ ۴،سال ۲۰۰۶ء میں چھپنے کی تصدیق بھی ہوئی ہے)میں نے گلبن،اردو بک ریویواور ایک دواور جرائد میں چھپنے والے مضامین اور خطوط میں نوٹ کیا کہ جین صاحب کی مذمت کرنے والے ادباءکسی نہ کسی طرح گوپی چند نارنگ صاحب کوکوئی ظاہری الزام نہ ہونے کے باوجود safe side دینے کی کوشش کر رہے ہیں۔اس کی ضرورت کیوں پیش آرہی ہے؟ ہندوستان میں رہنے والے اور اردو سے وابستگی کا سنجیدہ تعلق رکھنے والے ادباءکوگیان چندجین صاحب کے مذکورہ مکتوب بنام مرزاخلیل بیگ پرغور کرکے تحقیق مزید کرنی چاہئے۔کتاب کے انتساب میں گوپی چند نارنگ صاحب حصہ دار ہیں۔کہیں ایسا تونہیں کہ کتاب نارنگ صاحب کی ڈیمانڈ پر ساہتیہ اکیڈمی کے لئےلکھی گئی،لیکن جب توقع سے زیادہ سخت ہوگئی توانہوں نے ساہتیہ اکادمی کی بجائے پرائیویٹ ادارے کے ذریعے کتاب کی اشاعت کا اہتمام کردیا؟ضروری نہیں کہ ایسا ہو،لیکن اس پر سنجیدگی کے ساتھ تحقیق ضرور کرلی جائے تاکہ اس پردۂ زنگاری کے پیچھے جوکوئی بھی ہے پوری طرح سامنے آسکے۔“

اس خط کی اشاعت سے پہلے ہی اب مجھے پندرہ روزہ ’صدائے اردو‘ بھوپال کا شمارہ یکم جنوری ۲۰۰۷ءایک دوست نے بھیجا ہے۔اس میں مرزاخلیل بیگ کے نام گیان چندجین کے مذکورہ بالا خط کے متن کے ساتھ اس کا عکس بھی شائع کیا گیا ہے اور ڈاکٹر حنیف نقوی کے خط بنام شمس الرحمٰن فاروقی کو بھی شائع کیا گیا ہے۔دونوں خطوط سے حقیقت بالکل کھل کر سامنے آگئی ہے۔میرے نزدیک باوجود اس کے کہ گیان چندجین صاحب نے ہندی اردو مسئلہ کوکفر واسلام کا مسئلہ بنا کر پیش کیا ہے،اس معاملہ کواس سے ہٹ کر دیکھنا چاہئے۔میں نے اپنے خط میں جن امکانات کی بات کی تھی وہ اب زیادہ تحقیق چاہتے ہیں۔کیونکہ ان خطوط کے ذریعے بڑی حدتک یہ واضح ہوگیا ہے کہ:

۱۔گیان چندجین صاحب نے یہ کتاب ڈاکٹر گوپی چند نارنگ کی تحریک پرلکھی اوران کی دی ہوئی بعض بنیادی گائیڈ لائنز کو پوری طرح ملحوظ رکھا۔

۲۔جب کتاب مکمل کرلی گئی،تب یا تو اس وجہ سے ساہتیہ اکیڈمی کی طرف سے اس کی اشاعت مشکل ہوگئی کہ بی جے پی کی بجائے کانگریس کی حکومت آگئی تھی۔یا پھر خود گوپی چند نارنگ صاحب کواحساس ہوا کہ کتاب ان کی خواہش سے زیادہ سخت ہوگئی ہے اور ساہتیہ جیسے سرکاری ادارہ کے ذریعے اس کی اشاعت بہت سے مسائل کھڑے کرسکتی ہے۔

۳۔چونکہ ڈاکٹر گوپی چند نارنگ اس کتاب کی اشاعت کی ذمہ داری لے چکے تھے،اس لئے پھر انہوں نے

اپنے سرکاری وسائل کو بروئے کار لاتے ہوئے پرائیویٹ طور پر اس کی اشاعت کا انتظام کر دیا۔ پرائیویٹ انتظام کرنے کے حوالے سے ایک اور پبلشر کی کہانی بھی سامنے آئی ہے،تاہم یہاں یہ بات غیرمتعلق ہے۔

یوں گیان چنداور گوپی چند کے اشتراک سے یہ کتاب اپنی مخصوص معنویت میں دو چند ہوگئی۔اگر یہ باتیں اسی طرح یااس سے کچھ ملتے جلتے انداز میں درست ثابت ہوتی ہیں تو پھر باقی ساری بحثیں فروعی ہیں۔کسی موازنۂ فاروقی ونارنگ کی ضرورت نہیں۔یوں بھی بنیادی تنازعہ کے بارے میں فاروقی صاحب اور مرزاخلیل بیگ نے جولکھ دیا ہے،اس کتاب کے حوالے سے ابھی تک حرفِ آخر ہی ہے۔گیان چنداور گوپی چند جیسے ”محبانِ اردو“ کی پہچان ہو جانا کافی ہے۔افسوس یہ ہے کہ یہ دونوں لوگ اردو ہندی تنازعہ کو کم کرنے میں اور دونوں زبانوں کوایک دوسرے کے قریب لانے میں بے حد مفید ثابت ہو سکتے تھے۔ لیکن انہوں نے ایک مثبت کام کرنے کی بجائے ایک پرانے تنازعہ کو نئے رنگ میں ہوادی اور گھات اردو کے اندر سے لگائی۔

دوسری طرف ردِعمل میں ”ہندواردورائٹرز“ کا مسئلہ اُٹھانے والوں سے کہوں گا کہ یہ رویہ مناسب نہیں ہے۔ ہندوؤں اور سکھوں میں اردو کے خدمتگاروں کی ماضی میں بھی ایک قابلِ ذکر تعداد رہی ہے اور اس وقت بھی متعدد ہندو یا سکھ اردو میں عمدہ تخلیقی کام کر رہے ہیں۔متعدد ناموں میں سے ایک نام جوگندر پال جی کا ہی دیکھ لیں۔ ہندوستان کے کسی مسلمان اردو ادیب نے بھی مسلمانوں کے مسائل کو اتنی ہمدردی اور اپنائیت کے ساتھ تخلیقی سطح پر پیش نہیں کیا ہوگا جس اعلیٰ سطح پر جوگندر پال جی پیش کر چکے ہیں۔اس لئے گیان چند یا گوپی چند جیسے ادیبوں کے کئے دھرے کے نتیجہ میں سارے ہندواردورائٹرز پر طعنہ زنی کرنا کسی کو زیب نہیں دیتا۔ بلکہ مجھے یہ کہنے میں کوئی باک نہیں کہ اس جھگڑے کے نتیجہ میں سامنے آنے والے دونوں بڑوں نے ہندواور مسلمان کی تخصیص کے بغیر جوگندر پال جیسے بڑے فکشن رائٹر کونظرانداز کرنے کا گناہ کیا ہے۔ہو سکے تو دونوں اپنے گناہ کا کفارہ ادا کریں۔

برطانیہ میں ”اکیڈمک ٹیکنالوجی اپروول اسکیم“ کے تحت جدید سائنس کے اہم اور حساس شعبوں میں دوسرے ممالک سے داخلہ لینے والوں کواب سخت جانچ پڑتال سے گزرنا ہوگا۔نیوکلیئر فزکس اور بایوکیمسٹری سمیت کئی دوسرے شعبوں میں داخلہ لینے والوں کے سلسلے میں اب نہ صرف ان کے ممالک میں ان طلبہ کے بارے میں پتہ کیا جائے گا بلکہ ان کے ذہنی وفکری پس منظر کا بھی پتہ چلایا جائے گا۔خیال

ہے کہ اس اسکیم کا مقصد مسلمان ممالک کے نوجوانوں کو ان سائنسی شعبوں میں آگے نہ آنے دینا ہے۔ خبر تشویشناک ہے لیکن مسلمانوں کی جذباتیت کے نتائج میں سے ایک نتیجہ یہ بھی سامنے آرہا ہے۔ پہلے ہی مسلمانوں میں جدید سائنسی علوم سے تعلق واجبی سا تھا، اوپر سے ایسی اسکیمیں باقی یورپ کی طرف سے بھی آنے لگیں تو یقیناً مسلمان سائنسی میدان میں اور بھی پیچھے رہ جائیں گے۔

ایک طرف ایسی خبریں آرہی ہیں دوسری طرف مسلمان ڈاکٹروں کی طرف سے ’’اسلامی سائنس‘‘ قسم کے فتویٰ آرہے ہیں۔ یہ خبر بھی لندن سے ہی آئی ہے کہ اسلامک میڈیکل ایسوسی ایشن کے سربراہ ڈاکٹر عبدالماجد نے خسرہ اور گلسوئے کی بیماری کے حفاظتی ٹیکوں کو حرام قرار دیتے ہوئے والدین کو تاکید کی ہے کہ وہ بچوں کو یہ ٹیکے نہ لگوائیں۔ ان کے بقول ان ٹیکوں میں ایسی چیزیں شامل ہوتی ہیں جو انسانی اور حیوانی ٹشو سے اخذ کی جاتی ہیں۔ ڈاکٹر ماجد کے بیان پر برطانیہ کے محکمہ صحت اور برٹش میڈیکل ایسوسی ایشن نے تنقید کی ہے۔ یہ اس رویے کی ایک صورت ہے جو یورپ میں اسلامی زندگی گزارنے کی خواہش کے ساتھ مطالبوں کی صورت میں سامنے آرہا ہے۔ بعض مسلمان اب یہ کہنے لگے ہیں کہ یورپ میں ہمیں اسلامی قوانین کے مطابق زندگی گزارنے کا حق دیا جائے۔ اس پر پارلیمنٹ کے ایک مسلمان اور پاکستانی نژاد ممبر پارلیمنٹ نے کہا کہ ایسے مسلمانوں کو چاہئے کہ پہلے اسلامی ممالک میں اسلامی قوانین نافذ کرائیں تاکہ وہاں بسنے والے مسلمان اسلامی قوانین کے مطابق زندگی بسر کرسکیں۔ ویسے ایک بات ہے کہ اگر ہمارے یورپ میں مقیم پاکستانی مسلمان صرف سچ بولنے کا عہد کرلیں اور پھر خود ہی بتائیں کہ وہ یورپ میں اس گناہ کے مرتکب ہوئے ہیں یا نہیں۔ جس کی سزا سنگسار کرنا ہے؟ اگر یہ لوگ اسلام اور اسلامی قوانین کا نفاذ سچے دل سے چاہ رہے ہیں اور اس سوال کا جواب سچ سچ دے دیں تو صرف اسی کی سزا کے نتیجہ میں شاید ایک بڑی تعداد، بہت بڑی تعداد خود ہی سنگساری کے لائق ٹھہرے۔ ایسے مطالبات امریکہ اور برطانیہ کے عالمی کردار کا ردِعمل ہے تو تب بھی ہوش کے ناخن لینے چاہئیں۔ آپ لوگ اپنی ذاتی زندگیاں اسلامی تعلیم کے مطابق گزاریں۔ سچ بولیں، (منافقانہ سچ نہیں، حقیقی سچ) کسی کی حق تلفی نہ کریں، نماز، روزہ کی پابندی کریں، پاکیزہ زندگی بسر کریں، رزقِ حلال کھائیں، فریب کاری، ہیرا پھیری نہ کریں، غیبت اور بہتان طرازیوں سے بچیں، آپ کو ان اعمال سے کون روکتا ہے؟

امریکہ سے دو اہم خبریں آئی ہیں۔ ایک خبر کے مطابق صدر بش کی جنگجویانہ پالیسی کے خلاف مظاہروں میں شدت آتی جارہی ہے۔ لوگوں کا غم وغصہ بڑھتا جارہا ہے اور مظاہروں کی تعداد میں اور پلے

کارڈز پر درج نعروں کی شدت میں اضافہ ہوتا جارہا ہے۔ ویسے یہ وہی امریکی عوام ہیں جنہوں نے بے سروسامان افغانستان اور ہاتھ پاؤں بندھے ہوئے عراق پر حملہ کے وقت جنگ کی ایسی مخالفت نہیں کی تھی۔ اب چونکہ امریکہ کو وہاں سخت مزاحمت کا سامنا کرنا پڑا ہے اور میڈیا رپورٹس سے کہیں زیادہ امریکی فوجی جوانوں کے تابوت امریکہ پہنچ رہے ہیں اسی لئے امریکی عوام اب سڑکوں پر نکل کر اس جنگ کی مخالفت کرنے لگے ہیں۔ چلیں اسی بہانے سے سہی، عراقی اور افغانی عوام کی امریکی بربریت سے نجات کی کوئی صورت تو نکلے۔

دوسری خبر کے مطابق فرٹیلیٹی ٹریٹ منٹ کے تحت بوسادا نامی ایک ۶۷ سالہ ہسپانوی خاتون نے دو جڑواں بچوں کو پیدا کیا ہے۔ یہ خاتون لاس اینجلس کے ایک کلینک میں داخل ہوئیں۔ اس خاتون نے اولاد کی خاطر اسپین میں اپنا گھر بیچ کر یہ علاج کرایا۔ کلینک کے کیٹلاگ میں سے خوبصورت بھورے بالوں والے ایک اٹھارہ سالہ نوجوان کے ڈونر ایگز منتخب کئے اور نیلی آنکھوں والے اطالوی، امریکی کے سپرم منظور کئے، اس کے بقول یہ سب ایسا تھا جیسے آپ بروشر دیکھ کر کوئی مکان پسند کر رہے ہوں۔ طریق علاج کے مطابق پہلے بوسادا کی ہارمون تھراپی کی گئی، جس کے نتیجہ میں اٹھارہ سال کے بعد دوبارہ ماہواری کا عمل شروع کیا گیا۔ پھر پہلی ہی کوشش میں اسے حمل ٹھہر گیا۔ اس نے ۲۹ر دسمبر ۲۰۰۶ء کو دو بچوں کرسٹائن اور پاؤ کو جنم دیا ہے۔ اگرچہ سائنس تو اب کلوننگ تک پہنچ چکی ہے جہاں کسی مرد یا عورت کی ضرورت نہیں رہتی اور پیدائش کا عمل جاری رہ سکتا ہے۔ تاہم مرد کے بغیر صرف عورت کا بچے کو پیدا کرنا اور پھر وہ بھی ۶۷ سال کی عمر میں۔۔۔ یقیناً یہ مزے کی خبر ہے۔

انڈیا میں شیوسینا کے رہنما بال ٹھاکرے نے ہندوستان کے صدر عبدالکلام پر اس وجہ سے تنقید کی ہے کہ وہ کشمیری نوجوان افضل گرو کی فائل کو فائنل کیوں نہیں کر رہے۔ مقصد یہ ہے کہ افضل گرو کی سزائے موت پر عملدرآمد کیوں نہیں کیا جارہا۔ قطع نظر اس سے کہ افضل گرو کی سزائے موت کے فیصلہ پر صدر کی طرف سے معافی کا آپشن موجود ہے، یقیناً صدر جمہوریۂ ہند ملک کے وسیع تر مفاد میں اور سارے پس منظر کو ذہن میں رکھ کر ہی فیصلہ کریں گے، بال ٹھاکرے کی تنقید کا یہ رُخ اس لحاظ سے بے حد افسوسناک ہے کہ انہوں نہ صرف وفاق کی علامت صدر پر تنقید کی بلکہ نہایت نامناسب بلکہ نازیبا الفاظ استعمال کئے۔ بال ٹھاکرے ابھی تک ہندوستان کے مسلمانوں کے لئے وبال ٹھاکرے بنے ہوئے تھے لگتا ہے اب وہ ہندوستان کی مرکزیت کے لئے بھی وبال ٹھاکرے بن رہے ہیں۔

پاکستان میں یکے بعد دیگرے خودکش بم دھماکوں، اور راکٹ فائرز کی خبریں آرہی ہیں۔ پہلے اسلام آباد میں میریٹ ہوٹل کے پارکنگ میں حملہ ہوا، پھر پشاور میں دھماکہ ہوا، ڈیرہ اسماعیل خان میں حملہ ہوا، بنوں میں راکٹ فائر ہوئے۔ ایک ہفتہ میں مجموعی طور پر آٹھ حملے ہوئے ہیں۔ اس سلسلہ میں ابھی بنوں سے ایک مولوی صاحب کی گرفتاری کی خبر آئی ہے۔ جنرل پرویز مشرف جو پالیسی چل رہے ہیں وہ ایک حد تک امریکہ کی بھی خواہش ہے۔ امریکہ بھی چاہتا ہے کہ قبائلی علاقوں اور افغانستان میں اثر رکھنے والے علماء کے تعاون کے ساتھ وہاں امن قائم کیا جائے اور پھر پائپ لائنیں بچھانے کا سلسلہ شروع کیا جائے۔ لیکن اب یہ بھی واضح ہوتا جا رہا ہے کہ امریکہ پاک فوج کے ذریعے علماء کے ساتھ جس حد تک رو رعائت کر سکتا تھا، کر چکا ہے۔ اگر علماء کی طرف سے دباؤ بڑھانے کا سلسلہ جاری رہا تو خطرہ ہے کہ پاکستان کے قبائلی علاقے براہ راست امریکی یا نیٹو افواج کے شدید حملوں کی زد میں نہ آجائیں۔ شاید یہی وجہ ہے کہ متحدہ مجلس عمل کی صوبہ سرحد سے تعلق رکھنے والی دو اہم سیاسی شخصیات آگے پیچھے دل کے عارضہ میں مبتلا ہوئی ہیں اور امریکہ سے آئے ہوئے ڈاکٹر مبشر احمد چوہدری سے علاج کرا رہی ہیں۔

برطانیہ میں رقم ''برائے اعزاز'' کیس میں ایک بار پھر وزیر اعظم ٹونی بلیئر سے پولیس نے پوچھ تاچھ کی ہے اور ایسا لگ رہا ہے کہ یہ اسکینڈل ٹونی بلیئر کے لئے مزید مشکلات پیدا کرے گا۔ دوسری طرف سے سویڈن سے خبر آئی ہے کہ وہاں کے وزیر اعظم فریڈرک رینفیلڈ کے خلاف پولیس نے مقدمہ درج کر لیا ہے۔ سربیا کی ایک ۲۶ سالہ خاتون نے سویڈن میں اسائلم کی درخواست دی تھی، جو پہلے مرحلہ میں مسترد کر دی گئی تھی، اس پر اپیل کی گئی۔ اپیل کا مرحلہ ابھی جاری ہے۔ اس دوران خاتون کو سویڈن میں ملازمت کرنے کی اجازت نہیں تھی۔ یورپ میں ورک پرمٹ کے بغیر کام کرنا قانوناً جرم ہے۔ سویڈن کے وزیر اعظم نے اس خاتون کو ورک پرمٹ نہ ہونے کے باوجود اپنی گھریلو ملازمہ کے طور پر رکھا ہوا تھا اور لوکل کونسل کے سوشل شعبہ میں جس کے وہ خود سربراہ تھے، وہاں بھی اس خاتون کو ملازمت دے رکھی تھی۔ ان دونوں غیر قانونی اقدامات کے باعث ان کے خلاف مقدمہ درج کر لیا گیا ہے۔ اس کیس سے وزیر اعظم کو ذاتی طور پر بھی اور ان کی حکومت کو بھی نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہے۔ لیکن ان خبروں میں ہمارے بلند بانگ دعووں والے مشرقی معاشروں کے لئے بہت بڑا سبق ہے۔ ہمارے پاس یا تو ماضی کی کہانیاں ہیں یا پھر صرف خالی خولی دعوے ہیں۔ جبکہ قانون کی حکمرانی اور اس پر عملدرآمد کی ایسی روشن مثالیں مغربی معاشرے کا معمول ہیں۔ اور تو اور دنیا بھر کی ناپسندیدہ ترین شخصیت صدر بش بھی دنیا بھر میں جو مرضی

کرتے پھریں، اپنے ملک میں ان کی بیٹیوں نے ٹریفک کے قوانین کی معمولی سی خلاف ورزی کی تو انہیں بھی حوالات میں بند کر دیا گیا تھا۔ مسلمان ملکوں میں کیا کوئی حکمران قانون کی خلاف ورزی پر اس طرح قانون کی لپیٹ میں لایا جا سکتا ہے؟۔ اسی لئے تو۔۔۔۔۔

فلسطین میں حماس اور الفتح کے اختلافات لڑائی جھگڑے سے آگے بڑھ چکے تھے۔ مشکل سے دونوں فلسطینی گروپوں میں جنگ بندی کرائی گئی تھی اور پھر دونوں گروپوں میں خونریز لڑائی شروع ہو گئی ہے۔ ایک دن کی لڑائی میں دونوں طرف کے ۱۷ ؍افراد ہلاک اور ۱۷۰ زخمی ہوئے ہیں۔ فلسطین کی خفیہ پولیس کے سربراہ بھی اس لڑائی میں مارے گئے۔ ہلاکتوں کی تعداد میں روزانہ اضافہ ہو رہا ہے۔ ایک طرف اسرائیل فلسطینیوں کو مار رہا ہے دوسری طرف فلسطینی اب ایک دوسرے کا گلا کاٹنے پر لگے ہوئے ہیں۔

سابق امریکی صدر بل کلنٹن کی اہلیہ اور امریکہ میں ڈیموکریٹک پارٹی کی متوقع نئی صدارتی امیدوار سینیٹر ہیلری کلنٹن نے کہا ہے کہ ایران امریکہ اور اسرائیل کی سلامتی کے لئے خطرہ ہے۔ امریکی، اسرائیل عوامی امور کی کمیٹی سے خطاب کرتے ہوئے انہوں نے کہا کہ امریکہ اور اسرائیل کے دشمنوں کے عزائم جان کر انہیں شکست دینے کے لئے بہترین طریقہ تلاش کرنا چاہتی ہوں۔ دہشت گردی کے خلاف جنگ میں کامیابی، ایران کو اس کے ایٹمی پروگرام سے روکنے اور حماس و حزب اللہ کا اثر کم کرنے کے لئے ہمیں نئی تیکنیک کی ضرورت ہے۔ ایران کے خلاف جنگ کا آپشن کھلا رکھنے کے ساتھ انہوں نے پوری دنیا کو اپنے ساتھ ملا کر دہشت گردوں کے خلاف کاروائی کا عندیہ دیا۔

میں ہیلری کلنٹن کے ذکر پر بل کلنٹن کی بیوی ہونے کی وجہ سے انہیں پیار سے بلی کلنٹن کہا کرتا ہوں لیکن یہ تو بڑی ٹیکنیکل قسم کی بلی لگتی ہے۔ ڈیموکریٹس کا صدر آ گیا تو تب بھی دنیا کے حالات بہتر ہونے کی امید کم ہے۔

مورخہ ۳؍فروری کو ایک ہی دن دو دلچسپ خبریں سامنے آئیں۔ پاکستان میں اوکاڑہ شہر میں ایک جلسہ سے خطاب کرتے ہوئے جنرل پرویز مشرف نے کہا کہ پاکستان اب قرضے لینے والا ملک نہیں رہا بلکہ قرضے دینے والا ملک بن گیا ہے۔ اور اسی دن کی خبر ہے کہ کہ امریکی سینٹ میں ایک بل پیش کیا گیا ہے جس میں دہشت گردی کے خلاف پاکستان کی امداد کے لئے تین ارب ڈالر کی امداد ادا کرنے کے لئے کہا گیا ہے۔ دونوں خبریں ہی اپنی اپنی جگہ ٹھیک ہیں۔ ویسے جی چاہتا ہے کے جنرل مشرف سے دو تین سو

روپے کا قرض مانگ کر دیکھ لیا جائے کہ واقعی پاکستان قرض دینے والا ملک بن گیا ہے یا نہیں۔

بمبئی ایریا کے بلدیاتی انتخاب میں شیوسینا اور بی جے پی نے اکثریت حاصل کر لی ہے۔ مذہبی انتہا پسند ہر طرف کامیاب ہو رہے ہیں تو اس کی ایک وجہ لبرل اور معتدل جماعتوں کا باہمی انتشار بھی ہے۔ ممبئی میونسپل کارپوریشن کے ان انتخابات کے نتائج پر مسلمان مذہبی رہنماؤں نے یہ کہتے ہوئے اطمینان کا اظہار کیا ہے کہ ہم نے کانگریس اور این سی پی کو جو پیغام پہنچانا تھا، اس الیکشن کے نتائج کے ذریعے ان تک پہنچ گیا ہے۔ مسلم مذہبی جماعتوں نے کانگریس اور این سی پی کے خلاف ووٹ دینے کی اپیل کی تھی۔ اس وجہ سے بھی مذہبی انتہا پسند شیوسینا اور ان کے اتحادی اس انتخاب میں کامیابی حاصل کر سکے ہیں۔

اٹلی میں فٹ بال میچ کے دوران ہنگامہ ہونے پر ایک پولیس افسر ہلاک کر دیا گیا۔ اطالوی فٹ بال فیڈریشن نے اس ہفتہ ہونے والے باقی سارے لیگ میچ ملتوی کر دیئے ہیں۔ یورپ میں فٹ بال کے بڑے مقابلوں میں عام طور پر اسی طرح کا دنگا، فساد دیکھنے میں آتا ہے۔ یورپی تہذیب کا یہ رُخ کافی افسوسناک ہے۔ ان کے مقابلہ میں تو اپنے سارے سپورٹس سٹار کے نازنخرے، اسکینڈلز اور اپنے ہاں کے میچ کے دوران کے ہنگامے بھی مہذب لگتے ہیں۔

۶رفروری ۲۰۰۷ء

اِدھر اُدھر سے:۶

۱۴رفروری کو ویلنٹائن ڈے منایا جا رہا ہے۔ عام طور پر ہندوستان میں انتہا پسند ہندو تنظیم شیوسینا اس موقعہ پر ''محبت دشمن'' (فلمی زبان میں ولن) کا کردار ادا کرتی ہے۔ جابجا ان کے لٹھ بردار متشددانہ کارروائیاں کرتے ہیں۔ پاکستان میں اسی دن یہ نیک کام انتہا پسند ہندوؤں کی بجائے جماعت اسلامی کرتی ہے۔ میں ذاتی طور پر سڑکوں پر ہونے والی محبت کو مناسب نہیں سمجھتا لیکن مجھے یہ بھی احساس ہے کہ نئی نسل اور نئے دور کی اپنی رفتار ہے جس کے آگے ہم بند نہیں باندھ پائیں گے۔ ویلنٹائن ڈے مغربی ممالک کی رسم ہے۔ اگر ہم مغربی ایجادات سے استفادہ کریں گے تو مغربی تہذیب اپنے اثرات بھی لے کر آئے گی۔ ویسے تو یہ اثرات سیٹلائٹ کے ذریعے ہی ہمارے برصغیر میں اس حد تک سرایت کر گئے ہیں کہ فوری طور پر ان سے نجات کی کوئی صورت دکھائی نہیں دیتی۔ سو ویلنٹائن ڈے کی مخالفت کرنے والوں کو اسی خلوص کے ساتھ مغربی ممالک کی تمام ایجادات سے استفادہ کرنا بھی بند کر دینا چاہئے۔ تاہم میرا یہ خیال متعدد دوسرے مواقع کے ساتھ ہر ویلنٹائن ڈے پر بھی مزید پختہ ہوتا ہے کہ ہندوستان اور پاکستان دونوں طرف کے ہندو اور مسلم انتہا پسندوں کے رویوں اور طرزِ عمل میں بڑی ہم آہنگی ہے۔ دونوں الگ الگ ہو کر بھی ایک ہیں۔

بہر حال میری طرف سے تمام اہلِ دل، اہلِ محبت کو ویلنٹائن ڈے پر مبارکباد!

اسی ویلنٹائن ڈے کے موقعہ پر محبت کی ایک قدیم ترین داستان کی تازہ ترین خبر پیشِ خدمت ہے۔

اٹلی کے شہر Mantova کے مضافات میں ماہرینِ آثارِ قدیمہ کو چھ ہزار سال پرانے دو انسانی ڈھانچے ملے ہیں۔ ان ڈھانچوں کے قدیم ہونے کی مدت ماہرینِ آثارِ قدیمہ کی دلچسپی کی چیز ہے میرے لئے حیرانی والی خبر یہ ہے کہ دونوں ڈھانچوں کی جو تصویر شائع ہوئی ہے اس کے مطابق دونوں ایک دوسرے سے گلے ملے ہوئے لیٹے ہوئے ہیں۔ ہمارے ہاں تو ابھی تک رومانوی کہانیوں میں کرداروں کا آخری انجام اس سے ملتا جلتا بتایا جاتا ہے۔ مثلاً ایک کردار مر گیا تو دوسرا کردار اس کی قبر تک جا پہنچا، وہاں

زمین شق ہوئی تو وہ بھی وہاں سما گیا اور دونوں ایک ساتھ دفن ہو گئے۔ یا دریا میں ڈوبے ہوؤں کی لاشیں نکالی گئیں تو دونوں ایک دوسرے سے لپٹے ہوئے تھے۔ یا پھر فلمی گانوں میں اس خواہش کا اظہار ملتا ہے کہ ؎

مجھے موت بھی جو آئے، ترے بازوؤں میں آئے

مگر اٹلی کے محبت کرنے والے ان نامعلوم کرداروں نے ایسی ساری کہانیوں پر ایک طرح سے مہرِ صداقت ثبت کر دی ہے۔ اے محبت زندہ باد! ۔۔۔۔ ویسے مجھے خیال آ رہا ہے کہ اگر ان دونوں کرداروں کو کلوننگ کے طریقِ کار کے مطابق دوبارا جگا دیا جائے تو ان کی اصل داستانِ محبت تک پہنچا جا سکتا ہے۔

پاکستان اور جنوبی افریقہ کے درمیان حالیہ پانچ ون ڈے کرکٹ میچ کے سلسلہ میں پہلے میچ کے دوران اتوار کو جب شاہد آفریدی ۱۷رنز پر آؤٹ ہو کر واپس جا رہے تھے تو ایک تماشائی نے ان پر آوازے کسے۔ اس کے جواب میں انہوں نے تماشائی کی طرف اپنا بَلا لہرایا۔ اصولاً یہ سپورٹس مین سپرٹ اور قواعد کے خلاف حرکت تھی۔ لیکن اسے میچ ریفری بھی دیکھ رہا تھا۔ اگر اس غلطی پر کوئی ایکشن لینا تھا تو اسی دن یا اس سے اگلے دن کارروائی شروع ہو جانا چاہئے تھی۔ آئی سی سی کی طرف سے چار دن تک کوئی ردِعمل سامنے نہیں آیا، لیکن جیسے ہی واقعہ کے چوتھے دن بدھ کو شاہد آفریدی نے ۳۵ گیندوں پر ۷۷ اسکور کی مار لگائی، جمعرات کے دن ان کے خلاف پانچ دن پہلے والے واقعہ کے خلاف کارروائی شروع کر دی گئی اور پھر شاہد آفریدی پر چار ون ڈے میچ کھیلنے کی پابندی عائد کر دی گئی۔ اگر چہ پاکستان کے کھلاڑیوں سے بھی بارہا جذباتی حرکتیں ہوئی ہیں، تاہم آئی سی سی کے چیف ایگزیکٹیو نے جس طرح پانچ دن کی تاخیر سے کارروائی شروع کی ہے اس سے شکوک پیدا ہوتے ہیں۔ بنیادی طور پر آئی سی سی کے چیف آسٹریلیا سے تعلق رکھتے ہیں۔ ڈیرل ہیئر کے جانبدارانہ کردار کے باوجود موصوف نے انہیں بچانے کی ہر ممکن کوشش کی۔ جب غیر گورے ملکوں کی اکثریت نے مخالفت کی تو آئی سی سی کے چیف کو فیصلہ دینا پڑا۔ لگتا ہے کہ وہ ابھی تک پاکستانی ٹیم کے کھلاڑیوں کے سلسلہ میں اپنے دلی جذبات پر قابو نہیں پا سکے۔

پاکستانی کھلاڑیوں کو بھی عقل سے کام لینا چاہئے۔ اپنی جذباتیت اور مشتعل مزاجی سے وہ موجودہ قومی کیفیت کی ترجمانی تو بخوبی کر دیتے ہیں لیکن ان کے ایسے اقدامات سے سپورٹس مین سپرٹ مجروح ہوتی ہے۔ ان کے حریفوں کو انہیں مشتعل کرنے کے آسان نسخے معلوم ہو گئے ہیں۔ شاہد آفریدی کے معمولی سے غصہ کے نتیجہ میں کرکٹ ٹیم کو جو مجموعی نقصان اُٹھانا پڑا وہ اب سب کے سامنے ہے۔

انگلستان سے ایک دلچسپ مگر افسوسناک خبر آئی ہے۔ وہاں ایک چالیس سالہ خاتون انیسہ

ناصر نے ایک ٹریفک حادثہ میں زخمی ہونے کا جواز بنا کر ایک لاکھ پونڈ ہرجانے کا دعویٰ کر رکھا تھا۔ انیسہ ناصر کے دس بچے ہیں جن کی عمریں ۵ ماہ سے ۱۵ سال تک ہیں۔ محترمہ نے کیس یہ کیا تھا کہ وہ ایک بس میں سفر کر رہی تھیں۔ دورانِ سفر ان کی بس کے دوسری بس سے ٹکرانے کی وجہ سے اس کی کمر اور گردن پر زخم آئے ہیں، جس کا اسے ہرجانہ ادا کیا جائے۔ واقعتاً ایسا ہوا ہوتا تو لازماً ان محترمہ کی دادرسی ہوتی۔ لیکن ان کا دعویٰ جھوٹا تھا اور یہ جھوٹ کلوز سرکٹ ٹی وی کیمروں کے ذریعے پکڑا گیا۔ وقوعہ کے وقت محترمہ انیسہ ناصر کسی بس میں سوار نہیں تھیں۔ بلکہ بس کے انتظار میں بس اسٹاپ پر قطار میں کھڑی تھیں۔ اس ٹھوس ثبوت کے بعد محترمہ نے ڈسٹرکٹ جج کی عدالت میں اعتراف کیا کہ اس نے دھوکے سے رقم حاصل کرنے کی کوشش کی تھی۔ اس کیس میں محترمہ کو جیل کی سزا ہو سکتی تھی لیکن ڈسٹرکٹ جج میرائم شیلوے نے ان کے بچوں کی کم عمری اور گھریلو حالات کو مدِنظر رکھتے ہوئے انہیں جیل کی سزا نہیں دی۔ انہیں چار ماہ کی معطل سزا، ۱۸۰ گھنٹے بلا معاوضہ کام کرنے اور ۶۵ پونڈ جرمانہ کی سزا سنائی گئی۔ یہ صرف ایک خاتون کا معاملہ نہیں ہے، ہمارے بہت سارے پاکستانی، ہندوستانی اور افریقی احباب یہاں کے فلاحی قوانین کی سہولیات سے ناجائز فائدہ اٹھانے کے لئے کئی طرح کے فراڈ کرنے کی کوشش کرتے رہتے ہیں۔ اور ایسا کرتے ہوئے انہیں اسلامی طرزِ زندگی کی کوئی بات یاد نہیں آتی۔

ہندوستان میں اسرائیل کے مذہبی رہنما، چیف ربی اور دیگر یہودی علماء کی آمد پر ہندوؤں کی مختلف جماعتوں کی طرف سے ان کا خیر مقدم کیا گیا۔ ایک نشست میں چند ممتاز اور جید مسلمان علماء نے بھی شرکت کی۔ اس پر ان علماء کے خلاف بیانات جاری کرنے کا سلسلہ شروع ہو گیا ہے۔ برِصغیر کے مسلمان اس لحاظ سے بڑے ہی سادہ لوح ہیں کہ انہیں یہودی کم از کم گزشتہ ساٹھ سال سے اپنی مرضی اور سہولت کے مطابق استعمال کرتے آ رہے ہیں۔ اسرائیل کو بخوبی علم ہے کہ اس کے لئے سنجیدہ خطرہ کون لوگ ہو سکتے تھے۔ اس نے ۱۹۵۲ء سے کچھ پہلے ان کے خلاف مسلمانوں کو بھڑکانے کا کام شروع کیا۔ اس کے بعد انہیں یہ بھی اندازہ ہے کہ کس طرح مسلمانوں کو اندر سے لڑا کر مارنا ہے۔ اندرونی اختلافات کو ہوا دینے کے لئے کیسے انتہا پسندوں کی سرپرستی کرنی ہے۔ کس طرح انہیں اشتعال دلا کر نقصان پہنچانا ہے۔ مسلمانوں کی نفسیات سے آج مسلمانوں سے زیادہ یہودی باخبر ہیں۔ اسی لئے وہ جب چاہتے ہیں انہیں آپس میں لڑا دیتے ہیں اور جب چاہیں ایسا مشتعل کرا دیتے ہیں کہ مسلمان ہوش کے بغیر خالی خولی جوش میں اپنی ہی قومی املاک کو برباد کر کے خوش ہو جاتے ہیں۔ گزشتہ ساٹھ برسوں سے

پاکستان کے اسرائیل سے متعدد بار بالواسطہ اور خفیہ رابطے ہوئے ۔عرب ملکوں کے ساتھ اسرائیل کے مذاکرات ہوتے رہتے ہیں۔اب اگر مذاہبِ عالم کے درمیان مکالمہ کی کوئی صورت نکالنے کے لئے یہودی،مسیحی اور ہندو مذہبی رہنماؤں کے ساتھ چند مسلمان علماء مل بیٹھے ہیں تو اس پر اتنا خفا ہونے کی کیا ضرورت ہے؟اگر یہودیوں کو کوئی سازش کرنا ہوئی تو مفاہمت کرنے والے حلقوں کے ذریعہ نہیں کریں گے بلکہ اس کام کے لئے اپنی مخالفت کرنے والے مشتعل مزاج حلقوں کو استعمال کریں گے اور بڑی آسانی کے ساتھ استعمال کر لیں گے،جیسا کہ گزشتہ ساٹھ سال کا ریکارڈ گواہ ہے۔

از روئے قرآن بت پرستوں کے بتوں کو بھی برا کہنے سے منع کیا گیا ہے،اور زیادہ سے زیادہ **لکم دینکم ولی دین** کہہ کر بات ختم کر دی ہے۔قرآن کے برعکس بائبل میں تو بڑے واضح احکامات ہیں کہ بت پرستوں کے عبادت خانے گراؤ اور ان کے بتوں کو توڑو۔ایسے احکامات کے ہوتے ہوئے اگر ہندو اور یہودی ایک دوسرے سے مکالمہ کر رہے ہیں تو بعض سخت آیات کے دوش بدوش قرآن شریف میں ایسی آیات بھی موجود ہیں۔**اِنّاالذین ا منوا والذین ھادوا والنصٰرٰی والصٰبئین من اٰمن باللہ والیوم الا ٰخر و عمل صالحاً فلھم اجرھم عند ربھم،ولاخوف علیھم ولا ھم یحزنون (سورۃ البقرہ:۶۲)**

سو ایسی آیات کے ہوتے ہوئے ،۔۔۔ماضی میں اسپین سے لے کر دوسری اسلامی سلطنتوں تک مسلمانوں اور یہودیوں کے درمیان دوستانہ روابط کی تاریخ کے ہوتے ہوئے ،۔۔اور آج کے درپیش سنگین مسائل سے عہدہ برا ہونے کے لئے ،۔۔۔مسلمانوں کو بھی مکالمہ کی راہ کھلی رکھنی چاہئے ۔ورنہ وقت تو اپنی رفتارِ بلاخیز کے ساتھ بڑھتا چلا جائے گا۔

پچھلے دنوں انگلینڈ میں پوسٹ آفس میں یکے بعد دیگرے چار پانچ لیٹر بم دھماکے ہوئے تھے۔ جس سے ایک ورکر خاتون زخمی بھی ہوئی تھیں۔ظاہری طور پر یہی تاثر مل رہا تھا کہ یہ کام بھی مسلم گروپس کر رہے ہیں۔لیکن اب اصل مجرم پکڑلیا گیا ہے۔ابھی تک یہ واضح نہیں ہے کہ گرفتار شدہ شخص ایشیائی یا عرب ہے یا انگریز۔تاہم جس طرح اس کی گرفتاری کی خبر دی گئی،اس کا نام اخفا میں رکھا گیا اور اس کے خلاف دہشت گردی کا کوئی مقدمہ قائم کرنے کی بجائے ذہنی صحت کی خرابی کی کسی شق کے تحت کیس فائل کیا گیا،اس سے صاف لگتا ہے کہ اس جرم کا ارتکاب کرنے والا کوئی انگریز ہی تھا۔اس خبر کے ساتھ مجھے نائن الیون کے کچھ عرصہ بعد فرینکفرٹ میں رونما ہونے والا ایک واقعہ یاد آ گیا۔ایک نجی طیارہ قوانین کی خلاف

ورزی کرتے ہوئے فرینکفرٹ کی شہری حدود میں گھس آیا۔یہاں کی بلند و بالا عمارات سے وہ کسی وقت بھی ٹکرا سکتا تھا۔اس نے اپنے کسی مطالبہ کے ساتھ دھمکی آمیز پیغام بھیجا اور پورے شہر میں ہائی الرٹ ہو گیا۔اس خبر کے نشر ہوتے ہی میرے ملازم ساتھی مجھے اس طرح دیکھنے لگے جیسے میں نے طیارہ اغوا کیا ہو۔اس وقت تک اسے دہشت گردی کی واردات سمجھا جا رہا تھا۔لیکن جیسے ہی جہاز کو اتار لیا گیا پتہ چلا کہ اسے کوئی سر پھرا جرمن نوجوان اڑا رہا تھا۔تب اسے ذہنی مریض قرار دے کر بات ختم کر دی گئی۔ایسے رویوں سے لگتا ہے کہ اتنی ترقی کرنے اور روشن خیالی کے باوجود مغرب میں بھی بہت سارے تعصّبات مستحکم ہو رہے ہیں۔ایک بات تو ہے کہ مغربی عوام کی بڑی تعداد اپنے میڈیا پر ہی انحصار کرتی ہے،جو میڈیا نے بتا دیا اسے سچ مان لیا،بہت کم افراد خود تجزیہ کر کے سچ جھوٹ کی تفریق کر پاتے ہیں۔

جنرل پرویز مشرف کی داستان 'In the Line of Fire' کے نام سے چھپی ہے تو موضع میر والا کی مظلوم بی بی مختاراں کی داستان "In the Name of Honour" کے نام سے چھپ چکی ہے۔دونوں کی کتابیں تصنیف کردہ نہیں بلکہ بیان کردہ ہیں اور انہیں لکھنے والے کوئی اور ہیں۔دونوں کتابیں امریکہ سے شائع ہوئیں۔پرویز مشرف کی کتاب کی تقریب رونمائی تزک و احتشام سے ہوئی۔مختاراں بی بی کی کتاب کے بیس زبانوں میں تراجم ہو گئے ہیں جن میں ہندی اور عبرانی زبانیں بھی شامل ہیں۔جنرل مشرف کی کتاب کا پیش لفظ نیویارک ٹائمز کے ایک کالم نگار نکولس کرسٹوف نے لکھا ہے جبکہ مختاراں بی بی کی کتاب میں امریکی صدر کی اہلیہ لارا بش کے تاثرات شامل ہیں۔جنرل مشرف کی کتاب ایک ابال کی طرح سامنے آئی اور اب اس کا ذکر بھی نہیں ہوتا جبکہ مختاراں بی بی کی کتاب آنے کے بعد اب اس پر فلم بنائے جانے کی خبریں سننے میں آ رہی ہیں۔یہاں دونوں شخصیات کے درمیان کسی قسم کا موازنہ نہیں کر رہا ہوں بلکہ یہ باتیں اس ترتیب سے مجھے اب کافی تاخیر کے بعد معلوم ہوئی ہیں اس لئے اپنے ہی جیسے بے خبروں کے ساتھ انہیں شیئر کر رہا ہوں۔

اسلام آباد میں مسجد امیر حمزہ کو پہلے سرکاری طور پر تجاوزات میں شمار کرتے ہوئے گرا دیا گیا تھا۔اس پر علماء نے احتجاج شروع کیا۔اسی دوران جامعہ حفصہ کی طالبات نے بچوں کی ایک لائبریری پر مسلح قبضہ کر لیا۔اس قبضہ کی جو ویڈیو ٹی وی پر دکھائی گئی وہ خاصی مجاہدانہ قسم کی تھی۔کئی روز کی مارا ماری کے بعد حکومت پاکستان نے گھٹنے ٹیک دیئے ہیں۔نہ صرف مسجد کی دوبارہ تعمیر کا معاہدہ کیا گیا بلکہ اس کے فوراً بعد مسجد کی تعمیر بھی شروع کرا دی گئی۔یہ واقعہ بھی سابقہ اسی نوعیت کے کئی واقعات کی کڑی ہے۔پرویز

مشرف کی حکومت نے بعض ''جرأت مندانہ'' اقدامات لئے، ان پر مولویوں نے فوراً ردِ عمل ظاہر کیا اور حکومت نے چند دن کے اندر وہ احکامات واپس لے لئے۔ پاسپورٹ میں مذہب کے خانہ کو ختم کرنے اور اسے باقی دنیا اور سعودی عرب کے پاسپورٹ جیسا بنانے کے اقدام سے لے کر اس مسجد کو گرانے کے اقدام تک اگر حکومت غلطی پر تھی تو ایسی غلطیاں بار بار کیوں کی جا رہی ہیں؟ کیونکہ ایسے ہر اقدام پر اور اس کو واپس لینے پر یہ مثل صادق آ رہی ہے ''نانی نے خصم کیا، بُرا کیا۔ کر کے چھوڑ دیا، اور بھی بُرا کیا''
ویسے اس طرح کے تمام اقدامات سے پاکستان کے لبرل حلقوں میں یہ تاثر گہرا ہو رہا ہے کہ یا تو پرویز مشرف کے اردگرد کے مولوی نواز طبقات جان بوجھ کر ایسا کروا رہے ہیں یا پھر پرویز مشرف خود ہی ایسا کر رہے ہیں۔ اور ایسے اقدامات سے ان کا مقصد ملک کی اصل سیاسی قوتوں کو کمزور کر کے مولوی طبقہ کی سیاسی قوت کو مستحکم کرنا ہے۔ اگر ایسا پاکستان میں سوچا جا سکتا ہے تو پرویز مشرف کے سرپرست بھی اس سے بے خبر نہیں ہوں گے، البتہ شاید پرویز مشرف اس سب کچھ کے آنے والے نتائج سے بے خبر ہیں۔ یا تو وہ اپنے سرپرستوں پر تکیہ نہ کریں، یا پھر اپنے سرپرستوں کی طرف سے آنے والے وقت کی چاپ کو سننے کی کوشش کریں۔

اس خبر سے اگلے روز ہی اسفندیار ولی خاں کا بیان آیا ہے جس میں انہوں نے پاکستان کے حالات کو ۱۹۷۱ء سے بھی زیادہ خراب اور تشویشناک بتاتے ہوئے کہا ہے کہ پاکستان اور افغانستان کے مسائل کا حل ایک بڑے جرگہ کے قیام میں ہے۔ امریکہ میں حامد کرزئی اور جنرل مشرف نے جرگہ پر اتفاق کیا تھا لیکن اب بقول اسفندیار ولی جس قسم کا جرگہ بنایا جا رہا ہے اس میں اسفندیار ولی اور محمود اچکزئی جیسے پختون اور بلوچ رہنماؤں کو نظر انداز کیا جا رہا ہے۔ اسفندیار ولی کے اس بیان سے احساس ہوتا ہے کہ جنرل مشرف مولوی اور ملک صاحبان پر مشتمل جرگہ بنانا چاہتے ہیں اور سیاسی قوتوں کو اس میں شامل نہیں کر رہے۔ ایسے اقدامات کے نتائج سے اللہ پاکستان کو بچائے۔

اسرائیل نے مسجد اقصیٰ کے قریب کھدائی کا جو کام شروع کر رکھا تھا اور جس کے خلاف وہاں کے مسلمانوں کی مزاحمت جاری تھی۔ عرب ممالک نے بھی اس صورتحال پر تشویش کا اظہار کرتے ہوئے اقوام متحدہ کو باضابطہ طور پر اس طرف توجہ دلائی تھی۔ اس کے نتیجہ میں اسرائیل نے کھدائی کا کام روک دیا ہے۔ وقتی طور پر تو ایک خطرہ ٹل گیا ہے لیکن یہ خطرہ ختم نہیں ہوا۔

بگلیہار ڈیم کے ہند پاک تنازعہ میں جو عالمی بنک کے مقرر کردہ ثالث کے پاس گیا ہوا تھا، فیصلہ

آ گیا ہے اور اس میں چار میں سے تین نکات میں پاکستان کے موقف کو درست مان لیا گیا ہے۔ اس فیصلہ کا ایک دلچسپ پہلو یہ ہے کہ دونوں ممالک اس فیصلہ کو اپنی کامیابی قرار دے رہے ہیں۔ چلیں دونوں ہی کامیاب ہوئے، اب اس پر فیصلے کی روح کے مطابق عملدرآمد کیجئے اور اپنی اپنی کامیابی کو پایۂ تکمیل تک پہنچائیے۔

امریکہ سے ایک بار پھر ایک ایماندار کی انوکھی خبر آئی ہے۔ اس سے پہلے ایک پاکستانی ٹیکسی ڈرائیور نے ایک بڑی رقم کا بیگ ٹیکسی میں بھول جانے پر بیگ اس کے مالک تک پہنچا دیا تھا۔ اب ابھی واضح تو نہیں کہ ٹیکسی ڈرائیور کس ملک کا ہے کیونکہ اس کا نام مسٹر چوہدری ہی بتایا گیا ہے، اس لئے قوی قیاس ہے کہ یہ پاکستانی چوہدری ہی ہوگا۔ اس بار ایک امریکی خاتون ہیروں کی انگوٹھیوں کا بیگ ٹیکسی میں بھول گئی۔ اس کے جانے کے بعد جب چوہدری صاحب کو معلوم ہوا کہ ٹیکسی میں اتنے قیمتی ہیروں کی انگوٹھیاں رہ گئی ہیں تو انہوں نے کسی لالچ میں پڑنے کی بجائے اس بیگ کو نیویارک ٹیکسی ورکر الائنس کے ذریعے اصل مالک تک پہنچا دیا۔ مالک خاتون نے چوہدری صاحب کو انعام دینا چاہا تو انہوں نے انعام لینے سے انکار کر دیا۔ اس خبر سے اندازہ ہوا کہ پاکستان کی مٹی میں صرف گجرات کے چوہدری صاحبان جیسے لوگ ہی نہیں ہیں ٹیکسی ڈرائیور چوہدری صاحب جیسے ایماندار لوگ بھی ہیں۔

۱۳؍فروری ۲۰۰۷ء

اِدھراُدھر سے :۷

عراق اورافغانستان میں روزانہ ہلاکتیں ہورہی ہیں، پاکستان اور ہندوستان سے روزانہ خود کشی کی خبریں آرہی ہیں۔پاکستان میں حالیہ دنوں میں یہ شرح بہت بڑھ گئی ہے۔اغوا،زنا بالجبر،اجتماعی زیادتی، پولیس کی مدد سے اور پولیس ہی کے ذریعے ڈاکوں کی وارداتوں کی خبریں،ٹریفک حادثات۔۔۔ ایسی خبریں جو پہلے صرف ایک ہلاکت اور ایک واردات بتاتی تھیں تو پوری بستی سوگوار ہو جایا کرتی تھی۔اب اتنی کثرت سے ہلاکتیں اور وارداتیں ہورہی ہیں اور میں بڑی ہی بے حسی کے ساتھ ایسی ساری خبروں سے گزر جاتا ہوں۔حالانکہ اس میں برقی میڈیا کا کوئی قصور نہیں ،لیکن میڈیا کی برق رفتاری اور وسعتوں کو سمیٹنے کے انداز نے ہم سب کو اتنا باخبر کر دیا ہے کہ ہم بالکل ہی بے حس ہو کر رہ گئے ہیں۔ بھیڑیئے اور میمنے کی کہانی میں آج کے عہد کے بھیڑیئے کی بار بار کی مکاری اور بار بار کا جھوٹ بھی اتنی بار دیکھا ہے اور اسے اتنی بے حیائی کے ساتھ بولتے دیکھا ہے کہ اب ایران پر حملہ کرنے کے لئے وہ جو الزام تراشیاں کررہا ہے،اسے بھی ہم سب بے حسی کے ساتھ ہی دیکھ رہے ہیں۔ایسے میں نہ ہنسنا آتا ہے،نہ رونا۔نہ غصہ آتا ہے نہ دکھ کی کوئی لہر اندر سے متحرک کرتی ہے۔یہ سطور لکھتے وقت مجھے واقعتاً ایسا محسوس ہورہا ہے جیسے میں بالکل بے حس ہوکر رہ گیا ہوں۔

شک ہورہا ہے مجھ کو میں مر تو نہیں گیا
دل کو کوئی خوشی ہے نہ کوئی ملال ہے

اس کے باوجود کچھ نہ کچھ خبریں منتخب کرنے کی کوشش کرتا رہوں گا۔

شمالی کوریا کے ساتھ امریکہ کا ایٹمی پنگا ایک سمجھوتے پر پہنچ گیا ہے۔اس کے نتیجہ میں عالمی ڈپلومیٹک سطح پر ایران کی پوزیشن خاصی نازک ہوگئی ہے۔امریکہ اپنے عزائم کی تکمیل کے لئے لازماً چاہے گا کہ ایران کو مشتعل کئے رکھے اور اسی بہانے اپنی کاروائی کرگزرے۔اگرچہ شمالی کوریا کی طرف سے ہونے والی پیش رفت کے معاً بعد ایران کے لب و لہجے میں ایک واضح فرق محسوس کیا گیا۔لیکن عراق میں

صدام حسین کے دور سے ان کے انجام تک سارا منظر نامہ ذہن میں رکھا جائے اور اس کے نتیجہ میں عراق کی موجودہ تباہی کو دیکھا جائے تو ایک بات ذہن میں آتی ہے۔

اگر صدام حسین امریکی سازش کو بھانپ لیتے اور ان کے ٹریپ میں آنے کی بجائے اتنی قربانی دے دیتے کہ کوئی مصنوعی سا انقلاب برپا کرا کے اپنے ہی کسی دوسرے عزیز کو آگے لے آتے جو امریکہ کے ساتھ معاملات کو''صلح حدیبیہ'' جیسے انداز میں طے کر لیتا تو عراق اس تباہی سے دوچار نہ ہوتا جس کا اسے اس وقت سامنا ہے۔ایران کے لئے بھی اس وقت ویسی ہی صورتحال ہے۔یا تو ایران کی موجودہ حکومت شمالی کوریا کی طرح مفاہمت کی صورت نکال لے یا پھر احمدی نژادکو ملک اور عوام کو بڑی تباہی سے بچانے کے لئے کسی طریقے سے موجودہ منظر سے ہٹ جانا چاہئے۔رفسنجانی گروپ یا کوئی بھی اور لوگ فوری طور پر سامنے آجائیں تو شاید اپنے عوام اور ملک کو بچالیا جائے۔اس تبدیلی کے لئے مزید ہوم ورک کیا جاسکتا ہے لیکن یہ بھی ذہن میں رہے کہ وقت بہت کم رہ گیا ہے۔بہادری اور بے وقوفی میں اور حکمت اور بزدلی میں بڑا ہی باریک سا فرق ہوتا ہے۔کاش!ایرانی قیادت اس فرق کو سمجھ لے اور ہم لوگ ایک بار پھر بھیڑیئے کا میمنے پر حملہ دیکھنے سے بچ جائیں۔اب تو بے حسی نے مزید دکھی کرنا بھی چھوڑ دیا ہے۔

پاکستان میں ہونے والی ہم خیال اسلامی ملکوں کے وزرائے خارجہ کی کانفرنس بھی ایک انوکھی کانفرنس ہے۔کہا گیا ہے کہ اس میں فلسطین کے مسئلہ کو فوکس کیا گیا اور ایران پر ہونے والے کسی حملہ کی مخالفت کی گئی ہے۔لیکن یہ عجیب بات ہے فلسطین کے مسئلہ کو فوکس کرنے والے''ہم خیالوں'' نے فلسطین کے کسی نمائندہ کو مدعو نہیں کیا۔اسی طرح ایران پر حملہ کی مخالفت کا تاثر تو دیا گیا ہے،اس کے باوجود پاکستان کے قریب ترین اسلامی ہمسایہ ملک ایران کو اس کانفرنس میں مدعو نہیں کیا گیا۔شام کو بھی نہیں بلایا گیا۔اس کانفرنس کا ایک انوکھا پن یہ بھی سامنے آیا کہ حکومت پاکستان کو وضاحت کرنا پڑی کہ یہ کانفرنس نہ تو امریکہ کے ایما پر ہوئی ہے،نہ اسرائیل کو تسلیم کرانے کا کوئی سلسلہ ہے،نہ ایران کے خلاف کوئی محاذ ہے،وغیرہ وغیرہ۔بھلا اب امریکہ یا اسرائیل کو کسی شیعہ وہابی فساد کرانے کی کیا ضرورت رہ گئی ہے؟اس کانفرنس نے شیعہ،وہابی بلاکوں کو واضح کر دیا ہے۔اور ہمارے بظاہر بڑے حق گو قسم کے میڈیا منیجرز تو اب ٹی وی پر سترھویں صدی کے شیعہ،سنی اختلافات اور زخموں کو ذکر بھی فرمانے لگے ہیں۔

امریکہ میں اس وقت اگلے صدارتی امیدوار کے لئے ڈیموکریٹک پارٹی میں دو امیدوار آمنے سامنے ہیں۔سینیٹر ہیلری کلنٹن اور سیاہ فام سینیٹر ابامہ۔اس حوالے سے خبر یہ ہے کہ ایک نوجوان الیگزینڈر

بٹیل نے چاہا کہ اپنی ویب سائٹ کے ذریعے خاص قسم کی ٹی شرٹس ’’ابامہ بن لادن‘‘ کے ٹریڈ مارک کے ساتھ بیچنے کا کاروبار کرے۔اس ٹی شرٹ میں سینیٹر ابامہ کو پگڑی پہنے ہوئے اور ہاتھ میں مشین گن لئے ہوئے دکھایا گیا ہے۔ہیلری کلنٹن کو برقعہ پہنے ہوئے دکھایا گیا ہے، وہ بھی اس طور کہ اس کے گلے میں رسی بندھی ہوئی ہے اور اس کا دوسرا سرا ’’ابامہ بن لادن‘‘ کے ہاتھ میں ہے۔اس ٹریڈ مارک کو منظور کرانے کے لئے اس نے باضابطہ درخواست دی لیکن ٹریڈ مارک آفس نے ’ابامہ بن لادن‘ کی اصطلاح کی وجہ سے درخواست مسترد کر دی ہے۔

بریڈفورڈ سے آنے والی ایک خبر کے مطابق کالڈرڈیل کونسل کے کونسلر باب تھامسن نے اسلام قبول کرلیا ہے۔انہوں نے شراب نوشی ترک کر دی ہے اور پانچ وقت کی نمازیں پڑھنا شروع کر دی ہیں۔ان کی نمازوں کے بارے میں وثوق سے کہا جا سکتا ہے کہ وہ نمازِ عشق ادا کر رہے ہیں۔ کیونکہ گزشتہ دسمبر کے مہینہ میں وہ تعطیلات پر برطانیہ سے گیمبیا گئے تو وہاں ہوٹل میں ملازمہ قاتوا نامی ایک خاتون ان کے دل کو بھا گئیں۔ باب تھامسن کی عمر ۵۲ سال ہے۔ان کی پہلی بیوی سے دو بیٹے ہیں اور تین سال پہلے میاں بیوی میں علیحدگی ہو چکی ہے۔ دوسری طرف قاتوا کی عمر ۲۵ سال ہے اور اس کی ایک بیٹی بھی ہے۔ باب تھامسن نے وہیں لڑکی کے والدین کی مرضی کے ساتھ شادی کر لی اور اب وہ اپنی بیوی اور اس کی بیٹی کو قانونی طور پر برطانیہ بلوا رہے ہیں۔اس شادی کے لئے ہی انہوں نے اسلام قبول کیا اور اب باقاعدہ طور پر پانچ وقت ’’نمازِ عشق‘‘ ادا کر رہے ہیں۔ باب تھامسن قاتوا کے لئے یہ شعر کہہ سکتے ہیں۔

ایمان و جاں نثار تری اک نگاہ پر
تو جانِ آرزو ہے، تو ایمانِ آرزو

باب تھامسن کا کہنا ہے کہ ہوٹل میں آلو چھیلتے ہوئے قاتوا اتنی اچھی لگ رہی تھیں کہ وہ بھی اس کے ساتھ بیٹھ کر آلو چھیلنے لگ گئے۔ ثابت ہوا کہ یہ محبت ’’جب تک رہے گا سموسے میں آلو‘‘ والے مقام سے آگے کی محبت ہے۔

ہندوستان کے وزیر ریلوے لالو پرساد یادو ہیں تو پاکستان کے وزیرِ ریلوے شیخ رشید بھی کئی جہات سے لالو پرساد ہی ہیں۔ دونوں طرف کے وزرا ریلوے کو ریلوے کے ناگہانی حادثات کی وجہ سے پریشانی رہتی ہے۔ دونوں کو اپوزیشن ہمیشہ زد پر رکھتی ہے لیکن دونوں ہی ترت جواب دینے کے ماہر ہیں۔ دونوں کی باتیں عمومی طور پر کھری کھری ہی ہوتی ہیں۔ لالو پرساد کا تعلق صرف اپنے عوام کے ساتھ

ہے جب کہ پاکستانی وزیر ریلوے ’فرزندِ راولپنڈی‘ کا اپنے عوام کے ساتھ ساتھ فوج سے بھی گہرا تعلق ہے۔ پاکستانی وزیر ریلوے پہلے ایک عرصہ تک وزیر اطلاعات رہے ہیں اس لئے فلم اور ٹی وی کی فنکاراؤں کے حوالے سے خاصی نیک شہرت رکھتے تھے۔ تاہم ریلوے میں آنے کے بعد ’’رن پٹھانی‘‘ نامی ایک پُل نے ان کے کس بل نکال کر رکھ دیئے۔ کچھ عمر کے بھی تقاضے ہوتے ہیں۔ اب تازہ خبر یہ ہے کہ لالو پرساد یادو کے ساس اور سسر دونوں اکانومی کلاس کے ٹکٹ کے ساتھ فرسٹ کلاس میں سفر کر رہے تھے۔ اس دوران ٹکٹ چیکر آ گیا اور اس نے دونوں سے اضافی کرایہ طلب کیا۔ اس پر ٹکٹ چیکر کو دوسرے مسافروں نے بتایا کہ یہ دونوں وزیر ریلوے کے ساس سسر ہیں۔ یہ جان کر ٹکٹ چیکر نے ان دونوں سے ادب کے ساتھ معذرت چاہی لیکن اضافی رقم وصول کر کے اپنی ڈیوٹی پوری کی۔ جب لالو پرساد یادو کو اس بات کا علم ہوا تو انہوں نے ٹکٹ چیکر کو نہ صرف شاباش دی بلکہ اس کی ترقی کے احکامات بھی جاری کر دیئے۔ اب کہنے کو کہا جا سکتا ہے کہ لالو پرساد اپنے سسرائیلیوں سے نالاں تھے، اسی لئے ٹکٹ چیکر کی کاروائی سے خوش ہوئے، لیکن حقیقتاً یہ ایک اچھی اور حوصلہ افزا خبر ہے۔ کاش! ہمارے پاکستانی وزیر ریلوے شیخ رشید اس میدان میں بھی اسی طرح نیک نامی کماتے۔ لیکن اس کے لئے ضروری تھا کہ وہ یا تو شادی کرتے یا پھر اپنی ایک آدھ خفیہ شادی کو تسلیم کر کے اپنے سسرائیل کو تسلیم کر لیتے۔ بہرحال اس محرومی پر شیخ رشید ہندوستانی وزیر ریلوے سے پیچھے رہ گئے۔

ہندوستان سے ایک دلچسپ خبر آئی ہے۔ ہندوستان کے موجودہ صدر کی مدتِ صدارت جون، جولائی میں مکمل ہو رہی ہے۔ اس وقت اعلیٰ سطح پر نئے صدر کے نام پر غور ہو رہا ہے۔ اسی دوران بعض سیاسی حلقوں کی طرف سے یا اُن کے حوالے سے یہ خبر سننے میں آئی کہ نئے صدر کے طور پر فلم سٹار امیتابھ بچن کا نام بھی زیرِ غور ہے۔ اس پر ہندوستان میں ہی نہیں پاکستان اور جنوبی ایشیائی سوسائٹی میں بھی حیرت کی انوکھی سی لہر دوڑ گئی۔ تاہم ابھی تک اس کا امکان نہ ہونے کے برابر ہے۔ ہندوستان ٹائمز کے ونود شرما کے بقول ہم امیتابھ بچن سے محبت کرتے ہیں لیکن اتنی بھی محبت نہیں کرتے کہ انہیں ملک کا صدر دیکھیں۔ اس کے باوجود ایک امکان سامنے آیا ہے تو جون، جولائی تک انتظار کر لینے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

لاہور میں امریکی قونصلیٹ کے پرنسپل آفیسر برائن ڈی ہنٹ نے ویلنٹائن ڈے کے موقعہ پر امریکہ اور پاکستان کے رومانس کا احساس کرتے ہوئے، لاہور میں ایک پارٹی کا اہتمام کیا۔ اس پارٹی میں صحافیوں کے مختلف سوالات کے جواب دیئے گئے۔ پاکستان میں لوٹا کریسی کے ذکر پر انہوں نے یہ

دلچسپ انکشاف کیا کہ امریکہ میں جہاں وہ رہتے ہیں وہاں کا ایک ممبر چھ دفعہ ری پبلیکن اور آٹھ دفعہ ڈیموکریٹس سے منتخب ہو چکا ہے۔وہ ہر بار پارٹی بدل لیتا ہے۔لیکن اس کی مقامی کارکردگی کی وجہ سے لوگ اسے پسند کرتے ہیں اور وہ ہمیشہ کامیاب ہو جاتا ہے، چاہے وہ کسی بھی پارٹی میں ہو۔یوں امریکی عہدیدار نے بالواسطہ طور پر جنرل پرویز مشرف کی حمایت میں ہونے والی لوٹا کریسی کی حوصلہ افزائی کی ہے۔لیکن اگر ہمارے پاکستانی صحافی دوست ایک نکتہ کی وضاحت کرا لیتے تو امریکی سیاستدان کے کردار کا ایک رُخ تو واضح ہو جاتا۔سوال یہ کیا جانا چاہئے تھا کہ کیا مذکورہ امریکی سیاستدان منتخب ہونے کے بعد پارٹی تبدیل کرتا ہے یا منتخب ہونے سے پہلے پارٹی تبدیل کرتا ہے؟ ظاہر ہے کہ وہ جس پارٹی کے ٹکٹ پر انتخاب لڑتا اور جیتتا ہے، پھر اسی پارٹی کا ہی رکن رہتا ہے۔اس لئے ایسی سیاسی ادل بدل کو لوٹا کریسی المعروف پٹڑیاٹ سے کوئی مشابہت دینا زیادتی ہے۔

خورشید اقبال کے خسرِ محترم محمد سعید احمد کے انتقال کی وجہ سے اردو دوست ڈاٹ کام کے سارے کام رُک گئے تھے۔میرے گزشتہ کالم کی اشاعت میں بھی ایک ہفتہ کی تاخیر ہوگئی۔اس دوران کئی اہم اور افسوسناک خبریں سامنے آئیں۔پاکستان کے صوبہ سندھ میں کراچی اور صوبہ پنجاب میں لاہور، گوجرانوالہ، راولپنڈی جیسے کئی مقامات پر عمارتوں اور گھروں میں آگ لگنے کے حادثات ہوئے، اور آگ لگنے کے نتیجہ میں پندرہ منزلہ عمارتوں سے لے کر مارکیٹوں کی دوکانوں تک کی تباہی ہو چکی ہے۔لیکن سب سے بڑا سانحہ سمجھوتہ ایکسپریس میں آگ لگنے سے ہوا۔دہلی سے روانہ ہو کر لاہور جانے والی سمجھوتہ ایکسپریس کے دو ڈبے پانی پت کے قریب جل کر راکھ ہو گئے۔ابھی تک کی اطلاعات کے مطابق ۶۸ مسافر زندہ جل گئے۔ان میں اکثریت پاکستانیوں کی ہے۔ہندوستان کی حکومت کی طرف سے ابھی تک کوئی واضح تحقیقی نتیجہ سامنے نہیں آیا۔مختلف امکانات کی بنیاد پر تفتیش کی جا رہی ہے۔تاہم حادثہ کے فوراً بعد بی جے پی کے ایک رہنما نے جس سنگدلی کے ساتھ اس اندوہناک حادثہ کا الزام حکومت پاکستان کے سر منڈھنے کی کوشش کی، اس سے سخت ذہنی اذیت ہوئی۔اس حادثہ کی نوعیت کو دیکھ کر گودھرا سانحہ کی یاد تازہ ہوگئی۔اس کا الزام گجرات کے مسلمانوں کے سر لگا کر ان کا وحشیانہ قتلِ عام کیا گیا تھا، لیکن بعد میں سائنسی بنیادوں پر ہوئی تحقیق سے ثابت ہو گیا کہ آگ ڈبے کے اندر سے ہی لگائی گئی تھی۔اس بار باہر سے آگ لگانے کا کوئی الزام ہے ہی نہیں، بالکل ویسی ہی واردات ہوئی ہے جس میں ۶۸ انسان زندہ جل گئے۔یقیناً یہ ان عناصر کی کارروائی ہے جو ہند پاک تعلقات میں بہتری نہیں چاہتے۔آئی جی پولیس ہریانہ

کے بقول لشکر طیبہ اور جیش محمد اس دہشت گردی میں ملوث ہو سکتی ہیں۔بعض ہندوستانی ماہرین نے دھماکے کے اس طریقہ کار کو نیا قرار دیا ہے۔ہندوستانی پولیس بے شک پاکستانی دہشت گرد تنظیموں کے امکان کو بھی مدِ نظر رکھ کر تفتیش کرے لیکن ہندوستان کے انتہا پسند ہندوؤں کے گروپوں کو بھی اس تفتیش میں پوری طرح فوکس کرے۔کیونکہ اس کارروائی کا طریقہ کار نیا نہیں ہے بلکہ گودھرا کے سانحہ جیسا ہی ہے۔وہاں ٹھاکرے، پروین توگڑیا، نریندر موذی، اور اسی قماش کے دوسرے رہنماؤں اور ان کے کارندوں کو یکسر نظر انداز نہیں کیا جانا چاہئے۔

بال ٹھاکرے نے سمجھوتہ ایکسپریس کے سانحہ کے حوالے سے افسوسناک بیان دیا اور اس کی ساری ذمہ داری پاکستان پر ڈال دی، جبکہ پاکستان میں آئی ایس آئی کے سابق سربراہ جنرل حمید گل نے اس کی سو فیصد ذمہ داری ہندوستانی ایجنسیوں پر عائد کی ہے۔الزام تراشیاں اپنی جگہ۔۔۔اصل مجرموں اور پھر ان مجرموں کے عقب میں موجود ان کے سرپرستوں تک پہنچنا ضروری ہے۔ویسے ایک بات حیران کن ہے، حادثہ کے اتنے دن گزر جانے کے باوجود ابھی تک ہندوستان کی طرف سے پاکستانی حکام کو پاکستانی مسافروں کی فہرست کیوں نہیں دی گئی؟

پاکستان میں بم دھماکوں کا سلسلہ ایک تسلسل کے ساتھ جاری ہے۔ایک طرف حکومتی ایجنسیوں کے افراد کو نشانہ بنایا جا رہا ہے، دوسری طرف جامعہ حفصہ کی مسلح خواتین نے اسلام آباد میں ایک لائبریری پر قبضہ کر کے جنرل پرویز مشرف کے اس بیان کو مذاق بنا کر رکھ دیا کہ حکومت کی رٹ ہر قیمت پر قائم رکھی جائے گی۔اب خواتین کے حوالے سے یہ افسوسناک خبر آئی ہے کہ پنجاب میں سماجی بہبود کی صوبائی وزیر ظلِ ہما عثمان کو ایک مذہبی جنونی شخص نے سرِ عام گولی مار کر ہلاک کر دیا۔ظلِ ہما نے گوجرانوالہ شہر میں عوامی مسائل کے سلسلہ میں ایک کھلی کچہری کا اہتمام کیا تھا۔اس موقعہ پر ایک جنونی مولوی محمد سرور نے ان پر فائرنگ شروع کر دی۔جس کے نتیجہ میں صوبائی وزیر ہلاک ہو گئیں۔یہ سانحہ ۲۰ فروری کو رونما ہوا اور اسی دن ظلِ ہما کی شادی کی سالگرہ تھی۔

یہاں تک کی خبر تو افسوسناک ہے لیکن اس سے آگے کی خبر افسوس سے آگے کا کوئی عبرتناک مقام ہے۔محمد سرور نامی یہ مذہبی جنونی سال ۲۰۰۲، ۲۰۰۳ میں چھ خواتین کو ہلاک کر چکا ہے اور تین چار خواتین پر ناکام قاتلانہ حملہ کر چکا ہے۔وہ اپنے کسی قتل پر نادم نہیں تھا اور صاف کہتا تھا کہ ایک بری عورت سو مردوں کو جہنم میں لے جاتی ہے۔یوں وہ معاشرے سے برائی کا خاتمہ کر رہا تھا۔ایسے ریکارڈ کے حامل شخص کو گزشتہ

سال رہا کر دیا گیا۔ یہ رہائی پولیس کی رپورٹس میں جان بوجھ کر سقم رکھنے کی وجہ سے ہوئی یا عدلیہ کے ججوں نے کرم فرمایا؟ یا پولیس اور عدلیہ نے ضیاع الحق کے دور کے بنائے ہوئے ''اسلامی'' قوانین سے استفادہ کر کے اس شخص کو رہائی دلائی؟ خرابی جہاں بھی ہوئی ہو بنیادی ذمہ داری صوبائی اور مرکزی حکومتوں پر عائد ہوتی ہے۔ ایسے افسوسناک کرداروں اور ایسے سانحات کے نتیجہ میں پاکستان کے امیج کو بہتر کرنے کی ساری کاوشیں اپنے ابتدائی پوائنٹ پر پہنچ جاتی ہیں۔ اس مذہبی جنونی محمد سرور کے بارے میں اطلاع آئی ہے کہ موصوف اہل حدیث مسلک سے تعلق رکھتے ہیں۔

انگلینڈ میں برکشائر کی ایک بارہ سالہ پاکستانی لڑکی نے اسکول میں حصول تعلیم کے دوران چہرہ کے نقاب کا حق استعمال کرنے کے لئے ہائی کورٹ میں مقدمہ دائر کر رکھا تھا۔ لڑکی یہ مقدمہ ہار گئی ہے۔ اسکول نے یہ کیس مسلم ایجوکیشنل سنٹر آکسفورڈ کی حمایت کے ساتھ لڑا ہے۔ حالیہ دنوں میں انگلینڈ میں دہشت گردی کے ایک بڑے واقعہ میں ملوث ایک نوجوان کی ویڈیو فلم ریلیز کی گئی ہے جس میں اسے برقعہ پہن کر فرار ہوتے ہوئے دکھایا گیا ہے۔ برطانوی کلچر کے مسائل کے ساتھ جب دہشت گرد پردہ کا ناجائز فائدہ اٹھانا شروع کریں گے تو ہماری خواتین کیسے اپنا یہ مذہبی یا ثقافتی حق مانگ سکیں گی۔ ادھر انگلینڈ کے لارڈ نذیر احمد نے صراحت کے ساتھ انگلینڈ میں روایتی پردہ کے مسئلہ کی مخالفت کی ہے۔ ان کے بقول پردہ کا مقصد خواتین کے لئے تحفظ ہے، جبکہ یہاں مغرب میں پردہ عدم تحفظ کی علامت بنتا جا رہا ہے۔ پھر انہوں نے یہ بھی کہا ہے کہ اسلام میں پردہ کی نوعیت ثقافتی ہے۔ یعنی بعض ممالک میں صرف سر کو ڈھانپا جاتا ہے، چہرہ کھلا رکھا جاتا ہے۔ بعض ممالک میں چہرہ کو نیم پردہ کے ساتھ اور بعض میں مکمل پردہ کے ساتھ ڈھانپا جاتا ہے۔

میں نے ۱۹۹۶ء میں اپنی ''کھٹی میٹھی یادیں'' لکھنا شروع کی تھی۔ اس کی پہلی قسط میں مغرب میں پردہ کے مسئلہ کو میں نے اپنے ذاتی مسئلہ کے طور پر لکھا تھا۔ یہ نائن الیون والے حادثہ سے پہلے کی بات ہے، تب یہاں پردہ کے مسائل اس رنگ میں سامنے نہیں آ رہے تھے جیسے اب سامنے لائے جا رہے ہیں۔ اس کا متعلقہ اقتباس دوستوں کی دلچسپی کے لئے پیش ہے:

''اپنے ہاں تو غالبؔ اُس چار گرہ کپڑے کا افسوس کرتے رہے جس کی قسمت میں عاشق کا گریباں ہونا لکھا ہوتا ہے۔ اِدھر مغرب میں اُس تین گرہ کپڑے کی قسمت پر رشک آتا ہے جو گرمیوں میں حسینانِ مغرب نے زیب تن کر رکھا ہوتا ہے۔ ایک طرف ایسا توبہ شکن منظر ہوتا ہے' دوسری طرف برقعہ

میں لپٹی لپٹائی مبارکہ بیگم۔۔۔۔۔ میں نے اسے کئی بار سمجھایا ہے' پردہ کا مطلب خود کو دوسروں کی نظروں سے محفوظ رکھنا ہوتا ہے۔ پاکستان میں تو چلو ٹھیک ہے لیکن یہاں جرمنی میں اس قسم کا برقعہ تو پردے کے تقاضے پورے کرنے کی بجائے ہر کسی کو متجسّس کر دیتا ہے کہ یہ کیا شے جا رہی ہے؟ میں نے دو تین دفعہ اسے تجربہ کرایا کہ عام آنے جانے والی گوریوں کی طرف کوئی آنکھ اُٹھا کر بھی نہیں دیکھتا لیکن مبارکہ کے بھاری بھرکم پردے کی وجہ سے ہر گزرنے والا ہمیں تعجب سے دیکھتا ہے اور ضرور دیکھتا ہے۔ یوں مبارکہ کی بے پردگی ہو نہ ہو میری اچھی خاصی بے پردگی ہو جاتی ہے۔ لیکن اس پر میری کسی بات کا اثر نہیں ہوتا۔''

گزشتہ برس سعودی عرب اور دوسری عرب ریاستوں نے مغربی ممالک سے لگ بھگ ۳۰ ارب ڈالرز کا اسلحہ خریدا تھا۔ اب اس سال اپنے تحفظ کے لئے سعودی عرب اور دوسری عرب ریاستوں نے ۶۱ ارب ڈالرز کا اسلحہ خریدنا ہے۔ امریکہ نے ۶۱ ارب ڈالر تو ایک سودے میں ہی کما لئے۔ لیکن عربوں کو اس سے کیا حاصل ہوگا؟ اسلحہ کے یہ ذخائر استعمال کرنے کا ہنر وہ کس سے سیکھیں گے اور کب سیکھیں گے؟ مجھے تو لگتا ہے کہ عرب ممالک اپنی ہی ہلاکت کا سامان جمع کر رہے ہیں اور وہ بھی اپنے خرچے پر۔ کسی اور نے تو عربوں کے ساتھ کیا کرنا ہے، جب کچھ کرنا ہوا اسرائیل یا امریکہ صرف اسلحہ کے ان ذخائر کو ہی تیلی لگا دیں گے اور مزید کچھ کرنے کی ضرورت نہیں رہے گی۔

پچھلے دنوں شراب کے مسئلہ پر جیو ٹی وی کے ایک ٹاک شو میں گفتگو ہو رہی تھی۔ وہاں اقلیتی ممبر قومی اسمبلی ایم پی بھنڈارا بھی موجود تھے۔ پاکستان میں ان کی الکوحل کی اپنی فیکٹری ہے۔ انہوں نے دورانِ گفتگو حیرت انگیز انکشاف کیا۔ انہوں نے لندن کے سفر کے دوران وہاں کی شراب کی ایک بڑی فرم کو وزٹ کیا۔ اپنے کاروباری حوالے سے انہوں نے کچھ معلومات چاہی تو معلوم ہوا کہ اس فرم کی شراب کا سب سے زیادہ مال سعودی عرب جاتا ہے۔ اس انکشاف پر اب کیا تبصرہ کیا جائے۔ حیرت یہ ہے کہ ہمارے علمائے کرام نے اس خبر کا کوئی نوٹس ہی نہیں لیا۔

پاکستان سپریم کورٹ نے تھوڑا عرصہ قبل پتنگ بازی پر مکمل پابندی عائد کر دی تھی۔ فیصلہ کے کچھ عرصہ بعد پنجاب کی حکومت نے عدلیہ کا احترام کرتے ہوئے پندرہ دن کے لئے صنعت پتنگ سازی اور دو دن کے لئے بسنت منانے کا از خود حکم دے کر عدلیہ کے احترام کی ایک روشن مثال قائم کر دی۔ اب ۲۴، ۲۵ فروری کو دو دن کے لئے لاہور میں خصوصی طور پر اور پنجاب میں عمومی طور پر بسنت منائی گئی۔ اس کے نتیجہ میں ۸ بچوں سمیت گیارہ افراد گلے پر ڈور پھرنے سے یا خوشی کی ہوائی فائرنگ کی زد میں آنے سے

ہلاک ہوگئے ہیں۔سپریم کورٹ کے فیصلے کی روشنی میں پنجاب حکومت کا اجازت نامہ توہین عدالت کے زمرے میں آتا ہے تو عدالت نے اس کا نوٹس کیوں نہیں لیا؟ جو معصوم جانیں اس بسنت کی بھینٹ چڑھ گئی ہیں ان کا خون کس کے سر ہے؟ مزید یہ کہ جب سانحہ سمجھوتہ ایکسپریس کی لاشیں لاہور میں وصول ہو کر دوسرے شہروں میں ان کی تدفین ہو رہی تھی تب ہی ساتھ میں یہ جشن بہاراں بھی چل رہا تھا۔یقیناً یہ حکومت پنجاب کی زندہ دلی کا ثبوت ہے۔

۲۸رفروری ۲۰۰۷ء

اِدھر اُدھر سے: ۸

امریکہ کے ممتاز صحافی سیموئل ہرش کی رپورٹ کے مطابق امریکہ نے ایران کے خلاف کاروائی کرنے کے لئے مسلمانوں میں موجود اپنے سابقہ ''مجاہدین'' اور موجودہ ''دہشت گردوں'' کو ایک بار پھر عارضی بنیادوں پر ''مجاہدین'' بنانے کا سوچنا شروع کر دیا ہے۔گویا صرف افغانستان اور قبائلی علاقوں کے مسائل کے حل کے لئے نہیں بلکہ ایران کے مسئلہ کے حل کے لئے بھی ان مذہبی حلقوں کی خدمات سے فائدہ اٹھایا جائے گا۔یہی مذہبی حلقے ہیں جن کی فکری کوکھ سے انجمن سپاہِ صحابہ عرف ASS اور لشکرِ جھنگوی جیسے شیعہ مخالف زہریلے گروپ وجود میں آئے تھے۔سیموئل ہرش کی رپورٹ کی تصدیق مختلف اقدامات سے ہونے لگی ہے۔ایک حوالہ پاکستان میں ایک امریکی سفارتکار کا بیان ہے۔لاہور میں امریکی قونصل خانہ کے پرنسپل آفیسر نے ایک تقریب میں کہا ہے کہ ایم ایم اے انتہا پسند نہیں بلکہ معتدل جماعت ہے۔ ہمیں اس کی چند پالیسیوں سے اختلاف ہے۔عوام کو حق ہے کہ وہ اسے ووٹ دیں۔

اگرچہ امریکہ علماء کو ایک حد سے زیادہ مراعات نہیں دے گا اور اپنے کام نکالنے کے بعد وہ اپنی پرانی اور فطری روایت کو ہی دہرائے گا تاہم علماء کے خلاف مار دھاڑ کی فضا میں تبدیلی کی ہوائیں چلنے اور نئے رومانس کے آغاز پر علمائے کرام کو مبارکباد! لیکن ایک بات پکی ہے،ایران کا تورا بورا کرنے کے بعد صرف سعودی نواز علماء ہی دوبارہ امریکہ کی زد پر نہیں ہوں گے بلکہ خود سعودی عرب اور اس کے ''ہم خیال'' بھی براہِ راست امریکی زد پر آئیں گے۔بس اس انجام کو نظر میں ضرور رکھیں۔پھر جو جی چاہے پالیسی اختیار کریں۔

امریکہ کے نائب صدر ڈک چینی کے اچانک دورۂ پاکستان پر کئی قسم کی افواہیں گردش کرتی رہیں۔ جس کے نتیجہ میں حکومت پاکستان کی وزارتِ خارجہ کی ترجمان کی طرف سے ایک مجاہدانہ بیان آیا ہے کہ ہم امریکی ڈکٹیشن قبول نہیں کریں گے۔پھر یہ خبر دی گئی کہ امریکی سفیر کو دفتر خارجہ میں طلب کر کے وارننگ

دی گئی ہے، وغیرہ۔ پاکستان کی امریکہ نواز حکومتوں کی تاریخ گواہ ہے کہ ''جابر سلطان کے سامنے کلمۂ حق کہنے'' کے ایسے مفہوم کے بیان صرف دو مواقع پر ہی دیئے جاتے ہیں۔ ایک: عوام کو الو بنانے کے لئے جابر سلطان سے پیشگی اجازت لے کر ایسا کلمۂ حق کہا جاتا ہے۔ دوسرا جب امریکہ کا دستِ شفقت ہٹنے سے حکمرانوں کا وقتِ آخر قریب آجاتا ہے۔ دیکھیں اب یہ بیان کس زمرے میں آتا ہے۔ لگتا تو یہی ہے کہ پیشگی اجازت لے کر یہ کلمۂ حق کہا گیا ہے۔

پاکستان میں ''ہم خیال'' اسلامی ممالک کے وزرائے خارجہ کی کانفرنس کے بعد اگلے ہی روز امریکہ کے نائب صدر ڈک چینی پاکستان کے غیر اعلانیہ دورے پر پہنچ گئے۔ اس سے ایران پر حملے کا امکان مزید بڑھ گیا ہے۔ پاکستان کے بعد ڈک چینی افغانستان پہنچے۔ وہاں ۲۷ فروری کو امریکہ کے سب سے بڑے فوجی اڈے بگرام بیس پر ان کا قیام تھا اور وہیں پر ایک خودکش دھماکہ ہو گیا۔ ڈک چینی کو حفاظتی بنکر میں پناہ لینا پڑی۔ خودکش دھماکوں کا سلسلہ تدریجاً بڑھتا جا رہا ہے۔ عراق اور افغانستان کے بعد پاکستان بھی اس کی زد میں آرہا ہے۔ تاہم اگلے روز خودکش بمبار کے حوالے سے پاکستان میں ایک دلچسپ واقعہ رونما ہوا۔ جی ٹی روڈ اٹک خورد کے مقام پر پولیس نے ایک بس کو روک کر تلاشی لینا شروع کی۔ ایک نوجوان چادر کی بکل مار کر بیٹھا ہوا تھا۔ اسے تلاشی دینے کے لئے کہا گیا۔ اس نے دونوں ہاتھ اوپر کرتے ہوئے ساتھ ہی نعرۂ تکبیر بلند کر دیا۔ اس کا نعرہ سن کر تلاشی لینے والی پولیس نے خوفزدہ ہو کر بس سے باہر چھلانگ لگا دی۔ کئی مسافر بھی باہر کودنے لگے۔ سب یہی سمجھے کہ نعرہ لگانیوالا خودکش حملہ آور نوجوان ہے۔ پولیس کے بہادر سپاہی تو ایسا بھاگے کہ اپنے تھانے میں جا کر ہی سانس لیا۔ یہ خبر بیک وقت دلچسپ بھی ہے اور المناک بھی۔

چین میں روبوٹ انجینئرنگ ٹیکنالوجی ریسرچ سنٹر کے سائنس دانوں نے دعویٰ کیا ہے کہ کبوتروں کے دماغ میں چپ لگا کر ان کی پرواز کو کنٹرول کیا جا سکے گا۔ اس چپ کی کارکردگی کے کئی حیران کن مظاہر سننے اور پڑھنے میں آتے رہتے ہیں۔ مجرموں کو چپ لگا کر چھوڑ دیا جائے اور پھر بھی ہمہ وقت ان کی نگرانی ہوتی رہے۔ ایک مخصوص حد سے باہر جانے پر فوراً انہیں روک دیا جائے۔ جاپان میں انسانی دماغ میں چپ لگانے کا تجربہ بھی چل رہا ہے۔ اگر یہ تجربہ کامیاب ہو گیا تو سارے ٹیلی فون بے کار ہو جائیں گے۔ انسان بولے بغیر اپنے مطلوبہ فرد سے رابطہ کر کے ذہنی طور پر ہی ساری بات کر لے گا۔ ایسی صورت میں تو اجنبی زبان کا کوئی مسئلہ نہیں رہے گا اور وہ خاموشی جو ایک طویل عرصے سے شاعروں،

صوفیاء اور عشاق کی زبان بنی ہوئی ہے، پھر وہ سب کی زبان بن جائے گی۔ دیکھیں ابھی جدید تر سائنس اور ٹیکنالوجی ہمیں مزید کتنا حیران کرتی ہے۔

ڈنمارک میں مقیم اور پاکستانی نژاد، ڈینش شہریت کے حامل میاں راشد، عمر کے آخری حصہ میں وطن کی یاد لئے پاکستان چلے گئے۔ گزشتہ دو تین برسوں سے وہ لاہور میں سرور روڈ کے مکان نمبر C-1485 5/6 پر اپنی اہلیہ کے ساتھ مقیم تھے۔ ۲۸ فروری کو ان کی کوٹھی پر ڈاکہ پڑا۔ ڈاکوؤں نے انہیں اور ان کے سیکیورٹی گارڈ کو قتل کر دیا اور گھر سے تین کروڑ روپے کی نقدی اور دیگر جواہرات لوٹ کر لے گئے۔ وطن کی محبت میں عمر کے آخری حصہ میں واپس وطن جانے کی خواہش برحق لیکن اس طرح ڈاکوؤں کے ہاتھوں مرنے اور زندگی بھر کی کمائی گنوانے سے بہتر ہے بندہ جہاں ہے وہیں امن وسکون سے رہے اور امن اور رزقِ فراواں کے سامان مہیا کرنے والے ملکوں کی ناشکری نہ کرے، کہ یہ ایک طرح سے خدا کی ناشکری بھی ہو جاتی ہے۔ اس سے پہلے بھی ڈنمارک کے ہی ایک خاندان کے ساتھ کچھ ملتا جلتا المیہ ہو چکا ہے۔ ڈاکے کی ایک اور قسم بھی ہے۔ امریکی نیشنلٹی کے حامل ایک پاکستانی نے اپنے ایک عزیز دوست کے کہنے پر اسی کے بھروسہ پر اس کے نام سے بزنس شروع کیا تھا۔ جب کاروبار چل نکلا تو وہ معائنہ کے لئے اور حساب کتاب کے لئے گوجرانوالہ چلا گیا۔ وہاں دوست نے بزنس کو مکمل طور پر اپنا قرار دیتے ہوئے کوئی حساب دینے سے انکار کر دیا۔ امریکہ سے آئے ہوئے محبِّ وطن نے اپنا کثیر سرمایہ ڈوبتے دیکھا تو مزاحمت کرنا چاہی۔ نتیجہ یہ نکلا کہ اس کے ٹھگ دوست نے پولیس کی ملی بھگت کے ساتھ ایک عورت کے ذریعے اس پر بدکاری کا الزام لگوا کر اسے حدود کیس کے تحت اندر کرا دیا۔ اس بے چارے نے بڑی مشکل سے امریکی سفارت خانے تک اپنی بپتا پہنچائی تو امریکی سفارتخانہ حرکت میں آ گیا۔ عورت گرفتار ہوئی، پولیس اہلکاروں کے خلاف کھڑے کھڑے کارروائی ہوگئی اور احسان فراموش اور بے ایمان دوست بھی اپنے انجام کو پہنچا۔ امریکی سفارتخانہ دخل نہ دیتا تو وہ پاکستانی نژاد امریکی حدود کیس میں سزا پا چکا ہوتا۔

نئی دہلی میں ایک تقریب میں بھارت کے صدر جمہوریہ عبدالکلام زمین پر گر گئے۔ سیکیورٹی اہلکاروں نے انہیں فوری طور اُٹھا لیا۔ سابق وزیر اعظم اٹل بہاری واجپائی کے گھٹنوں کا پرابلم ہر شخص ٹی وی پر دیکھ چکا ہے، اس کے باوجود ان کے ساتھ ایسا سانحہ کبھی پیش نہیں آیا۔ بہرحال ایک عمر کے بعد ہم سب کے ساتھ ایسا کچھ ہو سکتا ہے۔ کسی بزرگ کے اس طرح گرنے پر دل میں ہمدردی اور تاسف کے جذبات

پیدا ہوتے ہیں، انسانی جسم کی بے وفائی کا احساس ہوتا ہے۔عبدالکلام تو جدید سائنس کے ساتھ شعرو ادب کی بھی اہم شخصیت ہیں۔سوہم ان کی مکمل صحت یابی کے لئے دعا گو ہیں۔اس خبر کے ساتھ دو امریکی صدور کا گرنا بھی یاد آ گیا۔ایک صدر کلنٹن، جب وہ جاپان کے دورہ پر گئے تو وہاں بیٹھے بٹھائے اس طرح گرے کہ جیسے جاپانی حکمرانوں کے قدموں میں گرکر کچھ مانگ رہے ہوں۔دوسرے صدر بش جو اپنے ہی وائٹ ہاؤس میں بسکٹ کھاتے ہوئے زمین پرآ گرے تھے۔تب ہم سب بڑے خوش ہوئے تھے کہ یہ خدا کی طرف سے وارننگ دی گئی ہے۔پراس کے بعد کچھ بھی تو نہیں ہوا۔ایسا خدا کی طرف سے ہوا، کسی جسمانی نقاہت کے باعث ہوایا اتفاقاً ایسا کچھ ہوگیا، اس کا تعین کرنا ہی بڑا مشکل ہے۔ویسے ایک بات ہے کوئی اچھا انسان گرے تو اس سے ہمدردی پیدا ہوتی ہے جبکہ کوئی مکار اور سفاک انسان اس طرح گرے تو خوامخواہ دل میں خوشی سی ہونے لگتی ہے۔شاید یہ انسانی فطرت ہے۔یا فطری کمینگی ہے۔

پنجاب کی صوبائی وزیرظلِ ہما کا مولوی محمد سرور کے ہاتھوں قتل ابھی کل کی بات ہے۔اسی دوران خبریں آتی رہی تھیں کہ بعض قبائلی علاقوں میں حجاموں کو کسی گمنام لیٹر کے ذریعے وارننگ دی جارہی ہے کہ وہ لوگوں کی شیو کرنا چھوڑ دیں۔کئی دنوں کی وارننگ کے بعد اب باجوڑ ایجنسی میں حجاموں اور میوزک سنٹروں کی چھ دو کانوں پر بم دھماکوں کی خبریں آ گئی ہیں۔اسی دوران طالبان دورِ حکومت کے وزیر دفاع ملا عبیداللہ اخوند کو کوئٹہ سے گرفتار کرلیا گیا ہے۔ان کی گرفتاری پر بھاری انعام مقرر تھا۔ان کی گرفتاری کی خبر پہلے مغربی میڈیا نے دی لیکن پاکستانی حکام دو روز تک اس کی تردید کرتے رہے۔اب اس گرفتاری کا اقرار کرلیا گیا ہے۔اس سے افغان حکومت کے ان الزامات کی طرف دھیان جاتا ہے کہ کوئٹہ طالبان کا گڑھ بنا ہوا ہے۔ایک طرف یہ حالات ہیں دوسری طرف لاہور میں صوبائی حکومت کی طرف سے فلم، تھیٹر اور کیبل پر فحاشی وعریانی کے ذمہ داروں کا تعین کرنے کے لئے اور اس کی موثر روک تھام کرنے کے لئے ایک اہم میٹنگ ہوئی جس میں متعلقہ شعبوں کے نمائندہ افراد نے شرکت کی۔سب خود کو اس الزام سے بری قرار دیتے رہے لیکن صوبائی حکومت کے سیکریٹری داخلہ اور ان کے ایک ہم خیال فلم ڈائریکٹر نے وہاں کچھ عجیب سی باتیں کردیں۔سیکریٹری داخلہ خسرو پرویز صاحب نے کہا کہ اگر تھیٹر سے فحاشی ختم نہ کی گئی تو بہت جلد لوگ تھیٹروں ہی کو آگ لگا دیں گے۔اس پر فلم ڈائریکٹر اسلم ڈار نے کہا کہ صرف تھیٹروں کو ہی آگ نہیں لگائیں گے بلکہ فحاشی وعریانی کی مرتکب چند اداکارائیں قتل ہوں گی اور چند ایک زخمی بھی ہوں گی۔سرکاری اجلاس میں ایسے خیالات کا اظہار اور پھر ان کی پریس میں تشہیر کرانا عجیب

سا لگ رہا ہے۔ایسا کچھ تھا بھی تو اسے اجلاس سے متعلق افراد اور اداروں تک محدود رکھنا چاہئے تھا۔ پریس میں اس کی تشہیر سے تو ایسا لگتا ہے جیسے انتہا پسندوں کو ایک طرح سے گائیڈ لائن دی گئی ہے اور اس کا بھی کچھ اندازہ ہوتا ہے کہ جنونی مولوی محمد سرور جیسے لوگوں کو درپردہ کون سپورٹ کرتے ہیں اور چھ سات عورتوں کے قاتل کو قانون کی گرفت سے کون بچالے جاتے ہیں۔ایسی مجموعی صورتحال کے نتیجہ میں امریکی حکام نے باقاعدہ دو امکانات کی ایسی رپورٹ تیار کی ہے کہ یا تو جنرل پرویز مشرف درپردہ مذہبی انتہا پسندوں کے ساتھ ملے ہوئے ہیں اس لئے ان کے خلاف جو کاروائی مجبوراً کرتے ہیں نیم دلانہ طریق سے کرتے ہیں۔یا پھر مذہبی انتہا پسند وہاں اتنے مضبوط ہو چکے ہیں کہ حکومت ان کے خلاف کاروائی کرنے سے معذور ہے۔ان دونوں امکانات کی صورت میں امریکہ نے پاکستان میں براہِ راست فوجی کاروائی کرنے کی بات اب کھل کر کہہ دی ہے۔

پاکستان کے ممتاز سیاستدان خان عبدالولی خان کے صاحب زادے اسفندیار ولی خان بھی ملک کے ممتاز سیاستدان ہیں۔اس خانوادے کا تعلق اس سیاسی گروہ سے ہے جس کا مقصد اقتدار کے حصول کیلئے قاف لیگ، اور گاف لیگ قسم کی سیاست کرنا نہیں بلکہ جس کا مقصد اصولوں پر سیاست کرنا ہے۔ حال ہی میں جیوٹی وی کے ایک پروگرام میں انہوں نے دو انکشاف کئے۔ایک یہ کہ جنرل ضیاع الحق سے پہلے پورے فاٹا میں صرف ایک دینی مدرسہ تھا۔وہاں اب جو متعدد دینی مدارس موجود ہیں یہ سب امریکہ کی سوویت یونین کے خلاف جنگ میں امریکی مقاصد اور مفادات والے ''مجاہدین'' تیار کرنے کے لئے بنوائے گئے تھے۔اگر واقعتاً فاٹا میں موجود دینی مدارس جنرل ضیاع الحق کے دور میں بنائے گئے تھے تو صاف ظاہر ہے کہ ان کا قیام امریکی مقاصد کے حصول کے لئے تھا۔دوسری بات اسفندیار ولی نے یہ بتائی کہ مولانا فضل الرحمٰن کے والد مولانا مفتی محمود ڈیرہ اسماعیل خاں کے رہنے والے تھے لیکن ڈیرہ میں ان کا کوئی دینی مدرسہ نہیں تھا۔ان کا دینی مدرسہ ملتان میں تھا۔

اب امریکہ کی مہم جوئی اور سابقہ ''امریکی مجاہدین'' اور موجودہ ''اسلامی دہشت گردوں'' کی لڑائی کو کفر اور اسلام کی جنگ کی بجائے ایک اور زاویے سے بھی دیکھا جا سکتا ہے۔غیر مقلدین اور ان سے فکری طور پر قریب تر مقلدین ان سب نے سوویت یونین کے خلاف جنگ میں امریکی دولت اور امریکی اسلحہ کے بل پر امریکی مفادات کی جنگ لڑی۔جنگ کے بعد ان سب نے خود کو واقعتاً مجاہدین تصور کیا۔جبکہ امریکہ نے یہ باور کرادیا کہ یہ صرف ہمارے ایجنٹ تھے اور اب یہ ہمارے باغی ایجنٹ ہیں۔سو

یہ کسی مافیا کے ڈان اور اس کے باغی ایجنٹوں کے درمیان کھینچا تانی کی صورت بن گئی ہے۔سعودی عرب کے شہزادہ بندر بن سلطان اس کھینچا تانی کو ختم کرنے اور پہلی مفاہمت کو بحال کرنے کے لئے کوششوں میں مصروف ہیں۔اس سے سیموئل ہرش والی رپورٹ کی بالواسطہ تصدیق ہوتی ہے۔

علماء کا ذکرِ خیر چلا ہے تو یہاں روزنامہ خبریں کے انٹرنیٹ ایڈیشن کی اشاعت ۶ مارچ ۲۰۰۷ء میں چھپنے والے ایک مضمون ''حضرت مجدد الف ثانی اور دینِ الٰہی'' از جمیل اطہر سے کچھ استفادہ کر لینا بھی مناسب لگتا ہے۔اس مضمون کے مطابق اکبر بادشاہ ''دینِ الٰہی'' کے چکر میں پڑنے سے پہلے بہت ہی اسلامی مزاج رکھنے والا بادشاہ تھا۔نماز،روزہ کا پابند تھا،علماء کی عزت کرتا تھا۔جن علماء کی عزت کرتے ہوئے اس نے انہیں دربار تک رسائی دی وہ سب اقتدار میں زیادہ حصہ کی ہوس میں ایک دوسرے پر کفر اور شرک کے فتوے صادر کرنے لگے۔ایک ہی چیز کو ایک عالم حلال قرار دے رہا ہے اور دوسرا حرام قرار دے رہا ہے۔یہیں سے اکبر بادشاہ نے کنفیوز ہونا شروع کیا۔اور مختلف تدریجی مراحل سے گزرتے ہوئے وہ ''دینِ الٰہی'' تک پہنچا۔جب حضرت مجدد الف ثانیؒ نے اس گمراہی کے خلاف آواز بلند کی تب انہوں نے بادشاہ کے ساتھ اس دور کے علماء کو بھی سخت تنقید کا نشانہ بنایا۔انہیں علمائے سوء قرار دیا۔انہوں نے ایک جگہ تحریر فرمایا کہ ''**علمائے سوء اور مشائخ نے شیطان کو چھٹی دے کر خود اس کا کام سنبھال لیا ہے**''۔جمیل اطہر کا مضمون اس اقتباس پر اختتام پذیر ہوا ہے:

''مجدد الف ثانیؒ لکھتے ہیں کہ لوگوں نے ابلیس ملعون کو دیکھا کہ بیکار و نچنت بیٹھا ہے،اس سے بےفکری کی وجہ پوچھی تو کہنے لگا کہ میرا سارا کام علماء نے سنبھال لیا ہے۔دنیا کو گمراہ کرنے کے لئے وہی کافی ہیں۔اور ایک اور مکتوب میں حضرت مجدد الف ثانیؒ نے لکھا ہے،انہیں علماء میں سے بعض نے حرص کی بدبختی میں مبتلا ہو کر بادشاہوں اور امیروں کا تقرب حاصل کیا اور اس مقصد کے حصول کے لئے خوشامد و چاپلوسی کے طریقے اختیار کئے۔ماضی میں امت پر جو بلائیں آئیں وہ علمائے سوء کی بدبختی اور نحوست کی راہ سے آئیں۔بادشاہوں کو یہی لوگ راہ راست سے ہٹا کر گمراہ کرتے رہے''

یہ بڑا فکر انگیز اختتامیہ ہے۔ماضی میں امت پر آنے والی بلاؤں کے ذمہ دار بھی یہ علمائے سوء تھے تو اب بھی امت پر آئی ہوئی ساری بلاؤں کے ذمہ دار یہی علمائے سوء ہیں جنہوں نے امریکہ کو دنیا کی واحد سپر پاور بنانے کے کھیل میں ایک بڑے ایجنٹ کا کردار ادا کیا۔

پاکستان میں خواندگی کی شرح تو افسوسناک حد تک کم ہے لیکن علم کو پھیلانے والے اداروں

کے بورڈ جب ظلم اور زیادتی کے گڑھ بن جائیں تو علم کیسے پھیلے گا؟۔۱۹۹۰ء میں لاہور سے ایک بچی رمزیہ سید نے میٹرک کا امتحان اے گریڈ میں پاس کیا تھا۔لیکن نتیجہ آنے کے چند ماہ بعد تعلیمی بورڈ لاہور نے رمزیہ سید پر unfair means کا الزام لگا کر نہ صرف اس کا نتیجہ کالعدم قرار دے دیا بلکہ اس پر چھ امتحانوں میں شرکت کی پابندی بھی عائد کر دی۔رمزیہ نے لاہور ہائیکورٹ میں درخواست دی۔ہائی کورٹ نے رمزیہ کے حق میں فیصلہ دے کر بورڈ کو حکم دیا کہ اسے سند جاری کی جائے۔لاہور بورڈ نے اس فیصلہ کے خلاف سپریم کورٹ میں اپیل دائر کر دی۔اور اب ۱۹۹۰ء سے پورے سترہ سال کے بعد سپریم کورٹ نے بھی رمزیہ سید کے حق میں فیصلہ دے کر حکم دیا ہے کہ اسے سند جاری کی جائے۔ایسا ادھر کسی مغربی ملک میں ہوا ہوتا تو طالب علم کے مستقبل کو تباہ کرنے کی سزا کا فیصلہ بھی ساتھ ہی آتا۔اور طالب علم کو اس کا ہرجانہ دلایا جاتا۔اگرچہ پاکستان سے ایسے کسی ''کافرانہ'' انصاف کی توقع تو نہیں ہے لیکن پھر بھی رمزیہ سید کو چاہئے کہ تعلیمی بورڈ لاہور کے ساتھ،بورڈ کے جن افراد نے اس کے تعلیمی مستقبل کو برباد کیا ہے ان کے خلاف نام بنام ہرجانہ کا مقدمہ دائر کرے۔انصاف ہو نہ ہو،انصاف کی زنجیر ہلا دینے میں کوئی حرج تو نہیں۔

سعودی عرب سے ایک تکلیف دہ خبر آئی ہے۔خبر کے مطابق ایک لڑکی کے کسی نوجوان سے مراسم تھے۔ایک دن وہ اس سے ملنے کے بعد اسی کے ساتھ واپس آ رہی تھی کہ رستے میں پانچ مردوں نے انہیں اغوا کر لیا۔وہ اسے ایک فارم میں لے گئے۔جہاں ان سب نے اس کے ساتھ اجتماعی زیادتی کی اور لڑکی کے بقول ۱۴ مرتبہ اس کے ساتھ زیادتی کی گئی۔اس جرم کے خلاف سعودی عدالت کا فیصلہ آ گیا ہے۔اس کے مطابق لڑکی اور اس کے دوست کو ۹۰،۹۰ کوڑوں کی سزا سنائی گئی ہے جبکہ اجتماعی زیادتی کرنے والوں کو ۱۰ ماہ سے ۵ سال تک قید کی سزا سنائی گئی ہے۔یہ کونسی اسلامی سزا ہے؟ اس کے بارے میں ہمارے ہندو پاک کے علماء بہتر طور پر بتا سکیں گے۔کسی اخلاقی یا انسانی تہذیبی حوالے سے بھی اس سزا کا جواز سمجھ میں نہیں آ رہا۔جبراً اجتماعی زیادتی کرنے والوں کی سزا اتنی کم اور باہمی رضامندی والوں کی سزا اتنی سخت؟۔اس موقعہ پر سعودی عرب میں انسانی حقوق کی ایک کارکن فوزیہ القونی نے کہا ہے کہ لڑکی کے ساتھ اجتماعی زیادتی کے بعد عدالتی زیادتی بھی ہو گئی ہے۔کیا اس سزا سے دنیا کو یہ پیغام نہیں جاتا کہ کہ سعودی حکومت کے ''اسلامی نظام'' میں باہمی رضامندی والا گناہ تو بہت بڑا جرم ہے البتہ جو لوگ کسی خاتون کے ساتھ جبراً اجتماعی زیادتی کرتے ہیں،اس کے لئے چند مہینوں سے پانچ برس قید تک کی سزا کافی

ہے۔اور کیا اس سے اجتماعی زیادتی کرنے کے رجحان کی حوصلہ افزائی نہیں ہوگی؟

امریکہ سے خبر آئی ہے کہ وہاں انڈیانا ائرپورٹ کے قریب ایک امریکی شہری جونسن نے اپنا نجی طیارہ اپنے سسرال کے گھر سے ٹکرا دیا۔اس کے نتیجہ میں وہ خود بھی ہلاک ہوگیا اور اس کی ۸ سالہ بیٹی ایملی بھی ہلاک ہوگئی۔انڈیانا پولیس ابھی اس حادثہ کے بارے میں کچھ نہیں کہہ رہی تاہم قرائن یہی بتاتے ہیں کہ اپنے سسرائیل کے ہاتھوں تنگ آئے ہوئے شوہر کے پاس اور کوئی رستہ نہیں بچا تھا۔اگر یہ کام کسی مسلمان امریکی نے کیا ہوتا تو اب تک اسے خودکش بمبار قرار دے کر اس کا ناطہ بھی کسی القاعدہ سے جوڑا جا چکا ہوتا لیکن چونکہ یہ جونسن خالص امریکی ہے اس لئے اب اسے اور جو کچھ کہا جائے لیکن خودکش حملہ آور نہیں کہا جائے گا۔حالانکہ یہ بھی سیدھا سادہ خودکش حملہ ہے۔

ایک دن پہلے خبر آئی کہ پاکستان کے وفاقی وزیر برائے شپنگ اینڈ پورٹس بابر غوری نے کہا ہے کہ عام انتخابات ایک سال کے لئے ملتوی کر دیئے جائیں تو جو ترقیاتی منصوبے چل رہے ہیں ان کی تکمیل ہو جائے گی اور جمہوری عمل بھی مستحکم ہوگا۔ایک دن کے بعد حکومتی درویش (اس درویش کا داستان کے اس درویش سے کوئی تعلق نہیں ہے جو دن میں درویش کے روپ میں ہوتا تھا اور اندھیرے میں اپنے اصلی روپ میں ڈاکو اور قاتل بن جاتا تھا، پھر بھی پتہ نہیں کیوں اس سرکاری درویش کے ذکر پر مجھے ہمیشہ داستان کا مذکورہ درویش یاد آجاتا ہے،اللہ معاف کرے۔) چودھری شجاعت حسین نے بیان دیا ہے کہ اگر ایران پر امریکی حملہ ہوا تو پاکستان کے عام انتخابات ایک سال کے لئے ملتوی کئے جا سکتے ہیں۔بابر غوری ایم کیو ایم کی طرف سے وزیر ہیں اور چودھری شجاعت کے ساتھ ایم کیو ایم کا رشتہ آگ اور پانی کا رشتہ ہے۔اس کے باوجود دونوں رہنماؤں کی تان ایک ہی بات پر آ کر ٹوٹی ہے کہ الیکشن ایک سال کے لئے موخر کر دیئے جائیں۔امن کی صورت میں الیکشن کے التوا کے لئے بابر غوری کی اپیل پر غور کیا جا سکتا ہے اور ایران پر حملہ کی صورت میں چودھری شجاعت کے فرمان پر عمل کیا جا سکتا ہے۔گویا ایسا ٹاس ہو رہا ہے جس میں دونوں صورتوں میں انتخاب ملتوی کیا جا سکے گا۔ہم لوگ یہودیوں پر ہر طرح کی لعنت ملامت کرتے رہتے ہیں۔ان کے ہر عیب اور ہر خوبی سے نفرت کرتے ہیں لیکن کبھی یہ بھی غور کیا کہ یہودی قلیل ہو کر بھی آج پوری دنیا پر کیوں چھائے ہوئے ہیں؟ اور مسلمان کثیر ہو کر بھی کیوں ذلت و مسکنت کی صورت بنے ہوئے ہیں؟ صرف الیکشن کے مسئلہ کے بارے میں ہی تھوڑا سا موازنہ کر لیجئے۔اسرائیل اپنے قیام کے پہلے دن سے لے کر آج تک مسلسل حالتِ جنگ میں ہے۔اس کے باوجود اس کے تعمیراتی و

ترقیاتی منصوبے بھی جاری وساری ہیں اور انتخابی عمل میں بھی کبھی کوئی رخنہ نہیں پڑا۔اگر یہودیوں کو الیکشن کے التوا کی ضرورت پیش نہیں آتی تو آپ لوگ کیوں یہودیوں کے قومی کردار کے مقابلہ میں اتنے گرے ہوئے قومی کردار کا مظاہرہ کئے چلے جا رہے ہیں۔خدا کا خوف کریں قوم اور ملک کی ترقی کو اپنی ذات بلکہ ذاتی مفادات سے چپکا کر نہ رکھ دیں اور الیکشن سے فرار کے بہانے مت ڈھونڈیں۔

امریکہ کی معروف گلوکارہ برٹنی اسپیئرز نے، جو کیلی فورنیا کے ایک ہسپتال میں زیر علاج تھیں، یکا یک شور مچاتے ہوئے خودکشی کی کوشش کی۔وہ بار بار کہہ رہی تھیں کہ وہ مسیحیت کی مخالف ہیں۔ اور گلے میں چادر کا پھندہ ڈال کر خودکشی کرنا چاہی۔انہیں فوری طور پر سنبھال لیا گیا۔ان کے اس اقدام کو ڈپریشن کا نتیجہ قرار دیا جا رہا ہے۔لیکن یہ ایسا ڈپریشن ہے جو ہر صاحبِ دل اور صاحبِ دماغ مسیحی کو لاحق ہے۔کہاں حضرت مسیح علیہ السلام کی یہ تعلیم کہ کوئی تمہارے دائیں گال پر تھپڑ مارے تو اپنا بایاں گال بھی (دوسرے تھپڑ کے لئے) اس کے آگے کر دو۔اور کہاں امریکی نیوکونز کی عالمی دہشت گردی اور لوٹ مار۔ہر سچا مسیحی جو حضرت مسیح علیہ السلام کی تعلیمات کا سچا پیروکار ہے، یقیناً اس صورتحال پر مضطرب ہے اور بجا طور پر مضطرب ہے۔

امریکہ کی بات چلی ہے تو امریکہ کے صدارتی انتخاب میں ڈیموکریٹس کے دو امیدواروں کا ذکر بھی کر دیا جائے۔ڈیموکریٹس اس وقت کانگریس اور سینیٹ میں اچھی پوزیشن میں ہیں تاہم صدارتی انتخاب کے لئے انہیں خاصی احتیاط کرنا پڑے گی۔سینیٹر اباما بنیادی طور پر سیاہ فام ہیں اور ہیلری کلنٹن خاتون ہیں۔ہمارے مشرقی ممالک میں انسانی حقوق اور خواتین کے حقوق کے چیمپئن امریکہ میں ابھی اتنی وسعتِ قلبی پیدا نہیں ہوئی کہ اپنے ہی وطن کے کسی سیاہ فام کو یا کسی خاتون کو بطور صدرِ مملکت قبول کر لے۔اس لئے ڈیموکریٹس کو اپنے ان دونوں اچھے امیدواروں کو بہر حال ڈراپ کرنا ہوگا۔ان کی بجائے کسی تیسرے امیدوار کو سامنے لانا ہوگا، (تیسرے امیدوار کا نام بھی سننے میں آ رہا ہے۔) بصورت دیگر ری پبلیکن کا کمزور امیدوار بھی ان کے مقابلہ میں آسانی سے جیت جائے گا۔یہ آنے والے دنوں کا ایک ہلکا سا نقشہ ہے۔تاہم اگر واقعتاً ابامہ یا ہیلری کلنٹن میں سے کوئی ایک امیدوار نامزد ہو گیا اور جیت بھی گیا تو اسے امریکی ذہنوں میں ایک مثبت تبدیلی کہا جا سکے گا، جس کی مجھے زیادہ امید نہیں ہے۔ابھی امریکہ کی خواتین کو اور سیاہ فام سیاستدانوں کو زیادہ سے زیادہ وزارت خارجہ تک ہی مقام دیا جا سکتا ہے، اس سے آگے کا نہیں۔

۶/مارچ ۲۰۰۷ء

اِدھر اُدھر سے:9

سپریم کورٹ آف پاکستان کے چیف جسٹس افتخار محمد چوہدری کے خلاف صدارتی ریفرنس دائر ہونے اور انہیں ان کے عہدہ سے ہٹانے کے بعد پاکستان بھر میں کھلبلی مچ گئی۔آئین اور قانون کے ماہرین اس اقدام پر اپنی اپنی رائے دے رہے ہیں۔اکثریت کا خیال ہے کہ صدر جنرل پرویز مشرف نے کچھ پرانے فیصلوں پر اپنے اور اپنے وزیر اعظم کے غم وغصہ کو ملحوظ رکھنے کے ساتھ مستقبل میں ایک آئینی بحران سے نمٹنے کے لئے یہ پیش بندی کی ہے۔لیکن قیاس کیا جا رہا ہے کہ یہ پیش بندی خود جنرل مشرف کے لئے ایک نئے آئینی بحران کا پیش خیمہ بن جائے گی۔

پاکستان کی اعلیٰ ترین عدلیہ کے کردار کی تاریخ نہ صرف یہ کہ روشن نہیں رہی بلکہ ملک میں فوجی تسلط کی تاریکی کو بڑھانے میں اول روز سے مددگار رہی ہے۔اعلیٰ ترین عدلیہ کے جج صاحبان کا کردار جسٹس منیر کے ''نظریۂ ضرورت'' سے لے کر جمہوری اور عوامی وزیر اعظم ذوالفقار علی بھٹو کے عدالتی قتل تک اور پھر بعد میں بھی فوجی حکمرانوں کے اقتدار کو قانونی جواز فراہم کرنے تک اتنا شرمناک رہا ہے کہ عدلیہ کا تقدس بھی اسی طرح پامال ہو کر رہ گیا ہے جیسا کہ خود پاک فوج کا تقدس چند جرنیلوں کی سیاست میں بار بار کی دخل اندازی اور اقتدار کی ہوس کی وجہ سے پامال ہوتا جا رہا ہے۔

آزاد ججوں کا حال بھی اس حد تک پہنچ گیا ہے کہ اب پاکستان میں سرِ عام یہ باتیں ہوتی ہیں کہ کوئی مشکل کیس ہے تو بجائے کوئی اچھا سا وکیل کرنے کے براہِ راست کوئی اچھا سا جج کر لو۔پھر پی سی او کے تحت حلف اُٹھانے والے سارے جج صاحبان تو ویسے بھی کوئی ایسا اخلاقی جواز نہیں رکھتے کہ ان کے ساتھ ہمدردی کی جائے لیکن اتنے جکڑے ہوئے حلف کے باوجود جسٹس افتخار محمد چوہدری نے بلاشبہ بعض ایسے دلیرانہ اور عوامی نوعیت کے فیصلے کئے کہ ہر کسی کو انصاف ہوتا دکھائی دیا۔چیف جسٹس کے اہم ترین فیصلوں میں پاکستان سٹیل مل کی نجکاری کے خلاف فیصلے کو خاص اہمیت حاصل ہے۔یہ نجکاری وزیر اعظم شوکت عزیز کے ایما پر ہوئی تھی۔ان کے دوست عارف حبیب اس مل کے خریدار تھے جسے کوڑیوں کے بھاؤ

بیچا جا رہا تھا۔اسٹاک ایکسچینج کے بحران میں جن بارہ کمپنیوں کے نام سامنے آئے تھے ان میں بھی وزیر اعظم شوکت عزیز کے دوست عارف حبیب کی کمپنی سرفہرست تھی۔

سو ملک کو بد معاشی کی بجائے ''معاشی اصلاحات'' کے ذریعے لوٹنے والوں کے نام کھل کر سامنے آ گئے۔اس فیصلہ کے علاوہ انہوں نے انسانی حقوق کے حوالے سے بعض اہم فیصلے کئے،اخبارات میں خبریں آنے پر از خود نوٹس لے کر کئی اہم کیس شروع کرائے اور انصاف کی فراہمی کو کسی حد تک ممکن بنایا۔سینکڑوں کی تعداد میں شہریوں کے لاپتہ ہونے پر ایجنسیوں کی طرف انگلیاں اٹھائی جانے لگیں تو چیف جسٹس نے اس سلسلہ میں بھی حکومت پر عدالتی دباؤ ڈالا،سخت ریمارکس دیئے اور ان کی بازیابی کو کافی حد تک ممکن بنا دیا۔بسنت پر چیف جسٹس کی سخت پابندی،جنرل پرویز مشرف کو پچاس سال تک وردی میں صدر منتخب کروانے کے دعویدار ''جمہوری'' وزیر اعلیٰ پنجاب چوہدری پرویز الٰہی کو ناگوار گزری تھی اور انہوں نے اسی فروری میں اس کے خلاف انتظامی حکم جاری کروا کے اپنی طاقت کا تماشہ دکھا دیا تھا۔اس سرکاری تماشہ میں بارہ بچوں اور بڑوں کی دھاتی ڈور پھرنے سے یا ہوائی فائرنگ سے اموات ہوئیں۔تاہم سب سے اہم بات یہ ہوئی کہ تھوڑا عرصہ قبل ڈیفنس سٹاف کالج کا ایک وفد مطالعاتی دورے پر آیا تو ان کی چیف جسٹس سے ملاقات ہوئی۔اس ملاقات میں ان سے سوال کیا گیا کہ کیا موجودہ اسمبلیاں (جن کی مدت اسی سال ختم ہو رہی ہے) اگلے پانچ سال کے لئے صدر کا انتخاب کر سکتی ہیں؟اس کے جواب میں چیف جسٹس نے کہا کہ یہ مسئلہ بحث طلب ہے۔پارلیمنٹ اور میڈیا میں اس پر بحث ہو رہی ہے،اس لئے اس پر غور کرنے کی ضرورت ہے۔جنرل پرویز مشرف اپنی حمایت میں غیر قانونی اور غیر آئینی جواب چاہتے تھے،وہ انہیں نہیں ملا تو پچھلے سارے حسابات جوڑ کر انہیں ہٹانے کے لئے ''فوجی کاروائی'' کر دی گئی۔ چیف جسٹس چوہدری محمد افتخار کے ساتھ جو کچھ ہوا ہے یہ ''فوجی کاروائی'' ہے۔

مجھے ذاتی طور پر جنرل پرویز کے اس اقدام سے سخت ذہنی صدمہ پہنچا ہے کہ انہوں نے چیف جسٹس آف پاکستان کو صدارتی محل میں بلانے کی بجائے (صدارتی کیمپ) آرمی ہاؤس میں طلب کیا اور وہاں باوردی بیٹھ کر عدالتِ عظمیٰ کی توہین کی۔اس ملاقات کی فلم کسی نجی ٹی وی نے تیار نہیں کی تھی۔اسے جنرل پرویز مشرف نے بڑے اہتمام کے ساتھ ریلیز کروایا۔اور اسی فلم کی وجہ سے عوام میں سب سے زیادہ غم وغصہ پیدا ہوا۔جنرل پرویز مشرف جس فلم کو ''رعب'' جمانے کا موجب سمجھ رہے تھے،وہ اب ان کے لئے ''روگ'' بن چکی ہے۔مجھے ان لوگوں سے اتفاق ہے،جو یہ کہتے ہیں کہ یہ اقدام سپریم کورٹ پر

''صدارتی حملہ'' ہے، بس مجھے یہ ترمیم کرنی ہے کہ یہ صدر کا نہیں آرمی چیف کا عدالتِ عظمیٰ پر حملہ ہے۔ باقی جہاں تک چیف جسٹس پر لگائے جانے والے الزامات کا تعلق ہے، جنرل مشرف کے اردگرد کے مگرمچھوں کے کردار کو دیکھتے ہوئے وہ اتنے فضول الزام لگتے ہیں کہ ان پر بات کرتے ہوئے بھی شرم آتی ہے۔ زیادہ سے زیادہ اتنا کہہ سکتا ہوں کہ جنرل پرویز مشرف اپنی طرف کی کالی سیاہ بھینسوں کو تو نہیں دیکھ رہے لیکن ایک گائے کو ''کالی دُم والی'' ہونے کا طعنہ دے رہے ہیں۔

------------خصوصی اضافہ------------

آج تیرہ مارچ کی تاریخ تک سپریم کورٹ کے چیف جسٹس کے خلاف ریفرنس دائر کرنے کا بحران مزید سنگین صورت اختیار کر چکا ہے۔ یہ کالم بھیجنے سے پہلے یہ اضافہ کر رہا ہوں۔ اس دوران جو چند اہم واقعات ہوئے انہیں اختصار کے ساتھ ریکارڈ پر لا رہا ہوں۔

۱۔ چیف جسٹس کو غیر فعال کرنے کے بعد انہیں ان کے گھر پر غیر اعلانیہ طور پر نظر بند کر دیا گیا۔ تین دن کے بعد جب میڈیا نے صورتحال کو کافی حد تک بے نقاب کر دیا تو انہیں چند گنے چنے افراد سے ملنے کی اجازت دی گئی۔ اور اب میڈیا کو دبانے کے لئے بعض ہتھکنڈے استعمال کرنے کی کوشش کی جانے لگی ہے۔

۲۔ عدالتِ عظمیٰ کی ویب سائٹ پر سے ان کا نام ہٹا دیا گیا۔ لیکن جب یہ نکتہ ابھارا گیا کہ جب تک جوڈیشل کونسل ان کے خلاف فیصلہ نہیں دیتی تب تک وہ چیف جسٹس رہیں گے تو یہ کہہ کر ان کا نام اور تعارف بحال کر دیا گیا کہ کسی ٹیکنیکل خرابی کی وجہ سے نام ڈیلیٹ ہو گیا تھا۔

۳۔ چیف جسٹس کے گھر پر سے پاکستان کا اور سپریم کورٹ کا پرچم اتار دیا گیا، ان کی گاڑیاں واپس لے لی گئیں۔ ان کے ٹیلی فون رابطے بند کر دیئے گئے۔ پہلے تین روز تک انہیں اخبارات اور ٹی وی کی نشریات سے بھی محروم رکھا گیا۔ اور اب انہیں ان کی فیملی سمیت اصل رہائش گاہ سے بلوچستان ہاؤس میں منتقل کر دیا گیا ہے۔

۴۔ آج ۱۳؍مارچ کو جب چیف جسٹس نے جوڈیشل کونسل میں جوابدہی کے لئے پیدل جانا چاہا تو انہیں جبراً ایسا کرنے سے روک دیا گیا۔ پھر انہیں بلوچستان ہاؤس میں منتقل کر دیا گیا۔ وہاں سے زبردستی پولیس نے ایک گاڑی میں بٹھایا۔ اس زبردستی میں چیف جسٹس کے ساتھ رینجرز والوں نے ہاتھا پائی بھی کی۔

۵۔ جب بارہ گاڑیوں کے قافلہ میں چھپا کر چیف جسٹس کو سپریم کورٹ کی عمارت کی طرف لے جایا گیا تو وہاں پہلے سے جمع ہو جانے والے وکلاء اور سیاسی جماعتوں کے رہنماؤں اور کارکنوں نے انہیں پہچان لیا

اور انہیں گاڑی سے نکال لیا۔ گاڑی کے شیشے اور دروازے توڑ دیئے، رینجرز والوں کو ایک حد تک بے بس کر کے رکھ دیا۔ اور اسی ہجوم کے گھیرے میں چیف جسٹس پیدل چلتے ہوئے عدالت کے دروازے تک ۱۰ منٹ کا سفر آدھے گھنٹے میں طے کر کے پہنچے۔

۶۔ چیف جسٹس کے حق میں حکومت کے اقدام کے خلاف پاکستان بھر کے وکلاء نے اتنا شدید ردِ عمل ظاہر کیا ہے کہ ملک کی تاریخ میں وکلاء اس حد تک کبھی بھی یکجا نہیں ہوئے۔ عدالتوں کا بائیکاٹ جاری ہے۔ حکومت پاکستان نے اپنے ریفرنس کی پیروی کے لئے ریٹائرڈ جسٹس، سابق گورنر صوبہ سندھ اور ممتاز قانون دان فخر الدین جی ابراہیم کو مقرر کیا تھا لیکن فخر الدین جی ابراہیم نے اس صدارتی ریفرنس کی پیروی کرنے سے صاف انکار کر دیا ہے۔ ان کا انکار حکومتی ریفرنس کے لئے اور خود حکومت کے لیے سخت دھچکا ہے۔

۷۔ جوڈیشل کونسل نے آج کی پیشی پر نہ تو چیف جسٹس کو صدارتی ریفرنس کی مکمل کاپی دی، نہ ہی دوسری دستاویزات کی مکمل کاپیاں دیں۔ چیف جسٹس نے وہاں جوڈیشل کونسل میں شامل دو ججوں جسٹس افتخار حسین چوہدری اور جسٹس عبدالحمید ڈوگر کی شمولیت پر اعتراض کیا۔ دوسرے جج کا تو مجھے علم نہیں ہے لیکن پنجاب ہائی کورٹ کے چیف جسٹس افتخار حسین چوہدری کے بارے میں یہاں اتنا بتانا ضروری سمجھتا ہوں کہ ستمبر ۲۰۰۳ء میں جب پوری قوم جنرل مشرف کے فوجی احکامات کے مجموعہ ''ایل ایف او'' کو آئین کا حصہ ماننے سے انکار کر رہی تھی اور ان پر دباؤ تھا کہ کم از کم پارلیمنٹ سے اس کی رسمی منظوری لے لیں۔ تب ہائی کورٹ پنجاب کے انہیں چیف جسٹس صاحب نے کسی کے استفسار کے بغیر ازخود یہ بیان دیا تھا ''ایل ایف او آئین کا حصہ بن چکا ہے، آئین کا تحفظ اور اس کی پاسداری عدلیہ کی ذمہ داری ہے۔ عدلیہ یہ ذمہ داری پوری کرتی رہے گی''۔۔۔ میں نے تب اپنے ۸ستمبر ۲۰۰۳ء کے کالم میں اس خبر کا نوٹس لیا تھا اور طنزاً لکھا تھا یہ افتخار حسین چوہدری ہائی کورٹ کے چیف جسٹس کی بجائے چوہدری شجاعت حسین کے قریبی عزیز لگتے ہیں۔ اس سلسلے میں مزید دلچسپی والی بات یہ ہے کہ ایل ایف او کو آئین کا حصہ بنانے کے لئے بالآخر جنرل مشرف کو پارلیمنٹ سے منظوری لینا پڑی۔ انہوں نے علمائے کرام کے ووٹوں کے تعاون سے اسے منظور کرا لیا۔ سو یہ وہ جسٹس افتخار حسین چوہدری ہیں جو جرنیلی احکامات کو کسی رسمی پارلیمانی کاروائی کے بغیر بھی آئین کا حصہ مان لیتے ہیں اور اس کے تحفظ کو اپنی اور عدلیہ کی ذمہ داری قرار دے لیتے ہیں۔

۸۔ سپریم کورٹ آف پاکستان کے چیف جسٹس چوہدری محمد افتخار کے وکیل چوہدری اعتزاز احسن نے آج

ٹی وی پر بتایا کہ جوڈیشل کونسل سے میں نے خصوصی طور پر کہا تھا اور جوڈیشل کونسل نے بڑی وضاحت کے ساتھ مجھے کہا تھا کہ وکیل کی حیثیت سے میں جب چاہوں چیف جسٹس سے مل سکتا ہوں۔لیکن جب میں انہیں ملنے کے لئے ان کے گھر پر گیا تو مجھے ان سے ملنے سے روک دیا گیا۔انہوں نے سرکاری وزراء کی موجودگی میں چیلنج کیا کہ چیف جسٹس کے گھر کے ٹیلی فون ابھی تک غیر منقطع ہیں۔وزیر کے تردید کرنے پر اعتزاز احسن نے کہا کہ آپ مجھے ان کا ٹیلی فون نمبر دیں جو بند نہ ہو،ابھی انہیں فون کر کے اس کی تصدیق یا تردید کر لیتے ہیں لیکن حکومت کے ترجمان وزیر اس کی جرات نہ کر سکے اور بحث کو دوسرے امور کی طرف موڑ کر لے گئے۔یوں ایک آئینی بحران آئینی کے ساتھ سیاسی بحران بھی بنتا جا رہا ہے۔

جنرل پرویز مشرف ایک ایسے آئینی اور اخلاقی سیاسی بحران میں پھنس گئے ہیں جس سے نکلنے کے لئے اسٹیل مل میگا کرپشن کے مرکزی کردار اور چیف جسٹس کے خلاف ریفرینس صدر کو بھیجنے والے وزیر اعظم شوکت عزیز کی حکومت کی برطرفی ضروری ہوگئی ہے۔ابھی تک مجھے تو ایسے لگ رہا ہے کہ شوکت عزیز کی چھٹی سے شاید کچھ بیچ بچاؤ ہو جائے۔لیکن گارنٹی پھر بھی نہیں دی جا سکتی۔

اگر مارشل لا لگا تو پھر شاید سارے نئے چہرے سامنے آئیں جو کرپٹ تو نہیں ہوں گے لیکن بے رحم ضرور ہوں گے۔

جنرل پرویز مشرف کے ایسے بیانات ہمیں ہمیشہ بہت اچھے لگتے ہیں جب وہ دبنگ انداز میں کہا کرتے ہیں کہ حکومت کی رٹ ہر حال میں قائم رکھی جائے گی۔اس رٹ کے مظاہر متعدد صورتوں میں دکھائی دیتے رہتے ہیں اور ان صورتوں کی چند جھلکیاں میرے گزشتہ کالموں میں بھی موجود ہیں۔اب حکومتی رٹ قائم رکھنے کے دعوے کے دوش بدوش راولپنڈی اور اسلام آباد کی خبریں یہ ہیں کہ وہاں بھی قبائلی علاقوں کی طرز پر ہینڈ بل تقسیم ہو گئے ہیں۔خواتین کے سلسلے میں متعدد احکامات صادر کئے گئے ہیں۔ایک حکم یہ ہے کہ گرلز اسکولوں اور کالجوں کی بچیاں اپنے اداروں میں جانا بند کر دیں اور گھروں میں بیٹھ جائیں ورنہ انہیں قتل کر دیا جائے گا۔فی الحال راولپنڈی کے پُر رونق بازاروں میں یہ کام شروع کر دیا گیا ہے کہ کسی طرف سے اچانک کوئی مولوی نما چیز آتی ہے۔جس خاتون نے دوپٹہ سر پر نہ لیا ہوا ہو اسے سرِ عام چھڑی مار کر تنبیہ کی جاتی ہے۔لیکن بات یہیں تک کی نہیں ہے،ان انتہا پسند عناصر کی جانب سے یہ انتباہ جاری کیا جا چکا ہے کہ مارچ کے بعد اسلام آباد میں جو عورت کار چلاتے ہوئے دکھائی دی اُسے اُڑا دیا

جائے گا۔یہ حکومت پاکستان کے مرکزی شہر کی صورتحال ہے۔ایسے میں جنرل پرویز مشرف کے حکومتی رٹ قائم رکھنے والے تحدی آمیز بیان کتنا مزہ دیتے ہیں،اسے صرف وہی لوگ جان سکتے ہیں جو خود اذیتی کی لذت سے آشنا ہوں۔

اسلام آباد میں بچوں کی ایک سرکاری لائبریری پر جامعہ حفصہ کی برقعہ پوش اور مسلح طالبات نے قبضہ کر رکھا ہے اور اتنی مدت گزرنے کے باوجود حکومت لائبریری کو طالبات کے قبضہ سے چھڑا نہیں سکی۔اس قبضہ کے بعد حکومت نے متنازعہ مسجد حمزہ کی دوبارہ تعمیر کا معاہدہ کیا،مذہبی امور کے وزیر نے جا کر اس کا سنگِ بنیاد رکھا۔علماء کی ایک قابلِ ذکر تعداد نے تقریب میں شرکت کی۔اتنے ناز نخرے اُٹھانے کے باوجود حکومت ابھی تک مسلح خواتین سے لائبریری کو خالی نہیں کرا سکی۔اس پر کبھی کبھار اپوزیشن والے کچھ تنقید کر دیتے ہیں اور حکومت یہ بیان دے کر مطمئن ہو جاتی ہے کہ یہ خواتین کا معاملہ ہے اس لئے حکومت کسی سخت کاروائی سے گریز کر کے معاملہ مفاہمت کے ساتھ نمٹانا چاہ رہی ہے۔فوج،پولیس اور ایجنسیاں ایک سے بڑھ کر ایک جینئس سے بھری پڑی ہیں۔اس کے باوجود حیرت ہے کہ ان میں سے کسی کو اتنا خیال بھی نہیں آ رہا کہ نیند کے بھاری لمحوں میں بے ہوشی والی گیس خارج کر کے،یا پھر کسی مستری، مکینک کی آڑ میں کسی کمانڈو کو بھیج کر خواتین کو آسانی سے بے ہوش کر کے لیڈی پولیس کے ذریعے قابو کیا جا سکتا ہے اور پھر کسی تشدد کے بغیر حکومت خود ماسٹر آف سچوئیشن ہوگی۔

کیا واقعی جنرل پرویز مشرف کے سارے متعلقہ معتبر اداروں میں کسی کو بھی اس قسم کا آئیڈیا نہیں سوجھا؟یقین نہیں آتا کہ ان کے ارد گرد اتنے کودن لوگ جمع ہوں گے۔تو پھر اس کا مطلب ہوا کہ حکومت کے اندر ایک بڑی تعداد ایسے افراد کی ہے جو یہ ڈرامہ چلتے رہنا دینا چاہتے ہیں۔لیکن وہ ذہین لوگ پھر اندازہ نہیں کر پا رہے کہ اس ڈرامہ کے مضمرات کیا ہوں گے۔

برطانیہ سے دہشت گردی کے ایک ملزم کی برقعہ میں فرار ہونے کی ویڈیو جاری ہونے کے باوجود بعض کرم فرما اسے مغربی پروپیگنڈہ کہہ کر چپ ہو گئے۔اب افغانستان سے خبر آئی ہے کہ قندھار سے ۳۵ کلومیٹر دور پنجوائی کی چیک پوسٹ پر ایک سینئیر طالبان کمانڈر ملا محمود کو برقعہ پہنے ہوئے گرفتار کر لیا گیا ہے۔موصوف نے نہ صرف برقعہ پہنا ہوا تھا بلکہ لباس بھی زنانہ پہن رکھا تھا۔اس کے باوجود شک کی بنیاد پر پکڑے گئے۔اس قسم کی ''برقعہ پوش مجاہدانہ'' حرکتوں کے نتیجہ میں تو ان خواتین کے لئے بھی برقعہ پہننا مشکل ہو جائے گا جو کسی ذہنی کشمکش کے بغیر صدق دل سے پردہ کرنا چاہتی ہیں۔

بہاول پور سے امریکی سفیر ریان سی کروکر کا بیان آیا ہے کہ پاکستان کے ساتھ تجارتی معاہدہ مفید ثابت ہوگا، اس کے مطابق ۲۰۱۰ء تک امریکہ پاکستان سے آم برآمد کرنا شروع کر دے گا۔ اس خبر کو دیہاتی انداز میں کہا جائے تو کہہ سکتے ہیں کہ ریان سی کروکر بہاول پور میں آم لینے گئے تھے (اصلاً اس جملے کا مزہ پنجابی زبان میں ہی آئے گا جس سے اس کے معنی میں بھی توسیع ہو جاتی ہے)۔ تاہم یہ کوئی نیک شگون نہیں ہے۔ جنرل ضیاع الحق کی ہلاکت کا منظر یاد کیا جائے تو اس میں یہ چند چیزیں بڑی اہم تھیں۔ بہاولپور کا سفر، امریکی سفیر کی موجودگی، جہاز میں آم کی پیٹیوں کی لوڈنگ اور اُس وقت کا فوجی حکمران۔ یہاں بس فوجی حکمران کی کمی ہے باقی ساری اہم چیزیں موجود ہیں۔ آموں کی برآمد اپنی جگہ لیکن علامتی طور پر اس کے مفہوم کو نظر انداز نہیں کیا جانا چاہئے۔ اگرچہ جنرل پرویز مشرف کچھ بھی ہو جائے جنرل ضیاع الحق کی طرح بہاولپور سے کبھی آم لینے نہیں جائیں گے، تاہم خطرے کا احساس دلانا ہمارا فرض ہے۔

انگلینڈ کے شہر برمنگھم اور فلسطین کے شہر رام اللہ کو جڑواں شہر قرار دینے کے لئے دونوں شہروں کے لارڈ میئرز اور اس مہم کو چلانے والوں کی ایک ملاقات برمنگھم میں ہوئی ہے۔ رام اللہ کا نام کبھی رملّہ لکھا جاتا تھا اب اسے زیادہ صراحت کے ساتھ رام اللہ لکھا جاتا ہے۔ اس سے مجھے ایک تو یہ خیال آتا ہے کہ رام چندر جی کے دور کے بعد جب ہندوستان کی سرحدوں میں وسعت آئی تو شاید وہ سرحدیں ان عرب علاقوں تک پہنچیں۔ یا پھر ویسے ہی ان کی داستان سفر کرتے ہوئے ان علاقوں تک پہنچی تو بھگوان رام کی جگہ عربی مزاج کے مطابق اسے رام اللہ کہہ دیا گیا۔ عرب کے بت پرستوں میں اللہ کا نام مروج تھا اور ہندوستان میں تو تب سے اب تک رام چندر جی کا نام زندہ و تابندہ ہے۔ بہر حال اس شہر کے نام میں رام چندر جی کے نام کا آنا دلچسپی کا باعث ہے۔ فلسطینی دوست اگر اس نام کے اصل ماخذات کی کچھ نشاندہی کر سکیں تو کنفیوژن دور ہو سکتا ہے۔

چین سے خبر آئی ہے کہ ژینگ ژاؤ شہر میں ایک ۸۵ سالہ بزرگ ژاؤ ژنگ ژی پانچویں منزل پر واقع اپنے اپارٹمنٹ کی کھڑکی کھولنے کی کوشش کر رہے تھے۔ کھڑکی نہیں کھل سکی تو انہوں نے زور لگا کر جھٹکے کے ساتھ کھولنا چاہی، جھٹکا لگنے سے کھڑکی تو کھل گئی لیکن بزرگ ژاؤ ژنگ ژی اپنا توازن قائم نہ رکھ سکے اور پانچویں منزل سے نیچے گر گئے۔ لیکن وہ جو کہتے ہیں ''جسے اللہ رکھے اُسے کون چکھے''، عین اس کہاوت کے مطابق گرتے ہوئے بزرگ کے کپڑے چوتھی منزل کی بالکونی کے کسی بڑے کیل میں اٹک

گئے اور ژاؤ ژنگ ژی فضا میں معلق ہو گئے۔ اس دوران ان کو بچانے کے لئے بھاگ دوڑ شروع کر دی گئی۔ آدھے گھنٹے تک جدوجہد کرنے کے بعد فائر فائٹرز نے انہیں زندہ سلامت اتار لیا۔ میڈیکل چیک اپ میں انہیں صحت مند قرار دیا گیا ہے تاہم ڈاکٹروں نے ہدایت کی ہے کہ آئندہ کھڑکی کھولتے وقت احتیاط کیا کریں۔ میرا خیال ہے انہیں کھڑکی کھولنے سے مکمل پرہیز کی ڈاکٹری تلقین کی جانی چاہئے تھی۔ بہر حال ۸۵ سالہ بزرگوار ژاؤ ژنگ ژی کو نئی زندگی مبارک ہو!

گزشتہ کالم میں انڈیا کے صدر جمہوریہ کے اچانک گرنے کی خبر کا ذکر ہوا تھا۔ ضمناً امریکی صدور بل کلنٹن اور بش جونیئر کے گرنے کا ذکر بھی ہوا۔ اب اس بار خبر آئی ہے کہ امریکہ کے سابق صدر بل کلنٹن کی اہلیہ ہیلری کلنٹن ایک تقریب سے خطاب کرتے ہوئے گر گئیں۔ ریاست نیویارک کے شہر بفلو میں یہ واقعہ پیش آیا۔ گرنے کے بعد انہوں نے کچھ دیر آرام کیا اور دوبارہ تقریب میں بیٹھ کر شرکت کی، بلکہ اس تقریب کے بعد ایک اور پروگرام میں بھی گئیں جہاں انہیں سوالوں کے جواب دینا تھے۔ جسمانی طور پر گر جانا تو قسمت کی بات ہے تاہم جو لوگ تہذیبی طور، اخلاقی طور پر گرتے ہیں۔ ظلم، زیادتی، کذب و افترا اور دہشت گردی سے کام لیتے ہیں وہ سب کے سب لوگ بلا امتیاز مذہب وملت انتہائی گرے ہوئے لوگ ہیں۔

رہتی ہے پرواز کی خوش فہمی ان کو
جو اپنے اندر کے خلا میں گرتے ہیں
گرتے ہیں تو گرتے ہی جاتے ہیں پھر
اہلِ ستم جب مکروریا میں گرتے ہیں

خبر آئی ہے کہ ہریانہ پولیس کی خصوصی انویسٹی گیشن ٹیم اندور گئی ہے۔ کیونکہ پلاسٹک کی ایک بوتل ملی ہے جس کے لیبل پر لکھا ہے کہ اسے بمبئی کی ایک کمپنی نے بنایا اور اندور کے لئے سپلائی کیا گیا۔ توقع کی جا رہی ہے کہ اس سے تفتیش میں اہم پیش رفت ہوگی۔ یہ کمال کی تفتیش ہے۔ جن ڈبوں میں اتنے انسان زندہ جلا دیئے گئے وہاں سے پلاسٹک کی کوئی بوتل لیبل سمیت محفوظ ملی ہے تو اس تفتیش کے قربان جایئے۔ (یہ وہی امریکی اسٹائل ہے کہ ٹریڈ ٹاور کی عمارتوں سے جہاز ٹکرانے والے خود تو جہازوں میں موجود تھے لیکن اپنے پاسپورٹ وغیرہ امریکہ سرکار کی سہولت کے لئے اپنے ہوٹلوں میں چھوڑ گئے تھے) اگر کسی اور کمپارٹمنٹ سے ایسا کوئی ساز و سامان ملا ہے تو اس کے لئے اتنی تگ و دو کرنا بے معنی سی بات

ہے۔تاہم تفتیشی ٹیم کی اس پھرتی کا نتیجہ بھی دیکھ لیتے ہیں۔سانحہ کے فوراً بعد جس بے رحمی کے ساتھ پاکستان کی بعض جہادی تنظیموں اور پاکستانی خفیہ ایجنسیوں کے نام لئے گئے تھے،اس پر ابھی تک بھارتی میڈیا نے کسی ندامت کا اظہار نہیں کیا۔اس کے برعکس تاحال کسی ہندو انتہا پسند تنظیم کو اس دہشت گردی کے واقعہ میں شک کی حد تک بھی شامل نہیں کیا گیا۔اس سے تو الٹا شک ہوتا ہے کہ پاکستانی ایجنسیوں کی بجائے بعض بھارتی ایجنسیوں کی شہ پر یہ سانحہ کسی انتہا پسند ہندو تنظیم نے برپا کیا ہے۔

ہندوستان نے پاکستان کی مشترکہ تفتیش کی پیش کش کو قانونی بہانہ بنا کر ٹال دیا۔پاکستانی مسافروں کی لسٹ ابھی تک فراہم نہیں کی گئی۔اور اب تفتیش میں اہم پیش رفت ایک پلاسٹک کی بوتل سے ہونے لگی ہے جسے بمبئی کی کمپنی نے تیار کیا اور اندور کے لئے سپلائی کیا گیا۔چلیں اسی تفتیش میں یہ بھی دیکھ لیں کہ اگر بمبئی کی کمپنی کا مال تھا تو اس میں بمبئی کی شیوسینا اور بال ٹھاکرے کا بھی کوئی کردار ہوسکتا ہے یا نہیں؟

دہلی کے علاقہ دریا گنج میں دینا بینک پر ڈیوٹی دینے والے ایک پولیس اہلکار لیچپا نے اپنے پانچ پولیس اہلکار ساتھیوں کو فائرنگ کر کے ہلاک کر دیا۔رپورٹ کے مطابق یہ سارے اہلکار سکھ سے تعلق رکھتے تھے۔پانچوں ہلاک شدگان نے شراب چڑھا رکھی تھی اور وہ لیچپا کے ساتھ غیر اخلاقی حرکت کرنا چاہتے تھے جس سے مشتعل ہو کر لیچپا نے ان پانچوں کو فائرنگ کر کے ہلاک کر دیا۔اس خبر کو پڑھ کر افسوس ہوا لیکن کیا کیا جائے،ایسی خبریں اور اس سے ملتے جلتے واقعات تو اب عموماً رونما ہوتے رہتے ہیں۔

مظفر نگر(یوپی) کے ایک گداگر اسماعیل خان نے اپنی وفات پر ایسی وصیت چھوڑی ہے جس سے ان کی شانِ گدائی قابلِ تقلید بن گئی ہے۔انہوں نے ایک لاکھ روپے کے جمع شدہ سکے ایک فلاحی ٹرسٹ کے نام کر دیئے۔یہ بلاشبہ ایک اچھی اور قابلِ تقلید مثال ہے۔اللہ تعالیٰ اسماعیل خان کی مغفرت فرمائے اور انہیں اپنے جوارِ رحمت میں جگہ عطا کرے۔آمین۔

۱۳؍مارچ ۲۰۰۷ء

اِدھر اُدھر سے: ۱۰

پاکستان سپریم کورٹ کے چیف جسٹس افتخار محمد چوہدری کی برطرفی یا غیر فعالیت اور پھر ان کے ساتھ زیرِ حراست افراد جیسا سلوک،صدارتی ریفرینس کی قانونی موشگافیاں۔۔۔۔اس حوالے سے پچھلا کالم لکھنے کے بعد (یعنی دل کا غبار نکال لینے کے بعد) سے اب تک جو پیش رفت ہوئی ہے،ان کا تاریخ وار ترتیب سے ذکر کروں گا۔کہیں کہیں کوئی خبر پہلی خبر سے متعلق ہوئی ہے تو اسے پہلی خبر کے ساتھ ملا دوں گا۔دراصل پاکستان کا عدالتی بحران اتنی تیزی سے بدلتا چلا جا رہا ہے کہ کسی خاص تجزیے کی نوبت نہیں آ رہی،خبروں پر خبریں چلی آتی ہیں،ان خبروں سے جو تاثر بنتا ہے وہی ساتھ کے ساتھ لکھتا جاؤں گا۔ تاہم پہلے منہ کا ذائقہ بدلنے کے لئے چند’’کچھ اور‘‘قسم کی خبریں پیش ہیں۔

جرمنی کی ایک دلچسپ خبر ہے کہ یہاں ایک شخص کو لوگوں نے دیکھا کہ وہ اپنے گھر کی چھت پر عجیب سی حالت میں پڑا ہے۔ایسا لگتا تھا جیسے وہ خودکشی کرنے کی کوشش کر رہا ہو۔راہگیروں نے فوری طور پر پولیس کو اطلاع دی۔اس کو پولیس نے کافی مشکل سے چھت پر سے اتارا۔لیکن حقیقتاً وہ خودکشی نہیں کر رہا تھا بلکہ اپنی چھت کی مرمت کرتے ہوئے تارکول سے چپک گیا تھا۔

قاہرہ،مصر سے ایک حیران کن خبر آئی ہے کہ وہاں ایک درخت میں سے اللہ،محمد اور طٰہٰ کی آواز آ رہی ہے۔اسماعیلیہ روڈ نوزہا پر ہائیک سٹیپ پر جو ایک فوجی علاقہ ہے،یہ درخت موجود ہے،اس درخت کے اردگرد ایک عجیب سی مہک پھیلی ہوئی ہے۔اس درخت کو دیکھنے کے لئے لوگوں کا ہجوم بڑھتا جا رہا ہے۔فوجی علاقہ ہونے کی وجہ سے یہاں عوامی ہجوم تشویش کا باعث ہے۔اس کے علاوہ ہجوم کی وجہ سے ٹریفک کا نظام بھی درہم برہم ہو رہا ہے۔اس وجہ سے پولیس حکام نے گورنر قاہرہ کو درخواست بھیجی ہے کہ اس درخت کو کاٹنے کی اجازت دی جائے۔روزنامہ جنگ کے مطابق مصری اخبار المصری الیوم نے اس درخت کی پوری خبر شائع کی ہے۔

اللہ بہتر جانتا ہے کہ یہ خبر کس حد تک درست ہے۔کیونکہ ایسا کچھ ہوا ہے تو اس درخت کی تصویر اور

آوازیں کم از کم عربی اور اردو ٹی وی چینلز پر تو دکھائی جانا چاہئیں تھیں۔اس لئے اس خبر کی صحت کے بارے میں کچھ نہیں کہہ سکتا لیکن ایسا ہونا ناممکنات میں سے نہیں ہے۔ہندوؤں میں مقدس درختوں کی ایک بڑی روایت موجود ہے۔یہودی اور مسیحی عقائد کے مطابق بائبل کی کتاب خروج کے باب ۳ میں ایک مقدس جھاڑی کا ذکر ہے جس میں بظاہر آگ لگی ہوئی تھی لیکن وہ آگ جلانے والی نہ تھی۔حضرت موسیٰ وہاں سے بچ کر گزرنے لگے تو جھاڑی میں سے خدا کی آواز آئی۔قرآن شریف میں یہی واقعہ مختلف مقامات پر بیان ہوا ہے۔سورہ القصص کی آیت ۳۱ میں درج ہے کہ جب حضرت موسیٰ اس آگ کے قریب پہنچے ایک درخت کے اندر سے آواز آئی ''انی انا اللہ رب العلمین'' میں اللہ ہوں تمام جہانوں کا رب۔یہ واقعہ مصر میں پیش آیا تھا اور اب بھی جس درخت کا ذکر ہو رہا ہے مصر ہی میں پایا گیا ہے۔سو اس لحاظ سے اس درخت میں سے اللہ، محمد اور طٰہٰ کی آواز آرہی ہے تو ایسا ہونا ممکن ہے۔البتہ پریشانی والی بات کو علامہ اقبال کے الفاظ میں یوں کہا جاسکتا ہے کہ ؎ جلوۂ طور تو موجود ہے، موسیٰ ہی نہیں

ورلڈ کپ میں پاکستان کی جو درگت بنی ہے، اس پر قوم نے انضمام الحق کا ''ماشاءاللہ'' تو دیکھ لیا ہے اور اب قوم منتظر ہے کہ ٹیم واپس آئے تو اسے انضمام الحق کا ''انشاءاللہ'' قوم کی طرف سے دکھایا جائے۔پاکستانی کرکٹ ٹیم کی کارکردگی جو رہی سو رہی اوپر سے ٹیم کے کوچ باب وولمر کی اچانک موت اور اس موت پر مختلف شبہات کا اظہار اور پولیس کی تفتیش ایک اور سر درد بن رہا ہے۔پوسٹ مارٹم رپورٹ کے بعد ہی حتمی طور پر کچھ کہا جاسکے گا۔

روزنامہ خبریں کی ۲۰؍مارچ کی اشاعت میں یہ افسوسناک خبر چھپی ہے کہ موضع ہالہ، کوٹ اڈو میں مولوی غلام رسول نے دینی تعلیم دینے کا ایک مدرسہ قائم کر رکھا تھا۔وہاں سے ایک بچہ کسی طرح بھاگ کر پولیس تک پہنچا اور اس نے شکایت کی کہ مولوی غلام رسول نے اپنے مدرسہ میں بہت سارے بچوں کو قید کر رکھا ہے اور وہ ان کے ساتھ جنسی زیادتی کا ارتکاب کرتا رہتا ہے۔خود شکایت کنندہ کے ساتھ بھی مولوی غلام رسول نے جنسی زیادتی کی۔مزید یہ بھی بتایا کہ وہ زیادتی کرنے سے پہلے خود کو انجکشن لگاتا ہے اور پھر زیادتی کرتا ہے۔چنانچہ پولیس نے مدرسہ پر چھاپا مارا۔وہاں تین بچے زنجیروں سے بندھے ہوئے تھے۔باقی سارے بچوں کو دو کمروں میں بند کیا ہوا تھا۔دینی مدرسہ پر چھاپہ کے دوران وہاں سے قوت بخش ادویات، انجکشن اور سرنجیں بھی برآمد کر لی گئیں۔میڈیکل رپورٹ سے جنسی زیادتی کے الزام کی تصدیق یا تردید ہو جائے گی۔لیکن یہ صرف ایک مدرسہ اور ایک مولوی صاحب کی کہانی نہیں ہے،

ہمارے معاشرہ میں ایسی اور بھی کئی شرمناک کہانیاں موجود ہیں۔

مغربی بنگال میں مشرقی مدناپور ضلع کے موضع نندی گرام میں پولیس اور عوام کے تصادم میں کم از کم ۱۴ شہری ہلاک اور ۵۰ سے زائد زخمی ہوگئے۔زخمیوں میں ۱۴ پولیس والے بھی شامل ہیں۔یہ تصادم اس تنازعہ کے حوالے سے ہوا ہے جو کچھ عرصہ سے بنگال کی حکومت اور دوسری سیاسی جماعتوں کے درمیان چل رہا تھا۔زرعی زمینوں پر حکومت فیکٹریاں بنانا چاہ رہی ہے اور اس کا کہنا ہے کہ جن سے زمینیں لی گئی ہیں انہیں معاوضہ ادا کیا جاچکا ہے۔دوسری طرف مخالف سیاسی جماعتیں زرعی زمینوں پر فیکٹریاں بنانے کی مخالفت کر رہی ہیں۔یہ تنازعہ گھمبیر ہوتا جا رہا ہے۔اتنی بڑی تعداد میں شہریوں کی ہلاکت ریاست کی انتظامیہ کے لئے لمحۂ فکریہ ہے۔

بھارتی ریاست چھتیس گڑھ کے ضلع بیجاپور میں مسلح کیمونسٹ باغیوں نے ایک پولیس چوکی پر حملہ کر دیا۔اس شدید حملہ کے نتیجہ میں اسپیشل پولیس آفیسرز اور پولیس اہلکاروں سمیت ۵۰ سرکاری ملازمین ہلاک ہوگئے۔ہلاک شدگان میں بڑی تعداد اسپیشل پولیس افسران کی ہے۔باغیوں نے بموں کے ساتھ حملہ کیا اور ساتھ ہی اندھا دھند فائرنگ کی، جس کے نتیجہ میں اتنا بڑا جانی نقصان ہوا۔

جنرل پرویز مشرف نے گوجرانوالہ میں ایک جلسۂ عام سے خطاب کرتے ہوئے صوبائی وزیر ظلِ ہما عثمان کے قتل کا ذکر کیا اور ان کے قاتل مذہبی جنونی مولوی محمد سرور کے بارے میں کہا کہ ''ہم مذہب کے نام پر ایسی حرکتیں کرنے والوں کو معاشرے سے باہر نکال دیں گے''۔۔۔۔جنرل پرویز مشرف کا جذبہ بہت نیک ہے لیکن ملک کے سیاہ وسفید کے مالک ہونے کی وجہ سے انہیں ماضی کے حوالے سے بھی کچھ بتانا چاہئے تھا۔ان کے دور بابرکت ہی میں سال ۲۰۰۲ء اور ۲۰۰۳ء کے دوران اسی مذہبی جنونی مولوی محمد سرور نے چھ خواتین کو قتل کیا۔بعض خواتین کو زخمی کیا۔اس کے باوجود یہ سیریل کلر مولوی محمد سرور ہر قتل سے بری ہوگیا۔آپ کی نگرانی میں کام کرنے والی حکومت کا اب تک کا ریکارڈ تو یہ بتاتا ہے کہ ایسے جنونی شخص کو معاشرے سے نہیں بلکہ جیل سے نکالا گیا اور بار بار نکالا گیا۔

شریک تھی یہ چمن کی ہوا بھی سازش میں
اسی لئے تو یہاں نفرتوں کے خار اُگے

سپریم کورٹ کے چیف جسٹس کے حوالے سے چند اہم خبریں یہ ہیں کہ سب سے پہلے ریٹائرڈ جسٹس فخر الدین جی ابراہیم نے حکومت کی طرف سے اس کیس کی پیروی کرنے سے انکار کیا۔پھر

بہاولپور کے سول جج درجہ اول/جوڈیشل مجسٹریٹ سعید خورشید احمد نے عدلیہ پر لگائی جانے والی ضرب کے خلاف احتجاجاً استعفیٰ دے دیا۔ ۱۹ مارچ تک خبریں آئیں کہ کئی اور ججز نے بھی مستعفی ہونا شروع کر دیا ہے ۔کراچی ایسٹ کے سینیئر سول اور اسسٹنٹ سیشن جج اشرف یار خان، فورتھ سول جج سینٹرل پیر اسد اللہ راشدی، سول جج اور جوڈیشل مجسٹریٹ اللہ بچایو گبول، سینئر سول جج ایسٹ مصطفیٰ صفوی، پنو عاقل کے فرسٹ سول جج راجیش چندر راجپوت، لاہور ہائیکورٹ کے جسٹس جواد ایس خواجہ، جوڈیشل مجسٹریٹ و سول جج شکار پور ارم جہانگیر، سول جج کوٹری جاوید میمن اور ڈپٹی اٹارنی جنرل ناصر سعید شیخ اب تک استعفیٰ دے چکے ہیں۔ اور یہ سلسلہ ابھی جاری ہے۔

جسٹس (ر) عبدالقیوم ملک کو حکومت کی طرف سے کیس کی پیروی کے لئے کہا گیا لیکن انہوں نے بھی انکار کر دیا۔ جسٹس فخر الدین جی ابراہیم اور عبدالقیوم ملک دونوں اس وقت چیف جسٹس کے ساتھ ہونے والے رویے کے خلاف احتجاج کر رہے ہیں۔ اسپیشل پبلک پراسیکیوٹر تونسہ ذوالفقار ملغانی نے بھی چیف جسٹس کے ساتھ ہونے والی زیادتی کے خلاف احتجاجاً استعفیٰ دے دیا ہے۔ مزید عجیب سی خبر یہ ہے کہ ہر فوجی حکمران کی حمایت میں اس کی حکمرانی کے جواز دینے والے رسوائی کی حد تک مشہور شریف الدین پیرزادہ نے اس کیس کی پیروی کرنے سے معذرت کر لی ہے۔ حکومتی کیمپ میں موجود بہت سارے اہم قانون دان خاموش ہیں۔ ان سارے مسائل کا ایک ہی حل ہے، جس طرح متعدد دوسرے سول اداروں میں ریٹائرڈ اور حاضر سروس فوجی افسران کو تعینات کیا گیا ہے اسی طرح تمام عدالتوں میں اعلیٰ فوجی افسران کو جج لگا دیا جائے۔ ''جسٹس میجر جنرل'' اور ''جسٹس لیفٹیننٹ جنرل'' مقرر کرنے کے ساتھ حکومت کے سارے آئینی مسائل دور ہو جائیں گے۔ انصاف کا بول بالا ہو گا۔

ہندوستان کی بار ایسوسی ایشن نے جسٹس افتخار محمد چوہدری کی حمایت کی ہے۔ نیپال کی بار ایسوسی ایشن نے بھی پاکستانی وکلا کے ساتھ اظہار یکجہتی کرتے ہوئے چیف جسٹس کے ساتھ ہونے والے سلوک کی مذمت کی ہے۔ برطانیہ میں وہاں کے ۷۰ بیرسٹروں اور سالیسٹرز نے ایک یادداشت پر دستخط کئے ہیں۔ ان قانون دانوں میں موجودہ پرائم منسٹر ٹونی بلیئر کی اہلیہ شیری بلیئر بھی شامل ہیں۔

۱۷/مارچ کو پنجاب پولیس کے ۱۵ جوانوں نے جیو نیوز کے اسلام آباد آفس پر دھاوا بول دیا۔ دفتر کے اندر توڑ پھوڑ کی۔ سینیئر صحافیوں کی بے عزتی کی، خواتین صحافیوں کے بارے میں نازیبا زبان استعمال کی۔ اس واقعہ کو اس کے پورے پس منظر کے ساتھ دیکھنا چاہیے۔ پہلے جوڈیشل کونسل (جس کی

حیثیت کو چیف جسٹس نے چیلنج کیا ہوا ہے) کی طرف سے فرمان آیا کہ ریفرینس کے حوالے سے میڈیا ٹرائل نہ کیا جائے۔ جب الیکٹرانک میڈیا کے صحافیوں نے بچ بچا کر حقائق بیان کرنے کا سلسلہ جاری رکھا تو ۱۵/مارچ کو پروگرام ''آج کامران خان کے ساتھ'' پر پابندی عائد کر دی گئی۔ ۱۶/مارچ کو کامران خان نے ریفرینس کی سماعت اور ملکی صورتحال کی لائیو کوریج دینا شروع کی تو اسی دن پہلے یہ مناظر دیکھنے میں آتے رہے کہ پولیس ٹی وی والوں کے کیمرے توڑنے کی کوشش کر رہی ہے۔ پھر پنجاب پولیس کے علاقہ راولپنڈی میں ٹی وی چینلز کے بعض صحافیوں کی گرفتاری اور ان پر پولیس تھانوں میں تشدد کی خبریں آئیں اور سہ پہر تک حکومت کے صبر کا پیمانہ لبریز ہو گیا اور پھر جیو نیوز کے دفتر پر دھاوا بول دیا گیا۔

۱۳/مارچ کو چیف جسٹس کے ساتھ جو بدتمیزی کی گئی اور پولیس نے جس طریقے سے انہیں دھکے دیئے، ان کے بالوں سے پکڑ کر انہیں گھسیٹا اور کپڑے تک پھاڑ دیئے گئے، یہ سارے کام فوجی احکامات کے تحت ہوئے تھے۔ ان طریقوں میں فوجی دماغ کی کارفرمائی صاف دکھائی دیتی ہے۔ اس کے برعکس جیو نیوز کے دفتر پر حملہ میں گجرات کے چوہدریوں کا اسٹائل صاف دکھائی دیتا ہے۔ پنجاب کے وزیر اعلیٰ پرویز الٰہی جس انداز میں اس حملہ کی مذمت کر رہے تھے ان کا چہرہ بھی ان کی اصل پریشانی کو ظاہر کر رہا تھا۔ جو واقفان حال جانتے ہیں کہ لاہور میں ڈاکے کی وارداتوں اور پولیس کے رویوں میں کیسی ہم آہنگی پائی جاتی ہے، وہ بخوبی سمجھ سکتے ہیں کہ جیو نیوز پر حملہ کرانے میں صرف پنجاب پولیس شامل نہیں بلکہ اس پولیس کے سرپرست ملوث ہیں۔ ۱۷/مارچ کو لاہور ہائی کورٹ میں وکیلوں پر اسی اسٹائل کا تشدد کیا گیا جیسا ۱۷/مارچ کو راولپنڈی، اسلام آباد میں پنجاب پولیس کے ذریعے کیا جا چکا تھا۔ بلکہ اس میں کچھ ''چوہدریانہ'' اضافے بھی دکھائی دیئے۔ وکلاء کے چیمبرز میں توڑ پھوڑ کی گئی، پولیس کی کارکردگی کے نتیجہ میں ہائی کورٹ کے احاطہ میں کھڑی دو کاریں جل گئیں، متعدد وکلاء کو گرفتار کرنے کے بعد ان پر وحشیانہ تشدد کیا گیا۔ وکلاء پر عمومی حملہ کے دوران ایک طرف پولیس نے ہائیکورٹ کا مین گیٹ بند کر دیا، دوسری طرف سے احاطہ کے اندر محصور وکلاء پر آنسو گیس کی شیلنگ کے ساتھ پتھراؤ بھی کیا گیا۔ اس سارے کھیل کا سلسلہ گوجرانوالہ میں جنرل مشرف کے جلسہ عام سے جوڑ کر دیکھا جائے تو ایسا لگتا ہے کہ پرویز الٰہی نے عوامی ردِعمل کا سیاسی مقابلہ کرنے کے لئے اس جلسے کو خاص رنگ دلایا، یہاں سے انہیں ''ضروری انتظامی (انتقامی)'' کاروائی کرنے کے لئے بلینک چیک دے دیا گیا اور پھر یہ سب کچھ رونما ہونے لگا۔ اسلام آباد، راولپنڈی سے لے کر لاہور تک پنجاب پولیس کی اس ساری ''پولیس گردی'' کی ذمہ داری مکمل

طور پر وزیراعلیٰ پنجاب پرویز الٰہی کے سر پر ہے۔سب انہیں کا کیا دھرا ہے۔جنرل پرویز مشرف اس سازش کو سمجھیں!

جیو کے دفتر پر حملہ کے فوراً بعد جس طرح بین الاقوامی میڈیا نے اس کی خبر نشر کرنا شروع کی ،اس کے نتیجہ میں حکومتی حلقوں میں کھلبلی مچ گئی۔قانون کے وفاقی وزیر جو انگریزی زبان کے ساتھ ساتھ اخلاق و تہذیب سے نابلد ہونے کا ثبوت وائس آف امریکہ کے ایک پروگرام میں دے چکے ہیں۔اور اس کے بعد بھی فخریہ طور پر اپنی بدتہذیبی کو اپنی شناخت کے طور پر پیش کرتے رہے،اس حملہ کے بعد انہوں نے اعلانیہ طور پر معروف صحافی انصار عباسی سے اپنے رویے پر معافی مانگ لی ہے۔وزیراعظم شوکت عزیز نے سہمے ہوئے انداز میں اس حملہ کی مذمت کی ہے۔تاہم اصل خبر یہ ہے کہ جنرل پرویز مشرف نے کہا ہے کہ پریس کی آزادی ان کی ترجیح رہی ہے اس لئے وہ اس حملہ کی مذمت کرتے ہوئے خود جیو والوں سے معافی مانگتے ہیں۔پرانی معاشرتی فلموں میں ایسا ہوتا تھا کہ ساری فلم میں سازشیں اور زیادتیاں چلتی تھیں اور آخر میں سب ایک دوسرے سے معافیاں مانگ رہے ہوتے تھے۔معافیاں مانگنے کا سلسلہ شروع ہوتا تو اندازہ ہو جاتا کہ اب فلم اختتام کے قریب پہنچ گئی ہے۔ہیپی اینڈ (Happy End) سے سارے ناظرین خوش ہو جاتے۔لیکن جنرل پرویز مشرف کے دورِ اقتدار کے اس مرحلہ پر جو معافیاں مانگنے کا سلسلہ شروع ہوا ہے،اس سے یہ تو لگتا ہے کہ اس دور کی فلم ختم ہونے کے قریب ہے لیکن اس بار Happy End کی بجائے بڑے پیمانے پر خونریزی دکھائی دے رہی ہے۔اللہ رحم کرے اور میرا قیاس صرف میرا وہم ثابت ہو۔ میرے خیال میں جو تھوڑی بہت بچت ہو سکتی ہے وہ صرف اسی صورت میں ہو سکتی ہے کہ فوری طور پر اپوزیشن کے مشورے کے ساتھ عبوری حکومت قائم کی جائے ،شوکت عزیز اور سلمان شاہ و دیگر کے خلاف اسٹیل مل میگا کرپشن اور اسٹاک ایکسچینج کے بحران کی سازش کا مقدمہ درج کر کے کاروائی شروع کی جائے ۔چوہدری شجاعت حسین اور پرویز الٰہی کی فائلیں کھولی جائیں اور انہیں انصاف کے کٹہرے میں لایا جائے۔موجودہ حکومت میں شامل سارے نیب زدگان کے خلاف مقدمات کو لٹکانے کی بجائے فیصلہ کن مرحلہ میں لایا جائے۔اور جن خاندانوں کے بھی کروڑوں کے قرضے معاف کئے گئے ہیں،ان کی اور ان کی اولادوں کی جائیدادیں نیلام کر کے انہیں خزانے میں واپس لایا جائے۔جو کسی قانونی موشگافی سے ایسا نہیں ہونے دیتے ان سب کو سی کلاس جیلوں میں بند کیا جائے۔ایسے اقدامات کے دوش بدوش پھر بے شک چیف جسٹس کے خلاف ریفرینس کو بھی قانونی طریقے سے نمٹایا جائے۔ایسے چند اہم اقدامات کے

نتیجہ میں ہی جنرل پرویز مشرف اپنی گرتی ہوئی ساکھ کو سنبھالا دے سکتے ہیں، ورنہ وہ خود بھی مذکورہ سارے کرپٹ عناصر کے ساتھ ان کے سرپرست کے طور پر تاریخ کی لپیٹ میں آجائیں گے۔وقت شاید بہت کم رہ گیا ہے۔

۱۹/مارچ کو جنرل پرویز مشرف جیو ٹی وی کے پروگرام ''آج کامران خان کے ساتھ''میں جلوہ گر ہوئے۔اس پروگرام کو پہلے بین کر دیا گیا تھا لیکن اب بین اُٹھا لیا گیا ہے اور پابندی ختم ہونے کے بعد یہ پہلا پروگرام تھا۔ یہ پروگرام معمول کے ایک گھنٹہ کی بجائے دو گھنٹے تک جاری رہا۔کامران خان نے بیشتر اہم سوال پوچھ لئے اور جنرل پرویز مشرف نے بڑی حد تک اپنی پہلی والی صاف گوئی کو بروئے کار لاتے ہوئے ان کے جواب دیئے۔بے شک جنرل پرویز مشرف قوم کے ساتھ اسی طرح کھل کر بات کرتے رہتے تو انہیں آج یہ دن نہ دیکھنا پڑتے۔ان کی صاف صاف باتیں کرنا قوم کو ہمیشہ اچھا لگتا تھا لیکن درمیان میں وہ بہت زیادہ ''سیاستدان''بن گئے تھے جس کا نتیجہ بھی اب ان کے سامنے ہے۔انٹرویو میں جنرل پرویز مشرف کی بعض صاف صاف باتوں کے باوجود ان باتوں سے کچھ اور سوال پیدا ہوتے ہیں۔

یہ اچھی بات ہے کہ صدر نے اعتراف کر لیا ہے کہ چیف جسٹس کے خلاف ریفرینس بھیجنے کے بعد حکومت سے مس ہینڈلنگ ہوئی ہے۔ریفرینس کی کہانی کا آغاز ہی مس ہینڈلنگ سے ہوا ہے۔چیف جسٹس کی خواہش پر(اس کی دوسری طرف سے تصدیق ہونا باقی ہے)انہیں صدارتی کیمپ(آرمی ہاؤس)میں بلایا گیا تھا۔صدر کے بقول دو تین ہفتے پہلے بھی چیف جسٹس اپنی اہلیہ کے ساتھ اسی طرح ملنے کے لئے آئے تھے۔ریفرینس والے دن پہلے صدر نے ان سے ملاقات کی بعد میں وزیراعظم شوکت عزیز بھی آگئے ۔اس روداد پر سوال پیدا ہوتے ہیں کہ کیا دو تین ہفتے پہلے والی ملاقات کی ویڈیو بھی ٹی وی چینلز کو جاری کی گئی تھی؟۔اگر وہ ویڈیو جاری نہیں کی گئی تھی تو اس بار ملاقات کی ویڈیو کو جاری کرنے کی ضرورت کیوں پیش آئی ؟اگر ویڈیو جاری کرنا ہی تھی تو وزیراعظم کی آمد کے بعد ان سمیت ویڈیو بنا کر جاری کی جاتی ۔تب شاید کسی حد تک کم ردِعمل ظاہر ہوتا۔فوجی لباس میں ملبوس ہونے کا جواز بھی اطمینان بخش نہیں ہے۔معقول جواز اور چالاکی دکھانے میں فرق ہوتا ہے۔جنرل صاحب معقول جواز پیش نہیں کر سکے۔

صدر نے چیف جسٹس کو پانچ گھنٹے تک فوج کی حراست میں رکھنے کی تردید کرتے ہوئے کچھ وقت کا شمار کیا کہ اتنی دیر اس طرح بات ہوئی، پھر میں اور وزیراعظم جمعہ نماز پڑھنے چلے گئے اور چیف جسٹس

فوجی سٹاف کے ساتھ وہاں ریفرینس پر غور کرتے رہے۔اس پر بھی پوری صفائی نہیں ہوئی۔ چیف جسٹس کا یہ بیان شروع میں ہی سامنے آ گیا تھا کہ انہیں بلا کر ایک گھنٹہ سے بھی زیادہ دیر تک انتظار کرایا گیا، یہ مصروفیت نہیں بلکہ ہتک آمیز رویہ تھا۔اگر صدر اور وزیر اعظم جمعہ نماز پر جارہے تھے تو چیف جسٹس کو جمعہ نماز پڑھنے کے لئے کیوں نہیں جانے دیا گیا؟۔حقیقت یہی ہے کہ عملاً چیف جسٹس کو حراست میں رکھا گیا تھا۔۱۷/مارچ تک ان کے گھر پر ان کو پورے اہلِ خانہ سمیت نظر بند رکھا گیا۔اس دوران جن گنے چنے لوگوں سے ملاقاتیں کرائی گئیں وہ اوپر کی منظوری سے کرائی گئیں۔ پوری قوم بلکہ پوری دنیا یہ نظر بندی دیکھ رہی تھی۔سو یہاں بھی مس ہینڈلنگ ہوئی تھی۔

جنرل پرویز مشرف نے ایک بات یہ کہی کہ ریفرینس وزیر اعظم کی طرف سے آئی ہوئی تھی۔ قوم کی طرف سے یہ میری ذمہ داری تھی کہ دستور کے مطابق کاروائی کی جائے۔بالکل درست بات ہے۔آپ قوم کی ساری امانتوں کے امین ہیں۔آپ کو جہاں بھی قوم کی امانت میں خیانت ہوتی دکھائی دے وہاں لازماً کاروائی کریں۔لیکن پہلے اپنے اردگرد کے سارے کرپٹ سیاستدانوں کو تو دیکھ لیں۔پھر کیا آپ نے اسٹیل مل میگا کرپشن کے مرکزی کرداروں کے خلاف کاروائی کی؟ وہ تو ابھی تک اعلیٰ کرسیوں پر فائز ہیں اور انہیں کے دکھ کے مداوا کے لئے چیف جسٹس کے خلاف کاروائی کروائی گئی ہے۔یہ ہے وہ اصل سازش جس کا حقیقتاً آپ شکار ہوئے ہیں لیکن ابھی تک آپ اس کا ادراک نہیں کر رہے ہیں۔وزیر اعظم اور ان کے اقتصادی مشیر اعظم کو چھوڑیں، سندھ کے وزیر اعلیٰ ارباب غلام رحیم کے خلاف حکومت ہی کے ایک اہم فرد امتیاز شیخ نے جو گھناؤنے اور ہولناک الزام لگائے تھے، ان کے حوالے سے آپ نے اپنی ذمہ داری کہاں پوری کی؟ قوم سے کروڑوں اور اربوں کے قرضے لے کر معاف کرا لینے والوں سے آپ نے ساری رقوم نکلوانے کا دعویٰ کیا تھا لیکن وہ رقوم کیا نکلتیں، اُلٹا آپ کے عہدِ بابرکت میں انہیں لٹیروں کو مزید قرضے دے کر وہ قرضے بھی معاف کر دیئے گئے۔سو آپ کو صرف یہی ایک ذمہ داری یاد رہی اور وہ بھی اس وزیر اعظم کی طرف سے بھیجے ہوئے ریفرینس کی ذمہ داری جو اسٹیل مل میگا کرپشن میں براہ راست ملوث تھے۔

جب تک صدارتی ریفرینس پوری طرح سامنے نہیں آتا اس حوالے سے کچھ کہنا قبل از وقت ہے لیکن ایک بات جو سندھ کے وزیر اعلیٰ ارباب غلام رحیم نے اعلانیہ کہی تھی کہ چیف جسٹس نے سندھ کے وزیر اعلیٰ پر دباؤ ڈال کر ان سے ذاتی استعمال کے لئے سرکاری ہیلی کاپٹر لیا تھا۔اب انہیں وزیر اعلیٰ سندھ

کے بارے میں یہ انکشاف ہوا ہے کہ انہوں نے ایک ہندوستانی خاتون سارہ سنگھ کو سرکاری ہیلی کاپٹر ان کے ذاتی تصرف میں دیا۔مذکورہ خاتون جنوری اور فروری ۲۰۰۷ء میں اس ہیلی کاپٹر کے ذریعے عمر کوٹ، لاڑکانہ، تھرپارکر، حیدرآباد، خیرپور اور دیگر مقامات سندھ میں گھومتی رہیں۔اب یہ عجیب تماشہ ہے کہ جنرل پرویز مشرف کے وزیر اعلیٰ سندھ اس بات پر تو اعتراض کرتے ہیں کہ چیف جسٹس نے ان سے سرکاری ہیلی کاپٹر لینے کے لئے دباؤ ڈالا تھا لیکن یہ پتہ نہیں چلتا کہ ایک ہندوستانی خاتون کو انہوں نے سرکاری ہیلی کاپٹر کیوں دے دیا؟

جنرل پرویز مشرف کا یہ بیان بھی حیران کن ہے کہ جس انسپکٹر کی قیادت میں جیو کے اسلام آباد آفس پر حملہ ہوا تھا وہ انسپکٹر خالد محمود پراسرار طور پر غائب ہے۔اور ان کے انٹرویو سے اگلے روز انسپکٹر کو تلاش کر لیا گیا۔ مجھے اس شبہ کے اظہار میں کوئی تامل نہیں کہ مذکورہ انسپکٹر کو یا تو خفیہ ایجنسیوں نے اپنی تحویل میں لے رکھا تھا، یا پھر پرویز الٰہی انہیں وہ بیان سمجھا رہے تھے جو بدلے ہوئے منظر نامہ میں انہیں دینا ہے۔کیونکہ اس حملہ کے پیچھے ان دو کے علاوہ کوئی اور تیسرا نہیں ہو سکتا۔

پہلی پیشی پر چیف جسٹس کے وکیل اعتزاز احسن نے جوڈیشل کونسل سے درخواست کی تھی کہ اگلی پیشی ۲۶ مارچ کی رکھی جائے۔لیکن جوڈیشل کونسل نے ۲۱/مارچ کی تاریخ دے دی۔اب آج ۲۱/مارچ کو جب سہ پہر ۳ بجے جوڈیشل کونسل میں حاضری ہونا تھی، جوڈیشل کونسل کی طرف سے کہا گیا ہے کہ چیف جسٹس کی درخواست پر ۲۱/مارچ کی پیشی کو ملتوی کر کے ۳/اپریل کی تاریخ مقرر کی گئی ہے۔جبکہ چیف جسٹس سے ملاقات کے بعد اعتزاز احسن نے کہا ہے کہ یہ بالکل جھوٹ ہے کہ چیف جسٹس نے یا ان کے کسی وکیل نے تاریخ کے التوا کی کوئی درخواست کی ہے۔

لگتا ہے جوڈیشل کونسل کو اوپر سے کوئی حکم ملا ہے اور حکم بھی ایسا کہ جوڈیشل کونسل کے جملہ اراکین جمع بھی نہیں ہوئے اور ان کی طرف سے التوا کا حکم نامہ جاری کر دیا گیا۔جنرل پرویز مشرف اپنے گھاگ قسم کے قانون دانوں کی سازش کا بھی شکار ہونے لگے ہیں۔تاہم میرا خیال ہے کہ انہوں نے ایک ٹی وی چینل پر لاہور کے ممتاز صحافی نجم سیٹھی کا بیان سنا اور اسی پر عمل کر دیا۔نجم سیٹھی نے کہا تھا کہ اگر حکومت چیف جسٹس کے کیس کو لمبا کر دے (قانونی کاروائی کے ذریعے فیصلہ کرنے میں تاخیر کر دی جائے) تو یہ تحریک ختم ہو جائے گی۔ہو سکتا ہے نجم سیٹھی کا تجزیہ ان کی نظر میں بجا ہو لیکن یہ صائب نہیں ہے اور اس پر عمل کر کے جنرل پرویز مشرف مزید مشکلات میں گھر جائیں گے۔بعد میں اسے مس ہینڈلنگ کہنے سے

بات نہیں بنے گی۔جن مظاہروں کو روکنے کے لئے یہ چال چلی گئی ہے،اس چال سے ان مظاہروں میں مزید شدت آئے گی۔اور وکلا کو کئی اطراف سے اخلاقی اور قانونی حمایت ملتی جائے گی۔

چیف جسٹس کے مسئلہ کے حوالے سے اب تک کی تازہ ترین پیش رفت یہ ہے کہ جسٹس محمد افتخار چوہدری کے بعد سینئر ترین جج ،جسٹس رانا بھگوان داس آج دہلی سے کراچی پہنچ گئے ہیں۔چیف جسٹس کے خلاف کاروائی سے پہلے جسٹس رانا بھگوان داس دھارمک یاترا کی غرض سے چھٹی لے کر ہندوستان چلے گئے تھے۔اور وہاں مختلف مقامات پر بغیر کسی پروٹوکول کے عام یاتری کی طرح زیارات اور پوجا پاٹ میں مشغول تھے۔آج ان کی دہلی سے واپسی کی فلائیٹ تھی۔ان کا جہاز کراچی میں اترنے سے پہلے بار بار یہ خبر دی جا رہی تھی کہ کراچی سے اگلی فلائیٹ لے کر وہ اسلام آباد روانہ ہو جائیں گے جہاں وہ قائم مقام چیف جسٹس آف سپریم کورٹ کا حلف اُٹھائیں گے۔لیکن کراچی ائرپورٹ سے وہ سیدھے اپنے گھر چلے گئے ہیں اور ان سے منسوب یہ بیان گردش کر رہا ہے کہ وہ اگلے دو تین روز میں قائم مقام چیف جسٹس کا حلف اُٹھانے کے بارے میں فیصلہ کریں گے۔اگر انہوں نے حلف اُٹھانے سے انکار کر دیا تو عدلیہ کا حالیہ بحران مزید شدت اختیار کر جائے گا۔

فوجی حکمرانوں نے ۱۹۸۰ء کے زمانے سے امریکی مقاصد کی تکمیل کے لئے ''جہاد'' کے نام پر قوم کی راہ میں جو کانٹے بچھانے شروع کئے تھے،وہ کانٹے اب پلکوں سے چننے پڑ رہے ہیں۔ماضی میں فوج ،ایجنسیوں اور مخصوص مکتبہ فکر کے علماء نے مجاہدین تیار کئے تھے۔اب وہ مجاہدین،وہ مذہبی انتہا پسند پاکستان میں بھی طالبان جیسا اسلام لانا چاہ رہے ہیں۔وہ کچھ عرصہ سے پاکستان کے شہروں میں حجاموں،سی ڈیز شاپس اور ویڈیو والوں کو وارننگ دے رہے تھے،انہوں نے اب مزید کاروائی شروع کر دی ہے۔مردان میں ویڈیو،سی ڈی کی ایک دوکان کو بم دھماکے سے اُڑا دیا گیا اور اس کے چوکیدار کو بھی قتل کر دیا گیا ہے۔پشاور میں کوہاٹ روڈ پر ویڈیو مارکیٹ میں بم دھماکے سے پانچ دوکانوں کو شدید نقصان ہوا اور وہاں کا چوکیدار شدید زخمی ہو گیا۔۲۰/مارچ کو جیو کے ایک ٹاک شو میں اسفندیار ولی خاں بتا رہے تھے کہ صوبہ سرحد کے کوہاٹ کے قریب کے ایک شہر میں متعدد گرلز اسکولز کو مذہبی انتہا پسندوں نے دھماکوں سے اُڑا دیا ہے اور حکومت خاموشی سے سب کچھ دیکھ رہی ہے۔کل تک سب تردید کرتے تھے کہ قبائلی علاقوں میں کوئی غیر ملکی نہیں ہیں،آج مسلسل خبریں آ رہی ہیں کہ مختلف قبائلی علاقوں کے قبائلیوں کے ساتھ غیر ملکیوں کے تصادم ہو رہے ہیں۔گویا غیر ملکی جنگجو نہ صرف موجود ہیں بلکہ اتنی تعداد اور طاقت کے ساتھ

موجود ہیں کہ خود اپنے میزبانوں پر بھی حملہ آور ہو گئے ہیں۔

ایسی فضا میں آج ہی اقوام متحدہ کے جنرل سیکریٹری بین کی مون کا بیان آیا ہے کہ افغانستان میں خودکش بمبار پاکستان سے آ رہے ہیں۔اب آپ لاکھ کہیں کہ ایسے حملے روکنا صرف ہماری ذمہ داری نہیں ہے،افغان حکومت،امریکی اور نیٹو افواج کی بھی ذمہ داری ہے،لیکن جب آپ کے اپنے قبائلی علاقوں کا طوفان آپ کے شہروں سے ہوتا ہوا اسلام آباد کو بھی چھو رہا ہے تو ایسی صورت میں زمینی حقائق خود آپ کی کمزوریوں کی نشاندہی کر رہے ہیں۔

وہ کہ نازاں رہے جن باتوں پہ،اب دیکھ بھی لیں
آ گئے وقت انہیں باتوں پہ پچھتانے کے

۲۱/مارچ ۲۰۰۷ء

اِدھر اُدھر سے : ۱۱

انڈیا اور پاکستان کے درمیان دوستی کا سفر کئی رکاوٹوں کے باوجود کسی نہ کسی طرح جاری ہے۔ پورے خطے میں امن وخوشحالی چاہنے والے، ان دونوں ایٹمی ممالک کی دوستی میں ہی امن وخوشحالی کو ممکن دیکھتے ہیں۔ سیاسی اور سفارتی سطح پر آنے والے نشیب وفراز سے دونوں طرف کی مقتدر قوتیں مناسب طریقے سے نمٹ رہی ہیں تاہم آج یہاں ایک گلہ بھارتی الیکٹرانک میڈیا کے حوالے سے کرنے کو جی چاہ رہا ہے۔ سمجھوتہ ایکسپریس کے سانحہ کے سلسلہ میں ایک سابقہ کالم میں لکھ چکا ہوں کہ اس موقعہ پر بھارتی میڈیا کا کردار تکلیف دہ حد تک پاکستان مخالف اور منفی رہا۔ پاکستانی مسافر زندہ جلا دیئے گئے اور شرمناک حد تک سانحہ کا الزام بھی پاکستانی گروپوں پر عائد کرنے کا پروپیگنڈہ شروع کر دیا گیا۔ اور تو اور اشتعال انگیزی کے طور پر یہ خبریں بھی دی گئیں کہ زندہ جل جانے والوں میں زیادہ تعداد ہندوستانیوں کی ہے جو بعد میں بالکل جھوٹ ثابت ہوئیں۔ میں نے پہلے بھی لکھا تھا اس سانحہ کے حوالے سے بھارتی حکومت ابھی تک اپنی ذمہ داریوں کو پورا نہیں کر سکی۔ نہ تو مسافروں کی پوری لسٹ پاکستان کو فراہم کی گئی ہے، نہ پاکستان کو تحقیق کے کسی مرحلہ میں شامل کیا گیا ہے اور نہ ہی ابھی تک کوئی ایسی قابلِ ذکر پیش رفت ہوئی ہے جو پاکستان کو بتائی جا سکے۔ اس تمام صورتحال کے ساتھ افسوسناک صورتحال یہ ہے کہ تا حال کسی انتہا پسند ہندو تنظیم کو اس معاملہ میں معمولی سے شک کی نگاہ سے بھی نہیں دیکھا گیا۔ میرے نزدیک اس سانحہ کے حوالے سے پاکستان کے انتہا پسند مذہبی گروپوں کے امکان کو بھی نظر انداز نہیں کرنا چاہئے لیکن اسی طرح انڈیا کے ہندو انتہا پسند گروپوں کو بھی گہرے شک کی نگاہ سے دیکھنا چاہئے۔ پاکستان کی خفیہ ایجنسیوں پر شک کی گنجائش ہے تو خود انڈیا کی خفیہ ایجنسیوں کو بھی شک سے بالا نہیں سمجھا جانا چاہئے۔ اس طرح سارے امکانات کو سامنے رکھ کر تفتیش ہونا چاہئے۔

یہ روداد دہرانے کی نوبت اس لئے آئی کہ ورلڈ کپ کرکٹ میں پاکستان کی شکست پر انڈیا کے مقبول الیکٹرانک میڈیا نے بے حد منفی رویہ اپنائے رکھا۔ بے شک پاکستانی ٹیم نے بری کارکردگی کا

مظاہرہ کیا۔ لیکن اس کے لئے ''شرم سے ڈوب مرنے'' جیسے الفاظ کہنے والوں کو سنجیدگی سے سوچنا چاہئے۔ کیا بعد میں جب انڈیا کی ٹیم نے پاکستان سے بھی زیادہ بری کارکردگی کا مظاہرہ کیا تو پھر ''شرم سے ڈوب مرنے'' کا مشورہ دینے والوں کو خود بھی اپنے مشورے پر عمل کرنے کی ضرورت محسوس ہوئی یا نہیں؟۔۔۔۔۔کھیل کو کھیل ہی رہنے دینا چاہئے۔ دونوں ممالک میں کھیل کے ارباب اختیار کی زیادہ با اختیار بننے کی خواہش نے ہمیشہ کھیل کی کارکردگی کو نقصان پہنچایا ہے۔ تاہم ایک بات دونوں ممالک کے کھلاڑیوں اور عوام میں بڑی مشترک ہے۔ ہاکی ہو یا کرکٹ دونوں گیمز میں جب دونوں ممالک اچھا کھیلتے تھے تب عام طور ایک دو نمبر کے فرق سے آگے پیچھے ہوتے تھے۔ اسی طرح جب دونوں نے برا کھیلنا شروع کیا تو آخری نمبر پر بھی ایک دوسرے کے ساتھ ساتھ ہی ہیں۔ گویا اچھے اور برے کھیل میں دونوں ایک دوسرے کے قریب قریب ہیں۔ یہ بیک وقت دونوں کا لاگ بھی ہے اور لگاؤ بھی۔ دونوں ممالک کے عوام جیت پر اپنے کھلاڑیوں کو سر آنکھوں پر بٹھاتے ہیں اور بری ہار کے نتیجہ میں ان کا جو حشر ہوتا ہے وہ اس وقت سب کے سامنے ہے۔ تفصیل بیان کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ رویوں کے اس مشترکہ تعلق سے ایک دوسرے سے مزید قریب ہوا جا سکتا ہے لیکن افسوس انڈیا کا مقبول الیکٹرانک میڈیا منفی پروپیگنڈہ میں بہت آگے جانے لگا ہے۔ پاکستانی کوچ باب وولمر کی موت یا قتل کا معاملہ پاکستان کی اپ سیٹ ٹیم کے لئے مزید تکلیف دہ ثابت ہوا۔ اس پر بھارتی میڈیا نے جس طرح کا پروپیگنڈہ شروع کر دیا اور جس طرح قتل کے الزام کی تفتیش کا رُخ پاکستانی ٹیم پر فوکس کر دیا وہ حیران کن بھی تھا اور افسوسناک بھی۔ اس طرح کے نامناسب پروپیگنڈہ سے خود ایسے چینلز کی حیثیت خراب ہوگی۔

جن دوستوں نے ہند پاک تعلقات کے حوالے سے میری ساری تحریریں پڑھ رکھی ہیں وہ بخوبی جانتے ہیں کہ میں دونوں ممالک کی دوستی کو صرف دوستی کی حد تک نہیں دیکھنا چاہتا بلکہ سارک ممالک کو یورپی یونین کی طرح سارک یونین بنتے دیکھنا چاہتا ہوں۔ لیکن بھارت کے جس میڈیا کا میں ذکر کر رہا ہوں، ان کی منفی اور نامناسب پروپیگنڈہ کی روش تبدیل نہ ہوئی تو میری یہ بات نوٹ کر لیں کہ جنوبی ایشیا کا پورا خطہ کسی بھی معمولی لغزش کے باعث بہت بڑی تباہی کی لپیٹ میں آ سکتا ہے اور اس کی ذمہ داری سیاستدانوں اور ڈپلومیٹس سے زیادہ اس قسم کے میڈیا پر ہوگی جو محبت کو فروغ دینے کی بجائے وار کرنے کا کوئی موقعہ ہاتھ سے جانے نہیں دے رہا اور اس کے لئے اس حد تک جھوٹ بولنے لگا ہے کہ شرم سے سر جھک جاتا ہے۔ میڈیا کی آزادی کا مطلب سفید جھوٹ بولنے کی آزادی نہیں ہے۔

ایران سے پاکستان کے راستے انڈیا تک گیس پائپ لائن منصوبے کوشروع ہونے سے پہلے ہی امریکی مخالفت کا سامنا ہے۔اصولاً یہ منصوبہ ایران، پاکستان اور انڈیا تینوں کے مفاد میں ہے۔امریکہ کواس میں دخل اندازی کی ضرورت نہیں ہے۔لیکن ایران پر امریکہ کے متوقع حملے کے خطرے کے باعث شاید امریکہ اس منصوبہ کی مخالفت کررہا ہے۔اب بھارت کے وزیر خارجہ پرنب مکر جی نے بیان دیا ہے کہ امریکی اعتراضات کے باوجود ایران، پاکستان، انڈیا گیس پائپ لائن منصوبہ مکمل کیا جائے گا۔یہ اعلان خوش آئند ہے۔اس پر عمل شروع ہوگیا تو یہ بجائے خود انڈو پاک کے درمیان امن کی ایک ضمانت بن جائے گا۔اس لئے خوشی ہوگی کہ اس منصوبہ کو جلد فائنل کیا جائے اور پھر اس پر عملدر آمد شروع کر کے اسے مکمل بھی کیا جائے۔ایسا ہو جائے تو سارک یونین کو ایران اور افغانستان اور بعض دوسری ملحقہ ریاستوں تک بھی توسیع دی جاسکے گی۔

ہم اچھا وقت نہیں لا سکے نئی نسلو!
مگر تمہارے لئے اچھے خواب لے آئے

پاکستان کے چیف جسٹس سپریم کورٹ افتخار محمد چوہدری کے خلاف دائر صدارتی ریفرنس کا بحران جاری ہے۔اس دوران جو نئی تبدیلیاں سامنے آئی ہیں وہ کچھ یوں ہیں۔

سپریم کورٹ کے سینئر ترین جج رانا بھگوان داس ہندوستان یاترا کے بعد پاکستان پہنچ گئے اور انہوں نے قائم مقام چیف جسٹس کا حلف بھی اُٹھا لیا ہے۔بعض مولویوں نے ان کے حلف اُٹھانے پر اعتراض کیا ہے جبکہ اس سے پہلے جنرل یحییٰ خان کے دورِ حکومت میں ایک مسیحی جسٹس کارنیلیس بھی سپریم کورٹ کے چیف جسٹس رہ چکے ہیں۔ابھی کسی صحافتی حلقے نے اس کی نشاندہی نہیں کی کہ تب جنرل یحییٰ خان جو شریعت کا نظام بنوانا چاہ رہے تھے اس کے لئے ذمہ داری جسٹس کارنیلیس کو سونپی گئی تھی۔ جماعت اسلامی نے ان کی تقرری کو جائز قرار دیا تھا اور ان کے ذریعے شریعت کے نظام یا قوانین کو بنایا جانا، جائز بتایا تھا۔اب بھی جماعت اسلامی نے رانا بھگوان داس کے تقرر پر اعتراض نہیں کیا تاہم بعض دوسرے مولوی حضرات نے مخالفت ضرور کی ہے۔یہاں ایک اور دلچسپ بات بھی بتا دی جائے کہ جمہوری اداروں کی بربادی کے لئے ''نظریۂ ضرورت''قسم کے جتنے فیصلے بھی کئے گئے مسلمان ججوں نے کئے۔جبکہ جمہوری اداروں کی بحالی کے کم از کم دو سابقہ فیصلے دونوں غیر مسلم ججوں نے کئے تھے اور اب بھی عوام کو جسٹس رانا بھگوان داس سے بڑی امیدیں وابستہ ہیں۔اللہ کے بندوں کی نظریں اب بھگوان کے

ایک داس پر لگی ہوئی ہیں۔

دیکھئے پاتے ہیں عشاق بتوں سے کیا فیض
اک نجومی نے کہا ہے کہ یہ سال اچھا ہے

۲۶/مارچ کو اے آر ڈی کے زیر اہتمام ملک بھر میں عدلیہ کی حمایت میں مظاہرے کئے گئے۔ان مظاہروں کی مجموعی کارکردگی مایوس کن رہی۔دوسری اپوزیشن جماعتوں کی از خود حمایت کے باوجود بڑے پیمانے کے مظاہرے نہیں ہو سکے۔تاہم یہ کہا جا سکتا ہے کہ ابھی عوام نے انگڑائی لی ہے اور تدریجاً بیداری ہوتی جائے گی۔لیکن یہ بھی حقیقت ہے کہ سیاسی جماعتوں کے بغیر وکلا کا احتجاج زیادہ موثر اور کارگر تھا۔پوری قوم کا دل ان کے ساتھ دھڑک رہا تھا۔اس لئے اگر عدلیہ کے ایشو کو متعلقہ فریقوں پر چھوڑ دیا جائے تو شاید اس سے بہتر نتائج نکل سکیں گے۔وکلا کی جانب سے ہر روز ایک گھنٹے کے لئے احتجاج کی کاروائی جاری ہے۔اس دوران جسٹس افتخار محمد چوہدری کے ساتھ مفاہمت کے لئے مختلف آپشنز پر بات کی افواہیں بھی گردش کرتی رہیں۔۳/اپریل تک کسی نمایاں پیش رفت کی امید کی جا رہی ہے۔اے آر ڈی کے مظاہرہ سے ملک کے عوام کی سیاسی بے حسی کا اندازہ ہوا۔جہاں روٹی کے لالے پڑے ہوں وہاں کہاں کی جمہوریت اور کہاں کا انصاف۔یہی وجہ ہے کہ وہ سارے وزراء جو چیف جسٹس کے ایشو کے وقت حکومت کی حمایت میں کچھ بولنے کی بجائے کہیں کونوں کھدروں میں چھپ گئے تھے،اب وہ بھی باہر نکل آئے ہیں اور اپوزیشن کے مظاہرے کی ناکامی کا اعلان کئے جا رہے ہیں۔خود جنرل پرویز مشرف نے ۲۷ مارچ کو لیاقت باغ راولپنڈی میں ایک جلسہ سے خطاب کیا اور اس میں بتایا کہ عوام نے اپوزیشن کو مسترد کر دیا ہے۔

ایسے بیانات سے اپوزیشن کی لاغری کے ساتھ یہ بھی اندازہ ہوتا ہے کہ ہماری ہر حکومت کی طرح یہ حکومت بھی احتجاج ریکارڈ کرانے والے مظاہروں سے کوئی اثر نہیں لے گی،البتہ جہاں اسے لگے گا کہ یہاں اقتدار کی کرسی کھسک سکتی ہے وہاں سرِ عام معافی مانگنے سے نہیں ہچکچائے گی۔

جنرل مشرف نے ۲۷ مارچ کو لیاقت باغ راولپنڈی میں جو جلسۂ عام منعقد کرایا ہے اس کے اخراجات کے بارے میں بی بی سی نے دلچسپ اعداد وشمار دیئے ہیں۔بی بی سی کے مطابق جلسہ کی تشہیر کے لئے اخبارات میں پانچ کروڑ روپے کے اشتہارات چھپ چکے ہیں۔بہت بڑے ہورڈنگز، بینرز، اسٹیکرز، اور مسلم لیگی جھنڈوں کا خرچہ ایک کروڑ روپے رہا۔حفاظتی انتظامات کے فوجی، نیم فوجی دستوں اور پولیس

کے ہزاروں جوان طلب کئے گئے،ان سب کی نقل وحمل پر ایک کروڑ کا خرچہ ہوا۔جلسے میں لوگوں کی شرکت کو یقینی بنانے کے لئے اس دن پورے ضلع میں سرکاری چھٹی کا اعلان کیا گیا۔اس سے لاکھوں افراد جو پیداواری گھنٹے کام میں نہیں لا سکے ان کا محتاط تخمینہ دس کروڑ روپے لگایا گیا ہے۔لوگوں کو جلسہ گاہ تک لانے کے لئے ایک ہزار روپے سے دو ہزار روپے یومیہ ریٹ تک تین دن پہلے سے ویگنوں اور بسوں کی پکڑ دھکڑ کا سلسلہ شروع کر کے پٹرول کے خرچہ سمیت ایک کروڑ روپے لگ گئے۔یوں مجموعی طور پر اس جلسہ پر اٹھارہ کروڑ روپے کا خرچہ ہوا۔جلسہ کے شرکا کی تعداد پچاس ہزار مان لی جائے تو ایک بندے کو جلسہ گاہ تک لانے کے لئے مجموعی طور پر تین ہزار چھ سو روپے لاگت آئی۔جلسہ کے دورانیہ کو مدنظر رکھا جائے تو یہ جلسہ دس لاکھ روپے فی منٹ میں پڑا۔بی بی سی نے یہ دلچسپ تبصرہ کیا کہ ''اگر صدر مملکت کوئی پیشہ ور سیاستدان ہوتے تو شاید ان کے جلسے پر اتنا پیسہ صرف نہ ہوتا۔یہ ایسے ہی ہے جیسے نئے نئے فلم پروڈیوسر جسے فلم بنانے کو شوق تو ہو لیکن ناتجربہ کاری کے سبب یہ معلوم نہ ہو کہ کتنا پیسہ کس مد میں لگے گا۔ان حالات میں یار لوگ فلم کی ریل ریوائنڈ اور فارورڈ کرنے کا خرچہ بھی اس پر ڈال دیتے ہیں۔''

چلیں اس شو سے یہ تاثر دلانے کی کوشش تو کی گئی ہے کہ جنرل پرویز مشرف کو عوام کی بھاری حمایت حاصل ہے۔حالانکہ حقائق اور ممکنہ خطرات وہی ہیں جو پچھلے کالم میں لکھ چکا ہوں۔

۲۸/مارچ کو چیف جسٹس افتخار محمد چوہدری نے راولپنڈی بار سے خطاب کیا۔اور ملک میں عدلیہ کی انتظامیہ سے علیحدگی کی اہمیت پر زور دیا۔بے شک چیف جسٹس افتخار محمد چوہدری کے ساتھ ہونے والی بدسلوکی کے نتیجہ میں اس وقت وہ ملک میں عدلیہ کی عزت اور افتخار کی علامت بن گئے ہیں۔تاہم پاکستانی قوم کی بدقسمتی دیکھیں کہ ملک میں کرپشن، بددیانتی اور اقربا پروری اتنی زیادہ پھیل گئی ہے کہ قوم کو جو ہیرو ملتا ہے اس کا دامن بھی بیٹے کی ناجائز ترقی سے لے کر ضرورت سے زیادہ کاروں اور ہیلی کا پٹروں کی فرمائش جیسے دھبوں سے پاک نہیں ہے۔قوم کی مجبوری اور ترجیح اب ''بہت اچھا ہیرو'' نہیں بلکہ ''کم برا'' ہیرو ہو گئی ہے۔ایسے میں جسٹس افتخار محمد چوہدری کی کمزوریوں سے صرفِ نظر ہی کیا جانا چاہئے۔اور وہی بات جو پہلے بھی لکھ چکا ہوں کہ جنرل پرویز مشرف اپنے اردگرد کی سیاہ بھینسوں کو نہیں دیکھ رہے اور انہوں نے ایک گائے کو کالی دُم والی ہونے کا طعنہ دے دیا ہے۔

۲۸/مارچ کو ریاض،سعودی عرب میں عرب لیگ کا سربراہی اجلاس شروع ہوا۔اس اجلاس میں پاکستان اور ملائیشیا جیسے غیر عرب مسلمان آبادی والے ممالک کے ساتھ ہندوستان کو بھی دعوت دی گئی

ہے۔پاکستان اور ملائیشیا کے صدور نے خصوصی مہمان کے طور پر شرکت کی جبکہ ہندوستان کے وزیر مملکت برائے خارجہ امور ای احمد بطور مبصر شریک ہوئے۔لیکن پاکستان میں ہوئی ہم خیال اسلامی ملکوں کے وزرائے خارجہ کی کانفرنس کی طرح اس اجلاس میں بھی ایران کو مدعو نہیں کیا گیا نہ خصوصی مہمان کے طور پر ،نہ مبصر کے طور پر۔عرب لیگ کو ایران سے کیا خوف ہے؟اور وہ دانشور جو یہ کہتے نہیں تھکتے کہ مسلمانوں میں کوئی شیعہ،سنی (اصلاً شیعہ وہابی) فساد نہیں ہے،وہ اس سارے تماشے کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟

لیبیا کے صدر کرنل معمر قذافی نے اس کانفرنس میں شرکت سے انکار کرتے ہوئے اسے ایک سازش قرار دیا جو امریکی عزائم کی تکمیل کے لئے رچائی گئی ہے۔ان کے بقول اس کانفرنس کا ایجنڈہ امریکہ کا تیار کردہ ہے۔بہر حال یہ اجلاس بھی نشستند،خوردند،برخاستند ثابت ہوا۔کچھ کچھ عرب نیشنل ازم کی خوشبو بھی پھیلتی محسوس ہوئی۔

اس ہفتہ کے دوران ''حکومت پاکستان کی رٹ ہر حال میں قائم رکھنے'' کے دعووں کی دھجیاں اڑتی دکھائی دیں۔قبائلی علاقوں سے لے کر اسلام آباد تک مذہب کے نام پر غنڈہ گردی اور دہشت گردی ہوتی رہی۔ٹانک کو قبائلی علاقہ کہہ کر کسی حد تک معذوری کا بہانہ بنایا جا سکتا ہے۔حالانکہ وہاں ایک بنک لوٹنے کے ساتھ پانچ دوسرے بنکوں اور متعدد سرکاری عمارتوں کو آگ لگا دی گئی۔سینکڑوں ہلاکتیں ہو چکی ہیں۔پاکستانی طالبان اپنے غیر ملکی ساتھیوں سمیت چار پانچ سو کی تعداد میں دوسرے علاقوں سے آئے اور یہاں تباہی مچا کر چلے گئے۔بعد میں بھی حالات قابو میں نہیں آئے تو حکومت کو کرفیو لگانا پڑ گیا۔قبائلی علاقوں میں غیر ملکی دہشت گردوں کی موجودگی کا ثبوت پوری قوم نے دیکھ لیا۔اور کئی برسوں کی سرکاری تردیدوں کے بعد بھید کھلا کہ کرزئی حکومت اور امریکنوں کا واویلا غلط نہیں تھا۔قبائلی علاقے غیر ملکی دہشت گردوں کی محفوظ پناہ گاہ بنے ہوئے تھے۔

اسلام آباد میں جامعہ حفصہ کی طالبات نے ''طالبانی'' اسلام نافذ کرنے کا عمل ایک لائبریری پر قبضہ کرنے کے ''جہاد'' سے شروع کیا تھا۔اس معاملہ میں حکومت کے نمائندوں نے جس طرح اس مدرسہ والوں کی منت سماجت کی اور جس طرح سے ان کے ناز نخرے اُٹھائے،اس کے نتیجہ میں ان کے حوصلے مزید بلند ہوئے۔اور اب نوبت یہاں تک پہنچ گئی ہے کہ یہ ڈنڈا بردار ''لیڈی طالبان'' اسلام آباد کی ویڈیو شاپس پر جا کر حکم دے رہی ہیں کہ یہ گندہ کاروبار بند کرو۔ایک عورت،اس کی بیٹی، بہو اور چھ ماہ کے بچے کو یہ کہہ کر اغوا کر لیا کہ یہ لوگ گھر پر بدکاری کا اڈہ چلا رہے ہیں۔

جامعہ حفصہ کے مہتمم اس سارے ''نفاذِ اسلام'' کی نگرانی فرما رہے ہیں۔ پولیس نے دو طالبات اور دو طلبہ کو گرفتار کیا تو جواباً جامعہ حفصہ کے مجاہدین نے دو پولیس والوں اور دو پولیس گاڑیوں کو یرغمال بنا لیا۔ مدرسہ کے اندر سے ایک ایف ایم ریڈیو کی نشریات شروع کر دی گئیں۔ حکومت نے پہلے دن سودے بازی کی۔ اپنے پولیس کے بندے چھڑا لئے اور گرفتار شدہ اسلام آبادی طالبان رہا کر دیئے۔ جو عورتیں گناہ کے الزام میں پکڑی گئی تھیں ان کی کوئی پرواہ نہیں کی۔ اس طرح ان ''طالبان'' کو مزید تقویت پہنچائی۔ ۶۸ گھنٹوں کی حراست کے بعد ان عورتوں کو رہائی دلائی جا سکی ہے۔

اب اطلاعات آ رہی ہیں کہ حکومت جامعہ حفصہ پر کوئی بڑی کاروائی کرنے جا رہی ہے، غالباً ۳/اپریل کو چیف جسٹس کی پیشی کے بعد کوئی کاروائی ہو جائے گی۔ لیکن سچی بات یہ ہے کہ حکومت کے اندر ان لوگوں کے کئی حمایتی بیٹھے ہوئے ہیں۔ چوہدری شجاعت اور پرویز الٰہی نے اس سے پہلے جنرل پرویز مشرف کے انتہا پسندی کے خلاف متعدد جرات مندانہ اہم اقدامات پر رکاوٹ پیدا کی اور حیلوں بہانوں سے انہیں یوٹرن لینے پر مجبور کیا۔ طالبان نواز مذہبی عناصر کے ساتھ چوہدری برادران کا تعلق اور ربط کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں ہے۔ شیخ رشید خود ''جہادی کیمپ'' چلاتے رہے ہیں اور ان کی دلی ہمدردیاں اب بھی ان عناصر کے ساتھ ہیں۔ جنرل ضیاع الحق کا بیٹا اعجاز الحق تو خود اپنے باپ کی نشانی ہے۔ مذہبی امور کی وزارت کے ذریعے جامعہ حفصہ کی طالبات کی جو منت سماجت کی گئی تھی اور جس طرح ان کے مطالبات کے آگے گھٹنے ٹیک دیئے تھے، اس کی ذمہ داری سب سے زیادہ اعجاز الحق پر عائد ہوتی ہے۔ وہ تمام مذہبی جماعتیں جو سوویت یونین کے خلاف جنگ کے دوران ''امریکی جہاد'' کے لئے اپنے زیرِ اثر مدارس میں ''مجاہدین'' تیار کرتی رہیں، اور جو اپوزیشن میں ہوتے ہوئے بھی جنرل پرویز مشرف کو ہمیشہ سیاسی تحفظ دیتی رہیں، اس لئے ظاہری مخالفت کے ڈرامہ کے باوجود یہ مذہبی جماعتیں جنرل پرویز مشرف کو بے حد عزیز ہیں۔ جنرل پرویز مشرف ایسے سیاسی عناصر کے اشتراک سے اگر مذہبی انتہا پسندی کا خاتمہ کرنا چاہتے ہیں تو ان کی ذہانت پر شک کرنا چاہئے۔ لیکن اگر وہ واقعتاً ذہین ہیں اور جان بوجھ کر ایسا کروا رہے ہیں تا کہ امریکہ پر اور دوسرے مغربی ممالک پر دباؤ ڈالنے کے لئے ایسے واقعات ہوتے رہیں تو ان کے انجام کی تو خیر ہے، خدا پاکستان کی خیر رکھے۔

وطن کی فکر کر ناداں مصیبت آنے والی ہے
تری بربادیوں کے مشورے ہیں آسمانوں میں

ضلع سوات کی دو تحصیلوں میں ایف ایم ریڈیو کے ذریعے وہاں کے ایک مولانا صاحب فتویٰ جاری کر رہے ہیں کہ پولیو کے ٹیکے لگوانا شرعاً جائز نہیں ہیں۔ ان کے بقول وبائی مرض میں جو مسلمان ہلاک ہوتا ہے، وہ شہید ہوتا ہے۔ اس لئے اگر پولیو وبائی شکل اختیار کر لے تو اس کا شکار ہونے والے شہید کہلائیں گے۔ جبکہ فی الحال یہ مرض وبائی صورت اختیار نہیں کر سکا۔۔۔۔ مولانا صاحب کے اس فرمان کے بعد وہاں کے لوگ پولیو کے حفاظتی ٹیکے لگوانے سے انکار کر رہے ہیں۔

ہمارے اس قسم کے ''ذہنی معذور علماء'' کو اندازہ نہیں ہے کہ پولیو سے ہلاکتیں نہیں ہوتیں بلکہ قوم اپاہج بن جاتی ہے۔ ایسے ذہنی اپاہج لوگوں کے ہاتھوں قوم ذہنی طور پر ہی نہیں جسمانی طور پر بھی اپاہج بن جائے تو پھر کسی کو کیا الزام دیا جائے؟ باقی حکومت پاکستان بہتر جانتی ہوگی کہ یہ ایف ایم ریڈیو قانونی ہے یا غیر قانونی۔

جیو چینل سے ایک پروگرام ''نادیہ خان شو'' پیش کیا جاتا ہے۔ یہ پروگرام خواتین میں کافی مقبول ہے۔ اس کی مقبولیت کا کچھ اندازہ مجھے اس وقت ہوا جب امریکہ میں مقیم میری بہن نے مجھے بتایا کہ وہ اس پروگرام کی ریکارڈنگ کرا لیتی ہیں اور پھر اسے اطمینان سے دیکھتی ہیں۔ جیو چینل کے حالاتِ حاضرہ کے دو پروگرام ''آج کامران خان کے ساتھ'' اور ''کیپٹل ٹاک'' کافی اہم پروگرام ہیں۔ کامران خان اور حامد میر ان پروگراموں کو پیش کرتے ہیں۔ اب معروف تجزیہ نگار ڈاکٹر شاہد مسعود نے بھی ARY چینل کو چھوڑ کر جیو چینل کو جائن کر لیا ہے اور یہاں سے ''میرے مطابق'' پروگرام شروع کیا ہے۔ یہ پروگرام ان کے پرانے چاہنے والوں کی توجہ کا مرکز ہے اور اس میں اب ان کی پہلے جیسی جذباتیت کافی کم ہو گئی ہے۔ چند دن پہلے نادیہ خان شو پر ڈاکٹر شاہد مسعود کو مدعو کیا گیا تھا۔ تب جو ٹیلی فون کالز آ رہی تھیں، ان پر کچھ اچنبھا سا ہوا تھا۔ مثلاً ایک خاتون بتا رہی تھیں کہ وہ، ان کے شوہر اور ان کے بچے سب ڈاکٹر شاہد مسعود کے فین ہیں۔ نادیہ خان کے استفسار پر خاتون نے بتایا کہ ان کے ایک ''فین بچے'' کی عمر چار سال ہے۔ تب مجھے ARY چینل کا ایک لائیو ٹاک شو یاد آیا۔ پی جے میر اس کے کمپئر تھے۔ اس میں دیگر شرکاء کے علاوہ ڈاکٹر شاہد مسعود اور موجودہ وزیر داخلہ آفتاب شیر پاؤ بھی (جلاوطنی کی حالت میں) مدعو تھے۔ اس دوران کسی فرضی نام سے ایک ٹیلی فون کال آئی جس میں آفتاب شیر پاؤ کے بارے میں غیر اخلاقی زبان میں ریمارکس دیئے گئے۔ مجھے چند دن بعد ہی پتہ چل گیا کہ اس کالر کا اصل نام کیا ہے؟ اور اس کا کس سے کیا رشتہ ہے؟ امید ہے آفتاب شیر پاؤ اور ڈاکٹر شاہد مسعود کو بھی تب ہی بخوبی علم ہو گیا ہو گا کہ وہ کال

کرنے والا کون تھا اور کس کے ایما پر ایسا کر رہا تھا۔

اب ۳۰؍مارچ کو نادیہ خان شو میں حامد میر کے ساتھ گفتگو ہوئی۔ حامد میر سے ایک بھول ہوئی ہے، وہ یہاں خود ذکر کرتے کہ وہ ممتاز دانشور وارث میر کے صاحبزادے ہیں۔ اس گفتگو میں ان کے والد کا ذکر آنا چاہئے تھا۔ جوان کی سعادتمندی کا اظہار بھی ہوتا۔ وارث میر نے جنرل ضیاع الحق کے دور میں حق گوئی کی جو روایت قائم کی تھی، ان کے چاہنے والے اسے آج بھی یاد رکھتے ہیں۔ باقی پرنٹ میڈیا میں ان کا جو مقام تھا، حامد میر نے پرنٹ اور الیکٹرانک میڈیا میں یقیناً اپنا ایک الگ اور قابلِ رشک مقام بنایا ہے۔ ان کے نام دو ٹیلی فون کالز ایسی آئیں جن میں کامران خان کے پروگرام اور کیپٹل ٹاک پروگرام کی ایک ساتھ تعریف کی گئی لیکن ڈاکٹر شاہد مسعود کا بالکل ذکر نہیں کیا گیا۔ حالانکہ ڈاکٹر شاہد مسعود کا پروگرام نسبتاً کمزور سہی لیکن اتنا گیا گزرا بھی نہیں کہ جیو کے حالاتِ حاضرہ کے پہلے تین پروگراموں میں اسے شمار نہ کیا جا سکے۔ اپنے تاثرات ریکارڈ پر لانے کے لئے یہ احوال لکھ دیا ہے۔ باقی واللہ اعلم!

مغربی ممالک میں پیدا ہونے والے مسلمان بچوں کے ختنہ کا مسئلہ بھی کبھی کبھار مشکل صورت اختیار کر جاتا ہے۔ یہاں جرمنی میں تو عام طور پر بچے کی پیدائش کے بعد ایک دو ہفتہ کے اندر ہی ختنہ کرا لیا جاتا ہے۔ بچے کی صحت زیادہ کمزور ہو تو ڈاکٹر تین سے چھ ماہ کے لئے ختنہ کو موخر کر دیتے ہیں۔ لیکن ادھر انگلینڈ میں یہ مسئلہ کچھ مشکل ہو رہا ہے۔ چنانچہ وہاں کی ایک مسلم تنظیم ایم سی بی کے ایک وفد نے اسکاٹ لینڈ کے وزیرِ صحت سے ملاقات کی ہے۔ اور انہیں بتایا کہ اسکاٹ لینڈ میں تین سو سے زائد بچے ختنوں کے منتظر ہیں۔ اس لئے کم خرچ کے ساتھ جلد اسے ممکن بنایا جائے۔ وزیرِ صحت نے بتایا کہ نوزائیدہ بچوں کے لئے بے ہوشی کی دوا مضر ہو سکتی ہے، اس لئے طے ہوا ہے کہ بچوں کے ختنے چھ ماہ کی عمر کے بعد کئے جائیں۔ اس موقعہ پر وزیرِ صحت کو بتایا گیا کہ یہودی بچوں کے ختنہ ایک ہفتہ کے بعد کر دیئے جاتے ہیں۔ اس کے جواب میں وزیرِ صحت نے بتایا کہ یہودی کمیونٹی اپنی ذمہ داری پر ایسا کرتی ہے۔ اور اس کے نتیجہ میں حال ہی میں ایک یہودی مذہبی رہنما کے ہاتھوں ختنہ کرانے سے ایک یہودی بچے کی موت واقع ہو گئی ہے۔ وزیرِ صحت نے وعدہ کیا کہ اس سال کے آخر تک ختنہ کے منتظر تمام بچوں کا ختنہ کرا دیا جائے گا اور آئندہ سے ہر بچے کا چھتیس ہفتہ تک ختنہ لازمی کر دیا جائے گا۔

ابراہیمی سلسلہ کے دو بڑے مذاہب یہودیت اور اسلام میں ختنہ کی رسم پر پابندی کے ساتھ عمل کیا

جاتا ہے۔ ہندوستان میں فسادات کے دنوں میں ہندو مسلم کی پہچان کے لئے لوگوں کو ننگا کر کے دیکھا جاتا رہا ہے کہ اس کا ختنہ ہوا ہے یا نہیں؟ اور اس کے مسلمان ہونے، نہ ہونے کی پہچان یہی ختنہ بن گیا ہے۔ اب اقوام متحدہ کی طرف سے ایڈز سے بچاؤ کے حفاظتی پروگرام کے تحت یہ بتایا گیا ہے کہ ختنہ کرانے والوں کو ایچ آئی وی وائرس سے کافی حد تک تحفظ مل سکتا ہے۔ افریقہ میں تین آزمائشی اسکیموں کے نتائج سامنے آنے کے بعد پتہ چلا ہے کہ جن لوگوں کا ختنہ ہوا تھا، وہ 60% کم وائرس کا شکار ہوئے ہیں۔ یہودی اور اسلامی سلسلوں میں ختنہ کی روایت کی ابتدا حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیل علیہم السلام سے ملتی ہے، اسی لئے اسے سنتِ ابراہیمی بھی کہتے ہیں۔ ہو سکتا ہے اسلامی روایات میں بھی اس کا تفصیلی ذکر ہو لیکن میری نظر سے نہیں گزرا۔ البتہ بائبل میں لکھا ہے کہ ختنہ کا حکم ملنے کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کا ختنہ ایک ہی دن کیا گیا۔ تب حضرت ابرہیم علیہ السلام کی عمر ننانوے سال تھی اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کی عمر ۱۳ سال تھی۔

ایران کے خلاف امریکی اور برطانوی سازشوں کا جال پھیلتا جا رہا ہے۔ ابھی ایٹمی مسئلہ نازک مرحلہ میں ہے۔ اقوام متحدہ کی سلامتی کونسل نے ایران کے خلاف مزید پابندیوں کی قرارداد منظور کر لی ہے، جس پر حسبِ توقع ایران نے سخت ردِ عمل ظاہر کیا ہے۔ عرب لیگ کے سربراہ اجلاس میں پاکستان، ملائیشیا اور بھارت کو تو شرکت کا موقعہ دیا گیا لیکن اس وقت امریکی نشانے کی زد میں آئے ہوئے ایران کو مدعو نہیں کیا گیا، جس سے اس اجلاس کی حقیقت بخوبی واضح ہو جاتی ہے۔ اس دوران ایران نے برطانیہ کے ۱۵ سیلرز کو غیر قانونی طور پر ایران کی سمندری حدود میں داخل ہونے پر گرفتار کر لیا۔ ان سیلرز کی گرفتاری سے تناؤ میں مزید اضافہ ہو گیا ہے۔ ایران کا کہنا ہے کہ اس نے اپنی سمندری حدود کی خلاف ورزی پر کاروائی ہے اور برطانیہ اس کا اعتراف کر کے معذرت کر لے تو سیلرز کو رہا کیا جا سکتا ہے۔ یہ بہت ہی صاف اور سیدھی سی بات ہے۔ لیکن جب طاقت کا نشہ سر پر سوار ہو تو اصول اور قانون وغیرہ کو کون دیکھتا ہے۔ برطانیہ بجائے اپنے اقدام پر شرمندہ ہونے کے الٹا دھمکانے پر اتر آیا ہے۔ برطانیہ کا کہنا ہے کہ سیلرز عراقی سمندری حدود میں تھے۔ قیدی سیلرز نے اعتراف کیا ہے کہ وہ ایرانی حدود میں گھسے تھے۔ اب ایران اپنے سیدھے سادہ سے مطالبہ پر قائم ہے لیکن برطانیہ کے ساتھ اب یورپی یونین نے بھی برطانوی موقف کی حمایت کرتے ہوئے ایران کو انتباہ جاری کیا ہے۔ امریکہ کے صدر بش نے بھی دھمکی آمیز بیان جاری کئے ہیں۔ اگر نیت نیک ہوتی تو اس مسئلہ کو ایک معذرت کے ساتھ حل کیا جا سکتا تھا۔ مجھے لگتا ہے کہ

امریکہ اور اسرائیل ایٹمی حوالے سے جو کاروائی کرنے کی تیاری کر رہے تھے، شاید اب وہ سیلرز کی رہائی کے بہانے سے کرنے کی کوشش کی جائے۔

جب دنیا میں طاقت ہی قانون بن جائے تو پھر یہی کچھ ہوتا ہے جو ہو رہا ہے۔ مسلمانوں کو بھی سوچنا چاہئے کہ ان سے کونسی ناانصافیاں ہوئی ہیں جن کی سزا کے طور پر ان پر ایسے لوگ مسلط ہو رہے ہیں جو اپنے ملکوں اور اپنے شہریوں کے لئے ہر قانونی تحفظ فراہم کرتے ہیں۔ ان کی عزتِ نفس کا احترام بھی کرتے ہیں اور ان کی عزتِ نفس کی حفاظت بھی کرتے ہیں لیکن مسلمان ممالک کے معاملہ میں وہ صرف طاقت کی زبان میں بات کرتے ہیں۔ یقیناً مسلمانوں سے کوئی بڑے گناہ سرزد ہوئے ہیں۔ ان کا احساس کرنا اور پھر ان گناہوں کی معافی، تلافی کرنا لازم ہے ورنہ وقت خود ان گناہوں کی تلافی کرے گا اور اس صورت میں مسلمانوں کو اسی طرح کے حالات کا سامنا کرتے رہنا ہوگا جیسے افغانستان اور عراق میں پیش آ چکے ہیں۔ ایران میں پیش آتے دکھائی دے رہے ہیں۔ اور پاکستان کی نوبت بھی شاید قریب آتی جا رہی ہے۔

ایسے تکلیف دہ حالات میں آج یکم اپریل کو یہ کالم مکمل کر رہا ہوں۔ آج عید میلاد النبی ﷺ کا دن ہے۔ میری طرف سے تمام عاشقانِ محمد (ﷺ) کو جشنِ عید میلاد النبی ﷺ کی مبارکباد! اس مبارک موقعہ پر آج کے حالات کی مناسبت سے یہ چند دعائیہ اشعار پیش ہیں۔

دن چڑھا ہے دشمنانِ دیں کا ہم پہ رات ہے
اے مرے سورج نکل باہر کہ میں ہوں بیقرار
یاالٰہی فضل کر اسلام پر اور خود بچا
اس شکستہ ناؤ کے بندوں کی اب سن لے پکار
دیکھ سکتا ہی نہیں میں ضعفِ دینِ مصطفیٰؐ
مجھ کو کر اے میرے سلطاں کامیاب و کامگار

امت کی غلط کاریاں اپنی جگہ۔۔۔۔ جہاں تک آنحضرت ﷺ کی ذاتِ بابرکات کا تعلق ہے آفتاب آمد دلیلِ آفتاب کی طرح ۔۔۔۔ محمدؐ ہست برہانِ محمدؐ!

یکم اپریل ۲۰۰۷ء

اِدھر اُدھر سے : ۱۲

حالیہ دنوں میں پاکستان میں سیاست نے کئی انوکھے رنگ بدلے ہیں۔ جنرل پرویز مشرف کسی نہ کسی طرح پاکستان پیپلز پارٹی کے ساتھ ڈیل کرنا چاہتے ہیں لیکن دونوں طرف بعض معاملات میں ایسی رکاوٹیں ہیں جو دور نہیں ہو پا رہیں۔ قیاس غالب ہے کہ جنرل پرویز مشرف کی کمزور ہوتی ہوئی سیاسی حالت دیکھ کر بے نظیر بھٹو نے اپنی شرائط کچھ سخت کر دی ہیں۔ حکومت کی طرف سے اس دوران کئی دانشمندانہ اقدامات کے ساتھ غیر دانشمندانہ رویے بھی سامنے آتے رہے۔ نیب کا خصوصی سیل جو بے نظیر کو دباؤ میں لانے کے لئے قائم کیا گیا تھا، اسے یکلخت بند کر دیا گیا۔ اس کے انچارج کو کسی اور شعبہ میں بھیج دیا گیا۔ یوں سات برسوں کے دوران موجودہ حکومت نے بینظیر کے خلاف جو کروڑوں روپے بلکہ شاید اربوں روپے کا خرچہ کیا ہے، وہ سب تمام ہوا۔ کوئی ان حکومتی مقتدر شخصیات کا بھی احتساب کرے کہ آپ لوگوں نے گزشتہ سات برسوں میں اتنے پروپیگنڈہ کے باوجود اور اتنی قومی دولت خرچ کرنے کے باوجود کچھ ثابت نہیں کیا اور اب ان مقدمات کے ڈراموں کو بند کر رہے ہیں تو پہلے ہی اس پنگے میں نہ پڑتے کم از کم بچی کھچی قومی دولت تو احتساب کے نام پر مزید برباد نہ ہوتی۔

اسی اثنا میں بے نظیر بھٹو نے اپنی خودنوشت سوانح میں کچھ نئے اضافے کئے ہیں۔ ان اضافوں میں جنرل پرویز مشرف کا ایسا ذکر موجود ہے جس سے ان کی شخصیت کے ایسے منفی پہلو سامنے آتے ہیں جن کی طرف ابھی تک کسی کا دھیان نہیں گیا تھا۔ اس سے ایک تاثر تو یہی لیا جا سکتا ہے کہ دونوں طرف سیاسی معاملات طے نہ پانے کے بعد کشیدگی پیدا ہو گئی ہے۔ تاہم اس سارے دورانیہ میں حکومتی حلقوں کی طرف سے عجیب مضحکہ خیز قسم کا رویہ اختیار کیا گیا۔ پہلے شیخ رشید کی طرف سے بیان آیا کہ پیپلز پارٹی کے ساتھ ڈیل کا معاملہ سیمی فائنل میں پہنچ گیا ہے۔ اگلے دو تین روز میں نتیجہ سامنے آ جائے گا۔ اگلے دو تین روز تک فیصلہ یہ سامنے آیا کہ حکومتی ترجمان محمد علی درانی نے ایک غلط بیانی داغ دی۔ خیال رہے کہ چیف جسٹس کیس میں اوٹ پٹانگ بیانات دینے کی وجہ سے وزیر اطلاعات کو اب وزیر غلط بیانی بھی کہا جاتا ہے

انہوں نے شیخ رشید کے بیان کی تردید کرنے کی بجائے کہا کہ پیپلز پارٹی اپنی ساکھ بچانے کے لئے ڈیل کا پروپیگنڈہ کر رہی ہے۔کوئی وزیر غلط بیانی سے پوچھے کہ بیان تو سرکاری وزیر ریلوے اوران کے پیش رو سابق وزیراطلاعات شیخ رشید نے دیا تھا،اس میں پیپلز پارٹی کی طرف سے پروپیگنڈہ کہاں سے آ گیا؟

اس کے بعد صدارتی ترجمان کو بھی ڈیل کی خبروں کی تردید کرنی پڑی کیونکہ تین دن گزرنے کے بعد بھی بے نظیر بھٹو نے حکومت کو مطلوبہ ریلیف نہیں دیا۔ایک بات طے ہے کہ بے نظیر بھٹو صدر کی وردی پر سمجھوتہ نہیں کریں گی۔وردی تو اب اتر جانی چاہئے۔لیکن اگر بے نظیر نے خدانخواستہ وردی پر سمجھوتہ کرلیا تو شاید اس سے ان کی پارٹی اپنی عوامی مقبولیت کھو بیٹھے۔ابھی تک شدید ترین مشکلات کے باوجود بے نظیر نے اپنے سیاسی پتے بڑی مہارت کے ساتھ کھیلے ہیں۔صدارتی ترجمان کے بیان کے بعد چند دن کے اندر بے نظیر بھٹو نے خود ایک انٹرویو میں یہ بتادیا کہ حکومت کے ساتھ بات چیت ہوتی رہتی ہے لیکن جمہوریت اور وردی ایک ساتھ نہیں چل سکتے۔دیکھیں آگے کیا ہوتا ہے۔اس کھیل میں نواز شریف کا زیادہ موثر کردار دکھائی نہیں دیتا۔اسی لئے وہ کسی حد تک جھلاہٹ کا مظاہرہ کرنے لگے ہیں۔

جنرل پرویز مشرف کی حکومت کا زیادہ انحصار امریکی اور یورپی تائید وحمایت پر ہے اور فی الوقت ایسا لگتا ہے کہ جن پہ تکیہ تھا وہی پتے ہوا دینے لگے۔امریکہ اور یورپ کی طرف سے مسلسل دباؤ ہے کہ اب دھاندلی سے پاک ٹرانسپیرنٹ الیکشن کرائے جائیں۔وردی اتاری جائے۔اب تک جنرل پرویز مشرف بڑے فخر کے ساتھ کہا کرتے تھے کہ ہم دہشت گردی کے خلاف عالمی جنگ میں فرنٹ لائن سٹیٹ اتحادی ہیں۔لیکن اسی دورانیے میں امریکہ،افغانستان اور بعض یورپی ممالک بھی وقفہ وقفہ سے ایسے الزام لگاتے رہے۔

ا۔پاکستان کے قبائلی علاقوں میں غیر ملکی دہشت گرد چھپے ہوئے ہیں۔
۲۔پاکستان کے اہم دینی مدارس میں انتہا پسندوں کو بھرتی کیا جارہا ہے اورانہیں دہشت گردی کی تربیت دی جارہی ہے۔
۳۔ملا عمر اوراسامہ بن لادن پاکستان کے صوبہ بلوچستان میں روپوش ہیں۔
۴۔حکومت کی بعض خفیہ ایجنسیاں درپردہ مذہبی انتہا پسندوں کی سرپرستی کررہی ہیں۔وغیرہ وغیرہ۔

حکومت پاکستان نہایت سختی کے ساتھ ان میں سے ہر الزام کی تردید کرتی رہی۔لیکن اب مسئلہ یہ ہوا کہ پاکستان کے قبائلی علاقوں میں غیر ملکی جنگجوؤں کی موجودگی کھل کر سامنے آ گئی ہے۔دینی مدرسوں

میں انتہا پسندوں اور طالبانوں کی تربیت دیئے جانے کا الزام خود اسلام آباد میں ہی کھل کر سامنے آ گیا ہے،دوسرے مدارس جو پہلے بھی ''مجاہدین'' تیار کرتے رہے ہیں ان کے بارے کسی شک وشبہ کی گنجائش نہیں رہ جاتی کہ وہ بھی ایسی ہی فورسز تیار کررہے ہیں۔اسلام آباد میں اتنی بڑی تعداد میں اور اتنے بڑے لیول پر طالبان اور لیڈی طالبان تیار کئے جاتے رہے۔کیا حکومت کی خفیہ ایجنسیاں واقعی اس سارے عمل سے بے خبر تھیں؟بے خبر تھیں تو نااہلی کی انتہا ہے۔اور باخبر تھیں اور دیدہ دانستہ چشم پوشی کررہی تھیں تو یہ بین الاقوامی الزام سچ ثابت ہوتا ہے کہ حکومت کی بعض ایجنسیاں درپردہ مذہبی انتہا پسندوں کی سرپرستی کررہی ہیں۔یہ ساری صورتحال خاصی گھمبیر اور پریشان کن ہوگئی ہے۔

اسی کا نتیجہ ہے کہ امریکی وزیرخارجہ کنڈولیزا رائس نے کھل کر کہا ہے کہ میں ان معاملات کے لئے جنرل پرویز مشرف کو گاجر اور اسٹک دونوں دے کر کام چلاتی ہوں۔کھلے عام اس بیان کا نتیجہ یہ نکلا کہ جنرل پرویز مشرف نے صاف کہہ دیا کہ اگر انتہا پسندی اور دہشت گردی کے خلاف جنگ میں ہماری کارروائیوں کو شک کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے تو ہمیں اس جنگ سے الگ کر دیا جائے۔امریکی مفادات کے لئے اپنے ملک کو داؤ پر لگا دینے والے ہمارے جرنیل حکمرانوں کی تاریخ بتاتی ہے کہ جب ان کا وقتِ رخصت قریب آتا ہے تو وہ امریکہ کے خلاف اسی طرح بیان دینے لگتے ہیں۔خدا کرے جنرل پرویز مشرف کا وقتِ رخصت ابھی نہ آئے اور وہ اپنی حکومت کے سارے لٹیرے اور کرپٹ ارکان کو احتساب کے کٹہرے میں لاکر اپنے گناہوں کی تلافی کرلیں۔شوکت عزیز سے لے کر چوہدری برادران تک سب کی فائلیں کھولی جائیں اور سب کو قانون کے سامنے جوابدہ کیا جائے۔اپنی بچی کھچی عزت بچانے کا یہ بالکل آخری موقعہ ہے۔ڈر ہے کہ جنرل پرویز مشرف اس موقعہ کو ضائع نہ کربیٹھیں۔بعد میں پچھتانے سے کچھ نہ ہوگا بلکہ جو کچھ رونما ہونے کا خدشہ ہے اس کے نتیجہ میں پچھتاوے کا موقعہ بھی شاید نہ ملے۔

پاکستان کرکٹ ٹیم کے میڈیا منیجر پی جے میر نے کہا ہے کہ پاکستانی کرکٹ ٹیم کی توجہ کھیل سے زیادہ تبلیغ پر رہی تھی۔انہوں نے کہا کہ نماز پڑھنا ہر شخص کا ذاتی فعل ہے لیکن ہماری ٹیم اس عبادت کو تبلیغی انداز میں کرتی رہی۔پی جے میر کے بیان کے بعد مخصوص مذہبی حلقے ان کے پیچھے پڑ گئے ہیں۔انہیں خاصا برا بھلا کہا جارہا ہے۔بعض لوگ تو کسی حد تک مغلوب الغضب ہوکر برا بھلا کہہ رہے ہیں۔اس دوران نذیر ناجی نے اپنے ایک کالم میں محتاط انداز میں لکھنے کے باوجود لکھا ہے کہ اگر کسی جہاز کا پائلٹ دورانِ پرواز اپنا کام چھوڑ کر نماز پڑھنا یا پڑھانا شروع کردے۔کسی عمارت کی آگ بجھاتا ہوا فائر بریگیڈ

کا عملہ اذان کی آواز سن کر آگ بجھانا چھوڑ کر نماز پڑھنا شروع کر دے تو یہ سب کیا ہوگا؟ اس معاملہ میں مجھے نذیر ناجی سے مکمل اتفاق ہے۔

جہاں تک عبادت کا تعلق ہے مومن کی زندگی ہمہ وقت عبادت میں بسر ہوتی ہے۔ پنج وقتہ عبادت تو صرف دنیاداروں کے لئے ہوتی ہے۔ مومن کا ہر قول اور فعل عبادت کے زمرے میں آتا ہے۔ سچ بولنا ،روزانہ معمولاتِ زندگی میں ہر عمل خدا کی رضا اور منشا کے مطابق کرنا۔ جو ذمہ داری سونپی گئی ہو اسے پوری طرح نبھانا۔

ایک اور خبر یہ ہے کہ لاہور کے چڑیا گھر میں تین آوارہ کتے گھس گئے اور وہاں انہوں نے نایاب نسل کے اٹھائیس مور ہلاک کر دیئے۔ ان موروں کی حفاظت پر مامور چوکیدار محمد یونس فجر کی نماز پڑھنے گیا ہوا تھا۔ اس دوران تین آوارہ کتے وہاں آ گئے اور اٹھارہ نیلے مور، چار سولڈر مور، ایک سفید مور کا بچہ سمیت کل اٹھائیس مور ہلاک کر دیئے۔ چوکیدار محمد یونس کو معطل کر دیا گیا ہے اور اسے ٦٦ ہزار روپے کا جرمانہ بھی کر دیا گیا ہے۔ اگر ڈیوٹی کے ساتھ نماز پڑھنے والے ایک غریب چوکیدار کو معطل اور جرمانہ کیا جا سکتا ہے تو بقول پی جے میر تبلیغی کرکٹ ٹیم کے ساتھ کیا کرنا چاہئے؟ ان دونوں خبروں پر مزید کوئی تبصرہ نہیں کروں گا۔ قارئین خود ہی سوچیں!

ایک طرف ''مصلٰی کرکٹ'' کا مسئلہ چل رہا ہے دوسری طرف اسلام آباد میں ''مصلٰی جدو جہد'' کرنے والے لال مسجد اور جامعہ حفصہ کے جو طالبان اور لیڈی طالبان ''مسلح جدو جہد'' پر اتر آئے ہیں، ہر حال میں اپنی رٹ قائم رکھنے کا بلند بانگ دعوٰی کرنے والی حکومت ان کے سامنے گھگھیا رہی ہے۔ ایک رائے یہ ہے کہ حکومت نے خود اس مسئلہ کو بڑھنے دیا ہے تا کہ چیف جسٹس کے ریفرینس والے اشو سے توجہ ہٹ سکے۔ جبکہ دوسری رائے کے مطابق یہ لوگ واقعتاً حکومت کے لئے دردِ سر بن گئے ہیں۔ اور حکومت کو سمجھ نہیں آ رہی کہ اپنے عوام اور اپنی خواتین اور بچوں پر کیسے سختی کرے؟۔ اس حکومتی موقف پر مولانا فضل الرحمٰن نے کہا ہے کہ بلوچستان سے لے کر قبائلی علاقوں تک بمباری کرتے ہوئے حکومت کو نہ قوم کے بچے نظر آتے ہیں اور نہ قوم کی بیٹیاں دکھائی دیتی ہیں لیکن اسلام آباد میں اسلامی شریعت کے نام پر ہونے والی دہشت گردی پر حکومت خاموش تماشائی بنی ہوئی ہے۔ اس معاملہ کو گفتگو کے ذریعے سلجھانے کے لئے ان سیاسی افراد کو استعمال کیا جا رہا ہے جو حقیقتاً ان علماء کے ساتھ ملے ہوئے ہیں۔ اگرچہ اسی مکتب فکر کے دوسرے علماء نے لال مسجد اور جامعہ حفصہ کے طالبان اور لیڈی طالبان کے

اقدامات کو اور از خود شریعت کورٹ لگانے کے اعلان کو رد کیا ہے لیکن یہ حقیقت ہے ایسا اعلان صرف ظاہری بیان بازی ہے۔ کیونکہ دوسرے سانس میں یہی علماء ایسی توجیہات بھی پیش کرنے لگتے ہیں کہ شرعی عدالت کا مطلب ہے دینی مسائل کے سلسلہ میں فتویٰ دینا۔ اسی طرح یہ واویلا بھی شروع کر دیا گیا ہے کہ حکومت ان مدرسوں کی آڑ میں ایک فضا بنا کر دوسرے مدارس یا دینی جماعتوں کے خلاف کوئی بڑا کریک ڈاؤن کرنا چاہتی ہے۔ یہاں شرعی عدالتیں لگانے والے اسلام آبادی علماء سے کوئی نہیں پوچھ رہا کہ جامعہ حفصہ میں تین ہزار سے زائد نوجوان لڑکیاں جو داخل ہیں، وہ کس شرعی قانون کی رُو سے بغیر کسی محرم کے وہاں قیام پذیر ہیں؟ اسلام تو محرم کے بغیر حج ،عمرہ پر جانے کی بھی اجازت نہیں دیتا تو ان نوجوان لڑکیوں کا کسی محرم کے بغیر اس طرح قیام رکھنا اور پھر ہاتھوں میں لمبے اور موٹے ڈنڈے پکڑ کر اور کندھوں پر بندوقیں لٹکا کر سڑکوں، مارکیٹوں اور گھروں میں اسلام نافذ کرنا خود کونسی شرعی حیثیت رکھتا ہے؟

اب اصل حقیقت شاید یہ ہے کہ پاک فوج نے جنرل ضیاع الحق کے دور سے علمائے کرام کو اسی طرح پروان چڑھایا جیسے اندرا گاندھی نے انڈیا کے سنت فتح سنگھ بھنڈرانوالہ کو پروان چڑھایا تھا۔ وہ ایک فرد تھا یہاں ایک خاص مکتب فکر کے علماء اور ان کے سارے طلبہ شامل تھے۔ یہ لوگ امریکی مفاد کے لئے ''جہاد'' کرتے رہے۔ امریکہ و اسرائیل سے اسلحہ، ڈالرز اور ''جہاد'' کی تربیت دینے والے ماہرین اور عرب ممالک سے پیسہ آتا رہا۔ امریکہ، اسرائیل اور عرب ممالک کو بخوبی علم ہے کہ کون کون سے مدرسے ''مجاہدین'' تیار کرتے رہے ہیں۔ اسی لئے حکومت کی ایسی وضاحتوں کو کبھی درخورِ اعتناء نہیں سمجھا گیا کہ کوئی دینی مدرسہ ''دہشت گردوں'' کو تربیت نہیں دے رہا۔ بہر حال اب ان لوگوں کے پاس اسلحہ اور دولت دونوں کے انبار ہیں اور جیسے بھنڈرانوالہ اپنی مربی اندرا گاندھی کا باغی ہو گیا تھا، بھنڈرانوالہ کی طرح یہ لوگ بھی اپنی مربی پاک فوج سے باغی ہو گئے ہیں۔ اگر تو یہ حکومت کی ملی بھگت سے طالبانائزیشن کا ڈرامہ چل رہا ہے تو چیف جسٹس کے اشو کے اختتام کے بعد ہی اسے انجام تک پہنچایا جائے گا لیکن اگر یہ واقعتاً طالبانائزیشن ہے (مجھے ایسا ہی لگتا ہے)، تو پھر اس کا آخری راؤنڈ بھنڈرانوالہ کے انجام سے ملتا جلتا ہونے کا امکان زیادہ ہے۔ ایم کیو ایم کی بھرپور کراچی ریلی کے بعد سرکاری کاروائی شروع ہونے کا امکان بڑھ گیا ہے۔

ذکر اسلام آباد کے دینی مدرسوں کا ہو رہا ہے تو اس مکتب فکر کے دینی مدارس کے علمی معیار کے بارے میں بھی کچھ جان لینا چاہئے۔ یہاں جو نصاب پڑھایا جاتا ہے اسے درسِ نظامی کہا جاتا ہے۔ اسے

لکھنؤ کے مولانا نظام الدین نے مرتب کیا تھا۔ان کی وفات کو ۳۱۲ سال گزر چکے ہیں۔گویا تین صدیوں سے بھی پرانا نصاب اس عہد میں پڑھا کر علم کی روشنی پھیلائی جا رہی ہے۔اس نصاب میں صرف ونحو،علم الکلام،تفسیر،فقہ اور عربی نظم ونثر شامل ہیں۔

تمام علوم میں کتنی بڑی پیش رفت ہو چکی ہے لیکن ان مدارس میں صدیوں پرانی باتیں دہرا کر ایسا علم دیا جا رہا ہے جو ایک اور مولوی تیار کرنے کے علاوہ معاشرے کو اور کچھ نہیں دے سکتا۔علم الہندسہ اور حساب کی وہ کتاب پڑھائی جا رہی ہے جو لگ بھگ آٹھ سو سال پرانی ہے۔مغربی ترقیات کا ذکر ہو تو ہمارے اکثر سادہ دل لوگ کہہ دیتے ہیں کہ مسلمان اسکالرز سے استفادہ کر کے مغرب نے اتنی ترقی کی ہے۔لیکن یہ کوئی نہیں بتاتا کہ ان مسلمان اسکالرز کے ساتھ خود مسلمانوں نے کیا سلوک کیا؟ان کے فرمودات سے استفادہ تو کجا،ان کا جینا تک حرام کر دیا۔ایک ایک کی تفصیل میں گئے بغیر صرف ممتاز ہیئت دان،عالم اور فلسفی ابن رشد کی ایک مثال سے مسلمانوں کی ''علم پروری'' کا احوال بیان کر دیتا ہوں۔ابنِ رشد کو ان کے افکار و خیالات کی وجہ سے ذلیل و رسوا کیا گیا۔قرطبہ کی مسجد کے نمازیوں کے جوتے صاف کرنے کی ذلت آمیز سزا دی گئی۔پھر انہیں جلاوطن کر دیا گیا۔ان کی کتابیں جلانے کے ''ایمان پرور'' مظاہرے کئے گئے۔حقیقتاً اپنے نابغہ کو جلاوطن کر کے مسلمان خود علم کی دنیا سے جلاوطن ہو گئے۔ مسلمانوں نے جسے راندۂ درگاہ قرار دیا اُسے یہودیوں نے سینے سے لگا لیا۔اس کے فرمودات کو سر آنکھوں پر رکھا۔اس کے تراجم مغربی دنیا تک پہنچائے۔ہم اپنے جن عظیم علمی سپوتوں کے ساتھ ایسا ذلت آمیز سلوک کر چکے ہیں،اب انہیں اپنا کہہ کر مغرب پر کونسا احسان جتاتے ہیں۔افسوس یہ ہے کہ علم دشمنی کا عامتہ المسلمین کا رویہ ابھی تک زیادہ تبدیل نہیں ہو سکا۔یہ صرف ایک ابن رشد کی بات نہیں،اپنے ہر جینوئن جینئس کے ساتھ مسلمانوں نے یہی سلوک کیا اور اہلِ مغرب نے انہیں سے سیکھ کر اس دور کی عظیم تر ترقیات تک کا سفر طے کیا اور ہم ہیں کہ ابھی تک صدیوں پرانے نصابوں میں الجھے ہوئے ہیں۔کوئی جدید علوم اور زمانے کی نئی صورتحال کی طرف توجہ دلائے تو اسے اسلام دشمن،یہودیوں کا ایجنٹ وغیرہ کہہ کر سمجھتے ہیں کہ اسلام کی خدمت کا حق ادا ہو گیا۔

اٹھا میں مدرسہ وخانقاہ سے غم ناک

نہ زندگی،نہ حرارت،نہ معرفت،نہ نگاہ

علامہ اقبال نے لگ بھگ سو سال پہلے کے دینی مدارس کے حوالے سے جو کچھ کہا تھا آج ان کی پسماندگی

اس دور سے بھی بڑھ چکی ہے۔یہ تو دینی مدارس کا حال تھا،اب مسلمان ملکوں کی جدید یونیورسٹیوں کے احوال کو بھی ایک نظر دیکھ لیا جائے۔

لگ بھگ ۶۰ مسلمان ملکوں میں یونیورسٹیوں کی کل تعداد پانچ سو چار ہے۔جبکہ صرف امریکہ میں یونیورسٹیوں کی تعداد پانچ ہزار سات سو اٹھاون سے اوپر ہے۔مسلمان ملکوں کی پانچ سو چار یونیورسٹیوں میں سے ایک یونیورسٹی بھی ایسی نہیں ہے جو دنیا کی پانچ سو اعلیٰ درسگاہوں/دانش گاہوں میں شمار ہو سکے۔ صرف ایک یونیورسٹی ایسی ہے جو ان کے معیار سے کچھ قریب تر ہے اور وہ ہے آغا خان یونیورسٹی۔ پاکستان کا ماڈریٹ مسلم کہلانے والا پریس عموماً اس یونیورسٹی کے خلاف زہر اگلتا رہتا ہے۔مغربی دنیا میں خواندگی کی شرح ۹۰ فی صد سے زیادہ ہے۔مسلمان ملکوں میں یہ شرح چالیس فی صد سے بھی کم ہے۔ امریکہ میں ۲۶ ہزار پادری پی ایچ ڈی کی ڈگری کے حامل ہیں۔گویا چرچ کی مخصوص تعلیم کے ساتھ وہ جدید علوم سے بھی بہرہ ور ہیں۔مسلمان ملکوں کے علماء میں یہ شرح پتہ نہیں اعشاریہ کے بعد بھی کتنے زیرو لگا کے پھر ایک فی صد بنتی ہے۔یورپی ممالک اپنی قومی آمدنی کا پانچ فی صد تحقیق پر خرچ کرتے ہیں۔مسلمان ممالک میں تحقیق پر صرف اعشاریہ دو فیصد خرچ کیا جاتا ہے۔اس سے مسلمان ملکوں کے حکمرانوں کی علم دوستی کا بھی اندازہ کیا جا سکتا ہے اور مسلمانوں میں علم کے حصول کے لئے پائی جانے والی لگن کا بھی کچھ نہ کچھ پتہ چل جاتا ہے۔اب ایک تازہ اطلاع کے مطابق لال مسجد اور جامعہ حفصہ کے طلبہ وطالبات اور پنجاب یونیورسٹی کے طلبہ وطالبات کے بعض رویوں میں حیرت انگیز مماثلت آنے لگی ہے۔ اسے علم کے شعبہ میں جرنیلی مداخلت کا شاخسانہ کہیں یا مذہبی انتہا پسندی کا ثمر،کچھ بھی کہیں لیکن صورتحال تکلیف دہ اور افسوسناک ہے۔ اے مسلمانانِ عالم!

اٹھو وگرنہ حشر نہیں ہوگا پھر کبھی

دوڑو زمانہ چال قیامت کی چل گیا

۱۵/اپریل ۲۰۰۷ء

اِدھر اُدھر سے : ۱۳

میں نے گزشتہ کالم میں دینی مدارس کے حوالے سے جو کچھ لکھا ہے،اسی سلسلہ میں پاکستان کے دکھوں اور مصائب کے خاتمہ کے لئے دو متبادل تجاویز حکومت پاکستان کی خدمت میں پیش کرتا ہوں۔ حکومت بخوبی جانتی ہے کہ بیشتر دینی مدارس امریکی اور اسرائیلی ضروریات کو پورا کرنے کے لئے ''مجاہدین'' تیار کرنے پر لگائے گئے تھے اور انہیں ساری تربیت اور اسلحہ اور بھاری رقوم بھی دراصل انہیں کی طرف سے فراہم کرائی جا رہی تھیں،اس لئے ان کی خدمات کے ثمرات کو ۱۹۸۰ء سے لے کر اب تک افغانستان و پاکستان میں کئی زاویوں اور کئی حوالوں سے دیکھا جا سکتا ہے۔اسلام کے نام پر اس مذہبی انتہا پسندی کے کارخانوں کو ٹھیک کرنے کی دو صورتیں ہیں۔چونکہ یہ عناصر فکری طور پر سعودی عرب کے حکمرانوں کے مسلک سے قریب ہیں۔وہاں سے انہیں بھاری فنڈز ملتے رہے ہیں،اس لئے اس مسئلے کا ایک سعودی برانڈ حل موجود ہے۔سعودی عرب کی حکومت نے اپنے ملک میں دینی مدارس کے لئے جو طریق کار رکھا ہوا ہے، وہی طریق کار ان پاکستانی دینی مدارس کے ساتھ اختیار کر لیا جائے۔یعنی اگر وہ سب مدارس سرکاری تحویل میں ہیں تو سب کو سرکاری تحویل میں لے لیا جائے۔وہ خود مختار یا نیم خود مختار مدارس ہیں تو ان کی خود مختاری کا بھی ویسے ہی احترام کیا جائے جیسے سعودی عرب میں کیا جاتا ہے۔

مذہبی عناصر کو اور خاص طور پر ان مذہبی عناصر کو جو پاکستان کے شدید مخالف رہے تھے، اگرچہ جنرل ضیاع الحق نے پروان چڑھایا لیکن یہ بھی حقیقت ہے کہ ان سے پہلے پاک فوج نے مذکورہ مذہبی عناصر کو ۱۹۶۹ء سے سر پر چڑھانا شروع کر دیا تھا۔جنرل یحییٰ خان کے دور میں ان کے وزیر اطلاعات شیر علی خاں نے بطور خاص ان مذہبی عناصر کی سرپرستی شروع کی۔اسی کا نتیجہ تھا کہ جب جسٹس کارنیلیس اسلامی قوانین بنانے لگے تو ان مذہبی عناصر نے کچھ سامنے آنے سے پہلے ہی اس پر اعتماد اور اطمینان کا اظہار کر دیا تھا۔فوجی حکومت کی سرپرستی میں مذہبی جماعتوں نے سیاست میں اثر و رسوخ بڑھانا شروع کیا۔یحییٰ خان کے بعد جنرل ضیاع الحق کے دور میں تو مذہبی عناصر کی چاندی ہو گئی اور تب سے اب تک نہ

صرف فوج کی سرپرستی میں مذہبی عناصر نے بہت زیادہ قوت حاصل کر لی بلکہ خود پاک فوج کے اندر بھی ان کے افراد داخل ہو گئے۔اور اب جو کچھ ہو رہا ہے اس میں پاک فوج کے اندر موجود ان عناصر کا بہت بڑا ہاتھ شامل ہے۔اس سب کا اب پر امن حل ڈھونڈنا ہے تو سعودی عرب والا فارمولا مناسب رہے گا۔لیکن اگر ایسا نہیں ہوتا تو پھر دینی مدارس کو کم از کم ۱۹۶۹ء سے پہلے کی سطح پر لایا جائے۔یہ نہ ہوا تو پھر پاکستان میں اندرونی طور پر یا اندرونی و بیرونی دونوں طور پر بہت بڑے خون خرابے کا خطرہ بڑھ گیا ہے۔ اگر مذہبی عناصر کو ۱۹۶۹ء سے پہلے کی سطح پر نہ لایا جا سکا تو اس میں کسی کو شک نہ ہونا چاہئے کہ پاکستان دوسرا افغانستان بننے کی طرف بڑھ رہا ہے۔

اسلام آباد میں لال مسجد اور جامعہ حفصہ کے ڈنڈا بردار طالبان و لیڈی طالبان کے طرزِ عمل اور اس پر حکومت کی مصلحت آمیز مذاکراتی پالیسی بلکہ طالبان کی حوصلہ افزائی کرنے والی مذاکراتی پالیسی کے خلاف ایم کیو ایم کے کراچی میں ہونے والے بڑے مظاہرے کے بعد اب لاہور، پشاور اور خود اسلام آباد میں خواتین نے مظاہروں کا سلسلہ شروع کر دیا ہے۔ان مظاہروں میں زیادہ زور اس نعرے پر رہا ''ملا ملٹری الائنس۔مردہ باد!''۔۔۔جنرل پرویز مشرف جس قماش کے سیاستدانوں کے ذریعے اس مسئلہ کو حل کرنے کا تماشہ دکھا رہے ہیں۔یعنی چوہدری شجاعت حسین اور اعجاز الحق جیسے لوگوں کے ذریعے مولویوں کو منانے اور ان کے ناز اٹھانے کا جو سلسلہ شروع کر رکھا ہے،اس کا مطلب یہی دکھائی دیتا ہے کہ حکومت اس مسئلہ کو سیاسی مقاصد کے حصول کے لئے طول دینا چاہ رہی ہے۔میرا ابھی تک یہی خیال تھا کہ حکومت واقعتاً ایک مشکل صورتحال سے دوچار ہے لیکن اب جو ''ٹوپی ڈرامہ'' سامنے آ رہا ہے اس سے ''ملا ملٹری الائنس'' کی ملی بھگت واضح ہوتی جا رہی ہے۔فوجی حکمران عوام کو تو بے وقوف بنا لیں گے لیکن کیا ان قوتوں کو بھی بے وقوف بنا لیں گے جن کے بل پر فوج کا اقتدار ابھی تک سلامت ہے؟

قبائلی علاقوں خاص طور پر جنوبی وزیرستان میں غیر ملکی جنگجوؤں کے خلاف مقامی قبائل کی مہم کافی کامیاب رہی ہے۔حکومت اسے اپنی پالیسی کی کامیابی قرار دیتی رہی ہے۔قطع نظر اس سے کہ اس سارے ہنگامے سے قبائلی علاقوں میں چھپے ہوئے غیر ملکی جنگجوؤں کی موجودگی کا الزام ثابت ہو گیا، جو بجائے خود پاکستانی حکومت کے سابقہ بیانات اور تردیدوں کے برعکس ہے۔اس وقت مولوی نذیر اس مہم کی قیادت کر رہے ہیں،ان کا کہنا ہے کہ جنوبی وزیرستان کو غیر ملکیوں سے پاک کر دیا گیا ہے۔کچھ غیر ملکی شمالی وزیرستان چلے گئے ہیں،ہم ان سے بھی نمٹ لیں گے۔اس کے ساتھ ہی مولوی نذیر نے کہا ہے کہ

اگر اسامہ بن لادن نے ان سے رابطہ کیا تو ہم انہیں قبائلی روایات کے مطابق پناہ دیں گے کیونکہ وہ مظلوم ہیں۔ جنگ اخبار نے اس خبر کی سرخی یوں لگائی ہے: اسامہ قبائلی قوانین کی پابندی کرے تو پناہ دینے کے لئے تیار ہیں۔ یہ تو پوری دنیا کو کوئی پیغام جارہا ہے۔ کیا حکومت کو اس کا ادراک ہے؟

چیف جسٹس کیس میں حکومت تاخیری حربے اختیار کر رہی ہے۔ لیکن یہ تاخیری حربے خود حکومت کے خلاف جارہے ہیں۔ پنجاب میں چیف جسٹس افتخار محمد چوہدری نے بار سے خطاب کیا تو ہائی کورٹ یا سپریم کورٹ کا کوئی جج وہاں نہیں گیا۔ ایک خاتون سول جج نے شرکت کی تو ان کے خلاف محکمانہ کاروائی کردی گئی۔ پنجاب کے برعکس سندھ میں سکھر اور حیدرآباد کی ہائی کورٹ بار سے چیف جسٹس نے خطاب کیا تو سندھ ہائی کورٹ کے چیف جسٹس سمیت ۱۷ ججوں نے شرکت کی۔ اب پشاور ہائی کورٹ بار سے چیف جسٹس نے خطاب کیا ہے تو وہاں بھی صوبہ سرحد کی ہائی کورٹ کے چیف جسٹس اور گیارہ ججوں نے شرکت کی ہے۔ ان تمام تقریبات میں وکلاء کا جوش وخروش مسلسل بڑھ رہا ہے اور حکومت کا یہ خیال غلط ثابت ہو رہا ہے کہ معاملہ کو طول دینے سے تحریک کمزور ہو جائے گی۔ اسی دوران یہ انکشاف باخبر حلقوں میں کھل کر سامنے آگیا ہے کہ ریفرینس کا بنیادی سبب وزیراعظم شوکت عزیز اور ان کے مشیر اعظم سلمان شاہ بنے ہیں۔ پاکستان اسٹیل مل کو جس طرح یہ لوگ اونے پونے بیچ رہے تھے چیف جسٹس کے فیصلہ نے ان کے سارے کئے کرائے پر پانی پھیر دیا۔ اس میں متعدد دوسرے اسباب بھی شامل ہیں جن میں زیادہ تر وہی عوامی مفاد کے دلیرانہ فیصلے ہیں جو چیف جسٹس نے از خود نوٹس لے کر صادر کئے تھے۔ ان فیصلوں کی زد میں آنے والے طاقتور عناصر اور وزیراعظم شوکت عزیز اور ان کے مشیر اعظم ڈاکٹر سلمان شاہ کے سارے غم یکجا ہوئے تو چیف جسٹس کے خلاف ریفرینس تیار ہو گیا۔ اگر پاکستان میں انارکی نہ پھیلی اور قومی ادارے قائم اور طاقتور رہے تو شوکت عزیز اور سلمان شاہ کے خلاف معاشی اصلاحات کے نام پر کئے جانے والے ہر فراڈ کا حساب لیا جائے گا۔ حالیہ دنوں میں پاکستان میں ایک پیر ڈبل شاہ کو گرفتار کیا گیا ہے جو لوگوں کو رقم ڈبل کر کے دینے کے بہانے اربوں روپے کا فراڈ کر رہا تھا۔ حقیقت یہ ہے کہ وزیراعظم شوکت عزیز اور ان کے مشیر اعظم دونوں قومی سطح پر ڈبل شاہ کا کردار ادا کر رہے ہیں۔ یہ قوم کو جن معاشی اصلاحات کے چکر میں ڈال رہے ہیں، وہ مذکورہ ڈبل شاہ سے کافی حد تک ملتا جلتا ہے۔

ایک بہت ہی اندر کی آف دی ریکارڈ خبر ہاتھ لگی ہے۔ حکومت کے اندر کسی اچانک تبدیلی کا خطرہ بڑھتا جارہا ہے۔ اس ڈر کی وجہ سے چوہدری شجاعت حسین نے اپنے اثر ورسوخ اور پہنچ کی حد تک اپنے

خلاف خفیہ والوں کی فائلوں میں ردو بدل کی کوشش کی ہے۔ تاہم بعض نہایت اہم حلقوں نے ان فائلز کی مکمل کاپیاں کہیں اور بھی محفوظ کر دی ہیں۔ اب موجودہ آن ریکارڈ (لیکن خفیہ) فائلوں میں کسی نے ردو بدل کیا تو وہ متعلقہ حکام چوہدری شجاعت حسین کا احتساب ہونے کا وقت آنے پر اعانت جرم میں پوری سزا پائیں گے۔ اس کا پکا انتظام ہو گیا ہے۔ مشتری ہوشیار باش!

قائم مقام چیف جسٹس آف پاکستان بھگوان داس نے کہا ہے کہ میں اللہ کے سوا کسی سے نہیں ڈرتا۔ اس پر میرے چند دوستوں نے خوشی کا اظہار کیا ہے کہ ایم اے اسلامیات کرنے والے ایک عالم فاضل ہندو نے بھگوان کی بجائے اللہ سے ڈرنے کی بات کی ہے۔ میرا خیال ہے کہ اللہ کا نام عرب دنیا میں اسلام سے پہلے رائج تھا۔ رسولِ اکرم حضرت محمد ﷺ کے والد محترم کا نام حضرت عبداللہ تھا۔ یعنی اللہ کا بندہ۔ اس لئے یہ ذہن میں رہنا چاہئے کہ عرب روایت کے مطابق مشرکین عرب بھی اللہ کو اپنا معبود مانتے تھے اور اسی سے ڈرتے تھے۔ بھگوان داس تو قانون کے ساتھ دینیات کے بھی اسکالر ہیں اس لئے جب وہ بسم اللہ پڑھتے ہیں یا اللہ سے ڈرتے ہیں تو ان کے سامنے اس نام کا پورا سیاق سباق ہوتا ہے۔ ہندوستان کے انتہا پسند ہندو خوامخواہ کے لئے اس نام سے الرجک ہیں ورنہ یہ نام تو مسلمانوں اور ہندوؤں کو قریب لانے کا باعث بن سکتا ہے۔

نانا میموریل ہسپتال بمبئی کینسر کے علاج کے حوالے سے عالمی شہرت رکھتا ہے۔ وہاں کی ایک افسوسناک خبر یہ ہے ہسپتال میں داخل ۱۵،۱۶ برس کی ایک لڑکی کے ساتھ کسی نے جنسی زیادتی کر دی اور وہ حاملہ ہو گئی۔ اس پر وہاں کے عوامی حلقوں میں اضطراب اور غم وغصہ کی لہر دوڑ گئی ہے۔ ہسپتال انتظامیہ کے خلاف مظاہرے شروع ہو گئے ہیں۔ اس گھناؤنی حرکت میں دو وارڈ بوائز کے ملوث ہونے کا شک کیا جارہا ہے۔

شلپا شیٹی کے بارے میں ایک بار پھر ہنگامہ خیز خبر آئی ہے۔ ہالی ووڈ کے اداکار رچرڈ گئیر ے ہندوستان گئے ہوئے تھے۔ وہاں ایک تقریب کے دوران انہوں نے نہایت نازیبا انداز کے ساتھ شلپا شیٹی کو گلے لگا کر، ان کی مزاحمت کے باوجود ان کے بوسے لئے۔ اسٹیج پر اس طرح کی حرکت اور مزاحمت کے باوجود ایسی حرکت تو ہالی وڈ کے کسی فنکشن میں بھی نہیں ہوئی ہوگی۔ ہندوستان کے بعض شہروں میں رچرڈ کے خلاف مظاہرے شروع ہو گئے ہیں۔

چند دنوں سے پاکستان میں یہ افواہ پھیلی ہوئی تھی کہ چند مخصوص نمبرز سے کوئی کال اٹینڈ نہیں کرنی چاہئے کیونکہ جن لوگوں نے اس نمبر کی کال اٹینڈ کی وہ ہارٹ اٹیک، برین ہیمبرج یا کسی بھی اچانک نوعیت

کی موت کا شکار ہوجاتا ہے۔ یہ افواہ پاکستان میں اس حد تک خوف پھیلانے کا باعث بنی کہ لگ بھگ ایک کروڑ صارفین نے اپنے موبائلز ہی بند کر دیئے۔ اب یہی افواہ افغانستان میں پہنچ گئی ہے تو افغان حکومت نے الزام لگایا ہے کہ یہ افواہ طالبان نے پھیلائی ہے۔ مجھے طالبان کی اسلام کی جاہلانہ اور قبائلی طرز کی تعبیر سے شدید اختلاف ہے لیکن ایسی افواہ کا الزام طالبان پر لگانا بھی خود ایک جہالت ہے۔ ایک واہیات سا لطیفہ یاد آ گیا۔ کسی میراثی نے تھانے دار پر کوئی جگت کر دی۔ تھانے دار اسے پکڑ کر تھانے لے آیا۔ وہاں محرر سے پوچھنے لگا فلاں چوری والے کیس کا کچھ پتہ چلا؟ محرر نے بتایا کہ ابھی تک کچھ نہیں بنا۔ تھانے دار نے کہا وہ چوری اس میراثی پر ڈال دو۔ پھر اسی طرح کے دو تین اور کیسز کے بارے میں پوچھا اور کہا یہ الزام بھی اس میراثی پر ڈال دو۔ اسی دوران کسی پولیس والے کی آواز کے ساتھ ہوا خارج ہو گئی۔ اس پر میراثی نے اپنے مخصوص انداز کے ساتھ کہا: ہاں ہاں۔۔۔اب یہ الزام بھی مجھ پر ہی ڈال دو۔

امریکہ میں ورجینیا کی ایک یونیورسٹی میں ایک نوجوان نے فائرنگ کر کے ۳۳ طالب علموں کو ہلاک کر دیا ہے۔ حملہ آور نے خود کو بھی ہلاک کر لیا۔ خدا کا شکر ہے کہ یہ حملہ آور جنوبی کوریا نژاد تھا، کوئی مسلمان نوجوان نہیں تھا۔ اسی لئے اسے ''گن مین'' کہا جا رہا ہے۔ کوئی مسلمان طالب علم اس حرکت کا ارتکاب کرتا تو پھر یہ سیدھا سادہ دہشت گردی کا کیس قرار پاتا جس میں القاعدہ یا طالبان کو ملوث پایا جاتا۔ چونکہ یہ کوئی مسلمان نوجوان نہیں تھا اس لئے باوجود اس کے کہ اس نے خود کو بھی ہلاک کر لیا، اسے خود کش حملہ جیسی کاروائی یا دہشت گردی نہیں کہا جا رہا۔ بعد کی اطلاعات کے مطابق کوریائی ''گن مین'' نے ایک ویڈیو بھی چھوڑی ہے جس میں اس نے امریکہ کے دولت مندوں کے خلاف شدید نفرت کا اظہار کیا ہے۔ اس پر بھی شکر کیا جانا چاہئے کہ یہ ''گن مین'' جنوبی کوریا کا تھا، شمالی کوریا کا نہیں تھا۔ شمالی کوریا کا ہوتا تو مسلمانوں پر نہ سہی، بچے کھچے سوشلسٹ ممالک کے خلاف پروپیگنڈہ مہم شروع کر دی جاتی۔ اس کیس کے سلسلے میں مزید حقائق تو امریکی حکام ہی بتا سکیں گے، تاہم مجھے اس سانحہ سے ایک اور امکان ابھرتا دکھائی دے رہا ہے۔

سوویت یونین کی شکست وریخت سے پہلے مغربی سرمایہ دارانہ نظام کی پروردہ حکومتوں نے بڑی کاری گری کر رکھی تھی۔ جو کچھ کمیونزم ایک عام آدمی کے لئے مانگتا تھا، اور جو عوام کے لئے پرکشش تھا، سرمایہ دارانہ مغربی حکومتوں نے اس سے بھی کچھ زیادہ اپنے عوام کو فلاحی ریاست کے قوانین کے تحت فراہم کر دیا تھا۔ ملازمتوں میں تحفظ اور تنخواہوں میں ایک اعتدال والا فرق پایا جاتا تھا۔ لیکن جیسے ہی

سوویت یونین ٹوٹ گیا۔ کمیونزم کا خوف ختم ہوا ویسے ہی مغربی ممالک میں سرمایہ داری کے عفریت نے اپنی اصلیت ظاہر کرنا شروع کر دی۔ فلاحی ریاست کے قوانین میں ترامیم کی جانے لگیں اور تدریجاً عوامی فلاحی مراعات کم کرنے کا سلسلہ شروع کر دیا گیا جو تا حال جاری ہے۔ ملازمتوں میں پہلے جو تحفظ ہوتا تھا وہ اب بہت کم رہ گیا ہے۔ کم سے کم اور زیادہ سے زیادہ تنخواہ کا جو فرق پہلے ہوتا تھا، اس میں اور موجودہ بڑھتے ہوئے فرق میں زمین آسمان جیسا فرق پیدا ہو چکا ہے۔ جنوبی کوریائی طالب علم کی اندھا دھند فائرنگ کے پس منظر میں امریکی دولت مندوں کی پیدا کردہ نئی سماجی تفریق بھی ایک سبب ہے تو پھر امریکہ کو ہی نہیں سارے سرمایہ دارانہ نظام کو کمیونزم کے ایک نئے جنم کا سامنا کرنے کی تیاری کر لینا چاہئے۔ اس بار کمیونزم کسی شکل اور صورت میں آئے خود سرمایہ دارانہ نظام کے محافظ ملکوں میں ہی اس کا جنم ہو سکتا ہے۔ ایسا کوئی ''یومِ حساب'' نہ بھی ہوا تو سرمایہ داروں کو کچھ نہ کچھ حساب کتاب تو پیش کرنا ہی پڑے گا کہ سوویت یونین کے انہدام کے بعد اپنے ہی ملک کے عوام کو جن مراعات سے محروم کیا گیا، اس ظلم کی وجوہات کیا تھیں؟

بمبئی میں اسٹار ٹی وی چینل کے دفتر پر انتہا پسند ہندوؤں نے حملہ کر دیا۔ اطلاعات کے مطابق اسٹار ٹی وی نے دو شادیوں کی خبر نشر کی تھی۔ ایک خبر کے مطابق بھوپال سے بھاگ کر آنے والا لڑکا (عبدالقادر) مسلمان تھا اور لڑکی ہندو تھی۔ دوسری خبر کے مطابق لڑکا (محمد عمر) ویسے تو مسلمان تھا لیکن لڑکی (پرینکا وادھوانی) کی محبت میں اس نے ہندو دھرم کو قبول کر لیا تھا۔ اس کے باوجود دونوں رشتوں کی ان کے گھر والے مخالفت کر رہے تھے۔ خاص طور پر لڑکیوں کے گھر والے۔ جہاں تک اس مسئلہ کے سماجی پہلو کا تعلق ہے، یقیناً تشویشناک اور تکلیف دہ ہے۔ یہ صرف ہندوؤں کا نہیں بلکہ پورے جنوبی ایشیا کے سماج اور تہذیب کا مسئلہ ہے۔ تاہم اس کو فرقہ وارانہ رنگ میں لے کر اشتعال انگیزی کرنا اور ٹی وی چینل کے دفتر پر حملہ کرنا انتہا پسند ہندوؤں کی دہشت گردی ہے۔ معاشرے کی اصلاح یا سماج کے سدھار کے نام پر انڈیا کے انتہا پسند ہندو ہوں یا پاکستان کے انتہا پسند مسلمان ہوں، دونوں کے طور طریقے بڑی حد تک ملتے جلتے ہیں۔

قومی اسمبلی میں حکومت کی ملی بھگت کے ساتھ اپوزیشن لیڈر بننے والے اور ایک صوبہ میں قاف لیگ کے اشتراک سے حکومت میں شریک پارٹی کے رہنما مولانا فضل الرحمٰن نے کہا ہے کہ پیپلز پارٹی اقتدار میں آئی تو ملک دوبارہ ٹوٹ جائے گا۔۔۔ملک کو پہلے بھی فوجی جرنیلوں اور الیکشن میں ناکام

رہنے والی بعض مذہبی جماعتوں کی ملی بھگت نے توڑنے کی راہ پر ڈالا تھا۔اور جب ملک ٹوٹ گیا تھا تو انہیں مولانا فضل الرحمٰن کے والدِ گرامی مولانا مفتی محمود نے فرمایا تھا اور بالکل بجا فرمایا تھا کہ خدا کا شکر ہے ہمارے بزرگ پاکستان کو بنانے کے گناہ میں شریک نہیں تھے۔سو جو مولوی پاکستان بنانے کے شدید مخالف رہے، مسلم لیگ سے لے کر قائدِ اعظم تک ہر ایک کے لئے انتہائی نازیبا اور اشتعال انگیز زبان بولتے رہے، پاکستان ٹوٹنے پر خدا کا شکر بجالاتے رہے، ان مولویوں کی اولاد کو زیب نہیں دیتا کہ وہ بے نظیر بھٹو کے بارے میں ایسی نامناسب زبان استعمال کریں۔آج آئین میں سترھویں ترمیم کی منظوری کا عذاب ہو یا بےنظیر کا راستہ روکنے کے لئے تیسری بار وزیر اعظم بننے پر روک لگانے کی شق ہو، ان سارے گناہوں کا بوجھ بھی انہیں مولانا کے سر پر ہے جو پیپلز پارٹی کے اقتدار میں آنے سے اتنے خوفزدہ ہو گئے ہیں کہ انہیں ملک ٹوٹتا دکھائی دینے لگا ہے۔

ابھی پاکستان کے دو جلاوطن سابق وزرائے اعظم بےنظیر بھٹو اور میاں نواز شریف کی پاکستان واپسی ہوئی نہیں اور بنگلہ دیش میں دو سابقہ وزرائے اعظم خواتین کو بھی جلاوطنی کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے۔شیخ مجیب الرحمٰن کی صاحبزادی حسینہ شیخ امریکہ کے دورہ پر تھیں اور اسی دوران ان کے خلاف بنگلہ دیش میں قتل کا مقدمہ درج کر کے ان کی واپسی روک دی گئی ہے۔بیگم خالدہ ضیا کے بیٹوں کو گرفتار کر کے ان کے ساتھ سودے بازی یہ کی گئی کہ وہ جلاوطن ہو جائیں تو ان کے بیٹے رہا کر دیئے جائیں گے۔چنانچہ ڈیل کے مطابق بیٹوں کی رہائی کی قیمت پر بیگم خالدہ ضیا اب بنگلہ دیش سے جا رہی ہیں۔یہ شاید سعودی عرب جائیں۔ہندوستان کے آخری مغل بادشاہ بہادر شاہ ظفر کو جلاوطنی کی حالت میں موت آئی اور وہ حسرت کے ساتھ یہ شعر کہہ گئے۔

کتنا ہے بدنصیب ظفرؔ دفن کے لئے　　دو گز زمین بھی نہ ملی کوئے یار میں

یہ جلاوطن ہونے والے بھی اصلاً جب کچھ بادشاہ بننے لگتے ہیں تو ان کے ساتھ ایسا رونما ہونے لگتا ہے۔پاکستان کے ہی نہیں بنگلہ دیش کے جلاوطنوں کے لئے بھی دعا ہے کہ خدا انہیں امن وسکون کے ساتھ وطن واپس لائے اور دوبارہ بادشاہ بننے کی خواہش بھی دل میں نہ آنے دے۔صحیح معنوں میں عوام کی خدمت کر سکیں۔۔۔۔۔۔یہ کالم مکمل ہونے تک آنے والی خبروں سے معلوم ہوا ہے کہ بیگم خالدہ ضیا کی جلاوطنی کے فیصلہ پر عملدرآمد رک گیا ہے۔اس سے پہلے حسینہ واجد کے وارنٹ گرفتاری معطل ہونے کی خبر آئی تھی۔خدا کرے بنگلہ دیش کا سیاسی جمہوری عمل کسی سازش اور شرارت کے بغیر چلتا رہے۔

سال ۲۰۰۶ء میں پاکستان سے چار لاکھ بتیس ہزار افراد عمرہ کے لئے سعودی عرب گئے تھے۔خبر ہے کہ ان میں سے ۵۸ ہزار پاکستانی سعودی عرب میں چھپ گئے ہیں اور واپس نہیں گئے۔لگتا ہے یہ ۵۸ ہزار پاکستانی ان نعتوں کے اشعار سن سن کر سرور حاصل کرتے رہے ہیں جن میں مدینے میں جانے اور پھر وہاں سے واپس نہ آنے کا ایمان افروز اور عقیدت مندانہ اظہار ملتا ہے اور اب اسی سرور میں وہ وہاں کھو گئے ہیں۔

پہنچ جائیں بہزاؔد جب ہم مدینے
تو واپس نہ آئیں، یہ جی چاہتا ہے

ہم وہاں جا کے واپس نہیں آئیں گے
ڈھونڈتے ڈھونڈتے لوگ تھک جائیں گے

ابھی تک کی آن ریکارڈ خبروں کے مطابق امریکہ میں دو کیس ایسے ہوئے ہیں کہ کسی عورت نے بیک وقت سات بچوں کو جنم دیا۔سعودی عرب میں بھی ایک کیس ایسا ہو چکا ہے۔اب اس نوعیت کا چوتھا کیس الجزائر میں ہوا ہے۔قوبہ کے پبلک ہسپتال میں ایک خاتون نے بیک وقت سات بچوں کو جنم دیا ہے۔ایک بیٹا اور چھ بیٹیاں ہیں۔خبر کے مطابق بچوں کی ماں کی حالت اچھی ہے۔حالانکہ یہ بتایا جانا چاہئے تھا کہ باپ کی حالت کیسی ہے؟ جس کے سامنے بیک وقت جنت کے چھ دروازے کھل جائیں وہ غریب تو پریشان ہو جائے گا کہ کس دروازے سے جنت میں داخل ہو؟

۲۳ر اپریل ۲۰۰۷ء

اِدھر اُدھر سے:۱۴

چیف جسٹس سپریم کورٹ آف پاکستان کے خلاف دائر ریفرینس کیس حکومت کے لئے سنگین صورت اختیار کرتا جارہا ہے۔۵رمئی کو لاہور ہائی کورٹ بار کی دعوت پر ان کا اسلام آباد سے لاہور تک کا جی ٹی روڈ کے رستے ہونے والا سفر پاکستان کی تاریخ کا ایک یادگار سفر بن گیا ہے۔۵ گھنٹے کا یہ سفر ۲۵ گھنٹوں میں طے ہوا۔عوام نے جگہ جگہ چیف جسٹس کا استقبال کر کے ان کے ساتھ یکجہتی کا اظہار کیا۔لاہور شہر سارا دن اور ساری رات چیف جسٹس کے استقبال کے لئے جاگتا رہا۔وقت گزرنے کے ساتھ عوام میں تھکن اور اکتاہٹ کی بجائے گرم جوشی پیدا ہوتی گئی۔ہائی کورٹ کے ۱۷ حاضر سروس اور ۲۰ ریٹائرڈ جج صاحبان نے بھی چیف جسٹس کا استقبال کیا۔یوں پنجاب کے ججوں کے سابقہ کردار کو کسی حد تک بہتر بنانے کی کوشش کی گئی۔حکومت کے ترجمان اوٹ پٹانگ قسم کے بیانات دے کر اس یادگار سفر کی اہمیت کم کرنے کی کوششِ رائگاں کر رہے ہیں لیکن دو شخصیات کے دو بیانات سے حکومت کی اندرونی حالت کا اور بوکھلاہٹ کا بخوبی اندازہ کیا جاسکتا ہے۔وزیر اعلیٰ سندھ ارباب غلام رحیم نے کہا ہے کہ چیف جسٹس کے خلاف ایک اور ریفرینس بھیجا جاسکتا ہے۔(پہلا ریفرینس بھیج کر ابھی سبق نہیں ملا؟)،جبکہ ریفرینس کے اصل محرک،اسٹیل مل میگا کرپشن کے مرکزی کردار وزیر اعظم شوکت عزیز نے کہا ہے کہ ''آئین میں واضح طور پر ایسے حالات کی نشاندہی کی گئی ہے،جن کی موجودگی میں ملک میں ایمر جنسی نافذ کی جاسکتی ہے''اور یوں بالواسطہ طور پر ایمر جنسی نافذ کرنے کا پیغام دیا ہے۔

چیف جسٹس کے شاندار استقبال پر مختلف قسم کے موافقانہ اور مخالفانہ تبصرے کئے جا رہے ہیں۔ایک الزام یہ لگایا جارہا ہے کہ سیاسی جماعتیں چیف جسٹس کو استعمال کر رہی ہیں۔حقیقت یہ ہے کہ چیف جسٹس کی حمایت میں قدرت کی طرف سے ایسی ہوا چلی ہے کہ ساری اہم سیاسی جماعتیں ان کی حمایت کرنے پر مجبور ہوگئی ہیں۔نہ چیف جسٹس کسی کو استعمال کر رہے ہیں اور نہ ہی کوئی سیاسی جماعت انہیں استعمال کر رہی ہے۔یہ مجموعی طور پر فوجی جبر کے خلاف عوام کی نفرت کا اظہار ہے۔چیف جسٹس کے

''انکار''نے جس حیرت انگیز فضا کو جنم دیا ہے،اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ جبر اور سختی کے باوجود،حتی کہ پی سی او کے تحت جج بننے کے باوجود اگر جج حضرات فوجی جرنیلوں کا''آلۂ کار''بننے سے انکار کر دیں تو فوجی جرنیل ان کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔جسٹس منیر سے لے کر جسٹس انوارالحق تک سارے جج صاحبان فوجی جرنیلوں کے آلۂ کار بن کر قوم پر مارشل لا کا عذاب مسلط کرنے میں فوجی جرنیلوں کے برابر کے مجرم رہے ہیں۔چیف جسٹس افتخار محمد چوہدری نے لاہور میں اپنے خطاب میں کہا ہے کہ انتظامیہ بنیادی انسانی حقوق کے خلاف قانون سازی نہیں کر سکتی (یہ بڑا اہم قانونی نکتہ ہے)۔ان کے بقول کسی بھی مہذب معاشرے میں بنیادی انسانی حقوق ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتے ہیں۔جو قومیں تاریخ سے سبق حاصل نہیں کرتیں وہ تباہ ہو جاتی ہیں۔یہ بڑی بنیادی نوعیت کی باتیں ہیں لیکن کیا پاکستان میں تمام طبقات اور فرقوں اور مذاہب کو واقعتاً بنیادی انسانی حقوق حاصل ہیں؟ کیا مستقبل قریب میں ایسا ہونے کی کوئی امید ہے؟ شاید ابھی پاکستان کو ایک طویل سفر طے کر کے اس منزل تک پہنچنا ہوگا۔ابھی تو پاکستان مذہبی انتہا پسندوں، جاگیرداروں اور لٹیروں کے گھیرے میں پھنسا ہوا ہے۔

جنرل پرویز مشرف ابھی تک چوہدری شجاعت حسین،پرویز الٰہی،شوکت عزیز،ڈاکٹر سلمان شاہ اور ارباب غلام رحیم جیسے عناصر پر تکیہ کئے بیٹھے ہیں اور ان کے زوال کا سبب بھی یہی لوگ بنیں گے۔اگر جنرل پرویز مشرف اپنے اس قماش کے سارے حلیفوں سے نجات پالیں اور قوم کو بھی ان سے نجات دلا دیں اور پھر ملک میں اصل جمہوری قوتوں کو جمہوری طریقے سے کام کرنے دیں تو شاید ابھی بھی کچھ بچ بچاؤ کی گنجائش بن جائے،ورنہ میں جو بات پہلے کہہ چکا ہوں اسے پھر دہرا رہا ہوں کہ ان کی بے جا ضد بالآخر ایک خونریزی پر منتج ہوگی۔

فوج میں،خفیہ ایجنسیوں میں اور بیوروکریسی میں ضیاع الحقی عنصر بڑی تعداد میں موجود ہے۔ جس خونریز تبدیلی کا خطرہ بڑھتا جارہا ہے اگر ایسا ہوا تو اس کے بھی دو آپشن دکھائی دیتے ہیں۔ایک امکان یہ ہے کہ فوج میں سے سیدھا سادہ روشن خیال طبقہ آگے آئے گا اور اپنی راہ کی رکاوٹ والے انتہا پسندوں کا بڑے پیمانے پر قلع قمع کرے گا۔دوسرا امکان یہ ہے کہ امریکہ خود چاہے کہ پاکستانی فوج کا مولوی قسم کا طبقہ پوری طرح برسراقتدار آجائے۔اس طرح پاکستان میں مولویوں کو مزید طاقتور دکھایا جائے۔اس کے بعد بہانہ ساز امریکہ کے لئے پاکستان کو نشانہ بنانے کا بڑا بہانہ مل جائے گا کہ پاکستان کے ایٹمی اثاثے انتہا پسندوں کے ہاتھ میں آگئے ہیں اس لئے دنیا کی سلامتی کے لئے امریکہ کے لئے مداخلت کرنا ناگزیر

ہوگیا ہے، وغیرہ وغیرہ۔۔۔۔یہ محض ہوائی یا ڈرانے والی باتیں نہیں ہیں بلکہ جنرل پرویز مشرف کی بے جا ضد بازی پوری قوم اور ملک کو انہیں امکانات کی طرف لے جارہی ہے۔بہتر ہوگا کہ جنرل پرویز مشرف ایسی نوبت نہ آنے دیں۔اس کے لئے ضروری ہے کہ وہ قاف لیگ اور دوسرے سیاسی لوٹوں سے نہ صرف الگ ہوں بلکہ ان سب کی لوٹ مار اور دوسرے جرائم کی فائلیں کھولیں، اصل جمہوری قوتوں کو کسی رخنہ کے بغیر جمہوری عمل کا حصہ بننے دیں، اور چیف جسٹس کے خلاف ریفرینس کا باعزت حل نکال کر مزید خرابیوں سے بچیں۔

ابھی تک مجھے حسنِ ظن تھا کہ متحدہ قومی موومنٹ حکومت کا حصہ ہونے کے باوجود اصولی موقف میں برملا اختلاف کرنے کی جرات رکھتی ہے۔حکومت کا حصہ ہو کر بھی اپنے اصولوں پر قائم ہے۔لیکن عدلیہ کے حالیہ بحران پر ایم کیو ایم نے جو طرزِ عمل اختیار کیا ہے، اس سے ایسا لگا کہ ایم کیو ایم پرویز بھائی کی حمایت میں وہی کچھ اور ویسا کچھ کر رہی ہے جیسا چوہدری برادران پنجاب میں کر رہے ہیں۔۵؍مئی کو جیو ٹی وی، اے آر وائی اور آج ٹی وی کی نشریات کو سندھ میں صرف اس لئے جام کرادیا گیا کہ یہ چینلز چیف جسٹس کے اسلام آباد سے لاہور کی طرف سفر کی کوریج کر رہے تھے۔گلہ یہ سامنے آیا کہ ہماری کراچی کی حکومتی حمایت والی ریلی کی کوریج نہیں کی جارہی تھی، اور چیف جسٹس کے سفر کو اہمیت دی جارہی تھی۔اس گلہ کے ساتھ یہ بھی کہا گیا کہ ہم نے نہ تو کیبل آپریٹرز کو مجبور کیا تھا، نہ ہی نشریات بند کرائی تھیں۔یہ از خود کوئی عوامی دباؤ قسم کی چیز تھی۔سبحان اللہ!۔۔۔اس اقدام سے ایسا لگنے لگا ہے کہ متحدہ قومی موومنٹ پھر سے ایک لسانی تنظیم مہاجر قومی موومنٹ بن رہی ہے۔یعنی ایجنسیوں کی تائید و حمایت کے ساتھ خوف اور دہشت کی فضا پیدا کرنے والے اقدامات کرنے لگی ہے۔لیکن اتنے عرصہ میں حالات میں بڑی بنیادی تبدیلیاں آچکی ہیں، اب ویسے اقدامات میڈیا پر فوراً سامنے آجائیں گے۔اس لئے مناسب ہوگا کہ ایم کیو ایم اپنا مہاجر قومی موومنٹ والا انداز چھوڑ کر واقعتاً متحدہ قومی موومنٹ والا انداز ہی اپنائے رکھے۔

اب ایم کیو ایم کی جانب سے ۱۲؍مئی کو کراچی میں مشرف حمایت کی ایسی ریلی نکالنے کا اعلان کیا گیا ہے جس میں عدالتی بحران کو سیاسی رنگ دینے کی مخالفت کی جائے گی۔بے شک انہیں سیاسی طور پر ایسی ریلی نکالنے کا حق حاصل ہے لیکن عین اس تاریخ کو ریلی نکالنا جب چیف جسٹس کراچی آئیں گے، اس سے پھر ایم کیو ایم اور گجرات کے چوہدریوں میں مشابہت گہری ہورہی ہے۔کیونکہ گجرات کے چوہدریوں نے بھی اسی دن لاہور میں ریلی نکالی تھی جس دن چیف جسٹس لاہور پہنچ رہے تھے۔

۵؍مئی کو جب چیف جسٹس لاہور کی طرف رواں دواں تھے تو وفاقی وزیر قانون وصی ظفر دل کے چیک اپ کے لئے ہسپتال میں داخل ہو گئے تھے۔۷؍مئی کو ڈیفنس منسٹر راؤ اسکندر اقبال دل کے عارضہ کے باعث ہسپتال میں داخل ہو گئے، ان کی حالت تشویشناک بتائی گئی ہے۔

۷؍مئی کو ہی سپریم کورٹ آف پاکستان کے لارجر بنچ نے چیف جوڈیشل کونسل کو چیف جسٹس کے خلاف ریفرینس کی سماعت سے روک دیا ہے اور ساتھ ہی فل کورٹ کو کیس ریفر کر دیا ہے۔اس فل کورٹ میں جوڈیشل کونسل میں شامل ججوں میں سے کوئی بھی شامل نہیں ہوگا۔اس فیصلے کو کئی جہات سے دیکھا جا سکتا ہے تاہم توقع ہے کہ اس کے نتیجہ میں جنرل پرویز مشرف کو کسی حد تک محفوظ راستہ دے دیا جائے گا، اور چیف جسٹس کے خلاف شوکت عزیز کی طرف سے بھیجے گئے ریفرینس کا وہی حشر ہوگا جو شوکت عزیز کی طرف سے اسٹیل مل کی نجکاری کی اسکیم کا ہوا تھا۔

۵؍مئی کو جنرل پرویز مشرف نے سندھ کے گاؤں نوکوٹ میں ایک جلسۂ عام سے خطاب کیا۔اس جلسہ کا انتظام وزیر اعلیٰ سندھ ارباب غلام رحیم نے کیا تھا۔یہ مقام موصوف کا انتخابی حلقہ بھی کہا جاتا ہے۔چیف جسٹس کا عوام نے جو والہانہ استقبال کیا، وہ تو جنرل پرویز مشرف کو کبھی نصیب نہیں ہوسکتا، تاہم زبردستی پکڑ دھکڑ کر کے لائے گئے عوام سے جنرل پرویز مشرف کے خطاب کی تقریب میں ایک ہی کام کی بات ہوئی۔تمام تر خوشامد اور دریوزہ گری کے باوجود ارباب غلام رحیم کے منہ سے ایک پرانی حکایت بیان ہوگئی۔آج کے سچ پر مبنی وہ حکایت کچھ یوں ہے:

''ایک بادشاہ راستہ بھول گیا۔رستہ تلاش کرتا ہوا ایک باغ میں جا پہنچا۔وہاں پیاس کی شدت کی وجہ سے باغ کے مالی سے پانی مانگا۔مالی نے اسے کوئی عام مسافر سمجھتے ہوئے ایک انار توڑا اور اس کا رس نکالا تو پورا گلاس لبالب بھر گیا۔ایک انار سے گلاس کو بھرتا دیکھ کر بادشاہ کے دل میں خیال آیا کہ اس سے تو خاصی آمدنی ہوسکتی ہے۔اس پر ٹیکس لگانا چاہئے۔اس خیال کے ساتھ ہی اس نے پہلا گلاس پی کر ایک اور گلاس طلب کیا۔مالی نے پھر ایک انار توڑا اور اب جو رس نکالا تو بمشکل آدھا گلاس بھر سکا۔یہ دیکھ کر بادشاہ حیران ہوا اور مالی سے پوچھا کہ اس بار یہ گلاس آدھا کیوں بھرا ہے؟ اس پر مالی نے کہا لگتا ہے ہمارے بادشاہ کے دل میں کھوٹ آگیا ہے، جس کی وجہ سے برکت ختم ہوگئی ہے۔''

ارباب غلام رحیم کو اپنے دورِ اقتدار میں دوسرا سچ بولنے پر مبارکباد!۔۔۔پہلا سچ انہوں نے تب بولا تھا جب کہا تھا کہ آصف زرداری کو جان بوجھ کر چھوڑا گیا ہے۔عدالتی ضمانتوں کی وجہ سے رہا نہیں

کیا گیا۔ اگر گرفتار رکھنا چاہتے تو ان پر بکری چوری کا کوئی کیس بنا کر انہیں اندر ہی رہنے دیتے۔ ان کا پہلا سچ بھی حکومت کی ''گڈ گورنینس'' کا منہ بولتا ثبوت تھا اور اب یہ حکایت بیان کر کے انہوں نے عارفانہ انداز میں ''گڈ گورنینس'' کی حقیقت بیان کر دی ہے۔ اگر وزیر اعظم شوکت عزیز اور ان کے مشیر اعظم سلمان شاہ وہاں موجود ہوتے تو جلسہ گاہ میں اس حکایت کا پوری طرح تجزیہ کر کے قوم کو نوید سناتے کہ بادشاہ کے دل میں کوئی کھوٹ نہیں ہے۔ مالی اپوزیشن کے ہاتھوں میں کھیل رہا ہے۔ پھر اعداد و شمار کی زبان میں بتاتے کہ پہلے انار میں دانوں کی شرح ۹۶ فی صد تھی، جس کی وجہ سے گلاس لبالب بھر گیا۔ جبکہ دوسرے انار میں دانوں کی شرح ۳۳ فی صد تھی۔ اس لحاظ سے دوسرا گلاس آدھا بھر جانا، دراصل پہلے انار کے مقابلہ میں دوسرے انار کے اندر تقریباً ۷ فی صد زیادہ رس موجود ہونے کا ثبوت ہے۔ اس لئے بادشاہ کی نیت میں کھوٹ کا الزام اپوزیشن کی سازش ہے، اور اپوزیشن نے اس سازش کے لئے مالی کو استعمال کیا ہے۔ بادشاہ سلامت نے اضافی ٹیکس کا جو سوچا ہے وہ بالکل بجا ہے۔ اس سے قومی خزانے میں اضافہ ہو گا، اور پہلے سے بھرا ہوا خزانہ مزید بھر جائے گا، اس طرح ہماری ٹریکل ڈاؤن اسکیم جلد شروع ہو سکے گی اور حکومت کی کامیاب اقتصادی پالیسیوں کے نتائج عوام تک پہنچنا شروع ہو جائیں گے۔ اس سے جی ڈی پی کی شرح میں مزید بہتری ہو گی۔ اسٹاک مارکیٹ مستحکم ہو گی۔ اگر اپوزیشن اضافی ٹیکس کی مخالفت کے لئے مالی کو استعمال کرتی رہی تو پھر حکومت کے پاس اس باغ کی نجکاری کے علاوہ کوئی رستہ باقی نہ رہے گا۔ اگر نجکاری کی گئی تو اس کے لئے وہی طریق کار اختیار کیا جائے گا جو اسٹیل مل کی نجکاری کے لئے اختیار کیا گیا تھا۔ اس سلسلہ میں چوہدری شجاعت حسین کی خدمات بھی حاصل کی جا سکتی ہیں تا کہ اس باغ کی نجکاری کا انجام اسٹیل مل کی نجکاری والا نہ ہو سکے۔ آخر انسان حالات سے کچھ نہ کچھ تو سیکھتا ہی ہے۔

خبر براہِ راست نہیں ہے اس لئے اس کے راست ہونے میں شک کی گنجائش ہے۔ تاہم جنرل ضیاع الحق کے صاحبزادے اور مذہبی امور کے وزیر اعجاز الحق نے بیان دیا ہے کہ امامِ کعبہ نے ان سے ملاقات کے دوران جامعہ حفصہ اور لال مسجد والوں کے طور طریقوں پر افسوس کا اظہار کرتے ہوئے انہیں غیر اسلامی قرار دیا ہے اور صاف کہا ہے کہ کسی سرکاری یا غیر سرکاری جگہ پر غیر قانونی طریقے سے مسجد تعمیر کرنا جائز نہیں ہے۔ پاکستان میں سعودی عرب کے حکمرانوں کے مسلک سے قریب تر مکتبِ فکر والے جامعہ حفصہ کے طور طریقوں پر امامِ کعبہ کی رائے خود انہیں لوگوں کے لئے لمحۂ فکریہ ہے۔ ویسے امامِ کعبہ نے وہی باتیں نرم، ملائم اور ڈھکے چھپے لفظوں میں کہی ہیں جو اس سے پہلے ایم کیو ایم کے الطاف بھائی نے

زیادہ کھل کر کہی ہیں۔ ان باتوں کا مذکورہ اداروں کے مولویوں پر خاک اثر ہو گا، ابھی تو حکومت پر بھی ان باتوں کا اثر نہیں ہوا۔ چنانچہ پاکستان میں کرپشن کے میگا اسکینڈل میں ملوث وزیر اعظم شوکت عزیز نے اسلام آباد میں چوہدری شجاعت حسین کے مولویوں سے مذاکرات کا احوال جاننے کے بعد اسلام آباد کی ایک کانفرنس میں تقریر کرتے ہوئے کہا ہے کہ ہمیں دینی مدارس پر فخر ہے۔ پاکستانی دینی مدارس میں کوئی دہشت گرد تربیت نہیں دی جا رہی، اور ہمیں مدارس کے بارے میں کوئی معذرت خواہانہ رویہ اختیار کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ خدا کرے شوکت عزیز کی ساری باتیں سچ ثابت ہو جائیں، کیونکہ ان کی تردید تو خود دوسرے معتبر سرکاری ذرائع سے ہوتی رہتی ہے۔

چوہدری شجاعت حسین عام طور پر رات کو لال مسجد یا جامعہ حفصہ جاتے ہیں، رات بھر وہاں ان کے مذاکرات جاری رہتے ہیں اور اگلے دن فجر کی نماز پڑھ کر وہ وہاں سے واپس آتے ہیں۔ رات بھر کے ان مذاکرات میں قوم کے ساتھ مذاق کیا جا رہا ہے اس لئے حکومت اور جامعہ حفصہ والوں کے مذاکرات کو 'مذاق رات' کہنا برمحل ہو گا۔ ایسے 'مذاق رات' کے نتیجہ میں وزیر اعظم شوکت عزیز نے جس طرح دہشت گردی کے کھلے گڑھ پر فخر کا اظہار کیا ہے اس کے ردِ عمل میں متحدہ قومی موومنٹ کے قائد الطاف بھائی نے کھل کر اظہار خیال کیا ہے۔ الطاف بھائی کے بقول:

''وزیر داخلہ پر حملہ لال مسجد، جامعہ حفصہ اور جامعہ فریدیہ والے انہی مذہبی انتہا پسندوں نے کرایا، جنہوں نے چند روز پیشتر ملک بھر میں خودکش حملوں کی دھمکی تھی۔ انہوں نے کہا کہ کھلے عام خودکش حملوں کی دھمکی دینے والوں کے خلاف قانونی ایکشن لینا چاہئے تھا لیکن حکمراں جماعت کے سربراہان انہیں معصوم اور فرشتے بنا کر پیش کر رہے ہیں اور ان مذہبی انتہا پسندوں کو سپورٹ کر رہے ہیں۔''

سپریم کورٹ کے جج جسٹس فلک شیر نے ایک مقدمہ میں ریمارکس دیتے ہوئے کہا ہے کہ ''سلیکشن بورڈ کا کام وزیر اعظم نے کرنا ہے تو پبلک سروس کمیشن کو ختم کر دینا چاہئے'' وزیر اعظم شوکت عزیز اسٹیل مل اور اسٹاک مارکیٹ کریش میگا کرپشن اسکینڈلز کے مرکزی کردار ہیں اور ان کے دامن سے اور بھی کئی اقتصادی چھومنتر قسم کے اسکینڈل وابستہ ہیں۔ ان کی کرپشن کا ایک اور زاویہ سپریم کورٹ کے ایک جج کے مذکورہ ریمارکس سے بھی ظاہر ہو رہا ہے۔ ان کی طرف سے بھیجا جانے والا چیف جسٹس آف سپریم کورٹ کے خلاف ریفرنس ان کے مذکورہ اسکینڈلز کے حوالے سے عدالتی ریمارکس اور فیصلوں کا شاخسانہ رہا ہے۔ انہیں چاہئے کہ اب جسٹس فلک شیر کے خلاف بھی ایک ریفرنس بھیج دیں۔

گزشتہ کالم کے حوالے سے ایک خاص ای میل ۲۷/اپریل کو آئی تھی، وہ میل اور جوابی ای میل من وعن پیش ہے:

m_sarwar135@yahoo.com

موصولہ میل: آپ کا کالم "ادھرادھر سے" پڑھا، بہت اچھا تھا، مزہ بھی بہت آیا لیکن اسلامی مدارس کے بارے میں آپ کے خیالات کچھ اچھے نہ ہیں۔ مانا کہ کچھ مولوی پاکستان بنانے کے مخالف تھے، خاص کر مفتی محمود، لال مسجد والے بھی وہی لوگ ہیں۔ حدیث پاک ہے کہ برائی کو سختی سے روکو۔ اگر ایسا نہ کر سکو تو زبان سے روکو۔ اگر ایسا بھی نہ کر سکو تو دل سے برا جانو۔ سختی کرنا حکومت کا کام ہے، نہ کرے تو اس کا گناہ صاحبِ اختیار پر ہوگا۔ زبان سے روکنا علماء کا کام ہے۔ دل سے برا جانے عوام کے لئے ہے۔ اس لیے لال مسجد والوں کا مطالبہ یوں ٹھیک ہے لیکن طریقہ غلط ہے۔

میری جوابی میل: آپ کے کمنٹس کے لئے آپ کا شکریہ۔ میں آپ کی رائے اور خیالات کا احترام کرتا ہوں۔ پاکستان کی مجموعی فضا بہتر بنانے کے لئے ایک دوسرے کی رائے کا احترام کرنا اور ایک دوسرے کو خوشدلی کے ساتھ برداشت کرنا ضروری ہے۔ ورنہ ہم لوگ واقعتاً دوسرا افغانستان بن جائیں گے۔ آپ نے حدیث لکھی ہے، اس کی تشریح میں اختلاف ہیں، لیکن قرآن شریف میں تو خود سرکارِ دو عالم (ﷺ) کو مخاطب کر کے فرمایا گیا ہے کہ ہم نے آپ کو داروغہ نہیں مقرر کیا ہے۔ آپ کا کام پیغام پہنچا دینا ہے اور اتنا کافی ہے۔ بہر حال تشریح کے اختلاف کے ہوتے ہوئے اس طرح ڈنڈا اور بندوق اٹھا لینا پاکستان کے لئے انتہائی خطرناک نتائج کا حامل ہے۔ امید ہے مکالمہ کی گنجائش رہے گی۔

۸/مئی ۲۰۰۷ء

اِدھر اُدھر سے: ۱۵

۱۲/مئی...یومِ سیاہ

۱۲/مئی کو کراچی میں جو خونریزی کی گئی، کرائی گئی، اس کی ذمہ داری مکمل طور پر جنرل پرویز مشرف، ان کی خفیہ ایجنسیوں، ایم کیو ایم اور وزیر اعلیٰ سندھ پر عائد ہوتی ہے۔ یہ سب اس قتل و غارت کے ذمہ دار ہی نہیں مجرم بھی ہیں۔ ایسا سانحہ جو پاکستان کی تاریخ میں ایک اور یومِ سیاہ بن گیا ہے۔ کل تک گہرے دکھ کی کیفیت نے حد سے زیادہ جذباتی کر رکھا تھا، تاہم اب میں اس پوزیشن میں ہوں کہ جذبات پر قابو رکھتے ہوئے کل کے سانحہ کا حالات و واقعات کے تناظر میں سنجیدگی کے ساتھ تجزیہ کر سکوں۔

چیف جسٹس آف پاکستان افتخار محمد چوہدری نے کراچی بار کی دعوت پر کراچی میں ہونے والی تقریب میں شرکت کرنا تھی۔ اس سے قبل چیف جسٹس اندرون سندھ کے دو شہروں میں وکلا کی دعوت پر جا چکے تھے اور وہاں ان کا والہانہ استقبال کیا گیا تھا۔ عدالتوں کے حاضر سروس ججوں نے ان کے استقبال کی ابتدا اندرون سندھ کے دوروں سے ہی شروع کی تھی۔ اس کے بعد چیف جسٹس پشاور اور جڑواں شہروں کی بار سے بھی خطاب کر چکے ہیں اور ہر جگہ ان کا جس طرح والہانہ استقبال ہوا، اس سے یہ امید قائم ہونے لگی تھی کہ اعلیٰ عدلیہ اپنے ماضی کے ریکارڈ کے برعکس اب واقعتاً قانون اور آئین کی بالا دستی کے لئے جرات کا مظاہرہ کرنے لگی ہے۔ اس حوالے سے بینچ اور بار کے درمیان ایسی زبردست ہم آہنگی پاکستان کی تاریخ میں پہلی بار دیکھنے میں آئی۔ جنرل پرویز مشرف نے جس جرنیلی طریقے سے چیف جسٹس کو رخصت کرنا چاہا تھا، ان کی وہ خواہش پوری نہ ہوئی بلکہ ان کے لئے خفت کا موجب بن گئی۔ چیف جسٹس کے اسلام آباد سے لاہور کے سفر نے جنرل پرویز مشرف کی کمانڈو سیاست کو بھی ہلا دیا۔ اور معاملہ خفت سے کچھ آگے بلکہ کافی آگے چلا گیا۔

چیف جسٹس کو کراچی کے وکلا کی طرف سے ۲۳/مارچ کو مدعو کیا جا رہا تھا لیکن ان کے خلاف ریفرینس آ جانے اور اس سے پیدا شدہ بحران کے نتیجہ میں پھر انہیں ۱۲/مئی کو مدعو کیا گیا۔ یہ پروگرام پہلے

طے ہوا اور میڈیا میں اس کی خبریں بہت پہلے سے آگئی تھیں۔لیکن اسلام آباد سے لاہور تک چیف جسٹس کے فقید المثال استقبال کے بعد جنرل پرویز مشرف نے اس معاملہ کو دل پر کچھ زیادہ ہی لے لیا۔ چنانچہ جنرل پرویز مشرف نے پرویز مشرف بھائی کی حیثیت سے الطاف بھائی سے مدد طلب کی۔ بھائی، بھائی کے کام آیا۔الطاف بھائی نے پرویز مشرف بھائی کی مدد کے لئے اسی بارہ مئی کو کراچی میں اپنی طاقت کے مظاہرہ کے لئے ریلیوں کے انعقاد کا اعلان کر دیا۔ یہ بڑی اہم بات ہے کہ چیف جسٹس کا پروگرام پہلے سے اعلان شدہ تھا۔ایم کیو ایم کا پروگرام بعد میں اسی تاریخ اور انہی روٹس کے مطابق بنوایا گیا جو چیف جسٹس کے لئے پہلے سے بتایا جا چکا تھا۔یوں بے شک الطاف بھائی، پرویز مشرف بھائی کے کام آئے تاہم اس بھائی چارے میں کراچی کو قتل گاہ بنا دیا گیا۔

اب حالات و واقعات کو ایک اور رُخ سے دیکھتے ہیں۔۱۲ رمئی سے پہلے ۹ رمئی کو چیف جسٹس کے وکیل منیر اے ملک کے دفتر کو سرکاری طور پر سیل کیا گیا۔ یہ کھلم کھلا ایسی زیادتی تھی جو ارباب غلام رحیم اور ایم کیو ایم کے ذہنی ملاپ سے ہی ہو سکتی تھی۔لیکن قانونی طریقے سے یہ سیل تڑوائی گئی اور یہ ”قانون کی آڑ لے کر کی جانے والی“ چیرہ دستی کامیاب نہ ہوئی تو ۹ رمئی سے ۱۰ رمئی کی درمیانی رات منیر اے ملک کے گھر پر اندھا دھند فائرنگ کی گئی۔ یہ فائرنگ خالصتاً اسی اسٹائل کی تھی جو ماضی میں ایم کیو ایم کا وطیرہ رہی ہے۔سندھ حکومت کے سیکریٹری داخلہ جو بریگیڈیر بھی ہیں، ان کی طرف سے چیف جسٹس کو خط لکھا گیا کہ یہاں کے حالات خراب ہیں اس لئے آپ کراچی کا دورہ ملتوی کر دیں۔یعنی بجائے سرکاری پارٹی ایم کیو ایم کو روکنے کے، الٹا چیف جسٹس اور وکلاء پر دباؤ ڈالا گیا کہ وہ اپنا پروگرام ملتوی کر دیں۔ بارہ مئی سے پہلے ہی اپوزیشن کے کارکنوں کی وسیع پیمانے پر گرفتاریاں شروع کر دی گئیں۔ اور رات گئے ائر پورٹ جانے والے تمام راستے رکاوٹیں کھڑی کر کے بند کر دیئے گئے۔ یوں آنے اور جانے کے لئے صرف ہیلی کا پٹر کو استعمال کیا گیا۔

بارہ مئی کو اپوزیشن نے پر امن ریلی شروع کی تھی اور اس کا کسی تصادم کا کوئی ارادہ نہ تھا۔ کیونکہ چیف جسٹس کا استقبال اپوزیشن کی ترجیح تھی۔ ایم کیو ایم کی ریلیاں گیارہ اور بارہ مئی کی درمیانی رات سے نکلنا شروع ہوئیں اور اس دوران کہیں کوئی ہنگامہ نہیں ہوا۔ دن کے پہلے حصہ میں بھی کوئی ہنگامہ نہیں ہوا۔ بس جیسے ہی دوپہر بارہ بجے کے قریب چیف جسٹس کا طیارہ کراچی ائر پورٹ پر اترا۔اس کے معاً بعد ائر پورٹ کے ارد گرد کے علاقوں میں اپوزیشن کی ریلیوں پر براہ راست فائرنگ شروع کر دی گئی، گاڑیوں اور

پٹرول پمپوں کو آگ لگانا شروع کر دی گئی۔ان سڑکوں پر فائرنگ اور آتش زنی کا ایک ہی مقصد تھا کہ ائر پورٹ کے رستے بلاک کرنے کے باوجود ایسی فضا بنا دی جائے کہ نہ کوئی چیف جسٹس کو لینے کے لئے جا سکے اور نہ چیف جسٹس ائر پورٹ سے باہر نکل سکیں۔صرف اس مقصد کے لئے اپوزیشن کی ریلی کے ساتھ آگ اور خون کی ہولی کھیلی گئی۔ مزید حفاظتی اقدام کے طور پر سیکریٹری داخلہ سندھ اور پولیس کے سربراہ دونوں صبح چیف جسٹس کی آمد سے لے کر ساڑھے چار بجے تک ائر پورٹ پر اس وی آئی پی لاؤنج کے باہر موجود رہے جہاں چیف جسٹس اپنے وکلا ساتھیوں کے ساتھ میزبانوں کا انتظار کر رہے تھے۔ حالانکہ ان دونوں شخصیات کی اصل ذمہ داری یہ تھی کہ وہ ائر پورٹ کے ارد گرد سڑکوں پر ہونے والی خونریزی کو روکیں، لیکن چونکہ سب کچھ طے شدہ پروگرام کے مطابق ہو رہا تھا، طے شدہ پروگرام کے مطابق کرایا جا رہا تھا، اس لئے لاء اینڈ آرڈر کی صورتحال کو سنبھالنے کے ذمہ دار دونوں سرکاری افسران اپنی اصل ڈیوٹی کرنے کی بجائے چیف جسٹس کو ایک طرح سے حصار میں لئے موجود رہے۔

ایک طرف ائر پورٹ کے آس پاس کے علاقے میں آگ اور خون کی ہولی کھیلی جا رہی تھی دوسری طرف اس دہشت گردی کو ان علاقوں تک پھیلایا جا رہا تھا جو معروف معنوں میں ”غیر مہاجر“ علاقے کہلاتے ہیں۔ گویا متحدہ قومی موومنٹ پھر سے مہاجر قومی موومنٹ کے روپ میں آرہی تھی۔ ”غیر مہاجر علاقوں“ کو میدانِ جنگ بنانے میں یہ حکمت عملی تھی کہ اندھا دھند فائرنگ اور غارت گری کے نتیجہ میں اس علاقے کے باسیوں کا ہی زیادہ سے زیادہ نقصان ہوگا۔نتیجہ بھی یہی نکلا۔اب تک جتنی ہلاکتیں سامنے آچکی ہیں ان میں دو تہائی ہلاکتیں اپوزیشن والوں کی ہوئی ہیں۔

سندھ حکومت کے مشیر داخلہ ایم کیو ایم کے اپنے بندے تھے۔ ویسے ارباب غلام رحیم بھی اس سازش میں پوری طرح ملوث ہیں۔ پہلے سے تصادم کا خطرہ موجود تھا تو حفاظتی انتظام بھی ہونا چاہئیں تھے۔لیکن بارہ بجے سے لے کر شام سات بجے تک ایم کیو ایم کے غنڈوں کو وحشت و بربریت کا کھیل کھیلنے کے لئے فری ہینڈ دے دیا گیا۔ کہیں پر نہ کوئی پولیس دکھائی دے رہی تھی، نہ کوئی رینجرز کے حفاظتی دستے سامنے آرہے تھے۔اس دوران اپوزیشن کی ریلی کو تتر بتر کرنے کے بعد ایسے کام کئے گئے جو ماضی میں ایم کیو ایم کے مزاج کا حصہ رہے ہیں۔ مثلاً سب جانتے ہیں کہ عبدالستار ایدھی کے معاملہ میں ایم کیو ایم کا کیا رویہ رہا ہے۔ ایک زمانہ میں تو ایدھی صاحب کراچی سے باہر چلے گئے تھے۔اس بار ان کی ایک ایمبولینس میں ڈالے گئے دو زخمیوں کو ہلاک کرنے کے ساتھ ایمبولینس کے ڈرائیور کو بھی ہلاک کر دیا گیا۔ جناح ہسپتال

جہاں بہت ساری لاشیں اور زخمی لے جائے جا رہے تھے، وہاں ہسپتال کے اندر جا کر بھی فائرنگ کی گئی۔ اے آر وائی ٹرسٹ ہسپتال پر فائرنگ کی گئی۔ آج ٹی وی کے دفتر پر مسلسل فائرنگ کی گئی اور کئی گھنٹے تک دفتر کا محاصرہ بھی کئے رکھا گیا۔ ۱۵ رمئی کو سندھ بھر میں جیو ٹی وی، اے آر وائی چینل اور آج ٹی وی کی نشریات بند کرانے کا سہرا پہلے ہی ایم کیو ایم کے سر ہے، اسی تسلسل میں آج ٹی وی کے ساتھ ہونے والی دہشت گردی کو دیکھا جائے تو ایم کیو ایم کے کارکنوں کی اعلیٰ کارکردگی کھل کر سامنے آ جاتی ہے۔

ایک طرف یہ سب قتل و غارت گری ہو رہی تھی، دوسری طرف تبت سنٹر پر ایم کیو ایم کی ریلیاں پُر امن طور پر پہنچ رہی تھیں۔ دو جمع دو چار کی طرح بہت ہی سیدھی سی بات ہے اگر اپوزیشن نے ایم کیو ایم کے ساتھ الجھاؤ چاہا ہوتا تو انہوں نے تبت سنٹر پر توجہ مرکوز کی ہوتی۔ وہاں پر ایک دو دھماکے کرا دینا کم از کم 'برادرانِ اسلام' کے لئے تو کوئی مشکل کام نہ تھا۔ ایم کیو ایم کا سارا جلسہ ہی اکھڑ جاتا، لیکن یہ حقیقت ہے کہ اپوزیشن صرف چیف جسٹس کا استقبال کرنا چاہتی تھی۔ ایم کیو ایم نے وحشیانہ طور پر اس استقبال کو سبوتاژ کرنے کے لئے جنرل پرویز مشرف کی دلجوئی کی ہے اور خفیہ ایجنسیوں کی فرمانبرداری کا ثبوت دیا ہے۔

یہاں ایک ضمنی وضاحت کرنا ضروری سمجھتا ہوں۔ میری ذاتی رائے یہ ہے کہ مہاجر قومی موومنٹ کے قیام میں جنرل ضیاع الحق کے دور کی خفیہ ایجنسیوں کا عمل دخل رہا ہے۔ اسی لئے ایجنسیوں نے اس لسانی تنظیم کو اپنے مقاصد کے لئے جی بھر کر استعمال کیا۔ تاہم ایک مرحلہ ایسا آیا جب اس کے قائد اور دوسرے رہنماؤں نے طے کیا کہ خفیہ والوں کے لئے اب کوئی خطرناک کھیل نہیں کھیلنا۔ تب ان لوگوں نے صرف سیاسی کردار ادا کرنا چاہا اور اپنی جماعت کی مقبولیت کے صرف مثبت رُخ کی طرف توجہ کرنا چاہی۔ میں ان مثبت پہلوؤں کا معترف ہوں جن میں جاگیرداروں اور وڈیروں کی مخالفت، مذہبی انتہا پسندوں کے خلاف مزاحمت، نچلے اور متوسط طبقے کے عوام کو اوپر لانا وغیرہ شامل ہیں۔ میرا ذاتی تجزیہ یہ ہے کہ جب ایم کیو ایم کی قیادت نے خفیہ ایجنسیوں کے ہاتھوں میں کھیلنے سے انکار کر دیا تو ان ایجنسیوں نے ان کی پرانی فائلیں کھولنا شروع کر دیں۔ جس کے نتیجہ میں الطاف حسین کو لندن آنا پڑا۔ یہاں آ کر انہوں نے لسانی تنظیم کے کلاوے سے نجات حاصل کرنے کے لئے مہاجر قومی موومنٹ کو متحدہ قومی موومنٹ بنایا۔ تب سے اب تک ان کی سیاست میں وہ ساری خوبیاں بھی تھیں جو دوسری سیاسی جماعتوں سے منسوب کی جا سکتی ہیں اور وہ سارے عیب بھی تھے جو مجموعی طور پر ہماری سیاست کا مزاج بن چکے

ہیں۔ تاہم ان کے کردار کا یہ رخ واضح لگتا تھا کہ وہ اب خفیہ ایجنسیوں کا آلۂ کار نہیں بنیں گے۔ ابھی تک حکومت میں شراکت کی قیمت کے طور پر جو معاملات طے ہوئے تھے وہ بھی کوئی بہت زیادہ قابلِ اعتراض نہ تھے۔ لیکن اب ۱۲ رمئی کے قتل و غارت اور خون خرابے کے بعد ایم کیو ایم متحدہ قومی موومنٹ کی بجائے پھر سے مہاجر قومی موومنٹ بن گئی ہے۔ یہ سب کچھ صرف پرویز مشرف بھائی کی محبت میں کیا گیا ہے یا پھر سے ایجنسیوں کی خدمات بجالانے کا ثبوت دیا گیا ہے، دونوں صورتیں ہی افسوسناک ہیں۔ جن کا حتمی نقصان بالآخر ایم کیو ایم ہی کو ہوگا۔

قانون نافذ کرنے والے اداروں کی مکمل ذمہ داری اپنے ہاتھ میں ہونے کے باوجود اور کراچی میں خود ہی قتل و غارت کرانے کے باوجود، ایم کیو ایم کے وزیروں اور مشیروں سے لے کر قائد تک سب لوگ انتہائی مکاری کے ساتھ اپنی مظلومیت کا ڈھنڈورہ بھی پیٹتے رہے۔ اور حیرت انگیز طور پر سب کی تان چیف جسٹس کے خلاف زہر اگلنے پر آ کر ٹوٹتی رہی۔ گورنر سندھ عشرت العباد، پارٹی کے مرکزی رہنما فاروق ستار، وزیر و مشیران بابر غوری، وسیم اختر اور رکن اسمبلی حیدر عباس رضوی، سب نے انتہائی وحشیانہ طور پر چیف جسٹس کے خلاف زہر اگلا اور ساتھ ہی عدلیہ کی آزادی کے اعلان بھی کرتے رہے۔ الطاف حسین نے اپنی تقریر میں یہ تک کہہ دیا کہ چونکہ چیف جسٹس نے پی سی او کے تحت حلف اٹھایا تھا، اس لئے قوم سے معافی مانگیں، پھر چیف جسٹس کے عہدہ سے استعفیٰ دیں۔ اس کے بعد ایم کیو ایم ان کی حمایت کرے گی۔

جہاں تک پی سی او کے تحت حلف اُٹھانے پر اعتراض کی بات ہے تو پہلی بات یہ کہ پہلے تو اس کی مزاحمت کی جائے جو پی سی او کے تحت حلف اٹھوانے کا حکم صادر کرتا ہے۔ دوسری بات یہ کہ اگر کوئی پی سی او کے تحت حلف اُٹھا کر بھی اسی قانون اور اسی آئین کے دائرے میں رہ کر جرنیلی حکم کو ٹھکرا دیتا ہے اور جنرل مشرف کو اپنے سترھویں ترمیم والے آئین اور قانون کے مطابق چلنے کا کہتا ہے تو اس جرات پر تو چیف جسٹس کا ساتھ دینا چاہئے تھا۔ سترھویں ترمیم کی حمایت کرنے والوں، اسی ترمیم کے تحت پی سی او کے حلف کا حکم دینے والے کی حمایت کرنے والوں، اور اسی سترھویں ترمیم کے بعد کے آئین کے تحت حکومت میں شامل ہونے والوں کو یہ کہتے ہوئے شرم آنی چاہئے تھی کہ چیف جسٹس پی سی او کے تحت حلف اٹھانے کی وجہ سے قوم سے معافی مانگیں۔ چیف جسٹس کی آنکھ کے تنکے پر معترض ہونے والوں کو اپنی آنکھ کا شہتیر کیوں نہیں دکھائی دے رہا؟ چیف جسٹس کا حلف اسی قانون کے تحت ہوا تھا جس کی منظوری کے

جرم میں الطاف حسین کی جماعت بھی پوری طرح شریک تھی۔

حضرت عیسیٰ مسیح علیہ السلام نے اپنے زمانے کے لمبی لمبی آیتیں پڑھ کر تقریریں کرنے والے رہنماؤں کو کہا تھا: ''تم مچھروں کو تو چھانتے ہو مگر اونٹوں کو نگل جاتے ہو''۔ تو جناب الطاف حسین آپ بھی سترھویں ترمیم کی منظوری میں حکومت کے ساتھ، باوردی جمہوریت میں حکومت کے ساتھ، فوجی جمہوریت میں آپ کی پارٹی حکومت کی حلیف اور حکومت میں پوری طرح حصہ دار، یہ سارے اونٹ نگل لینے پر کوئی اعتراض نہیں لیکن اعتراض ہے تو صرف یہ کہ ہم نے سترھویں ترمیم کے ذریعے جس پی سی او حلف کی راہ نکالی، آپ نے اس کے تحت حلف کیوں اٹھایا؟

الطاف بھائی! یہ آپ ہیں تو آپ کے قربان جایئے

جہاں تک چیف جسٹس سے استعفیٰ دینے کے مطالبہ کا تعلق ہے، یہ تو وہی مطالبہ ہے جو الطاف بھائی کے پرویز مشرف بھائی نے اپنے دوسرے جرنیل بھائی لوگوں کے ساتھ مل کر چیف جسٹس سے کیا تھا۔ اگر فوجی جرنیل دھونس کے ذریعے استعفیٰ حاصل نہیں کر سکے تو الطاف حسین کی ایم کیو ایم بھی کسی دہشت گردی کے ذریعے ایسا کرنے میں کامیاب نہیں ہو سکے گی۔ بس اتنا ہے کہ استعفیٰ کا مطالبہ کر کے الطاف بھائی اور پرویز مشرف بھائی کی ایک جیسی خواہش سامنے آ گئی ہے۔

آ ملے ہیں سینہ چاکانِ چمن سے سینہ چاک!

سینہ چاکانِ چمن کی بات سے گجرات کے سینہ چاکوں کی یاد آ گئی۔ ابھی کل تک الطاف حسین اور ان کی جماعت کھلے عام کہتی تھی کہ لاہور میں اور پنجاب میں جو ڈاکے پڑ رہے ہیں اور ڈاکوں کے ساتھ قتل اور عصمت دری کے جو ہولناک سانحات ہو رہے ہیں ان کی سرپرستی گجرات کے چوہدری کر رہے ہیں۔ یہ باتیں کھلے عام کی جا چکی ہیں۔ پھر الطاف حسین کے اس بیان کی تو ابھی سیاہی بھی خشک نہیں ہوئی کہ :

''وزیر داخلہ پر حملہ لال مسجد، جامعہ حفصہ اور جامعہ فریدیہ والے انہی مذہبی انتہا پسندوں نے کرایا، جنہوں نے چند روز پیشتر ملک بھر میں خودکش حملوں کی دھمکی تھی۔ انہوں نے کہا کہ کھلے عام خودکش حملوں کی دھمکی دینے والوں کے خلاف قانونی ایکشن لینا چاہئے تھا لیکن حکمران جماعت کے سربراہان انہیں معصوم اور فرشتے بنا کر پیش کر رہے ہیں اور ان مذہبی انتہا پسندوں کو سپورٹ کر رہے ہیں۔''

لیکن کمال کی بات یہ ہے کہ کراچی میں ایم کیو ایم کے کارکنوں کی صوبائی اور مرکزی حکومتوں اور خفیہ ایجنسیوں کی سرپرستی میں کی گئی بارہ مئی کی دہشت گردی کے بعد گجرات کے چوہدریوں نے بطور خاص

الطاف حسین کو ٹیلی فون کئے ہیں۔ اگر یہ صرف تعزیتی فون ہوتے تو بعینہ ایسے ہی ٹیلیفون ان جماعتوں کے سربراہوں کو بھی جاتے جن کے کارکن ایم کیو ایم سے دو تہائی زیادہ تعداد میں ہلاک کئے گئے۔ لیکن تعزیت کی آڑ میں یہ ٹیلی فون بھی سینہ چاکانِ چمن سے سینہ چاکانِ چمن کے ملنے کا منظر ہی بتاتے ہیں۔ ابھی تک جو چوہدری خود آپ کے بقول ڈاکوؤں کے سرپرست تھے اور مذہبی دہشت گردوں کو معصوم فرشتہ بنا کر انہیں سپورٹ کر رہے تھے، اب وہ اور آپ، دونوں ایک ہی مشن پر چل نکلے ہیں۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ ایم کیو ایم کراچی اور حیدرآباد کی ایک موثر سیاسی قوت ہے۔ الطاف حسین چاہیں تو ابھی بھی کسی کے ہاتھوں میں کھیلنے کی بجائے اپنی سیاست خود کریں اور ملک کو وردی سے پاک جمہوریت کی طرف لے جانے میں اپنا مثبت کردار ادا کریں (زبانی کلامی نہیں بلکہ عملی کردار) لیکن اگر وہ اپنی قوت کا اسی طرح غلط استعمال کرنے کی راہ پر چل نکلے تو پھر اللہ ان کے حال پر بھی رحم کرے، کراچی کے حال پر بھی رحم کرے اور پاکستان کے حال پر بھی رحم کرے۔ الطاف حسین نے اپنی تقریر میں یہ دعا کی تھی:

''اے اللہ! تو دیکھ رہا ہے۔ ہم تیرے انصاف کے طالب ہیں، ہم تیرے انصاف کے طالب ہیں، ہم تیرے انصاف کے طالب ہیں۔''

انسان، انسانوں کو تو دھوکہ دے سکتا ہے، لیکن خدا کو دھوکہ نہیں دیا جا سکتا۔ الطاف حسین خود ہی ایجنسیوں کے آلۂ کار بن کر، پرویز مشرف کے برادرانہ فرمانبردار بن کر اتنا بڑا قتلِ عام کرا کے خدا سے انصاف نہ مانگیں، کہیں وہ سچ مچ انصاف نہ کر دے۔ بہتر ہے خدا سے معافی اور رحم کی التجا کریں، وگرنہ بقول میاں محمد بخش:

او جبار، قہار سداوے، متاں روڑ سٹی ددھ کڑھیا

اس بات کو آسان اردو میں کراچی کے بارے میں کہے گئے ایک شعر کے مطابق یوں بھی کہا جا سکتا ہے۔

یہ شہر سمندر کے کنارے پہ ہے آباد
اس شہر میں رہنا بھی تو اوقات میں رہنا

اپنی اب تک کی ساری گفتگو کو سمیٹتے ہوئے ایک بار پھر کہوں گا کہ چیف جسٹس آف پاکستان اندرون سندھ، پشاور، اسلام آباد، لاہور جہاں بھی گئے ہیں کہیں تشدد اور خون خرابہ نہیں ہوا۔ بارہ مئی کو کراچی میں جو آگ لگائی گئی، وہ ساری منظّم حکومتی سازش تھی، جس میں مرکزی حکومت اور صوبائی

حکومت پورے تال میل کے ساتھ ملوث تھیں۔وہ تمام حالات وواقعات جن کا اوپر ذکر ہو چکا ہے،حکومتی منصوبوں کو کھول کر ظاہر کر چکے ہیں۔کراچی بار کے صدر ابرار حسین کے بیانات سے مزید تصدیق ہوتی ہے کہ ایم کیو ایم اور پوری حکومتی مشینری اس سازش کو درجہ بدرجہ مکمل کر رہے تھے۔ان کے بیانات کی تردید عشرت العباد ابھی نہیں کر سکے۔کراچی میں جو کچھ ہوا وہ صرف اور صرف ریاستی دہشت گردی تھی جس کا شکار اپنے ہی بے گناہ عوام کو بنایا گیا۔اس کے لئے مکمل سرکاری تحفظ کے ساتھ ایم کیو ایم کے غنڈوں کو استعمال کیا گیا اور وحشت و بربریت کا کھیل کھیلا گیا۔

اگر پاک فوج بحیثیت ادارہ اس گھناؤنے کھیل میں ملوث نہیں ہے،اور مجھے حسنِ ظن ہے کہ بحیثیت ادارہ پاک فوج اس گھناؤنے کھیل میں ملوث نہیں ہے،تو پھر پاک فوج کا فرض بنتا ہے کہ چند اقتدار پرست جرنیلوں اور چند انتہائی کرپٹ اور غنڈے قسم کے سیاستدانوں ،اور ٹھگ بنکاروں کے اس ٹولے کو لگام دیں جو پورے ملک کو صرف اور صرف اپنے ذاتی اقتدار اور ذاتی مفادات کی حصول کی ہوس میں خانہ جنگی کی طرف دھکیل رہا ہے۔میں کسی نئے جرنیل کو اقتدار سنبھالنے کی ترغیب نہیں دے رہا بلکہ میری گزارش اتنی ہے کہ موجودہ کرپٹ حکمرانوں اور ان کے سرپرستوں کو احتساب کے کٹہرے میں لایا جائے اور ملک میں کسی تاخیر کے بغیر آزادانہ اور شفاف انتخاب کرا کے جمہوری عمل بحال کیا جائے۔جنرل پرویز مشرف سے اصلاح احوال کی جو تھوڑی بہت امید کی جا سکتی تھی اب وہ بھی باقی نہیں رہی، وہ مکمل طور موجودہ حکمران کرپٹ ٹولے کے سرپرست اور محافظ بن چکے ہیں اور ملک کو مذہبی اور لسانی فسادات کی راہ پر ڈال رہے ہیں۔اس سے پہلے کہ ملک دوسرا افغانستان بن جائے ،اسے بچا لیا جائے۔ملک بچانے کے لئے اب موجودہ سارے حکمرانوں اور ان کے سرپرست کا صرف جانا ہی ضروری نہیں ہے بلکہ ان سب کا احتساب بھی بے حد ضروری ہو گیا ہے۔

۱۳ر مئی ۲۰۰۷ء

اِدھر اُدھر سے:۱۶

ایم کیو ایم جب تک مہاجر قومی موومنٹ تھی،اس کی حیثیت ایجنسیوں کے ہاتھوں میں کھلونے جیسی تھی۔لیکن جیسے ہی اس نے متحدہ قومی موومنٹ کا روپ اختیار کیا،اس کا سیاسی کردار بہتر ہونے لگا۔اب اس کی پیش قدمی پنجاب، بلوچستان،اندرون سندھ ،صوبہ سرحد اور کشمیر کی طرف جاری تھی۔اگرچہ بہت سے لوگ ایم کیو ایم کے نئے روپ کو ایک بہروپ کہتے تھےلیکن میرے جیسے کئی لوگوں کو خوشی تھی کہ یہ جماعت اپنی لسانی سطح سے اوپر اٹھ کر ایک قومی جماعت کا کردار ادا کرنے لگی ہے۔اس کے غریب اور متوسط طبقے کے لوگوں سے ہمدردی صرف سیاسی نعرہ نہیں تھا بلکہ اس کے طرزِ عمل سے بھی اسی کا اظہار ہوتا تھا۔یہ سب خوش آئند تھا،ایم کیو ایم کے لئے بھی اور پاکستان کے لئے بھی۔۔لیکن ۱۲ر مئی کے بعد سے ایم کیو ایم نے نہ صرف دوسرے سارے علاقوں اور اندرون سندھ میں اپنی ہمدردیاں کھوئی ہیں بلکہ خود کراچی میں بھی اس کی حمایت میں کمی ہو گئی ہے۔۱۲مئی کو ہی ایم کیو ایم نے اپنا پاکستان اسٹیل مل کا ووٹ بنک کھو دیا ہے۔ایم کیو ایم کی حامی ہونے کے باوجود اور ہر جلسے، ریلی میں چالیس سے پچاس ہزار تک افراد کی حاضری دینے والی اسٹیل مل اس بار ایم کیو ایم کی ریلی کی بجائے اپنے محسن جسٹس افتخار محمد چوہدری کا استقبال کرنا چاہ رہی تھی۔الطاف حسین اور ایم کیو ایم کے دوسرے رہنما اپنے اپنے ضمیر میں جھانک کر خود سے پوچھیں کہ ۱۲مئی کو اگر انہوں نے خونی لسانی جماعت کا روپ دھارنے کی بجائے چیف جسٹس کا استقبال کیا ہوتا تو ان کی ملک گیر عزت اور مقبولیت میں کتنا اضافہ ہوتا۔ایسا کرنے کی صورت میں وہ مذہبی جماعتیں بالکل ہی پس پردہ چلی جاتیں جو اس وقت چیف جسٹس کے استقبال میں اپنے جھنڈوں کے ساتھ پیش پیش ہوتی ہیں۔ایم کیو ایم نے اس موقعہ کو ضائع ہی نہیں کیا،اپنی عزت اور تکریم کو اپنی ذلت اور رسوائی میں بدل لیا ہے۔ایجنسیوں کا آلۂ کار بن کر، کراچی کو لہولہان کرنے کے علاوہ سیاسی طور پر بھی اپنا نقصان کیا ہے۔اس وقت حکومتی پارٹی قاف لیگ میں ان کی حمایت صرف وہ گروہ کر رہا ہے جسے ایم کیو ایم خود ڈاکوؤں کا سرپرست اور مذہبی دہشت گردوں کا سپورٹر قرار دیتی رہی ہے۔وہ سرائیکی

بیلٹ جوایم کیوایم کوزیادہ خوش آمدید کہہ رہی تھی ،اسی سرائیکی بیلٹ کے قاف لیگ کےممبران ایم کیوایم کے خلاف پھٹ پڑے۔انہوں نے صدارتی ریفرینس کوبھی پسندنہیں کیااورایم کیوایم کے۱۲مئی کے کردار کوویساہی باورکیاہےجیسااپوزیشن والوں نے کہاہےاورجیساغیر جانبدار پریس نے دنیا کوبتایا ہے۔

۱۲مئی ۲۰۰۷کو چیف جسٹس کی کراچی میں آمدکوروکنے کے لئے کراچی میں جنرل مشرف نےصوبائی حکومت اورایم کیوایم کی قیادت کے ذریعے جوخونی کھیل دکھایاوہ جنرل مشرف اورایم کیوایم دونوں کی سیاہ کاریوں میں شمارکیا جاتا رہے گا۔اس کا مزید شرمناک پہلو یہ ہے کہ دن بھرکراچی میں آگ اورخون کی ہولی کھیلی جاتی رہی اوراسی دن شام کو جنرل پرویز مشرف اسلام آباد میں ڈھول کی تھاپ پر ہوتے رقص کے جلومیں گجرات کے چوہدریوں کی ریلی سے خطاب کررہے تھے۔اس سیاسی تماشے پروہ پرانی کہاوت یادآئی ’’روم جل رہاتھااورنیروبانسری بجارہاتھا‘‘لیکن اسےاب ’’نیرو‘‘کےساتھ کیوں نتھی کیاجائے براہ راست نئے نیروکانام کیوں نہ دیاجائے۔

’’کراچی جل رہاتھااورجنرل مشرف ڈھول کی تھاپ پرہوتے رقص کودیکھ رہاتھا‘‘

اب یہ نئی کہاوت رائج کی جانی چاہئے۔

۱۳مئی کو یومِ سیاہ منایا گیااور۱۴مئی کو پورے ملک میں اپوزیشن کی اپیل پرکراچی کی دہشت گردی کے اصل مجرموں کے خلاف ہڑتال کی گئی۔۱۴رمئی کو ہی حکومت کے مرکزی شہراسلام آباد میں ایڈیشنل رجسٹرارسپریم کورٹ حمادرضا کوعلی الصبح ان کے گھرپرقتل کردیا گیا۔پہلے سے سوچے سمجھے منصوبے کے تحت اس ٹارگٹ کلنگ کوڈکیتی کارنگ دینے کی کوشش کی گئی لیکن جب حمادرضا کی بیوہ ،برطانوی نیشنلٹی ہولڈرشبانہ نے برطانوی سفارتخانہ سے رابطہ کرکے قانونی مددکی درخواست کی اورواضح طورپرکہا کہ حکومتی اداروں سے منصفانہ تحقیق کی امیدنہیں ہے،تو جنرل مشرف کی جانب سے چیف جسٹس کے خلاف کھیلے جانے والے گھناؤنے کھیل کا ایک اورورق کھل کرسامنے آگیا۔حقیقت یہ ظاہرہوئی کہ ۹رمارچ کو چیف جسٹس کے خلاف کاروائی شروع کی گئی تو ایڈیشنل رجسٹرارحمادرضا کوبھی خفیہ ایجنسیوں نے اپنی تحویل میں لے لیا تھا۔ان پرشدید دباؤڈالا گیا کہ وہ چیف جسٹس کے خلاف گواہ بن جائیں۔لیکن انہوں نے صاف انکارکردیا۔اب سپریم کورٹ میں فل کورٹ کی تشکیل کے بعدمشرف کی جرنیلی حکومت کی یہ کہانی عدالت میں آنے والی تھی۔سوانہیں اس گواہی سے روکنے کے لئے ڈاکے کی واردات کاڈرامہ بناکرگھرپرقتل کردیا گیا۔لیکن ان کی بیوہ کی برطانوی حکام سےفریاد کے بعداورمیڈیا کی طرف سے واضح اشارے ملنے کے

بعدجنرل پرویز مشرف اب شایداپنے اقتدارکےزوال کےآخری سرےتک پہنچ گئے ہیں۔

۱۵رمئی کو پشاورکےنازسینماروڈپر،مسجدمہابت خان کے سامنے واقع ’’مرحباہوٹل‘‘پرخوفناک بم دھماکہ ہواہے۔اس کےنتیجہ میں ۲۷سے زائدافراد ہلاک ہوگئے ہیں۔بے شک اس دھماکہ کے سبب کے مختلف امکانات ہوسکتے ہیں۔صوبہ سرحد میں حالیہ دنوں میں کئی خودکش حملے ہوچکے ہیں۔اسی دوران صوبہ سرحد میں ایک ایسے شخص کورنگے ہاتھوں پکڑا گیا تھا جودھماکہ خیز مواد چپکے سے رکھ کرنکلنا چاہتا تھا،وہ شخص مرکزی خفیہ ایجنسی کا ایک اہلکارنکلا۔جسے مرکزوالے زبردستی چھڑاکرلے گئے۔اس پروزیراعلیٰ سرحد نے کئی دن تک شورمچایالیکن مرکزنے اس اہلکارکی کہانی پوری طرح دبادی۔اس بنیادپرکہا جاسکتا ہے کہ بعض دھماکے مذہبی انتہاپسندکررہے ہیں تو کبھی کبھارخفیہ ایجنسیاں بھی اپنے مقاصدکےحصول کے لئے دھماکوں کا کھیل کھیل لیتی ہیں۔سواسی وجہ سے میرے نزدیک حالیہ دھماکہ میں بھی جنرل پرویز مشرف کا اشارہ شامل ہے۔کسی خفیہ ایجنسی نے یہ دھماکہ کرایا ہےاوراس کا مقصدصرف اورصرف کراچی کے دہشت گردوں سےتوجہ ہٹاکرلوگوں کو پشاورکےدھماکے کی طرف غلطاں کرنا ہے۔جلد یابدیر یہ حقیقت واضح ہو جائے گی۔دھماکہ کےفوراً بعدمیرا پہلا تاثر یہی تھا۔بعدازاں اسی روز حامدمیر کے پروگرام کیپٹل ٹاک میں اعتزازاحسن نے اوراےاین پی کے ایک لیڈرنے بھی اپنے اپنے انداز میں اسی بات کے اشارے دیئے۔جبکہ کراچی میں اےاین پی کے رہنما نے صاف لفظوں میں کہہ دیا کہ کراچی سے توجہ ہٹانے کے لئے ایجنسیوں نے یہ دھماکہ کرایا ہے۔حکومت کی طرف سے اس سانحہ کوسابق خودکش دھماکوں جیسا قرار دیا جارہا ہے۔لیکن ایجنسیاں ویسی مشابہت پیدا کرنے کی کوشش میں پوری طرح کامیاب نہیں ہوسکیں۔مثلاً پہلے دھماکوں میں نوجوان لڑکے خودکش بمبار ہوتے تھے،اس بارایک بوڑھے بابےکوخودکش حملہ آور ظاہرکیا گیا ہے۔ایک مضحکہ خیز واقعہ یہ ہوا کہ اس خودکش حملہ آورکی ٹانگ پرایک کاغذ بندھا ہواپایا گیا ہے جس میں یہ باورکرایا گیا ہے کہ یہ’’افغان مجاہدوں‘‘ کا کارنامہ ہے جوامریکہ کے خلاف مزاحمت کررہے ہیں۔اس سےاس خونی تماشہ کی منصوبہ بندی کرنے والوں کا بھونڈا پن ظاہرہوتا ہے۔

اسی دوران حکومت نے اپنے ٹوپی ڈرامہ’’جامعہ حفصہ و لال مسجد‘‘کے منجھے ہوئے مذہبی انتہا پسندکرداروں کواستعمال کیا ہے۔ان انتہاپسندوں نے اس وجہ سے چارپولیس اہلکارپکڑ لئے ہیں کیونکہ حکومت نے ان کے تین طالب علموں کوگرفتارکیا ہے۔اس وجہ سے کچھ کھلبلی مچانے کی کوشش کی گئی ہے لیکن عوام اب اس ٹوپی ڈرامہ کی حقیقت جان گئے ہیں۔کراچی میں خون کی ہولی کھیلنے والے کرداروں

سے توجہ ہٹانے کے لئے نہ پشاور میں مرحبا ہوٹل کا بم دھماکہ کام آسکا ہے اور نہ ہی جامعہ حفصہ کے ڈرامہ کا گھسا ہوا ریکارڈ کام آئے گا۔ اب جنرل پرویز مشرف کو اپنا حساب کتاب دینا ہوگا۔ اپنے غیر آئینی، غیر قانونی اقدامات اور اقتدار کے تحفظ کے لئے اپنے ہی عوام کا خون بہانے والوں کو اب یومِ حساب کی تیاری کر لینی چاہئے۔

ماضی قریب تک ایم کیو ایم کے رہنما جب ایم ایم اے کے ساتھ مباحثہ کرتے ہوئے کسی ٹاک شو میں دلائل کے ساتھ بات کرتے تھے تو ایم ایم اے والوں کی علمی بے کسی قابلِ دید ہوا کرتی تھی۔ لیکن اب وہی ایم کیو ایم کے رہنما جب چیف جسٹس کے خلاف لچر قسم کی باتیں کرتے ہیں تو ان کی باتیں اور ان کی دلیلیں سن کر ہی گھن آنے لگتی ہے۔ الطاف حسین کے بعض پوچ اعتراضات کے جواب میں گزشتہ کالم میں وضاحت کے ساتھ لکھ چکا ہوں۔ اس دوران ایک اور بات جو ایم کیو ایم والے اپنی طرف سے بڑی دلیل بنا کر بیان کر رہے ہیں یہ سامنے آرہی ہے کہ عدلیہ کا معاملہ عدالت میں طے ہونا چاہئے۔ اسے سڑکوں پر نہیں لایا جانا چاہئے۔ اگر اپوزیشن کی سیاسی جماعتیں اسے سڑکوں پر لائیں گی تو پھر ٹکراؤ ہوگا۔ چیف جسٹس کے خلاف صدارتی ریفرینس کے معاملہ میں یہ دلیل بھی بڑی ہی پوچ قسم کی ہے۔ ساری دنیا جانتی ہے کہ جنرل پرویز مشرف نے چیف جسٹس کو آرمی ہاؤس میں طلب کر کے وہاں استعفیٰ دینے کے لئے دباؤ ڈالا۔ چیف جسٹس کے ''تاریخی انکار'' کے نتیجہ میں انہیں محبوس رکھا گیا۔ انہیں اس وقت تک فوج کی حراست میں رکھا گیا جب تک سپریم کورٹ کا قائم مقام چیف جسٹس نہیں بنا دیا گیا۔ اور جب تک سندھ اور لاہور سے پسندیدہ ججوں کو بلا کر اپنی مرضی کی جوڈیشل کونسل تشکیل نہیں دے دی گئی۔ اس کے بعد بھی چیف جسٹس کو تب رہائی نصیب ہوئی جب ٹی وی چینلز نے ان کے محبوس ہونے کی رپورٹ دینا شروع کر دی۔ انہیں برطرف نہیں کیا گیا تھا لیکن ان سے ساری سرکاری سہولیات لے لی گئیں۔ اپنے غیر آئینی اختیار کے بل پر چیف جسٹس کو معطل کر دیا گیا۔ ان کے گھر پر پہرہ بٹھا دیا گیا۔ صرف وہ لوگ ان سے مل سکتے تھے جن سے حکومت انہیں ملانا چاہتی تھی تاکہ انہیں استعفیٰ کے لئے راضی کیا جا سکے۔ سرِ عام چیف جسٹس کو سڑک پر گھسیٹا گیا، ان کے بال نوچے گئے، ان کے بچوں کا گھر سے نکلنا اور اسکول جانا بند کر دیا گیا۔ دہشت کی یہ فضا ایک دن کی بات نہ رہی، چار دن تک ایسا رہا۔ ایسے جرنیلی اور غیر آئینی و غیر قانونی مظالم کے نتیجہ میں وکلاء اور عوام چیف جسٹس کی حمایت اور اقتدار پر قابض فوجی جرنیلوں کے خلاف نفرت کے اظہار کے لئے اُٹھ کھڑے ہوئے۔ یہ وکلاء کی قابض جرنیلوں کے

خلاف جدوجہد اور عوام کی حمایت تھی جس نے اپوزیشن کو بھی مجبور کر دیا کہ اس اہم مسئلہ میں ان کا ساتھ دیں۔ اپوزیشن نے کبھی بھی چیف جسٹس کے اشو پر سیاست نہیں کی۔ اپنے جھنڈوں کے ساتھ سب نے چیف جسٹس کے ساتھ اظہار یکجہتی کیا ہے۔ سکھر، حیدرآباد، اسلام آباد، پشاور سے لے کر لاہور تک چیف جسٹس کے ساتھ پوری قوم کو نہایت پُر امن قسم کا اظہار یکجہتی جنرل پرویز مشرف کے غیر آئینی اور غیر قانونی اقدامات کے نتیجہ میں کرنا پڑا۔ چیف جسٹس کے خلاف روا رکھے جانے والے جنرل پرویز مشرف کے غیر قانونی، غیر آئینی، غیر اخلاقی اور غیر انسانی اقدامات پوری دنیا میں پاکستانیوں کے لئے شرمندگی بلکہ ذلت کا موجب بنے ہیں۔ عوام نے اسی کی مزاحمت کی۔ اپوزیشن نے بھی عوام کے موڈ کو دیکھ کر ان کا ساتھ دیا۔ اس لئے عدلیہ کے معاملہ کو سڑکوں پر لانے کے ذمہ دار صرف اور صرف جنرل پرویز مشرف ہیں۔ اگر یہ معاملہ سڑکوں تک نہ آتا تو اب تک چیف جسٹس بھی پتہ نہیں کہاں غائب کئے جا چکے ہوتے اور ان کے اہلِ خانہ ان کی بازیابی کے لئے اپیلیں اور مظاہرے کر رہے ہوتے۔ یا پھر ان کا بھی ایڈیشنل رجسٹرار سپریم کورٹ حماد رضا والا انجام کر دیا جاتا۔ جنرل پرویز مشرف کا المیہ یہ ہے کہ پی سی او کے تحت حلف اٹھانے والے اپنے چیف جسٹس کے انکار کو اپنے سترھویں ترمیم والے آئین کے مطابق بھی ہضم نہیں کر سکے۔

ایم کیو ایم کے لیڈروں کو بودے دلائل کے ساتھ آئیں بائیں شائیں کرنا بند کر دینا چاہئے۔ عوام ہوں یا مہذب دنیا، کوئی بھی ان کی چرب زبانی کے باوجود ان کی بے تکی دلیلوں اور باتوں کا یقین کرنے کو تیار نہیں ہے۔ وہ دھونس جما کر پورے چوبیس گھنٹے بھی ٹی وی پر براہِ راست اپنی صورتیں دکھاتے رہیں، قوم ان سے سخت متنفر ہو چکی ہے۔ وہ کراچی میں قتل و غارت گری کے ذمہ دار ہیں۔ جنرل پرویز مشرف کی محبت میں اپنی مرضی سے ایجنسیوں کے ہاتھوں استعمال ہوئے ہیں۔ پوری قوم یہ حقیقت جان چکی ہے۔ اب کچھ تلافی ہو سکتی ہے تو صرف اپنے گناہوں کا اعتراف کر کے اور پوری قوم سے معافی مانگ کر ہی ہو سکتی ہے۔

معافی سے یاد آیا، اس معاملہ میں بھی پرویز مشرف بھائی اور الطاف بھائی دونوں بھائی لوگ ایک جیسی طبیعت کے مالک لگتے ہیں۔ پرویز مشرف بھائی نے جیوٹی پر حملہ کرایا اور پھر ان سے معافی مانگ لی لیکن چیف جسٹس کے معاملہ میں اپنے مجرمانہ کردار پر معافی مانگنے کے لئے ابھی تک تیار نہیں ہیں۔ الطاف بھائی نے بھی ایک طرف ٹی وی چینلز کو دھمکا کر کوریج لینے کا سلسلہ جاری رکھا ہوا ہے۔ دوسری طرف ''آج'' ٹی وی کے دفتر پر حملہ کرانے کے بعد ان کے فاروق ستار نے اسلام آباد میں باقاعدہ معافی

مانگ لی ہے۔اس معافی کی نوبت تب آئی جب ان کی پریس کانفرنس میں صحافیوں نے کراچی میں صحافت پر ایم کیو ایم کے حملوں پر غم وغصہ کا اظہار کرتے ہوئے پریس کانفرنس کا بائیکاٹ کیا۔جن صحافیوں نے پریس کانفرنس میں شرکت کی انہوں نے بھی احتجاجاً زمین پر بیٹھ کر رپورٹنگ کی۔شاید بہت سے قارئین کو علم نہ ہو کہ ۱۲مئی کو کراچی میں ’’آج‘‘ ٹی وی کے دفتر پر چار گھنٹے تک جاری رہنے والی فائرنگ کی وجہ کیا تھی؟۔۔۔وجہ یہ تھی کہ طلعت حسین نے اپنی اعلیٰ پیشہ ورانہ کارکردگی کا مظاہرہ کرتے ہوئے ’’آج‘‘ ٹی وی پر ایک ایسی فلم چلا دی تھی جس میں ایم کیو ایم کی جانب سے اس کے کارکنوں میں اسلحہ تقسیم کرتے ہوئے دکھایا گیا تھا۔کراچی میں قتلِ عام کے اصل مجرم اس میں بے نقاب ہو گئے تھے۔اسی لئے اس چینل کے دفتر پر اتنی دیر تک وحشیانہ فائرنگ کی جاتی رہی۔ضرورت اس امر کی ہے کہ اس فوٹیج کو دوسرے چینلز پر بھی بار بار دکھایا جائے اور پھر ان چرب زبان رہنماؤں سے پوچھا جائے کہ اب بتاؤ یہ فوٹیج کیا ہے اور یہ غنڈے کون ہیں؟

ایک ویب سائٹ نے آج ٹی وی کی اس فوٹیج کو آن لائن کیا ہے۔اس کے علاوہ چند اور مناظر دوسرے چینلز کے بھی ہیں جن کو دیکھ کر ایسا لگتا ہے کہ متحدہ قومی موومنٹ،صرف مہاجر قومی موومنٹ والے کردار کی طرف کی واپس نہیں گئی بلکہ یہ تھی ہی مہاجر قومی موومنٹ اور اس نے متحدہ کے نام کا صرف بہروپ اختیار کیا تھا۔اس دہشت گردی کے لئے کسی الزام تراشی کی ضرورت نہیں ہے،مہاجر قومی موومنٹ کا ۱۲مئی کا دہشت گردانہ کردار براہِ راست دیکھئے:

http://www.mqmwatch.org//content/view/5/26/

http://www.mqmwatch.org/

ابھی تک ایم کیو ایم کے رہنما یہ کہتے رہے ہیں کہ چیف جسٹس کی وجہ سے کراچی میں خون خرابہ ہوا ہے۔اب الطاف بھائی کے جنرل پرویز مشرف بھائی نے کہا ہے کہ چیف جسٹس اور اعتزاز احسن کراچی کے حالات بگاڑنے کے ذمہ دار ہیں۔اس بیان سے لگتا ہے کہ جنرل پرویز مشرف اپنے ہوش و حواس کھوتے جا رہے ہیں۔ان کی ٹانگوں کی لڑکھڑاہٹ صدارتی بریفنگ کے لئے آنے والے گنتی کے چند سینئر صحافیوں نے دیکھی تھی لیکن ان کے اس بیان سے عوام بھی اندازہ کر سکتے ہیں کہ جنرل پرویز مشرف واقعی لڑکھڑا گئے ہیں۔اعتزاز احسن ان کے اس بیان پر ان کے خلاف ہتک عزت کا دو ارب روپے ہرجانہ کا مقدمہ دائر کرنے جا رہے ہیں۔ان کا کہنا ہے کہ یہ رقم کراچی کے غریب عوام پر خرچ کی

جائے گی۔

میں ایک عرصہ تک عام پاکستانیوں کی طرح یہ امید لگائے بیٹھا تھا کہ جنرل پرویز مشرف ملک کا بھلا کریں گے اور غریب عوام کے لئے ضرور کچھ بہتر کریں گے۔لیکن آہستہ آہستہ یہ امید مایوسی میں بدلتی گئی اور اب تو ان کا وجود قوم کے لئے عذاب بن چکا ہے۔جنرل پرویز مشرف اپنے سات سالہ دور اقتدار میں کالا باغ ڈیم بنانے کا اعلان کرتے رہے لیکن یہ اعلان قوم کو ڈیم فول بنانے کے سوا اور کچھ نہ تھا۔قوم کے اربوں کھربوں روپے ڈکار جانے والوں سے لوٹی ہوئی دولت واپس لینے کا اعلان کرتے رہے اور اسی دوران مزید اربوں روپے اپنے حمایتی سیاستدانوں اور سیاسی لوٹوں کو قرض دے کر معاف کر دیئے۔یعنی لوٹی ہوئی دولت تو واپس کیا لاتے اُلٹا مزید اربوں روپے ’’داداجی کی فاتحہ حلوائی کی دوکان پر‘‘ کی طرز پر معاف کر دیئے۔اسٹیل مل کو تو ان کے وزیر اعظم شوکت عزیز اور ان کے مشیر اعظم ڈاکٹر سلمان شاہ ’’شیرِ مادر‘‘ سمجھ کر پی جانے لگے تھے (پتہ نہیں اس میں خود جنرل پرویز مشرف کے لئے کتنے کروڑ یا ارب کا حصہ تھا جو باہر ہی باہر ان کے کسی اکاؤنٹ میں منتقل کر دیا جاتا) چیف جسٹس کے تاریخی فیصلہ نے قومی ڈاکے کی اس کوشش کو ناکام بنا دیا۔اگر جنرل مشرف نے بھی اس بھوکی ننگی قوم کو لوٹنا ہے اور لٹوانا ہے تو پھر اب ان کا اپنے سارے کرپٹ ساتھیوں سمیت جانا ضروری ہو گیا ہے۔بہت گڈ گورنینس ہو گئی۔اب یہ ان پر منحصر ہے کہ بچی کھچی عزت کے ساتھ رخصت ہو جائیں یا پھر اسی وقت جائیں جب عوام میں ان کے لئے وہ گالی بچے بچے کی زبان پر آ جائے جو ابھی چند جلسوں میں دی گئی ہے۔یہ وہی تاریخی گالی ہے جو ایوب خان کو بھی دی گئی تھی لیکن انہیں تب اس گالی کا یقین آیا تھا جب ان کے پوتے یا نواسے کی زبان پر بھی وہ گالی آ گئی تھی۔کیا جنرل پرویز مشرف اس مقام پر پہنچ کر رخصت ہونا چاہتے ہیں؟ تب ساری قاف لیگ اور ایم کیو ایم کے بھائی لوگ انہیں کہیں بھی دکھائی نہیں دیں گے اور وہ وقت زیادہ دور نہیں لگتا۔

کراچی میں ۱۲مئی کے قتلِ عام کی ذمہ داری خود قبول کرنے اور ایم کیو ایم کو اس کا مرکزی حصہ دار ماننے کی بجائے چیف جسٹس اور اعتزاز احسن پر الزام تراشی کرنے کے بعد جنرل پرویز مشرف نے ایک اور تاریخی بیان دے دیا ہے۔اس بیان کے دو حصے ہیں اور ان دونوں حصوں سے ان کی منافقانہ شخصیت کھل کر سامنے آ جاتی ہے۔ایک انٹرویو کی جنگ میں ہونے والی رپورٹنگ کے مطابق:’’صدر نے کہا کہ وہ اردو بولنے والے ہیں اس لئے اپوزیشن ان کا تعلق ایم کیو ایم سے جوڑنے کی کوشش کر رہی ہے لیکن ان کا ایم کیو ایم سے کوئی تعلق نہیں ہے۔وہ پاکستان کے بارے میں سوچتے ہیں۔۔۔۔اسی انٹرویو

میں صدر صاحب یہ بھی فرماتے ہیں ”اگر متحدہ چیف جسٹس کو ریلی نکالنے کی اجازت دیتی تو ۲۰ سے ۳۰ ہزار لوگ ایم کیو ایم کے علاقے میں جمع ہو جاتے اور یہ تاثر دیتے کہ متحدہ کراچی میں اثر کھو چکی ہے“

پاکستان کے عوام کی بڑی اکثریت اردو زبان سے محبت کرتی ہے۔ گزشتہ ساٹھ ستر برس کے دوران خاص طور پر اردو ادب کی جتنی خدمت غیر اہلِ زبان نے کی ہے، اتنی شاید خود اردو والوں نے بھی نہیں کی ہوگی۔ اس لئے اردو بولنے والوں سے کسی کو کوئی پریشانی نہیں ہے۔ خود جنرل پرویز مشرف کو گزشتہ سات برسوں میں کبھی کسی نے اس حوالے سے طعنہ نہیں دیا کہ وہ اردو بولنے والے ہیں، بلکہ مجھے تو دل ہی دل میں یہ افسوس ہوا کرتا تھا ایک اہلِ زبان خاندان کا فرد ہے اور اردو کی اہلِ زبان والی صلاحیت سے محروم ہے۔ سو اردو بولنے والے تو ہمارے لئے محبت اور عزت کے لائق ہیں، مسئلہ ان لوگوں کا پیدا کردہ ہے جو لسانی بنیاد پر اردو کا نام لے کر دوسروں سے صرف نفرت ہی نہیں کرتے بلکہ ان کا قتلِ عام بھی کرتے ہیں۔ اپنے انٹرویو میں ایک طرف تو جنرل پرویز مشرف کہتے ہیں کہ ان کا ایم کیو ایم سے کوئی تعلق نہیں ہے اور وہ پورے پاکستان کا سوچتے ہیں دوسری طرف ان کا یہ کہنا ہے کہ

”اگر متحدہ چیف جسٹس کو ریلی نکالنے کی اجازت دیتی تو ۲۰ سے ۳۰ ہزار لوگ ایم کیو ایم کے علاقے میں جمع ہو جاتے اور یہ تاثر دیتے کہ متحدہ کراچی میں اثر کھو چکی ہے“ یہ بیان انتہائی حیران کن ہے۔ اس بیان سے کئی نکات پیدا ہوتے ہیں۔ ایم کیو ایم ابھی تک ”عیارانہ انکار“ کر رہی تھی کہ اس نے چیف جسٹس کے لئے جانے والی ریلی میں کہیں بھی کوئی روک نہیں ڈالی۔ لیکن جنرل پرویز مشرف کہتے ہیں کہ اگر ایم کیو ایم ریلی نکلنے دیتی تو ایم کیو ایم کے علاقے میں ۲۰ سے ۳۰ ہزار لوگ جمع ہو جاتے اور اس سے یہ تاثر پیدا ہوتا کہ ایم کیو ایم کراچی میں اپنا اثر کھو چکی ہے۔ یعنی ریلی میں رکاوٹ ایم کیو ایم نے ہی ڈالی اور سارا قتل و غارت اس لئے کرایا گیا کہ ایم کیو ایم کا تاثر قائم رہے کہ کراچی صرف اسی کا ہے۔ یہ جنرل پرویز مشرف کا جو اس خونی کھیل کا بڑا کردار ہیں، بالواسطہ طور پر اقبالِ جرم ہے۔ اسے عدالتی سطح پر پیش کیا جانا چاہئے۔ اس بیان کے بعد جنرل پرویز مشرف صدرِ پاکستان تو کیا چیف آف آرمی اسٹاف بھی نہیں لگتے۔ اس واضح بیان کے بعد ان کی حیثیت ایم کیو ایم کے سیکٹر کمانڈر جیسی بن گئی ہے۔

اس بیان کو سرسری نہیں لینا چاہئے۔ بلکہ اب تو فوج کے محبّ وطن جرنیلوں کو فکر کرنی چاہئے کہ اگر آرمی چیف ایم کیو ایم کا سیکٹر کمانڈر بن گیا ہو تو قوم کا کیا بنے گا۔ میں اس حساس موضوع پر مزید کچھ لکھنے سے گریز کر رہا ہوں۔ لیکن اگر اس خوفناک بیان کے مضمرات کو فوج کے اعلیٰ افسران نے نظر انداز کرنا چاہا

تو یہ خود پاک فوج کے ادارے کے لئے انتہائی خطرناک ثابت ہوگا۔

۱۵؍مئی کو ایک ہی دن دو اہم بیانات سامنے آئے۔ پہلا بیان پاکستان میں برطانوی ہائی کمشنر رابرٹ برنکلے کا تھا۔ انہوں نے کہا کہ پاکستان میں صدر اور آرمی چیف کے عہدے الگ ہونے چاہئیں۔ انہوں نے توقع ظاہر کی کہ جنرل پرویز مشرف اس سال کے آخر تک وردی اتار دیں گے۔ کیونکہ دو عہدے ایک ساتھ رکھنے سے ملک میں حقیقی جمہوریت نہیں آسکتی۔ دوسرا بیان امریکی نائب وزیر خارجہ رچرڈ باؤچر کا ہے۔ انہوں نے امریکہ میں اس توقع کا اظہار کیا ہے کہ جنرل پرویز مشرف وعدہ کے مطابق اس سال اپنی وردی اتار دیں گے اور غیر جانبدارانہ شفاف انتخابات کے انعقاد کو یقینی بنائیں گے۔

اسلامی ملکوں کی تنظیم او آئی سی کے وزرائے خارجہ کی کانفرنس ۱۵مئی سے اسلام آباد میں شروع ہوئی۔ اسے موثر بنانے کے لئے اس کے نئے چارٹر پر اتفاق رائے نہیں ہو سکا۔ تنظیم کے جنرل سیکریٹری نے اتفاق رائے نہ ہو پانے کو تعجب خیز قرار دیا ہے۔ حالانکہ اس میں تعجب کی کوئی بات نہیں ہے۔ مسلمانوں نے کچھ آپس میں لڑ لڑ کر مرنا ہے اور جو باقی بچیں گے وہ باری باری امریکہ کے ہاتھوں مریں گے۔ یہ محض خیال آرائی نہیں ہے۔ جس دن او آئی سی کے جنرل سیکریٹری نے نئے چارٹر پر اتفاق رائے نہ ہو پانے پر تعجب کا اظہار کیا ہے، اسی روز امریکی سینٹرل کمان کے سابق سربراہ جنرل جان ابی زید نے کہا ہے کہ ضروری نہیں کہ عراق اور افغانستان امریکہ کے لئے دو سب سے بڑے مسائل ہوں۔ آگے چل کر پاکستان اور سعودی عرب امریکہ کے لئے زیادہ بڑے مسائل بن سکتے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ دونوں ممالک سیکیورٹی کے مسائل سے نمٹ رہے ہیں۔ لیکن امریکہ کو تشویش اس وجہ سے ہے کہ سعودی عرب تیل کے بڑے ذخائر رکھتا ہے اور پاکستان ایٹم بم رکھتا ہے۔ یہ جنرل جان ابی زید اپنے جنرل پرویز مشرف کے خاص دوست رہے ہیں۔ ان کے بیان کو ذرا کھول کر دیکھا جائے تو انہوں صاف کہہ دیا ہے کہ عراق اور افغان مسائل ہمارے لئے کوئی اتنا بڑا دردِ سر نہیں ہیں اور ہم مستقبل میں پاکستان اور سعودی عرب کے ساتھ بھی ایسا کچھ کرنے جا رہے ہیں۔ برطانوی ہائی کمشنر کے وردی والے بیان پر اور ابی زید کے بیان پر پاکستان کی وزارتِ خارجہ کی ترجمان نے اپنے ردِ عمل کا اظہار کیا ہے۔ کسی بات کی ٹو دی پوائنٹ تردید یا رد تو سامنے نہیں آیا تاہم اس بیان میں اتنا ہی غنیمت ہے کہ وزارتِ خارجہ کی ترجمان نے ”سرِ تسنیم“ خم نہیں ہونے دیا۔

۱۹؍مئی ۲۰۰۷ء

اِدھر اُدھر سے: ۱۷
لال مسجد، جامعہ حفصہ کے ڈرامہ کا ڈراپ سین لیکن۔۔۔۔

لال مسجد اور جامعہ حفصہ سے اسلامی نظام نافذ کرنے کے ڈرامہ کا ڈراپ سین ہو گیا ہے۔اس سلسلہ میں ماضی کے حوالے سے بھی کئی اہم سوال ہیں اور مستقبل کے حوالے سے بھی کئی اہم سوال ہیں۔ فوجی حکومت اور حساس اداروں کے قابلِ اعتراض کردار کے بارے میں جتنی باتیں اب تک کھل کر کی جا چکی ہیں،اُن کا ذکر بھی ناگزیر ہے۔تاہم پہلے میں یہاں حکومتی بیانات کو فوقیت دیتے ہوئے اس سانحہ کی مختصر روداد دہرا دیتا ہوں۔

لال مسجد سرکاری مسجد تھی،۱۹۹۸ء میں اس کے خطیب مولوی عبداللہ کے قتل کے بعد ان کے بیٹے مولوی عبدالعزیز کو اس کا خطیب بنایا گیا۔مولوی عبدالرشید غازی نائب خطیب مقرر ہوئے۔مولوی عبداللہ اس امریکی جہاد کے سرگرم مبلغ و مجاہد تھے جو سوویت یونین کے خلاف لڑا گیا تھا۔امریکہ اور اسرائیل نے اس امریکی برانڈ جہاد کے لئے جتنی مالی وعسکری امداد بھیجی وہ زیادہ تر پاکستان اور سعودی عرب کے ذریعے بھیجی گئی۔تاہم جذبۂ جہاد سے سرشار دوسرے مجاہدین کی طرح یہ بھی افغانستان میں جنگ لڑتے رہے اور وہاں سے واپسی کے بعد بھی وہاں کے عسکری حلقوں سے براہِ راست رابطوں میں رہے۔ان میں ملا عمر اور اسامہ بن لادن جیسے لوگ بھی شامل ہیں۔سوویت یونین کی شکست و ریخت کے بعد امریکی مقاصد پورے ہو گئے اور وہ اپنا بوریا بستر لپیٹ کر یہاں سے رخصت ہو گیا۔اسرائیل کو متعدد ڈپلومیٹک فوائد کے ساتھ ایک بڑا فائدہ یہ ہوا کہ سوویت یونین کے ٹوٹنے کے بعد سب سے پہلی چار ریاستیں جو آزاد ہوئیں اور کسی خون خرابے کے بغیر آزاد ہوئیں وہ چاروں یہودی آبادی والی ریاستیں تھیں۔جبکہ مسلم آبادی والی ریاستیں جو بعد میں آزاد ہو پائیں، ہر ایک کو خون خرابہ کے بعد آزادی مل سکی۔بہر حال افغان،افریقی اور عرب مجاہدین جو امریکہ برانڈ جہاد کو سچ مچ اسلامی جہاد سمجھ رہے تھے،بعد میں بھی اسی بات پر مُصر رہے۔وہ ابھی تک یہ اندازہ نہیں کر پائے یا کرنا نہیں چاہتے کہ جہاد کے نام پر وہ

امریکہ اور اسرائیلی مقاصد کے حصول کی جنگ لڑتے رہے ہیں۔اور اس معاملہ میں ان کی حیثیت بھاری معاوضہ کے کرائے کے فوجیوں سے زیادہ کچھ نہ تھی۔سوویت یونین کی شکست و ریخت کے بعد جب امریکہ اپنے ان ایجنٹوں کا کوئی متبادل بندوبست کئے بغیر علاقہ سے نکل گیا تو اس کے نتیجہ میں پہلے افغان مجاہدین کا باہمی خون خرابہ ہوا، بیچ میں صلح صفائی کے لئے خانہ کعبہ میں بیٹھ کر قسمیں کھائی گئیں اور کابل پہنچنے تک سارے مجاہدین کی قسمیں ٹوٹ گئیں پھر طالبان کا اسلامی نظام لایا گیا۔جسے ساری دنیا نے دیکھا۔نائن الیون سے پہلے تک حکومت پاکستان ہر سطح پر طالبان کی سرپرستی کر رہی تھی تاہم نائن الیون کے بعد جنرل پرویز مشرف کی حکومت کو یوٹرن لینا پڑا۔لیکن مولویوں کا ایک خاص مکتب فکر اور ان کے ہم خیالوں کا طبقہ یہ ادراک واعتراف نہ کر سکا کہ وہ جہاد کے نام پر امریکہ کے آلۂ کار بنے تھے۔لال مسجد والے بھی اسی مکتبِ فکر سے تعلق رکھتے تھے۔

لال مسجد اور جامعہ حفصہ کو محض مسجد اور دینی مدرسہ کہنا کافی نہ ہوگا۔ناجائز سرکاری زمینوں کو گھیرتے ہوئے ان مولویوں نے ایک کنال کی مسجد کو بڑھاتے بڑھاتے اس کا مجموعی رقبہ ۱۶ کنال کے لگ بھگ بنا لیا تھا اور یوں ایک چھوٹا سا شہر بسا لیا تھا۔یہاں دینی تعلیم کے ساتھ عسکری سرگرمیاں بھی جاری تھیں،اور جیسا کہ بعد میں ثابت ہوا باقاعدہ غیر ملکی دہشت گردوں نے یہاں ڈیرہ ڈال رکھا تھا۔اگر معاملہ صرف دینی درس و تدریس تک محدود رہتا تو شاید حکومت ان کے ناجائز قبضوں کو بھی برداشت کئے رکھتی لیکن ان مولویوں نے شریعت کے نفاذ کے نام پر ایسی حرکتیں شروع کرا دیں جن کا نتیجہ دنیا بھر میں پاکستان اور اسلام کی تضحیک کے سوا کچھ نہیں نکلا۔اسلام آباد کے مختلف مقامات پر غیر قانونی طور پر تعمیر کی گئی بعض مساجد کے انہدام کو آڑ بنا کر چلڈرن لائبریری پر قبضہ کر کے، ناجائز قبضہ کر کے بنائی گئی مساجد کی از سرِ نو تعمیر کے اور شریعت کے نفاذ کے مطالبات سے یہ کھیل ۲۲ جنوری ۲۰۰۷ء میں شروع ہوا۔پھر کبھی ویڈیو کی دوکانوں کو بے حیائی کے فروغ کا باعث قرار دے کر ویڈیو کیسٹیں،سی ڈیز وغیرہ کو سرِ عام آگ لگانے کے مظاہرے شروع کئے جانے لگے،کبھی کسی خاتون کو فحاشی کا اڈہ چلانے کے الزام میں اس کی بہو بیٹیوں سمیت گھسیٹ کر ان کے گھر سے نکالا گیا اور انہیں مسجد میں یرغمال بنائے رکھا گیا۔پھر اپنی مزعومہ شریعت کے مطابق انہیں توبہ تائب کر کے رہا کیا گیا۔کبھی پولیس اہلکاروں کو یرغمال بنا لیا گیا اور اپنے گرفتار طلبہ کی رہائی کے بعد انہیں رہا کیا گیا۔یہ سب کچھ کسی قبائلی علاقے میں نہیں ہو رہا تھا بلکہ پاکستان کے دارالحکومت اسلام آباد میں ہو رہا تھا۔آخری اقدام چینی کلینک پر آدھی رات کو دھاوا بولنا تھا۔

اس میں چینی خواتین کے ساتھ بعض مردوں کو بھی پکڑا گیا اور الزام لگایا گیا کہ یہ سب بے حیائی میں ملوث تھے۔ جب بعض سیاسی مولویوں نے انہیں اس اقدام سے روکا تو انہوں نے باقاعدہ کہا کہ ایم ایم اے کے ایک رکن اسمبلی کا بیٹا بھی یہاں جایا کرتا ہے۔ نفاذِ شریعت اور بے حیائی کے خلاف جنگ کرنے والے لال مسجد اور جامعہ حفصہ کے منتظمین سے کوئی یہ پوچھنے والا نہیں تھا کہ تم جس انداز کی شریعت نافذ کرنے لگے ہو اس کی رُو سے تو کوئی خاتون اپنے محرم کے بغیر حج یا عمرہ کے لئے بھی نہیں جا سکتی، تو تم نے کس طرح ہزاروں جوان لڑکیوں اور عورتوں کو ان کے محرموں کے بغیر یہاں جمع کر رکھا ہے؟ پہلے اپنی مزعومہ شریعت یا تفہیمِ دین پر خود تو عمل کر لو۔

چینی کلینک پر مولویوں کی واردات کے بعد چینی حکومت کی طرف سے پاکستان پر شدید دباؤ ڈالا گیا۔ چنانچہ حکومت پاکستان کے پاس ایکشن لینے کے سوا کوئی چارہ نہ رہ گیا۔ ۳رجولائی کو حکومت نے رینجرز، پولیس اور فوج کے دستوں کے مختلف گھیرے بنا کر لال مسجد کے مولوی برادران پر دباؤ ڈالنا شروع کیا تو ان کی طرف سے رینجرز پر فائر کھول دیا گیا۔ ایک شہادت اور چند زخمی سپاہیوں کا تحفہ ملنے کے بعد حکومت نے ابتدائی سخت کاروائی شروع کی۔ تاہم حکومت نے پوری کوشش کی کہ یہ مولوی برادران خود کو حکومت کے سپرد کر دیں اور محصور خواتین اور بچوں کو رہا کر دیں۔

اس سے پہلے خبریں آ چکی تھیں کہ مولوی عبدالعزیز نے تمام طلبہ و طالبات سے قرآن پر حلف لیا ہے کہ وہ شہادت قبول کر لیں گے لیکن ہتھیار نہیں ڈالیں گے۔ ان کے بارے میں یہ خبر بھی سامنے آ چکی ہے کہ انہیں تین سو سے زاید بشارتیں ہو چکی ہیں۔ ان بشارتوں پر مبنی کتاب بھی چھپی ہوئی ہے۔ ان میں سے ایک بشارت کے مطابق مولوی عبدالعزیز کا خون مسجد کے صحن میں بکھرا ہوا ہے اور اس خون سے اسلامی انقلاب نکلے گا۔ طلبہ و طالبات سے قرآن پر ''شہادت قبول لیکن ہتھیار نہیں ڈالنا'' کا حلف لینے والے اور اپنے خون سے اسلامی انقلاب آنے کی بشارت چھاپنے والے مولوی عبدالعزیز ۴رجولائی کو برقعہ پہن کر فرار ہوتے ہوئے گرفتار ہو گئے۔ حقیقتاً ۴رجولائی کو رات گئے حکومت کو وہ سب کچھ کر لینا چاہئے تھا جو ۱۰رجولائی کو مزید مجبور ہو کر کرنا پڑا۔ ۴رجولائی کو ایسا سب کچھ کر لیا جاتا تو حکومت کی اخلاقی پوزیشن کافی بہتر ہوتی، غیر ضروری تاخیر کے جواز میں حکومت کا موقف یہ ہے کہ ہم کم سے کم جانی نقصان چاہتے تھے اسی لئے اتنی تاخیر کرنا پڑی۔ بہر حال ۹ اور ۱۰رجولائی کی درمیانی رات کو حکومت، علماء، اور سیاسی شخصیات کی کاوشوں سے ایک معاہدہ طے پا رہا تھا جس کے مطابق عبدالرشید غازی روجھان، راجن

پور میں اپنے گاؤں میں نظر بند ہو جائیں گے۔ لیکن ان کی طرف سے پوچھا گیا کہ غیر ملکی افراد کے ساتھ کیا سلوک کیا جائے گا؟ (یوں پہلی بار انہوں نے مدرسہ میں غیر ملکی جنگجوؤں کی موجودگی کا اعتراف کر لیا)۔ اس کے جواب میں انہیں بتایا گیا کہ انہیں قانون کا سامنا کرنا ہوگا۔ بس یہیں پر مذاکرات ٹوٹ گئے اور اسی رات لال مسجد والوں کے خلاف آپریشن شروع کر دیا گیا۔ جس کے نتیجہ میں مولوی عبدالرشید ہلاک ہو گئے۔ حکومت کی طرف سے بیان کیا گیا کہ ۱۰۲ کے لگ بھگ اموات ہوئی ہیں جبکہ ۱۰رجولائی کو شام تک جرمنی میڈیا ہلاکتوں کی تعداد آٹھ سو بتا رہا تھا۔ یہ بلاشبہ بہت بڑا انسانی المیہ ہے، جس کا دکھ ہر انسان دوست محسوس کرے گا لیکن حکومت کی یہ بات بھی اپنے اندر وزن رکھتی ہے کہ ۱۰رجولائی تک تیرہ سو کے لگ بھگ خواتین و حضرات اور بچوں کو بچا لیا گیا جن میں مولوی عبدالعزیز کی اہلیہ اور بیٹی بھی شامل ہیں۔

مولوی عبدالرشید غازی نے اگر عورتوں اور بچوں کو یرغمالی بنانے کی بجائے انہیں خود باہر نکال دیا ہوتا تو اتنی زیادہ ہلاکتیں نہ ہوتیں۔ بے شک برین واش کئے ہوئے بعض افراد ان کے ساتھ مرنے پر بھی تلے ہوئے ہوں گے لیکن ۱۰رجولائی تک تیرہ سو افراد کا بحفاظت نکال لیا جانا ظاہر کرتا ہے کہ ایک بڑی تعداد کو واقعتاً یرغمال بنایا گیا تھا۔ مولوی عبدالرشید غازی کے اس طرزِ عمل سے مجھے انڈو پاک کی فلموں کے روایتی ولن یاد آئے۔ فلم کے اختتام سے تھوڑا پہلے وہ ہیرو کی ماں، بہن یا ہیروئن وغیرہ کو اغوا کر کے اپنی جان بچانے کی کوشش کرتے ہیں۔ افسوس یہ ہے کہ عبدالرشید غازی نے اپنے ہی بچوں اور عورتوں کو یرغمال بنا لیا اور حکومت کو بلیک میل کرتے رہے۔ اگر وہ ساری خواتین اور بچوں کو خود نکال دیتے اور پھر حکومت کے ساتھ لڑتے ہوئے مارے جاتے تو میرے جیسے گناہ گار لوگ بھی ان کی عظمت کو سلام کرتے۔ لیکن اس وقت جتنی افسوسناک اور تکلیف دہ ہلاکتیں ہوئی ہیں ان کی زیادہ ذمہ داری مولوی عبدالرشید غازی پر ہی ڈالوں گا، اس معاملہ میں ان کا کردار فلموں کے روایتی ولن جیسا رہا۔

مولوی عبدالعزیز کی بشارتوں میں سے ایک بشارت کا اوپر ذکر کر چکا ہوں۔ مجھے قرآن شریف میں بشارت اور انذار کے حوالے سے آیات کو سمجھنے میں کبھی دقت نہیں ہوئی تھی لیکن سورۃ توبہ کی ابتدائی آیات میں ایک جگہ بشارت کا لفظ عذاب کے طور پر پڑھا تو مجھے کچھ حیرانی سی ہوئی تھی۔ اب مولوی عبدالعزیز کی بشارتوں کے نتائج سے اندازہ ہو رہا ہے کہ کبھی کبھی عذاب کی خبر انذار کی بجائے بشارت کے لفظ میں بھی بیان ہو سکتی ہے۔ اسی سورۃ توبہ میں ایک مسجد ضرار کا ذکر بھی ملتا ہے جو فتنہ و فساد کا مرکز بنا دی گئی

تھی۔لال مسجد کو اسلحہ خانہ بنانے والوں نے نفاذ شریعت کے نام پر جو فتنہ گری شروع کر رکھی تھی اپنے زہریلے ثمرات کے لحاظ سے یہ مسجد ضرار والوں سے کم نہ تھی۔

میں نے اپنے ۱۵اپریل کے کالم (نمبر۱۲) میں ان مولویوں کے کردار اور بھنڈرانوالہ کا حوالہ دیا تھا۔تب میرے ایک قریبی دوست نے گلہ کیا تھا کہ میں نے ''عالمِ دین'' کو سکھوں کے ساتھ ملا دیا۔ ۳؍جولائی کی کارروائی کے بعد اخبارات اور ٹی وی پر آنے والے کئی تبصروں اور تجزیوں میں بھنڈرانوالہ کا ذکرِ خیر ہوتا رہا اور دونوں عبدل برادران کے کردار کے ساتھ ان کی مثال دی جاتی رہی۔اس کے نتیجہ میں میرے دوست کا گلہ تو مجھ سے کم ہو گیا ہوگا لیکن اب مجھے عبدل برادران کے ساتھ بھنڈرانوالہ کا ذکر کرنے پر شرمندگی ہو رہی ہے۔اگرچہ گولڈن ٹمپل میں عورتیں اور بچے موجود تھے لیکن بھنڈرانوالہ نے انہیں یرغمال بنا کر اپنے آپ کو بچانے کی گھٹیا حرکت نہیں کی۔یہاں تو عبدالرشید غازی نے آخری مرحلہ پر بھی ''پورے پیکیج'' کے نام کے ساتھ اس گھٹیا حرکت پر اصرار جاری رکھا۔یہ ایک سکھ رہنما اور ایک مولوی کے کردار کا واضح فرق ہے۔پھر بھنڈرانوالہ نے مردانہ وار مقابلہ کرتے ہوئے جان دے دی۔جبکہ عبدل برادران کا بڑا بھائی برقعہ پہن کر فرار ہوتے ہوئے پکڑا گیا اور دوسرا بھائی اپنے سر پر مسلط غیر ملکی دہشت گردوں کے ہاتھوں مارا گیا۔آخری مرحلہ پر مذاکرات کی ناکامی کی وجہ واضح طور پر یہی ہے کہ مولوی عبدالرشید غازی اپنے غیر ملکی دہشت گردوں کے لئے بھی تحفظ چاہتے تھے۔حکومت نے اس سے انکار کیا تو قوم کی عورتوں اور بچوں کو یرغمال بنانے والا خود بھی اپنے ہاتھوں سے پناہ دیئے گئے غیر ملکی دہشت گردوں کا یرغمالی بن کر رہ گیا اور انہیں کے ہاتھوں کیفرِ کردار کو پہنچا۔

۳؍جولائی کے دن سے ۱۰جولائی کی رات تک مولوی عبدالرشید نے اتنے جھوٹ بولے،اتنے پینترے بدلے کہ ان کی حمایت کرنے والوں کی جذباتیت پر حیرانی ہوتی ہے۔جیو ٹی وی پر ان کے ساتھ مفاہمت کی بات طے کرتے ہوئے کامران خان نے انہیں کہا کہ آپ اس بات پر قائم رہیں گے؟مولوی عبدالرشید نے کہا میں اس پر قائم ہوں،کامران خان نے اسی وقت حکومتی ذرائع سے رابطہ کیا اور پھر پوری قوم نے دیکھا کہ مولوی عبدالرشید ایک گھنٹے کے اندر اپنی بات سے مکر گئے۔

ایک موقعہ پر انہوں نے مسجد میں بیٹھے ہوئے خدا کی قسم کھا کر کہا کہ ہمارے پاس کوئی بھاری اسلحہ نہیں ہے،لائسنس والا تھوڑا سا اسلحہ ہے۔اسی رات پاک فوج کے لیفٹیننٹ کرنل ہارون الاسلام شہید ہو گئے اور بعض دوسرے فوجی زخمی ہوئے۔اور پھر ٹی وی پر قسم کھا کر بھاری اسلحہ کی موجودگی سے انکار کرنے والے کی

طرف سے صرف راکٹ لانچر ہی فائر نہیں ہوئے بلکہ مولوی عبدالرشید نے خود ٹی وی پر بتایا کہ ہمارے پاس اتنا اسلحہ موجود ہے کہ ہم فوج کا ایک مہینے تک مقابلہ کر سکتے ہیں۔بعد میں مسجد سے جو اسلحہ برآمد ہوا وہ الگ سے ایک حقیقت ہے۔

شروع میں مولوی عبدالرشید غازی نے سختی کے ساتھ اس بات کی تردید کی کہ مسجد میں یا جامعہ میں کوئی غیر ملکی موجود ہے۔لیکن مذاکرات کی تان اس بات پر آ کر ٹوٹی کہ مجھے تحفظ دینے کے ساتھ غیر ملکی دہشت گردوں کو بھی تحفظ دیا جائے۔گویا غیر ملکی دہشت گرد واقعی موجود تھے اور ان کی موجودگی سے انکار کر کے مولوی عبدالرشید غازی مسجد میں بیٹھ کر جھوٹ پر جھوٹ بولتے چلے جا رہے تھے۔

ہاں ایک سچ انہوں نے ضرور بولا تھا۔۔انہوں نے حکومت کو دھمکی دی تھی کہ اگر ہمارے خلاف کارروائی ہوئی تو ہمارے پاس اتنے خودکش حملہ آور موجود ہیں کہ پورے ملک میں خودکش حملے ہوں گے۔اب فوج اور عوام کے خلاف ہونے والے خودکش حملوں کی یلغار نے انہیں اس معاملہ میں سچا ثابت کر دیا ہے۔

چند باتیں بطور خاص حکومت پاکستان کے لئے

جنرل پرویز مشرف کی حکومت کے لئے چند خاص باتیں بیان کرنا ضروری ہیں۔ان میں سے بیشتر سوالات گزشتہ دنوں میں ملک کے مختلف معتدل حلقوں کی طرف سے بار بار اٹھائے جا چکے ہیں اور ان کی تکرار کا مقصد حکومت پاکستان کو لال مسجد معاملہ میں ملوث دوسرے اور شاید اصل کرداروں کے خلاف کارروائی کرنے کے لئے ان کی ذمہ داری کا احساس دلانا ہے۔

۱۔عبدل برادران جب اپنی ''ریاست کے اندر ریاست'' میں مسلسل توسیع کر رہے تھے تو سرکاری زمینوں پر ان کے ناجائز قبضوں کا نوٹس کیوں نہ لیا گیا؟اور اس حوالے سے ان کے خلاف کارروائی کیوں نہ کی گئی؟

۲۔جن اداروں یا افسران نے اس ''ریاست کے اندر ریاست'' کے خلاف کارروائی کرنا چاہی،اُلٹا ان افسروں یا اداروں کے خلاف کیوں کارروائی ہو جاتی تھی؟یہ سب کرنے والے بااختیار کون لوگ تھے؟ان سارے حکام کے نام قوم کے سامنے لائے جائیں اور ان سب کے خلاف بھی دہشت گردی کو تحفظ اور فروغ دینے کے جرم میں مقدمہ قائم کیا جائے۔

۳۔ریاست کے اندر یہ ریاست ملکی سلامتی کے سب سے حساس ادارے آئی ایس آئی کے دفتر سے ایک ،ڈیڑھ کلومیٹر کے فاصلے پر قائم تھی۔یہاں غیر ملکیوں سمیت ہر طرح کے دہشت گرد پناہ گزیں ہوتے رہے،تعمیراتی طور پر اتنے تہہ خانے بنا لئے گئے کہ فوج کو انہیں چیک کر کے کلیئر کرنے میں کئی دن لگیں

گے، یہاں ہر طرح کے اسلحہ کے انبار لگتے رہے، اتنا کچھ ہوتا رہا اور آئی ایس آئی جیسا اہم اور حساس ادارہ اس سب کچھ سے بے خبر رہا؟ کیا واقعی ایسا ممکن ہے؟ یا پھر حکومت کے حساس ادارے ہی ان کی پرورش کرتے رہے؟ اس معاملہ میں آئی ایس آئی کے کردار کو بطورِ خاص سامنے لایا جائے اور اس وقت کے ان سارے اہلکاروں کے خلاف کاروائی کی جائے جو ان مولویوں کو دہشت گردی کے لئے تیار کر رہے تھے۔ اگر آئی ایس آئی ان معاملات میں ملوث نہ تھی تو اس کی بے خبری اور نا اہلی کا جرم اصل جرم سے بھی بڑھ جاتا ہے۔ ان تمام معاملات کی عدالتی تحقیقات ضروری ہے۔

۴۔ سال ۲۰۰۴ء میں دونوں عبدل برادران کو دہشت گردی کے ایک کیس میں رنگے ہاتھوں پکڑا گیا تھا۔ اس سلسلہ میں اس وقت کے حکومتی ترجمان شیخ رشید احمد نے ۱۴/اگست کو باقاعدہ اعلان کیا کہ ملک کو دہشت گردی کی ایک بہت بڑی واردات سے بچا لیا گیا ہے۔ لیکن پھر جنرل ضیاع الحق کے سپوت اعجاز الحق کی سفارش پر دونوں بھائیوں کا نام کیس سے نکال دیا گیا۔ کیا اعجاز الحق اس طرح براہ راست ان دہشت گردوں کی حفاظت نہیں کرتے رہے؟ اگر ان کی ضمانت پر دونوں مولویوں کو معافی دی گئی تھی تو اب ان کی موجودہ دہشت گردی کے نتیجہ میں اعجاز الحق کو لازماً شاملِ تفتیش کیا جانا چاہئے اور کیفر کردار تک پہنچانا چاہئے۔ وگرنہ حکومت کی کاروائیاں صرف دکھاوے کی یا مجبوری کی کاروائیاں ثابت ہوں گی۔ حکومت کو دہشت گردوں کے سرپرستوں اور ضمانتیوں سے پاک کرنا بھی اتنا ہی ضروری ہے جتنا دہشت گردوں کے خلاف کاروائی کرنا۔ اعجاز الحق اور چوہدری شجاعت حسین جیسے لوگوں سمیت حکومت کے اندر ابھی بہت سارے اور ایسے عناصر موجود ہیں جو دہشت گردوں کے بنیادی مقاصد کے ساتھ مکمل ہمدردی ہی نہیں رکھتے، بلکہ ان کی دامے، درمے، قدمے سرپرستی بھی کرتے رہتے ہیں۔ ان سب کے خلاف تفتیش کرنا لازم ہو گیا ہے۔

۵۔ حکومت پاکستان عمومی طور پر اور پاک فوج اور اسٹیبلشمنٹ کے دوسرے بڑے کردار خصوصی طور ۱۹۶۹ء سے اپنے کردار کا جائزہ لیں۔ اس زمانے سے مقتدر جرنیلوں اور ان کے سیاسی و بیوروکریسی کے مشیروں نے مل کر ملک کی تاریخ اور جغرافیہ دونوں کو مسخ کرنے کا کھیل شروع کیا تھا۔ اس کھیل کی ابتدا میں ہی ان مولویوں کو نظریۂ پاکستان کا چیمپئن بنا دیا گیا جو قیامِ پاکستان کے شدید مخالف تھے۔ یہاں اس نکتہ کی تھوڑی سی وضاحت کر دوں۔

پاکستان کا سوادِ اعظم جسے معروف معنوں میں بریلوی مسلک کے سنی کہا جا سکتا ہے، اپنی تعداد کے

لحاظ سے کم از کم ۷۰% ہے۔ بریلوی کے برعکس دیوبندی مسلک کے لوگ اور ان کے ہم خیال گروپس ۱۰ فی صد کے لگ بھگ ہیں لیکن ایک سازش کے تحت ملک کی خاموش اور پُر امن اکثریت کو اقلیت کی طرح نظر انداز کر کے ان مکاتب فکر کو آگے لایا جانے لگا۔ قیام پاکستان میں سوادِ اعظم کی حمایت ان رہنماؤں کو حاصل تھی جو شیو کیا کرتے تھے۔ اُس زمانے میں کوٹ پتلون پہنا کرتے تھے۔ علامہ اقبال ہوں یا قائدِ اعظم اور ان کے کشادہ دل و کشادہ نظر ساتھی، یہ سب اپنے حلیہ سے لے کر علم و عمل تک سکہ بند ملائیت سے کوسوں دور تھے۔ تب قائدِ اعظم کے خلاف اور مطالبۂ پاکستان کے خلاف یہ سارے علماء زہر افشانی کر رہے تھے جو آج نظریۂ پاکستان کے علم بردار اور چیمپئن بنے ہوئے ہیں۔ قائد اعظم کی مخالفت اور پاکستان دشمنی کی باتیں شاید ایسے سمجھ میں نہیں آئیں گی اس لئے یہاں ان مولویوں کے ماضی کی تاریخ کے چند صفحات نہیں بلکہ صرف چند اقتباسات نمونہ کے طور پر پیش کر دیتا ہوں۔ مولویوں کے بولے ہوئے اور لکھے ہوئے ایسے شرمناک بیانات پاکستان کے قیام کی تاریخ کے ریکارڈ میں محفوظ ہیں۔ لیکن ہم ایک سازش کے تحت اپنی تاریخ سے غافل کر دیئے گئے ہیں۔ (میں یہ اقتباس اپنے حافظہ کی بنیاد پر لکھ رہا ہوں، اس میں کہیں ایک آدھ لفظ تو آگے پیچھے ہو سکتا ہے لیکن نفسِ مضمون سو فی صد درست ہے اور میں نفس مضمون کی درستی کی مکمل ذمہ داری قبول کرتا ہوں)

۔۔۔ماں نے وہ بچہ نہیں جنا جو پاکستان کی پ بھی بنا سکے۔

۔۔۔پاکستان بن گیا تو پیشاب سے اپنی داڑھی منڈا دوں گا۔ اگر مرنے کے بعد بنا تو میری قبر پر آکر پیشاب کر دینا۔

۔۔۔جب میں مسلم لیگ کے ریزولیشن (۲۳ مارچ ۱۹۴۰ء) کو دیکھتا ہوں تو میری روح بے اختیار ماتم کرنے لگتی ہے۔

۔۔۔افسوس لیگ کے قائدِ اعظم سے لے کر مبتدی تک کوئی بھی اسلامی طریق کے مطابق نہیں ہے۔

۔۔۔ اک کافرہ کے واسطے اسلام کو چھوڑا یہ قائدِ اعظم ہے کہ ہے کافرِ اعظم

۔۔۔یہ مولوی لوگ ''قائدِ اعظم'' کی بجائے ''کائدِ اعظم'' (مکار اعظم) لکھا کرتے تھے۔

جب پاکستان بن گیا تو ان پاکستان دشمن مولویوں نے پاکستان دشمنی کے لئے اپنے ہندوستانی اڈوں میں مقیم رہنے کی بجائے پاکستان کا رخ کر لیا۔ اور یہاں بھی اعلانیہ طور پر ایسے بیانات دیتے رہے۔

۔۔۔پاکستان ایک بازاری عورت ہے جسے ہم نے مجبوراً قبول کیا ہے۔

۔۔۔میں نے اپنے دفتر کے چپراسی کا نام قائداعظم رکھ دیا ہے۔

یہ مخالفین پاکستان، قائدِ اعظم کے معاملہ میں اپنے دلوں میں اتنا زہر رکھتے تھے کہ ان کی وفات کے بعد مرتے دَم تک کبھی ان کے مزار پر دعائے مغفرت کے لئے بھی جانا گوارا نہیں کیا۔اور اب المیہ یہ ہے کہ یہی لوگ خود کو قائدِ اعظم کے دست راست، مشیر اور نظریاتی ساتھی بتا رہے ہیں۔ان سارے مکروہ چہروں کو بے نقاب کیا جا سکتا تھا اور قوم ان سے ہمیشہ باخبر رہ کر محتاط رہ سکتی تھی۔لیکن افسوس کہ فوج کے چند جرنیلوں، بیوروکریسی اور لوٹا سیاست کے بعض کرداروں نے مل کر نظریہ پاکستان کا راگ الاپتے ہوئے دشمنانِ پاکستان کو پاکستان کا مالک و مختار بنا دیا۔اس ملی بھگت نے پاکستان کا جغرافیہ بھی خراب کیا، پاکستان کی اکثریتی آبادی کو پاکستان سے الگ کر دیا اور اسی ملی بھگت نے پاکستان کی تاریخ کو بھی مسخ کر رکھا ہے۔جس ملک وقوم کی تاریخ اور جغرافیہ مسخ کر دیئے جائیں وہاں کا آئین کیونکر مسخ نہ ہوگا۔

اب عبدل برادران کی حمایت میں بولنے والے مولویوں کو دیکھیں تو یہ وہی کردار ہیں، وہی مکاتبِ فکر ہیں جو پاکستان کے قیام کے مخالف تھے،قائدِ اعظم سے نفرت کرتے تھے۔ان کے برعکس وہ علماء جو ستر فی صد آبادی کے معتقدات کے ترجمان ہیں وہ آج بھی ان دہشت گردوں سے اپنی بیزاری کا اظہار کر رہے ہیں۔

۱۱رجولائی کو چھپی ایک خبر کے مطابق: تنظیم المدارس پاکستان کے ناظم اعلیٰ و مہتمم جامعہ نعیمیہ لاہور ڈاکٹر سرفراز نعیمی نے کہا ہے کہ جو مدارس منفی سرگرمیوں میں ملوث ہیں ان کے خلاف کاروائی ہونی چاہئے اور جو دہشت گردی میں ملوث ہیں انہیں ختم کر دینا چاہئے۔انہوں نے کہا کہ لال مسجد والوں کی منفی سرگرمیوں کی وجہ سے دوسرے مدارس بدنام ہو رہے ہیں۔

اب فوج اور دوسرے مقتدر اداروں کے سامنے سیدھا رستہ یہی ہے کہ وہ مسلک کے امتیاز کے بغیر تمام دینی مدارس کی جانچ پڑتال کا کام کریں،ان کی تلاشیاں لی جائیں۔تہہ خانے کھنگالے جائیں۔جن کے دامن صاف ہیں وہ ایسی کسی احتیاطی تدبیر کے خلاف قطعاً کوئی مزاحمت نہیں کریں گے ،ہر طرح سے حکومت کے ساتھ تعاون کر کے ملک میں امن وامان کے قیام میں تعاون کریں گے۔اور جو مدارس لال مسجد و جامعہ حفصہ جیسی دہشت گرد سرگرمیوں میں ملوث ہیں وہ یقیناً ایسے فیصلے اور اقدام کی مخالفت کریں گے۔ پہلے مرحلہ میں تو یہیں پر پُر امن مولویوں اور دہشت گردوں کے ساتھیوں کا ایک واضح فرق سامنے آجائے گا اور حکومتی رٹ قائم کرتے ہوئے تلاشی اور نگرانی کا عمل جاری رکھنے سے مزید

دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی سامنے آتا جائے گا۔ایسا کرنا لازم ہو گیا ہے وگرنہ وقفے وقفے کے بعد لال مسجد جیسے کئی سانحے سامنے آتے رہیں گے۔

مدارس کی مکمل تلاشیوں اور نگرانی کے علاوہ ضروری ہے کہ پاکستان کی تاریخ کو مزید مسخ کرنے سے بچایا جائے۔ابتدائی طور پر پڑھائی جانے والی تاریخ پاکستان میں ان عناصر کے نام لے کر بچوں کو بتایا جائے کہ یہ لوگ پاکستان کے قیام کے اور قائداعظم کے مخالف تھے۔اور تدریجاً اگلے درجوں میں ان کی پوری تاریخ بیان ہوتی چلی جائے۔اس طرح قوم کے ساتھ مزید دھوکے نہیں ہو سکیں گے۔تاریخ کے نصاب میں یہ درستی کرنا ناگزیر ہے۔

دینی مدارس کے حوالے سے ایک اہم بات کرنا ضروری ہے۔اس میں کوئی شک نہیں کہ جو دینی مدرسے صرف درس وتدریس تک محدود ہیں وہ پاکستان جیسے اونچ نیچ والے معاشرے میں غریب لوگوں کے بچوں کے لئے تھوڑا بہت پڑھا لکھا ہونے کا سبب بنے ہوئے ہیں۔ یہ اس معاشرتی اونچ نیچ کا نتیجہ ہے کہ پہلے مرحلہ میں اعلیٰ درجہ کے تعلیمی ادارے ہیں جہاں تک صرف اشرافیہ کی اولاد کی رسائی ممکن ہے، دوسرے مرحلہ میں سرکاری تعلیمی ادارے ہیں جہاں عام متوسط طبقہ کی رسائی ہے اور تیسرے مرحلہ میں دینی مدارس ہیں جہاں غریب والدین کے بچوں کو کچھ آسرا مل جاتا ہے۔اصولاً تو ایسا ہونا چاہئے کہ تعلیمی اونچ نیچ ختم کر کے سارے تعلیمی اداروں میں یکساں نصاب اور یکساں تعلیمی مواقع مہیا کئے جائیں ۔اس میں ایچی سن اور آرمی برن ہال سے لے کر گورنمنٹ اسکول اور دینی مدرسہ تک سب کے لئے ایک ہی معیار اور نصاب ترتیب دیا جائے۔اگر حکومت جنگی بنیادوں پر ایسا کرنا چاہے تو دو تین سال کے اندر ملک کا نظام تعلیم صحیح خطوط پر استوار کیا جا سکتا ہے۔پھر ہمیں موجودہ دینی مدارس سے اچھے سائنس دان اور ایچی سن سے دینی اسکالرز بھی مل سکیں گے،ایسے دینی اسکالرز جو فرقہ پرستی کی بجائے ادیان کے تقابلی مطالعہ کا شعور رکھنے والے ہوں گے،اور ان سب کا علمی مرتبہ پایۂ اعتبار والا ہوگا۔لیکن میں نہیں سمجھتا کہ ہمارا مقتدر طبقہ ایسا کرنا پسند کرے گا۔مقتدر طبقہ کی مفاد پرستی،خود غرضی اور منافقت کی وجہ سے ہی ملک و قوم کو ایسے دن دیکھنا پڑ رہے ہیں۔سو اگر کہیں نیک نیتی کے ساتھ تبدیلی کی خواہش ہے تو تعلیم کے شعبہ میں انقلابی تبدیلیاں لا کر ان میں تدریجاً پیش رفت کی جا سکتی ہے۔

ان مولوی صاحبان کی تفہیمِ دین اتنی محدود ہے کہ چھاپہ خانہ کے قیام پر انہوں نے کفر کا فتویٰ جاری کیا،قرآن شریف کے پہلے ترجمہ پر انہوں نے تکفیر کی، لاؤڈ اسپیکر کو انہوں نے شیطانی آلہ قرار

دیا (اور اب اس شیطانی آلے کے سب سے گہرے دوست یہی لوگ ہیں)، سرسید احمد خان نے زمانے کی رفتار دیکھ کر مسلمانوں کو انگریزی پڑھنے کی طرف راغب کرنا چاہا تو انگریزی پڑھنا اور پڑھانا حرام قرار دے دیا گیا۔ اب سارے مولوی ان ساری تبدیلیوں کو نہ صرف مان چکے ہیں بلکہ ان سے فائدہ بھی اٹھا رہے ہیں لیکن کوئی نہیں جس میں اتنی اخلاقی جرات ہو جو کہہ سکے کہ ہمارے اکابرین کو وقت کی تبدیلیوں کا شعور ہی نہیں تھا (اور اب بھی نہیں ہے) علامہ اقبال مسلمانوں کو اجتہاد کے لئے کہتے کہتے گزر گئے۔ اس وقت مسلمانوں کے بیشتر مسائل کا حل اجتہاد میں ہے۔ مجبوراً تو وقت کے ساتھ مانتے جاتے ہیں لیکن وقت سے پہلے حقائق کا ادراک نہیں کریں گے۔ اجتہاد کے ضمن میں کسی لمبی چوڑی بحث میں پڑے بغیر صرف دو مثالیں دے کر غور و فکر کی دعوت دیتا ہوں۔ نمازوں کے اوقات احادیث مبارکہ میں بیان کئے گئے ہیں۔ اب ہم جدید زمانے کی گھڑیوں کے ساتھ ہم آہنگ کر کے ان گھڑیوں سے وقت کا تعین کرتے ہیں۔ قرآن شریف میں روزے کے سحر و افطار کے لئے سفید لکیر اور سیاہ لکیر کے فرق والی جو آیات ہیں وہ تو مذہبی زبان میں نص صریح ہیں۔ لیکن کیا کوئی ایک مولوی بھی اب اس نص صریح پر عمل کر سکتا ہے اور کرا سکتا ہے؟ اس کے لئے بھی ہم قرآنی حکم کی روح کو مدِ نظر رکھتے ہوئے گھڑیوں سے ہی استفادہ کرتے ہیں۔ بس نماز کی ٹائمنگز اور سحر و افطار کی ان مثالوں کے مطابق جدید دور کے تقاضوں کے پیش نظر اسلامی احکامات کی روح کو پیش نظر رکھتے ہوئے اجتہاد کی ضرورت ہے اور جدید دور کے ساتھ ہم آہنگ ہونے کے لئے ایسا ناگزیر ہے۔ وگرنہ برق رفتاری کے ساتھ بڑھتا ہوا وقت کا پہیہ اپنے نیچے آنے والوں کو روندتا ہوا گزر جائے گا۔ دنیا چاند سے بھی آگے پہنچ جائے گی اور ہم عید کے چاند کی تاریخوں پر ہی لڑتے رہیں گے۔ اور چھوٹے چھوٹے مفادات کے لئے اشتعال انگیزی سے کام لیتے رہیں گے۔ مولویانہ اشتعال انگیزی کی جھلک کے طور پر دائیں بازو کے معروف اخبار کے دو کالم نویسوں کے دو اقتباس یہاں پیش کئے دیتا ہوں۔:

''امریکہ کی ایک مسجد میں رونما ہونے والا واقعہ یاد آ گیا۔ دو مولویوں میں رنجش ہاتھا پائی تک پہنچ گئی۔ ایک ہاتھ میں دوسرے کی داڑھی تھی کہ پولیس آن پہنچی اور دونوں کو حراست میں لے لیا گیا۔ مسلمان کی بدنامی ہوئی جبکہ مولوی صاحبان نے عدالت میں کہا کہ پولیس کے اہلکاروں نے جوتیوں سمیت مسجد میں داخل ہو کر مسجد کی بے حرمتی کی ہے۔ اسلام کے محافظوں کی حرکات اور بیانات پر ہنسی بھی آتی ہے اور رونا بھی'' **(نوائے وقت ۱۱ جولائی ۲۰۰۷ء)**

''ہمارے ایک دوست بتاتے ہیں کہ انہیں ایک گاؤں میں نماز جنازہ پڑھنے کا موقعہ ملا۔ نماز جنازہ پڑھ کر مجھے احساس ہوا کہ امام صاحب کو نماز جنازہ میں پڑھی جانے والی دعائیں یاد نہیں ورنہ وہ اتنی جلد اور بے ہنگم طریقے سے نماز نہ پڑھاتے۔ میں نے سوچا امام صاحب کو احساس دلاؤں مگر اس انداز میں کہ وہ برا نہ منائیں۔ تدفین کے مراحل باقی تھے، امام صاحب ایک درخت کے نیچے براجمان تھے جو ایک بوسیدہ قبر کی پائینتی کی طرف اُگ آیا تھا۔ میں نے عرض کیا کہ مجھے پوری نماز جنازہ یاد نہیں، اگر آپ یہ پڑھتے جائیں اور میں دہراتا جاؤں تو میری اصلاح ہو جائے گی اور آپ کو ثوابِ دارین ہو گا۔ پہلے تو انہوں نے وقت کی تنگی کا بہانہ بنایا، پھر مسجد میں آ کر فارغ وقت میں دعائیں سیکھنے کی دعوت دی۔ یہ بھی باور کرایا کہ بازار میں کتابیں دستیاب ہیں مگر جب انہوں نے دیکھا کہ میں کسی صورت جان نہیں چھوڑ رہا تو انہوں نے سر اُٹھایا، آواز قدرے بلند کی اور کہا 'تمہیں قبرستان میں بیٹھ کر ناموس رسالت کا کوئی احساس نہیں اور مسلسل گستاخی کئے جا رہے ہو'۔ مولوی صاحب کا تیر نشانے پر بیٹھا۔ میں جوتی قبرستان میں چھوڑ کر بھاگ آیا کہ کہیں کھودی جانے والی قبر میں میرا ہی مردہ نہ پڑا ہو۔'' **(نوائے وقت ۲ جون ۲۰۰۷ء)**

لال مسجد اور جامعہ حفصہ کے سانحہ کے بعد عوامی سطح پر کوئی بڑا ردِ عمل سامنے نہیں آیا اور ایک بار پھر ثابت ہو گیا کہ پاکستانی عوام کی بڑی اکثریت مذہب سے تو وابستہ ہے لیکن ملائیت سے بیزار ہے۔ چنانچہ فوجی جرنیلوں کے پالے ہوئے اور طویل عرصہ تک امریکی اور اسرائیلی مفادات کے لئے امریکی برانڈ جہاد کرنے والے سابق مجاہدوں اور موجودہ دہشت گردوں نے عوامی رویے سے دل برداشتہ ہو کر خود کش حملوں کا رستہ اختیار کر لیا ہے۔ اگر ان عناصر کی ان کے اندرونی و بیرونی سرپرستوں اور ہمدردوں سمیت سب کی فوج نے بروقت سرکوبی نہیں کی تو پھر بڑے خطرات اور بڑی تباہی کا یقین رکھنا چاہئے۔ جن ملکوں اور اداروں نے ان دہشت گردوں کو پالا، پوسا، جوان کیا اور جن کے لئے یہی مولوی لوگ سوویت یونین کے خلاف جنگ کے دوران فخریہ طور ''اہل کتاب بھائی'' کے الفاظ ادا کرتے ہوئے سرشار ہو جایا کرتے تھے، اب انہیں روکنے کے لئے بھی انہیں اداروں کو ٹھوس کام کرنا ہو گا۔ 'اِس کو بچالو اور اُس کو رگڑ دو' والی پالیسی اب کام نہیں آئے گی۔ مقتدر جرنیلوں، سارے خفیہ اداروں کو بخوبی علم ہے کہ کون کون سے مجاہدین گروپ دہشت گردی میں ملوث ہیں، کون کون سے مدرسے عسکری تربیت یا مجاہدین کی تربیت کا کام کرتے رہے ہیں۔ کون سے سیاسی علماء بظاہر غیر متعلق ہو کر بھی درحقیقت ایسی دہشت گردی کے سرپرست ہیں۔ اس لئے ان سب کے خلاف ایک بڑے آپریشن کی ضرورت ہے، ایسا جتنا جلدی کر لیا

جائے ملک کے مفاد میں ہے۔وگرنہ اچھی طرح یادرکھیں کہ امریکہ اوراسرائیل کے پاس اپنی دی ہوئی رقوم کے ایک ایک پیسے کا حساب محفوظ ہے،مجاہدین کودیئے ہوئے اسلحہ کی ایک ایک گولی کا ریکارڈ موجود ہےاور کہاں کہاں ان کی فراہمی ہوکر کہاں کہاں تک پہنچتی رہی،اس سب کا ریکارڈ بھی موجود ہے۔

اگر یہ مغرب اوراسلام کی جنگ ہےتو اس میں مغرب والے ہر داؤ،ہر چال دانشمندی سے کھیل رہے ہیں جبکہ مسلم انتہا پسند گروپ ہر چال جذباتیت اور مشتعل مزاجی کے ساتھ کھیلتے ہوئے صرف خود کولہولہان کر رہے ہیں،اسلام کو بدنام کر رہے ہیں۔یہ بے وقوفی ہے۔مقتدر جرنیلوں اورحساس قومی اداروں نے بروقت اپنی ذمہ داری ادانہیں کی اور ایسے تمام مذہبی انتہا پسندوں اور دہشت گردوں کے خلاف فیصلہ کن کاروائی نہیں کی تو ابھی کئی لال مسجدیں سامنے آئیں گی اور پھر پاکستان کوافغانستان اور عراق جیسے حالات کا شکار ہونے سے بچایانہیں جاسکے گا۔شاید یہ اصلاح احوال کی آخری گھڑیاں ہیں۔

۱۸رجولائی ۲۰۰۷ء

اِدھر اُدھر سے:۱۸

اس بار اِدھر اُدھر کی مختلف باتیں کروں گا لیکن میرا خیال ہے کہ ان سب میں ایک ربط بھی کہیں نہ کہیں ملے گا۔

لال مسجد اور جامعہ حفصہ کے سانحہ کے حوالے سے لکھے گئے میرے گزشتہ کالم کے بارے میں کافی اچھا ردِعمل سامنے آیا۔بعض نامور ادیبوں نے بھی حقائق کے تجزیہ کو درست قرار دیتے ہوئے میری حوصلہ افزائی کی۔اس دوران لال مسجد کے دہشت گردوں کی حمایت کرنے والوں کے کئی روپ سامنے آئے۔چھ ماہ سے جن لوگوں نے اسلام کے نام پر اسلام کو تماشا بنا کر رکھ دیا تھا اب انہیں کے بھائی بند اُن کی حمایت میں مختلف ذرائع سے پروپیگنڈہ کر رہے ہیں۔اسی سکول آف تھاٹ کے صحافی،اسی مکتب فکر اور فکری ہمنواؤں کے سیاستدان،اسٹیبلشمنٹ میں موجود افراد،سب کی ملی بھگت کے ساتھ پروپیگنڈہ کیا جارہا ہے۔میں اس سانحہ کے انسانی مسئلہ کی المنا کی کا ذکر گزشتہ کالم میں کر چکا ہوں اور اس المیہ کی سب سے زیادہ ذمہ داری لال مسجد کے عبدالعزیز اور عبدالرشید غازیوں پر ہی عائد ہوتی ہے جنہوں نے اپنے ہی بچوں کو یرغمال بنا کر حکومت کو بلیک میل کیا۔آپریشن سائلینس سے کچھ دیر پہلے تک اسی مکتبِ فکر اور فکری ہمنواؤں کے افراد اپنے اپنے داؤ پر بیٹھے ہوئے تھے۔کوئی بیٹھے بٹھائے مفت میں ۱۶،ایکڑ زمین کو اپنے قبضہ میں لینے کا کھیل کھیل رہا تھا تو کوئی کچھ اور چال چل رہا تھا۔

جو لوگ حکومتی رٹ کو دارالحکومت میں بیٹھ کر چیلنج کرنے والوں کی حمایت کررہے ہیں انہیں صرف اتنا یاد دلاؤں گا کہ جب مشرقی پاکستان کے عوام کی بھاری اکثریت کچھ اور چاہ رہی تھی،تب الشّمس اور البدر تنظیموں کے نام پر وہاں کیا کچھ نہیں ہوا تھا۔تب یہی مذہبی دہشت گرد وہاں کی اکثریت کی خواہش کو کچلنے کے لئے قتل وغارت کا بازار گرم کئے ہوئے تھے۔ان کے نزدیک مشرقی پاکستان کے عوام کی بھاری اکثریت ملک سے غداری کر رہی تھی اس لئے وہ قتل وغارت جائز تھا،اور اب جب ان کی غیر قانونی

سرگرمیوں کا نوٹس لیا گیا ہے تو انہیں انسانی حقوق اور شہری حقوق یاد آتے جا رہے ہیں۔ بہر حال عبدالرشید غازی کے کئی کھلے جھوٹ بولنے کے باوجود ایک سچ تو روز بروز عیاں ہوتا جا رہا ہے۔ انہوں نے حکومت کو دھمکی دی تھی کہ اگر ہمارے خلاف کاروائی ہوئی تو ہمارے پاس اتنے خودکش حملہ آور موجود ہیں کہ پورے ملک میں خودکش حملے ہوں گے۔ سو ملک بھر میں خودکش حملوں کا سلسلہ بڑھتا جا رہا ہے۔ تربیلا غازی میس میں ہونے والا حملہ ان جوانوں پر کیا گیا جنہوں نے لال مسجد آپریشن میں حصہ لیا تھا۔ یوں لال مسجد، طالبان اور القاعدہ کے فکری ڈانڈے ہی نہیں دہشتگردی کے ڈانڈے بھی ملے ہوئے تھے جو کھل کر سامنے آگئے ہیں۔ اس سال پاکستان میں خودکش حملوں سے ہونے والی ہلاکتوں کی تعداد افغانستان سے بڑھ چکی ہے۔ ایک رپورٹ کے مطابق خودکش حملوں سے ہونے والی ہلاکتوں کی تعداد کے لحاظ سے عراق پہلے نمبر پر ہے، پاکستان دوسرے نمبر پر اور افغانستان تیسرے نمبر پر۔

نائن الیون کے بعد میں نے **منظر اور پس منظر** کے نام سے جو کالم لکھے تھے، اور جو بعد میں کتابی شکل میں چھپے تو میں نے اس کتاب کا انتساب جنرل پرویز مشرف کے نام کیا تھا۔ اب حالیہ دنوں میں جنرل پرویز مشرف کے بعض غلط اقدامات پر جب میں نے کچھ تلخی کا مظاہرہ کیا تو میرے دوست ارشاد ہاشمی صاحب نے طنزاً یاد دلایا کہ میں تو جنرل مشرف کا مداح تھا۔ ارشاد ہاشمی مسلم لیگ نون والے جاوید ہاشمی کے کزن ہیں اور جرمنی میں مقیم میرے بہت قریبی دوستوں میں سے ہیں، اس لئے ان کی بات کے جواب کے طور پر چند وضاحتیں کر دینا مناسب سمجھتا ہوں۔ پہلے تو میرے کتاب میں شامل انتساب کے الفاظ یہاں پیش ہیں۔

صدرِ پاکستان جنرل پرویز مشرف کے نام

جنہوں نے بالکل جائز بنیاد پر ملک کا اقتدار سنبھالا، جنہوں نے یکا یک بدلتے ہوئے عالمی حالات میں بہت سے ناگوار سہی مگر بروقت اور درست فیصلے کئے، جنہوں نے اقتصادی لحاظ سے ڈوبتے ہوئے ملک کو کسی طرح سہی، اقتصادی زبان میں سنبھالا دیا، **لیکن** جنہوں نے اندرون ملک، قومی دولت لوٹنے والوں سے کسی سیاسی امتیاز کے بغیر ملک کی دولت واپس لانے کا سب سے اہم اور بنیادی فرض فراموش کر دیا ہے، اور جو اپنی سیاسی مجبوریوں کے باعث بہت سے بڑے چوروں کا سیاسی تعاون حاصل کرنے کے لئے انہیں اپنے سیاسی سیٹ اپ میں حصہ دار بنائے بیٹھے ہیں ۔

میں نے جنرل پرویز مشرف کے بارے میں ہمیشہ یہ کہا ہے کہ ان کا اقتدار پر آنا میاں نواز شریف کے غلط اقدام کا نتیجہ تھا۔ انہوں نے آکر دیوالیہ کے قریب پہنچی ہوئی ملکی معیشت کو ایک حد تک سنبھالا دیا، اور نائن الیون کے سانحہ کے بعد جو فیصلہ کیا بعض جزوی کمزوریوں کے باوجود وہ فیصلہ ایک درست فیصلہ تھا۔ اسی عرصہ کے دوران جنرل پرویز مشرف کی حمایت کرنے کے باوجود میں نے بارہا یہ لکھا کہ بے نظیر بھٹو کے ساتھ رویے کو تبدیل کیا جانا ضروری ہے اور میاں نواز شریف کی وطن واپسی کی بھی حمایت کی۔ تاہم بے نظیر بھٹو کی بعض کمزوریوں اور میاں نواز شریف کی بہت ساری کمزوریوں کا بھی میں نے کھل کر ذکر کیا۔ جنرل پرویز مشرف کی آمد کو جائز ماننے کے باوجود میں نے ان کے بعض اقدامات پر کڑی تنقید کی۔ بعض ایسے سخت الفاظ تک لکھے جو پاکستان کے کئی بے باک صحافی بھی لکھتے ہوئے کچھ احتیاط کرتے ہیں (اور ان کی احتیاط بجا ہے)۔ خصوصاً جب جنرل پرویز مشرف نے لوٹی ہوئی قومی دولت واپس لانے کا وعدہ پورا کرنے کی بجائے ان ٹھگ اور لٹیرے طبقوں کو مزید اربوں کے قرضے معاف کر دیئے تو تب میں نے انتہائی سخت الفاظ میں ان کے اس اقدام کی مذمت کی تھی۔ اس نوعیت کے میرے اظہار خیال کے ثبوت کے طور پر اپنے کالموں کے مجموعہ **منظر اور پس منظر** کے یہ چند صفحات بطور حوالہ پیش کر رہا ہوں۔ ۷۲، ۸۰، ۸۱، ۸۲، ۸۳، ۱۰۲، ۱۰۳۔۔۔۔۔ کالموں کے دوسرے مجموعہ **خبر نامہ** کے یہ چند صفحات بھی بطور حوالہ کے پیش ہیں۔ ۱۷، ۱۹، ۵۶، ۵۷، ۶۶، ۷۲، ۷۶، ۷۷، ۸۴، ۹۶، ۹۸، ۱۱۲، ۱۱۶، ۱۲۸۔۱۳۰، ۱۴۰، ۱۵۴، ۱۵۵۔ اس لئے یہ واضح رہے کہ میں نے جنرل پرویز مشرف کے لئے لکھے ہوئے پہلے جملوں میں بھی ان کی تعریف کے ساتھ ان کی کمزوریوں کی نشاندہی کر دی تھی اور آج حقیقتاً وہی کمزوریاں ان کو زوال کی طرف دھکیل رہی ہیں۔

ہر چند اس وقت ملک میں ملائیت کے عفریت نے دہشت گردی کی جو صورت اختیار کر لی ہے، اس سے نمٹنا اب اولین ترجیح بن گئی ہے۔ تاہم اس کے بعد سب سے پہلی ترجیح قوم کی لوٹی ہوئی ایک ایک پائی واپس لانا ہی، ملک کی ترقی کے لئے سب سے زیادہ ضروری ہے۔ یہ لوٹ مار جن شکلوں میں بھی ہوئی ہے جنرل ضیاع الحق کے دور سے اب تک کی ساری لوٹی ہوئی دولت واپس لانا ناگزیر ہے۔ یہ اتنی بڑی کرپشن ہے کہ اس کی واپسی سے پاکستان کا سارا بیرونی قرض اتر جاتا ہے اور عوامی فلاح و بہبود کے کئی منصوبے شاندار طریقے سے شروع کئے جا سکتے ہیں۔ جو رہنما بھی جنرل ضیاع الحق کے دور سے لے کر

اب تک کی لوٹی ہوئی دولت قوم کو واپس دلائے گا، وہی پاکستان کا اصل بہی خواہ اور سچا رہنما ہوگا۔ باقی سب اس چور اور ڈاکو طبقہ کے لوگ ہیں جو سیاسی، مذہبی یا اور کسی بھی دلفریب روپ میں صرف ملک کو لوٹ رہے ہیں۔

جہاں تک ملائیت کے عفریت اور دہشت گردی سے نمٹنے کا تعلق ہے، اس سلسلہ میں پہلے ذہن کو واضح کر لینا ضروری ہے۔ افسوس کہ جنرل پرویز مشرف سات سالہ گومگو کی کیفیت کے بعد ابھی تک درست ڈائریکشن میں کاروائی نہیں کر سکے۔ جس عفریت کو قابو میں لانا ہے، اس کے بہی خواہ جنرل یحییٰ کے زمانہ سے فوج، خفیہ اداروں اور بیوروکریسی میں گھسنا شروع ہوئے تھے اور اس وقت ان تمام اداروں میں ۶۰ فی صد سے زیادہ یہی لوگ گھسے ہوئے ہیں، چھائے ہوئے ہیں۔ انہیں کی وجہ سے جنرل پرویز مشرف کے درست اقدامات سست روی کا شکار بنا دیئے جاتے ہیں اور انہیں کی وجہ سے دہشت گردی کی وہ ساری صورتیں کھل کر سامنے آ گئی ہیں جنہیں چند برس پہلے تک ہم سب بھی صرف امریکی پروپیگنڈہ اور حامد کرزئی کا واویلا کہہ کر نظر انداز کر دیا کرتے تھے۔ سو کسی بھی گند کی صفائی سے پہلے گندگی کی صفائی پر مامور عملہ کی صفائی ضروری ہے۔ اگر کوئی یہ کہتا ہے کہ فلاں ماڈریٹ ہے اور فلاں دہشت گرد تو غلط کہتا ہے۔ اور اگر کوئی اس پر اصرار کرتا ہے تو اس کا مطلب ہے کہ وہ خود بھی اُسی ساٹھ ستر فیصد دھڑے کا آدمی ہے۔ یہ جو پاکستان کے قبائلی علاقوں میں مقامی طالبان نے اڑھائی، تین سو کے لگ بھگ پاکستانی فوجی یرغمالی یا قیدی بنالئے ہیں، یہ شاید اسی ساٹھ ستر فیصد دھڑے کے لوگوں کا کیا دھرا ہے۔ اس علاقہ میں حالیہ دنوں میں اٹھارہ فوجیوں کو ایک دن اغوا کیا گیا اور دوسرے دن ان سب کی لاشیں مل گئیں۔ قبائلی علاقوں سے اسلام آباد تک اور اسلام آباد سے قبائلی علاقوں تک جو باطنی لہریں چل رہی ہیں یہ سارے واقعات ان کی بخوبی نشاندہی کرتے ہیں۔

ابھی چند دن پیشتر مولانا فضل الرحمٰن نے امریکہ کو پیش کش کی ہے کہ وہ طالبان اور مغرب کے درمیان ثالثی کرانے کو تیار ہیں۔ میں نے اپنے ۱۶/اکتوبر ۲۰۰۲ء کے کالم (ذیلی عنوان: ''متحدہ مجلس عمل، امریکہ اور افغانستان'') میں بڑی وضاحت کے ساتھ لکھا تھا کہ امریکہ ایم ایم اے کے ذریعے افغانستان میں امن قائم کر کے اپنے مفادات کے حصول کا اصل کام شروع کرے گا اس میں مختلف امکانات کا ذکر کرنے کے بعد میں نے آخر میں لکھا تھا کہ:

''اگر ایسا کچھ نہیں ہوتا تو پھر وہ سب کچھ تو ہوگا ہی جس کے بارے مختلف طبقات کی طرف سے

مختلف خدشات، شکوک وشبہات اور تحفظات کا اظہار کیا جا رہا ہے''۔۔۔ یہ کالم اس لنک پر براہ راست پڑھا جا سکتا ہے۔

http://urdustan.com/manzar/2002/1016.html

افسوس یہ ہے کہ ایم ایم اے نے امن کی بحالی کے لئے کوئی موثر کردار ادا کرنے کی بجائے اپنی سیاست گری کا تماشہ دکھائے رکھا۔ اس کے نتیجہ میں طالبان نے پاکستان کے اندر بھی اپنے مضبوط گڑھ بنالئے۔ اب مولانا کی طرف سے امریکہ کو یا مغرب کو طالبان کے درمیان ثالثی کی پیش کش کرنا ویسا ہی سیاسی عمل ہے جیسا وہ لندن کی اے پی سی میں ادا کر آئے ہیں۔ میرا خیال ہے مولانا نے بہت دیر کر دی ہے۔

یہاں ایک نجی نوعیت کی ہلکی پھلکی سی بات یاد آ گئی۔ اپوزیشن کے رہنما مولانا فضل الرحمٰن ایک بار رمضان شریف کے مہینے میں جرمنی میں آئے تو ان کی جماعت یا اپوزیشن کی کسی جماعت نے نہیں بلکہ سرکاری مسلم لیگ قاف کے مقامی عہدیداروں نے ان کی دعوت کی۔ اتفاق سے مجھے بھی اس دعوت میں جانے کا موقعہ ملا۔ مولانا سے گفتگو ہوئی تو انہوں نے بتایا کہ میری کتاب **منظر اور پس منظر** انہیں ملی تھی لیکن کوئی صاحب ان سے وہ کتاب پڑھنے کے لئے لے گئے تھے۔ اس پر میں نے انہیں اس کتاب کا ایک اور نسخہ پیش کر دیا۔ کتاب کا ٹائیٹل دیکھ کر انہوں نے مزاحاً کہا کہ آپ نے باقی ساری دنیا کے لیڈروں کو جنرل مشرف کے ارد گرد رکھا ہوا ہے اور انہیں مرکزی حیثیت دی ہوئی ہے۔ اس پر میں نے برجستہ کہا تھا کہ یہ مرکزی حیثیت کہاں ہے؟۔ دنیا کے اور پاکستانی لیڈروں نے مل کر بے چارے جنرل مشرف کو گھیرے میں لے رکھا ہے۔ میرے جواب پر وہ اپنے مخصوص مولویانہ انداز میں مسکرا دیئے تھے۔

میرا خیال ہے کہ ایم ایم اے امریکہ کے ساتھ اپنے پرانے رومانس کو بحال کرنے کی پوزیشن میں تھی لیکن اس نے اپنی بولی زیادہ لگوانے کے چکر میں پانچ سال ضائع کر دیئے ہیں۔ اب امریکہ بلا امتیاز اپنے پرانے وفاداروں اور موجودہ دہشت گردوں، مذہبی انتہا پسندوں کے خلاف سخت کاروائی کا ارادہ کر چکا ہے۔ اور اس کاروائی میں مذہبی انتہا پسندوں کے ساتھ پاکستان کے کھلے دل اور کھلے ذہن والے عوام کی اکثریت بھی لپیٹ میں آ سکتی ہے۔ خدا کرے کہ ایسا نہ ہو اور اصلاح احوال کی کوئی بہتر صورت نکل آئے۔

چیف جسٹس کے خلاف جنرل پرویز مشرف کا ریفرنس اپنے عبرتناک انجام کو پہنچ چکا ہے۔ ان کی

بحالی کے ساتھ قوم کے دل میں اپنی عدلیہ سے انصاف کی کچھ امید پیدا ہوئی ہے۔ چیف جسٹس محمد افتخار چوہدری از خود نوٹس لے کر عوامی مفاد کے کئی تاریخی نوعیت کے فیصلے کر چکے ہیں۔ اب بحالی کے بعد تین اشوز خصوصی تقاضہ کرتے ہیں کہ وہ ان کے حوالے سے بھی اپنی ذمہ داریوں کو نبھائیں۔

پہلا کام تو یہ کہ سندھ ہائی کورٹ از خود نوٹس کے تحت ۱۲ مئی ۲۰۰۷ء کے سانحہ کراچی کی جو کاروائی کر رہی ہے، اسے کسی کے بھی دباؤ کے تحت ماند نہ پڑنے دیا جائے۔ عدالتی تحقیقات کے تحت جو سفاک کردار سامنے آتے ہیں ان کے خلاف سخت قانونی کاروائی ہونی چاہئے۔ چیف جسٹس خود اس ساری کاروائی پر نظر رکھیں۔

دوسرا اہم کام یہ کہ ان کے خلاف ریفرینس کی ناجائز زیادتی کے باوجود یہ ایک حقیقت ہے کہ ان کے صاحبزادے ارسلان کی محکمانہ ترقیوں میں ناجائز سفارش کے عنصر کا گہرا شک موجود ہے۔ اگر چہ یہ لعنت پورے مقتدر طبقے میں 'ماں کے دودھ' کی طرح سرایت کر چکی ہے، تاہم اب چیف جسٹس محمد افتخار چوہدری کو قوم نے جس انداز سے بحال کرایا ہے اور ان سے جو توقعات وابستہ کر لی ہیں، ان کا تقاضہ ہے کہ وہ خود اپنے بیٹے کی میرٹ کے بغیر ہونے والی ترقیات کے ضمن میں لگائے گئے سارے الزامات کا نوٹس لیں۔ اس میں ناجائز ترقی دینے والے اور دلانے والے جو کردار بھی سامنے آئیں انہیں قانون کے مطابق سزا دی جائے۔ اگر ارسلان کو ناجائز ترقیات دی گئی ہیں تو یہ ترقیات بھی واپس کرائی جائیں۔ اگر ایسا کچھ بھی نہیں ہوا تو ارسلان کے امتحان سے ترقیات تک کا سارا ریکارڈ قوم کے سامنے لایا جائے تاکہ چیف جسٹس کی شخصیت پوری طرح بے داغ دکھائی دیتی رہے۔

نعیم بخاری نے چیف جسٹس کے خلاف ریفرینس دائر ہونے سے پہلے جو ''بدنامِ زمانہ'' سرکلر جاری کیا تھا، اس کے نتیجہ میں ان کے ساتھ کافی کچھ ہو چکا ہے۔ لیکن اب چیف جسٹس کی بحالی کے بعد نعیم بخاری ایک مقدمہ میں پیش ہونے کے لئے لاہور کی عدالت میں گئے تو ان کے ساتھ بعض وکیلوں نے انتہائی غنڈہ گردی کا بلکہ گھناؤنا قسم کا سلوک کیا۔ چیف جسٹس افتخار محمد چوہدری کو چاہئے کہ نعیم بخاری کے ساتھ ہونے والی زیادتی کا نوٹس لیں (اب تک نوٹس لے لیا ہوتا تو اس سے اُن کی عزت میں اضافہ ہوا ہوتا)۔ یہ انتہائی شرمناک سانحہ ہوا ہے۔ اگر افرادی قوت اور غنڈہ گردی کے بل پر ''انصاف'' ہونے لگا تو یہ مارشل لا کی حمایت کرنے سے بھی زیادہ بڑا گناہ ہوگا۔ اس کا نقصان بھی خود عدلیہ ہی کو ہوگا۔ ۱۲ مئی کے سانحہ کی سندھ ہائی کورٹ میں جو کاروائی ہو رہی ہے، ایم کیو ایم نے اسے اپنے کارکنوں کے ذریعے

جس انداز میں ہینڈل کرنے کی کوشش کی ہے اور جس طرح پانچ سو گواہان کو پیش کر کے معاملہ کو بے جا طول دینے کی ابتدائی کاوش کی گئی ہے، یہ بھی عوامی طاقت کا مظاہرہ کر کے ''انصاف'' کی فراہمی میں رکاوٹ ڈالنا ہے۔ لیکن جب خود چیف جسٹس سے محبت اور ان کی حمایت کے نام پر نعیم بخاری کے ساتھ غنڈہ گردی کی جا سکتی ہے تو پھر ہر کسی کا حق بنتا ہے کہ اپنے اپنے مقامات پر اپنی اپنی عوامی طاقت کا مظاہرہ دکھائے اور اپنی مرضی کا انصاف حاصل کر لے۔

پاکستان جن مختلف سماجی، سیاسی، آئینی امراض میں مبتلا ہے، ان میں کرپشن ایک قدرِ مشترک کی حیثیت رکھتی ہے۔ کرپشن کا ناسور ہر شعبہ میں سرایت کر چکا ہے۔ ایک رپورٹ کے مطابق پاکستان میں عدلیہ کا ادارہ کرپشن میں تیسرے نمبر پر ہے۔ یہ بات عام طور پر کہی جاتی ہے کہ کوئی مشکل مقدمہ ہو تو اچھا وکیل کرنے کی بجائے براہِ راست اچھا جج کر لو۔ چھوٹی عدالتوں میں ہونے والی کرپشن کے بارے میں اس سے کافی حد تک اندازہ کیا جا سکتا ہے۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ چیف جسٹس افتخار محمد چوہدری فوری نوعیت کے حساس معاملات میں از خود نوٹس ضرور لیں لیکن ان کی پہلی ترجیح نیچے سے اوپر تک عدلیہ کو کرپشن سے پاک کرنا اور عوام کے لئے انصاف کی فراہمی کو سستا اور آسان کرنا ہونا چاہئے۔

بارہ مئی کے سانحہ کراچی کے بعد میں نے ۱۳ مئی کو کالم لکھا تھا اور اسی روز اسے آن لائن کرایا تھا۔ میرا وہ کالم اس بات کا گواہ ہے کہ میں نے چیف جسٹس کے ساتھ روا رکھے جانے والے ظلم اور زیادتی کے خلاف لکھتے ہوئے کسی کے ساتھ کوئی رُو رعائت نہیں کی تھی۔ پرنٹ میڈیا میں شاید یہ اس موضوع پر چھپنے والا سب سے پہلا کالم تھا۔ تب بھی میرے پیشِ نظر یہی تھا کہ ناانصافی اور ظلم کا خاتمہ ہونا چاہئے۔ سو اب جو میں نے چیف جسٹس افتخار محمد چوہدری کے لئے چند گزارشات پیش کی ہیں تو ان کا مقصد بھی یہی ہے کہ چیف جسٹس انصاف کی فراہمی اور ظلم کے خاتمہ کے لئے اپنی ترجیحات میں ان امور کو بھی شامل کریں۔

یہاں ضمناً ایک اور بات کا ذکر بھی کر دوں۔ میں نے کئی برس پہلے سے لکھنا شروع کیا تھا کہ بے نظیر اور نواز شریف دونوں کو پاکستان آنے دیا جانا چاہئے۔ تاہم نواز شریف کی جلاوطنی کے حوالے سے سپریم کورٹ نے جو فیصلہ دیا، اس سے ایسا لگا جیسے عدالتِ عظمیٰ کسی غصہ کا اظہار کر رہی ہے۔ شیر افگن نیازی نے اس فیصلہ کے خلاف جو ریمارکس دیئے تھے، لب و لہجہ، الفاظ کے چناؤ وغیرہ کے لحاظ سے تو نامناسب تھے لیکن یہ حقیقت ہے کہ اس بارے میں نواز شریف کے معاہدہ یا انڈر اسٹینڈنگ کو یکسر نظر انداز کر دینا حیران

کن امر ہے۔ یہ نواز شریف اور شہباز شریف کا کسی سے کیا ہوا معاملہ تھا تو عدلیہ کو چاہئے تھا کہ ان کے حمایتیوں سے کہتی کہ اس کے بارے میں شریف برادران سے پوچھا جائے کہ وہ اس تحریر کو مانتے ہیں یا نہیں؟ اگر مانتے ہیں تو انہوں نے ایسی تحریر کیوں دی تھی؟ شریف برادران سے تحریری بیان منگایا جاتا اور پھر کوئی فیصلہ صادر کیا جاتا۔ عدالت عظمیٰ نے جس عجلت میں مختصر فیصلہ سنایا (تفصیلی فیصلہ ابھی تک جاری نہیں ہوا)، اس سے تو خود شریف برادران بھی پریشان ہو گئے کہ وہ اپنے بین الاقوامی مصالحت کاروں کے ساتھ معاملات کو حتمی صورت نہیں دے پائے تھے۔ اور اسی وجہ سے دونوں بھائیوں کو مشکلات کا سامنا کرنا پڑا۔ ایک کو لندن میں ہی رک جانا پڑا اور دوسرے کو اسلام آباد آ کر پھر جدہ جانا پڑا۔ اگر بین الاقوامی مصالحت کاروں کے ساتھ سارے معاملات پوری طرح سیٹ کر لئے ہوتے تو شاید ایسی صورتحال پیش نہ آتی۔ یوں آئینی طور پر ایک درست فیصلہ ہونے کے باوجود اس کے بین الاقوامی تناظر کو یکسر نظر انداز کر دینے اور عجلت میں فیصلہ دینے سے یہ فیصلہ ذاتی ناراضی کے تاثر کو چھپا نہیں سکا۔

میاں نواز شریف ۱۰ ستمبر کو اسلام آباد آنے کا اعلان کر چکے تھے، مجبوراً انہیں آنا پڑا اور جیسے شہباز شریف کو لاہور سے جدہ بھیج دیا گیا تھا ویسے ہی نواز شریف کو بھی جدہ بھیج دیا گیا۔ اس حوالے سے واقفانِ حال نے اتنا کچھ لکھ دیا ہے کہ مزید کچھ لکھنے کی ضرورت نہیں رہی۔ اب تازہ ترین خبر یہ ہے کہ اندر خانے جو معاملات طے پا رہے ہیں ان کے مطابق عید کے بعد (صدارتی الیکشن کے بعد) نواز شریف کو پاکستان آنے کی اجازت مل سکتی ہے۔ بے نظیر بھٹو کے ساتھ حکومت کی ڈیل کا تاثر گہرا کرنے کے نتیجہ میں بے نظیر بھٹو کی سیاسی اخلاقی پوزیشن پر کچھ اثر تو پڑا ہے لیکن وہ جس طرح معاملات کو ہینڈل کر رہی ہیں لگتا ہے کہ ان کا ووٹ بینک خراب نہیں ہوگا۔ حکومت کی طرف سے جتنی یقین دہانی سامنے آ رہی ہے اس سے لگتا ہے کہ ماضی کی طرح پیپلز پارٹی کو الیکشن میں بہت زیادہ دھاندلی کا شکار نہیں بنایا جائے گا۔ لیکن ایک شبہ اب دل میں پیدا ہونے لگا ہے۔ نواز شریف کو جس طرح اسلام آباد تک آنے دیا گیا اور پھر جدہ بھیج دیا گیا، کہیں اس طرح اسٹیبلشمنٹ انہیں پھر سے ہیرو تو نہیں بنانا چاہتی؟ اگر اسٹیبلشمنٹ اور نواز شریف اندر خانے ملے ہوئے ہوں تو اس طرح بے نظیر کے مقابلہ میں انہیں عوامی ہیرو بنانے کا کھیل کھیلا جا سکتا ہے۔ اس کے باوجود واقعتاً صاف شفاف الیکشن ہوئے تو بے نظیر بھٹو کی پارٹی اب بھی سب سے بڑی پارٹی بن کر ابھرے گی۔ لیکن ایک بات طے ہے، کوئی بھی پارٹی برسرِ اقتدار آئے، عوام کے بنیادی مسائل اتنے الجھائے جا چکے ہیں کہ کوئی بھی انہیں حل نہیں کر سکے گی۔ کرپشن کی لعنت سے کون نجات دلائے

گا؟ عوام کی بنیادی ضروریات صرف روٹی، کپڑا اور مکان نہیں ہیں بلکہ بہتر تعلیم، اچھی صحت کے لئے بہتر طبی سہولیات اور مناسب روزگار کو بھی اب ضروریات میں شمار کرنا چاہئے۔ ان ساری سہولیات کی فراہمی کے ساتھ ملائیت کے عفریت کا سامنا کرنا۔۔۔ خاص طور پر دہشت گرد کاروائیوں کے خلاف موثر اقدام کرنا۔ جو کام جنرل پرویز مشرف سے سات برسوں میں ڈھنگ سے نہیں ہو سکا، اسے کوئی سیاسی جماعت کیسے کر پائے گی؟ وقت آنے پر دیکھتے ہیں کیا ہوتا ہے۔

صدر کے دو عہدوں کے حوالے سے جماعت اسلامی کی ایک پٹیشن سپریم کورٹ میں زیرِ سماعت ہے۔ اس میں مختلف قانونی اور آئینی نکات پر بحث جاری ہے۔ اگلے چند روز میں (شاید یہ کالم چھپنے تک) فیصلہ آنے کی امید ہے۔ اس فیصلہ کی بنیاد پر کہہ سکتا ہوں کہ یا تو پاکستان تدریجاً جمہوریت کی پگڈنڈی پر چلنے لگے گا (پگڈنڈی سے کامیابی سے گزرنے کے بعد جمہوریت کی شاہراہ تک پہنچے گا، شاہراہ پر گامزن ہونے کا مرحلہ اس کے بعد آتا ہے)۔۔ لیکن ایسا نہ ہو سکا تو ایک اور مارشل لا سر پر کھڑا سمجھیں۔

میں نے گزشتہ کالم میں نام لئے بغیر بعض مذہبی جماعتوں کا ذکر کیا تھا جو قیام پاکستان کی شدید مخالف رہی تھیں۔ اور اب نظریۂ پاکستان کی چیمپئن بنا دی گئی ہیں۔ ۱۷ اور ۱۸ ستمبر کی تاریخوں میں روزنامہ خبریں میں ایک مضمون دو قسطوں میں شائع ہوا ہے۔ مضمون کا عنوان ہے ''مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی اور جماعت اسلامی'' اور اسے تحریر کیا ہے جماعت اسلامی کے موجودہ امیر قاضی حسین احمد نے۔ مضمون کے پہلے پیراگراف میں انہوں نے پاکستان کی مخالفت کرنے کے الزام کی صفائی دینے کی کوشش کی ہے۔ ان کی تحریر کے مطابق:

''مولانا مودودی اور علامہ اقبال کے درمیان گہرا تعلق اس امر سے واضح ہو جاتا ہے کہ مشرقی پنجاب میں پٹھانکوٹ کے نزدیک ''دارالاسلام'' کے نام سے جماعت اسلامی کا جو پہلا مرکز قائم ہوا، اس کے لیے زمین علامہ اقبال کے توسط سے فراہم ہوئی تھی۔ یہ زمین علامہ اقبال کو پنجاب کے ایک زمیندار چوہدری نیاز علی صاحب نے اس مقصد کے لئے پیش کی تھی کہ اس پر دین کا کام کرنے کے لئے کوئی مرکز بنائیں۔ علامہ اقبال نے اس کے لئے مولانا مودودی کا انتخاب کیا اور ان کو دعوت دی کہ وہ اس پر ایسا مرکز بنائیں۔ یہ ایک تاریخی حقیقت ہے جس کو نہ تو کوئی جھٹلا سکتا ہے اور نہ ہی اس کا کوئی انکار کر سکتا ہے۔ یہ تاریخی حقیقت ان تمام اعتراضات اور الزامات کی بھی تردید کر دیتی ہے جو پاکستان کی مخالفت کے سلسلے میں مولانا مودودی پر لگائے جاتے ہیں''

اگر تو واقعتاً مولانا مودودی نے پاکستان کی اور قائداعظم کی مخالفت نہیں کی تھی تو بے جا الزام تراشی نہیں کی جانی چاہئے۔لیکن ''پاکستان کی مخالفت کے اعتراض اور الزام'' سے بریت کے لئے علامہ اقبال کی طرف سے پٹھانکوٹ کی زمین فراہم کرنے کو دلیل بنانا قاضی صاحب کے لئے مناسب نہیں لگ رہا۔دین کا کام کرنے والے کئی علماء کانگریس کے ہمنوا اور پاکستان کے کھلے مخالف تھے۔مولانا ابوالکلام آزاد جیسے اعلیٰ پائے کے عالمِ دین بھی پاکستان کے مخالف تھے۔کون کہے گا کہ انہوں نے دین کے لئے کام نہیں کیا تھا۔لیکن ان کا سیاسی کردار اور کانگریس سے وابستگی اپنی جگہ ایک حقیقت ہے۔۔۔۔اسی طرح ''دین کا کام کے لئے'' زمین کی فراہمی میں مدد کرنے سے یہ کیسے ثابت ہو گیا کہ مولانا مودودی نے پاکستان کے قیام کی مخالفت نہیں کی تھی؟

صرف حافظہ کی بنیاد پر جو چند حوالے گزشتہ کالم میں لکھ چکا ہوں ان میں سے تین براہِ راست مولانا مودودی سے متعلق ہیں۔میں نے اپنے کالم میں متعلقہ مخالفین پاکستان علماء کے نام نہیں لکھے تھے۔لیکن اب بات چل نکلی ہے تو وضاحتِ احوال کے طور لکھ رہا ہوں۔قرارداد پاکستان منظور ہوئی تو مولانا مودودی نے لکھا کہ میں اس قرارداد کو دیکھتا ہوں تو میری روح بے اختیار ماتم کرنے لگتی ہے۔انہوں نے قائدِاعظم کا نام لے کر لکھا کہ لیگ کے قائدِاعظم سے لے کر مبتدی تک کوئی بھی اسلامی زندگی کا نمونہ نہیں ہے۔(بعد میں جماعت اسلامی نے تحریف کردی،اس کتاب کے نئے ایڈیشنوں میں قائداعظم کا لفظ ہٹا کر ''بڑے لیڈروں'' کردیا۔تاہم مودودی صاحب کی کتاب کے پہلے ایڈیشن میں قائدِاعظم کا لفظ واضح طور پر لکھا ہوا ہے اور ان کے اسلامی کردار پر صاف حملہ کیا گیا ہے۔)

قیامِ پاکستان کے بعد اپنی وفات تک مولانا مودودی ایک بار بھی قائدِاعظم کے مزار پر دعائے مغفرت کے لئے نہیں گئے۔جس سے ان کے دل میں قائدِاعظم کی عزت ومحبت کا بخوبی اندازہ کیا جاسکتا ہے۔یہ تین حقائق آفتاب آمد دلیلِ آفتاب کی طرح روشن ہیں۔ان کے جواب میں جماعت اسلامی کی طرف سے پٹھانکوٹ کی زمین دینے دلانے کا کوئی حوالہ لانے کی بجائے صرف ایک ایک سادہ سا حوالہ پیش کرنے کی ضرورت ہے۔پاکستان کے قیام سے پہلے پاکستان کی حمایت میں لکھا ہوا صرف ایک جملہ عطا کردیا جائے تو تاریخ کا بھلا ہو جائے گا۔اسی طرح قائداعظم کے بارے میں کلمۂ خیر کے طور پر بھی صرف ایک جملہ جو مولانا مودودی صاحب نے کہا ہو۔۱۹۴۷ء سے پہلے کے ایسے دو حوالے جماعت اسلامی کو ان سارے الزامات سے پاک کرسکتے ہیں جو پاکستان کی مخالفت کے سلسلے میں لگائے جاتے

رہے ہیں۔

قاضی صاحب!

پاکستان کی حمایت میں اور قائدِاعظم کی تائید میں صرف ایک ایک جملے کا سوال ہے۔اگر جماعت اسلامی کے لٹریچر میں سے ایسے دو جملے مل جائیں تو حقیقت کا یہ رخ سامنے آجائے گا۔ورنہ حقیقت یہی ہے کہ مولانا مودودی نے پاکستان کی مخالفت کی تھی۔قائداعظم کی زندگی کو غیر اسلامی کہا تھا،اور پاکستان کے قیام میں ان کا قطعاً کوئی کردار نہیں تھا۔

دیوبندی مکتبہ فکر نے قیام پاکستان کی مخالفت کی تھی اور کھل کر مخالفت کی تھی۔وہ لوگ آج بھی اس بات کو چھپاتے نہیں ہیں۔ہمہ وقت اس کا اعلان نہیں کرتے رہتے لیکن کہیں اس موضوع پر بات چل نکلے تو وہ کسی اعتذار کے بغیر اپنے اکابرین کے موقف کا برملا اقرار کرتے ہیں۔مولانا حسین احمد مدنی، سید عطاء اللہ شاہ بخاری، مولانا محمد علی جالندھری سے لے کر مولانا ابوالکلام آزاد تک متعدد علمائے کرام نے کسی نہ کسی جواز کے ساتھ پاکستان بننے کی مخالفت کی تھی اور بعد میں بھی اپنے موقف پر کسی شرمندگی کا اظہار نہیں کیا۔جماعت اسلامی کو بھی چاہئے کہ پاکستان مخالف دوسرے جید علماء کے طرزِ عمل کے مطابق اپنے تاریخی ریکارڈ کا سامنا کریں۔غلط دعویٰ ٹھیک نہیں ہے۔ویسے تاریخی حقائق کے ساتھ بحث چل نکلے تو دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی ہو جائے گا۔

۲۰ ستمبر ۲۰۰۷ء

اِدھر اُدھر سے:۱۹

اس بار کالم لکھنے میں لگ بھگ اڑھائی مہینے کا وقفہ آ گیا ہے۔ حالانکہ اس عرصہ میں اتنی اہم ترین خبریں سامنے آتی رہی ہیں کہ ہر ہفتہ میں ایک کالم لکھنا ممکن تھا۔ بے نظیر بھٹو کی واپسی، پھر اسٹیبلشمنٹ کی اسکیم کے عین مطابق میاں نواز شریف کے سارے خاندان کی واپسی، سپریم کورٹ اور ہائی کورٹ کے ججوں کی برطرفی، نیا پی سی،او، ایمرجنسی، نجی الیکٹرانک میڈیا پر پابندی، انتخابی مہم کا آغاز، بائیکاٹ کے پروگرام، عمران خان کے ساتھ پنجاب یونیورسٹی میں اسلامی جمعیت طلبا کی طے شدہ بدسلوکی، جماعت اسلامی کی قیادت کی وضاحتی آئیں، بائیں، شائیں۔ جنرل پرویز مشرف کا دُکھے ہوئے دل کے ساتھ اُس وردی کو اتارنا جسے وہ اپنی کھال قرار دیا کرتے تھے۔ لیکن یہ خبریں اور ان سے ملتی جلتی متعدد گرما گرم خبروں نے بھی ٹھنڈا کیے رکھا۔ اس سارے عرصہ میں مجھے علامہ اقبال کا ایک شعر ہی یاد آتا رہا۔

خرد کے پاس خبر کے سوا کچھ اور نہیں
ترا علاج نظر کے سوا کچھ اور نہیں

اب بھی کالم لکھنے کا موڈ ایک خاص خبر کی وجہ سے بنا ہے۔ یہ کوئی اچھی خبر نہیں ہے۔ بلکہ اس کا ذکر کرنے سے ہمارے سابق جنرل، جناب پرویز مشرف صاحب کی شکایت ہمیں شرمندہ کرتی رہے گی۔ انہیں گلہ ہے کہ ہمارے زیادہ تر لوگ پاکستان کا امیج اچھا بنا کر پیش کرنے کی بجائے بیرون ملک میں اپنے ملک کی بدنامی کرتے ہیں۔ لیکن خبر ایسی ہے کہ اس کے ذکر سے باہر مزید بدنامی نہیں ہوگی۔ کیونکہ یہ خبر باہر ہی سے آئی ہے۔ خبر یہ ہے کہ **ٹرانسپیرنسی انٹرنیشنل** نے **گلوبل کرپشن بیرومیٹر ۲۰۰۷ء** کے نام سے ایک رپورٹ جاری کی ہے۔ اس میں دنیا بھر میں کرپشن کا کچھ حساب کتاب پیش کیا گیا ہے۔ پاکستان میں کرپشن کی شرح سے اندازہ ہوتا ہے کہ ملک نے اور کسی شعبہ میں ترقی کی ہو یا نہ کی ہو لیکن کرپشن کے میدان میں واقعی بڑی ترقی کی ہے۔ کرپشن کے سارے اعداد و شمار بعد میں، مجھے یہاں چار اہم ترین شعبوں کے بارے میں خاص بات کرنی ہے۔ اس رپورٹ میں کرپشن کے کل پانچ نمبر مقرر کر کے پھر

پانچ میں سے حاصل کردہ نمبر دیئے گئے ہیں۔ اس کے مطابق فوج نے پانچ میں سے 3.2 نمبر حاصل کیے ہیں۔ میڈیا نے 3.3 نمبر حاصل کیے ہیں۔ لیگل سسٹم یعنی عدلیہ نے 3.5 نمبر حاصل کیے ہیں۔ اور سیاسی جماعتوں نے 3.9 نمبر حاصل کیے ہیں۔

مجھے حیرت بھی ہے اور افسوس بھی ہے کہ ابھی تک قومی پریس یا آزاد میڈیا نے اس خبر کو اس کے شایانِ شان کوریج نہیں دی۔ شاید اس لیے کہ اس رپورٹ کے مطابق خود میڈیا کے اندر کرپشن کی شرح فوج کے اندر کرپشن سے زیادہ ہے۔ تو پھر یہ ہمارے میڈیا سٹارز کیا ڈرامہ کر رہے ہیں۔ میں نے اپنے گزشتہ کالم میں اس وقت کے بحال شدہ چیف جسٹس افتخار چودھری صاحب کی خدمت میں درخواست کی تھی کہ ان کی پہلی ترجیح عدلیہ کو کرپشن سے پاک کرنے کی ہونی چاہئے۔ اب یہی درخواست میڈیا کے اسٹارز سے کی جانی چاہئے کہ صاحبو! حکومت کے خلاف آپ کی حق گوئی و بے باکی اپنی جگہ برحق، لیکن پہلے اپنی منجی کے نیچے بھی ڈانگ پھیر لیں اور اپنے اندر کے کرپٹ عناصر کو بھی سامنے لائیں۔ وہ کرپٹ اسٹارز جن کے بارے میں عوام کو کچھ بھی خبر نہیں اور ٹرانسپیرنسی انٹرنیشنل انہیں فوج سے زیادہ کرپٹ قرار دے رہا ہے۔ ان بے باک کرپٹ اسٹارز کا حساب کون بے باق کرے گا؟ میڈیا اور پریس سے توقع کی جانی چاہئے کہ وہ اپنے اندر کی کرپشن کو بھی بے نقاب کریں گے اور قوم کے سامنے پورا سچ لے آئیں گے۔ وگرنہ پھر موجودہ ساری جدو جہد کا ایک ہی مطلب ہے کہ 3.3 سے لے کر 3.9 تک کرپشن کرنے والے شعبوں نے مل کر 3.2 تک کی کرپشن کرنے والے ادارہ کے خلاف محاذ بنا رکھا ہے۔

سیاسی جماعتوں، عدلیہ، میڈیا اور فوج کے نمبر اوپر بیان ہو چکے، اب دوسرے شعبوں کی کرپشن میں اعلیٰ کارکردگی کو بھی ایک نظر دیکھ لیں: پولیس 4.3، ٹیکس، ریونیو اتھارٹی 4.1، رجسٹری اینڈ پرمٹ سروسز 3.9، یوٹی لیٹیز 3.9، پارلیمنٹ 3.8، غیر سرکاری تنظیمیں 3.6، میڈیکل 3.4، پرائیویٹ سیکٹر 3.4، تعلیمی نظام 3.0، مذہبی تنظیمیں 2.7۔

بے نظیر بھٹو کی پاکستان میں آمد کے موقعہ پر ان کا جو فقید المثال استقبال ہوا، اس سے طاقت کے مراکز میں کھلبلی مچ گئی۔ چنانچہ عجلت میں اس ریلی کو درہم برہم کرنے کے لیے خود کش حملہ کی کاروائی کی گئی۔ مجھے اس امر میں کوئی شک نہیں کہ بے نظیر بھٹو نے جن افراد کے بارے میں پرویز مشرف کو وقت سے پہلے آگاہ کیا تھا، وہی اس حملہ کے ذمہ دار ہیں۔ بے نظیر نے ۲۱/اکتوبر کو ایک برطانوی اخبار کو انٹرویو دیتے ہوئے کہا تھا کہ پاکستان کے خفیہ اداروں میں انتہا پسندی کی حمایت کرنے والے موجود ہیں۔ اس

الزام کی توثیق اب میاں نواز شریف کے ایک تازہ بیان سے ہوئی ہے جس میں انہوں نے بتایا کہ وہ قبائلی علاقوں میں انتہا پسندوں کے خلاف کاروائی کرنا چاہتے تھے (اسامہ بن لادن کو کلنٹن کے حوالے کرنا چاہتے تھے) تب فوج کے چیف جنرل پرویز مشرف نے یہ کہہ کر انہیں روک دیا کہ یہ تو ہماری فرنٹ لائن دفاعی قوت ہے۔ بہر حال ہمارے خفیہ اداروں کی بعض سرگرمیاں اتنی افسوسناک ہیں کہ ان کا ذکر کرتے ہوئے بھی شرم آتی ہے۔ ایک ایجنسی کے (ریٹائرڈ) اعلیٰ افسر جنہوں نے پلے بوائے جیسی جوانی بسر کی، اب تبلیغی جماعت کے رکن بنے ہوئے ہیں۔ انہوں نے اعتراف کیا کہ وہ بعض افسران کی گھریلو زندگی پر بھی نگاہ رکھا کرتے تھے اور بعض کو کچھ آگاہ بھی کر دیا کرتے تھے۔ چیف جسٹس افتخار محمد چوہدری کے کیس کی سماعت کے دوران عدالت کے سامنے چند قابلِ اعتراض تصویریں پیش کی گئیں۔ جس پر عدالت نے سخت برہمی کا اظہار کیا تو اٹارنی جنرل عبدالقیوم کو غیر مشروط معافی مانگنا پڑی۔ اب پی سی او کے نفاذ کے بعد پھر بعض جج صاحبان کی گھریلو زندگیوں کی تصویروں کا ذکر سننے میں آیا۔ اور تو اور خود شوکت عزیز کے بارے میں بھی پرائم منسٹر ہاؤس کے اندر کی تصویروں کا تھوڑا سا چرچا کیا گیا۔ یہ سب کیا ہے؟

جس ملک کی خفیہ ایجنسیاں ملک کے مفاد کی عالمی نوعیت کی سرگرمیوں کو چھوڑ کر اپنے ہی افراد کی خانگی زندگیوں میں گھٹیا بلیک میلروں جیسی تانک جھانک شروع کر دیں، ان سے کسی عالمی نوعیت کی اعلیٰ کارکردگی کی کیا توقع کی جا سکتی ہے۔۔۔۔۔ ایجنسیوں کا اتنا ذکر اس لیے آ گیا کہ بے نظیر کے عائد کردہ الزام کو کئی دوسرے زاویوں سے بھی بہتر طور پر دیکھا جا سکے۔ ایم کیو ایم نے بے نظیر کی ریلی کے دوران اپنے طرزِ عمل سے اپنے ۱۲ مئی ۲۰۰۷ء کے کردار کی کچھ تلافی کرنے کی کوشش کی۔ اچھا کیا۔

اسی دوران پرویز الٰہی نے کئی جلسوں سے خطاب کیا، دعوت اسلامی والوں کا اجتماع ہو گیا، تبلیغی جماعت والوں کا لاکھوں کا اجتماع ہو گیا، میاں نواز شریف کا بھی رات بھر کا ایک جلوس داتا دربار تک جا پہنچا۔۔۔ سارے جلسے جلوس خیر و عافیت سے انجام پذیر ہوئے۔ لیکن بے نظیر بھٹو کی عظیم الشان ریلی خود کش حملہ آوروں کا نشانہ بنا دی گئی۔ اس کے ذمہ دار بہر حال حکومت کے اندر ہی موجود ہیں۔ بے نظیر اگر اپنے پہلے بیانات پر خاموشی اختیار نہ کر لیں تو حقیقت وہی ہے جو وہ پہلے کہہ چکی ہیں۔

جی ڈی پی کی شرح میں گرانقدر اضافہ کی نوید اور قومی خزانہ میں اربوں ڈالر کے ریزروز کی بشارتیں سنانے والے شوکت عزیز کی وزارتِ عظمیٰ اپنی مدت پوری کر کے ختم ہو چکی۔ موصوف کی سبکدوشی سے تھوڑا عرصہ پہلے گورنر سٹیٹ بنک آف پاکستان کی طرف سے یہ ہولناک انکشاف سامنے آیا کہ اس

حکومت کی برکت سے ملک پانچ ہزار ارب سے زیادہ کا مقروض ہو چکا ہے۔ کہاں کی جی ڈی پی کی شرح اور کہاں کے اربوں ڈالرز کے ریزروز۔۔۔ یہاں لینے کے دینے پڑ گئے ہیں۔ شوکت عزیز اور ان کے مشیر خزانہ (جو اَب خیر سے وزیر خزانہ ہو چکے ہیں) نے وائٹ کالر کرائم کی ایسی ایسی کاروائیاں کی ہیں کہ اپنے لٹنے کا کھوج لگانے کے لیے قوم کو ایک عمر لگ جائے گی۔ میرے نزدیک گجرات کے چوہدری برادران ملک کو لوٹنے والے سیاستدانوں میں سب سے پہلے نمبر پر تھے۔ کیونکہ یہ لوگ جنرل ضیاع الحق کے زمانے سے اب تک قوم کو لوٹ رہے ہیں، اسٹیبلشمنٹ میں ان کی جڑیں گہری ہو چکی ہیں۔ خفیہ ایجنسیوں میں بھی ان کی رسائی ہو چکی ہے۔ لیکن ہمارے بنکار وزیر اعظم شوکت عزیز صاحب سٹاک مارکیٹ کریش اور پرائیویٹائزیشن کے ایسے ایسے کرتب دکھا گئے کہ ان کے سامنے گجرات کے چوہدریوں کی ساری کرپشن بھی بے معنی ہو جاتی ہے اور وہ محض جوتی چور یا بھینس چور دکھائی دینے لگتے ہیں۔ اسٹیل مل کو اگرچہ لٹنے سے بچا لیا گیا ہے لیکن اسے جس طرح پرائیویٹائز کرنے کے چکر میں لوٹا جا رہا تھا، وہ اسکینڈل آج بھی سپریم کورٹ کے ریکارڈ میں محفوظ ہے۔ بلکہ اسی چکر میں سابق جنرل، صدر پرویز مشرف کو اکسا کر خراب کیا گیا۔ حقیقت یہ ہے کہ چیف جسٹس کے خلاف ۹ مارچ ۲۰۰۷ء کا اقدام شوکت عزیز کے اسٹیل مل والے غم و غصہ کا نتیجہ تھا۔ جس کے لیے قوم کی زد میں شوکت عزیز کی بجائے پرویز مشرف آ گئے۔ پرویز مشرف آج جس صورتحال سے دو چار ہیں یہ کافی حد تک شوکت عزیز کا کیا دھرا ہے۔

جنرل پرویز مشرف اب سابق جنرل ہو چکے ہیں۔ انہوں نے بڑے درد بھرے دل کے ساتھ اپنی وردی اتاری ہے۔ اب وہ پاکستان کے سویلین صدر کہلاتے ہیں۔ پاکستان جمہوریت کی بحالی کی طرف جا رہا ہے۔ قومی خود مختاری کے دعوے بھی کیے جا رہے ہیں لیکن حقیقت یہ ہے کہ ہماری قومی خود مختاری کی حالت ''بی بی مختاراں'' جیسی ہے اور ہماری جمہوریت ''بچہ جمہورا'' ہے۔ اب جو کچھ ہونے جا رہا ہے وہ فوج کی سرپرستی میں ہوئے ماضی کے میوزیکل چیئر گیم ہی کا ایک حصہ ہے۔ جس میں مختلف طبقات اپنے اپنے مفادات سمیٹیں گے۔ اور عوام کے حصہ میں مزید مسائل، مزید مہنگائی اور مزید دکھ اور مصیبتیں ہی آئیں گی۔ ایجنسیوں کے ساختہ انتخابی نتائج کی بجائے جب تک عوام کے ووٹ کا دل سے احترام نہیں کیا جائے گا، پاکستان کے اچھے دن نہیں آئیں گے۔ لیکن اس کے باوجود اچھے دنوں کی امید تو رکھنی چاہئے۔ سو پاکستان کے عوام اچھے دنوں کی امید قائم رکھیں!

پاکستانی قوم کے ساتھ ایک بڑا فراڈ جو گزشتہ ساٹھ سال سے ہو رہا ہے وہ عوام کے دلوں

میں امریکہ مخالفت کے جذبات ابھارنا ہے۔ پاکستان کی بیشتر سیاسی جماعتوں کا قبلہ امریکہ کی طرف ہے۔ حکومت ہو یا اپوزیشن ہو سب کا کافی سارا انحصار امریکی آشیرواد پر ہے۔ ہم سوویت یونین کے ٹوٹنے سے پہلے بھی امریکہ ہی کے زیرِ اثر تھے، سوویت یونین کے ٹوٹنے کے بعد تو امریکی اثرات مزید گہرے ہو گئے۔ نائن الیون کے سانحہ کے بعد تو ہمارے سامنے کوئی اور رستہ بھی نہیں ہے۔ اس وقت جو مذہبی جماعتیں امریکہ کے خلاف سب سے زیادہ بڑھ چڑھ کر باتیں کر رہی ہیں وہ بھی قوم کو دھوکہ دے رہی ہیں ۔ اگر ان کا ماضی کا ریکارڈ دیکھا جائے تو امریکہ کے ساتھ سب سے زیادہ طویل دورانیے کا رومانس انہیں مذہبی جماعتوں کا رہا ہے۔ یہ مذہبی رہنما امریکی چینلز پر اہلِ مغرب کو اپنے ''اہلِ کتاب بھائی'' کہتے تھے اور امریکی میڈیا انہیں مجاہدین قرار دیا کرتا تھا۔ ان مذہبی رہنماؤں نے امریکی، اسرائیلی امداد کے ساتھ سوویت یونین کے خلاف امریکہ کی جنگ افغانستان میں لڑی۔ اس کے لیے دنیا بھر کے اسلامی ملکوں سے کرائے کے فوجی فراہم کیے گئے۔ آج بھی مذہبی جماعتوں کی امریکہ سے اصل ناراضی صرف اتنی ہے کہ افغانستان کے معاملات میں ہمیں ثالث بناؤ، ہم تمہارے معاملات ٹھیک کرا دیں گے۔ بعض علماء نے پہلے در پردہ اور بعد میں کھلے عام امریکہ کو یہ پیش کش کی تھی۔ دوسری سیاسی جماعتوں کا جھکاؤ بھی امریکہ ہی کی طرف ہے۔

یہ بات تو بہت پہلے سامنے آچکی ہے کہ امریکہ نے مسلمانوں میں کئی انتہا پسندوں کی خدمات بھی حاصل کر رکھی ہیں۔ ان میں انتہا پسندی کی بالواسطہ حمایت کرنے والے میڈیا اسٹارز بھی شامل ہیں اور خود کش حملہ آوروں کو تربیت دینے والے بھی۔ کیونکہ انہیں اقدامات کی وجہ سے ایک طرف دنیا بھر میں مسلمانوں کا امیج بد سے بدتر کیا جا رہا ہے اور دوسری طرف اس ساری صورتحال کا فائدہ براہِ راست امریکہ کو حاصل ہو رہا ہے۔ ایسے خود کش حملہ آوروں، ان کے حامی جرنلسٹوں اور خوش عقیدہ اسلام کے نادان دوستوں کے بارے میں اب کیا کہا جائے؟

کسے خبر تھی کہ لے کر چراغِ مصطفویؐ
جہاں میں آگ لگاتی پھرے گی بولہبی

مسئلہ یہ ہے کہ اپنے داخلی و خارجی حالات کے باعث پاکستان کی ہر حکومت امریکہ پر انحصار کرنے پر مجبور ہے۔ اگر یہ مجبوری موجود ہے تو قوم کو بھی اصل حقائق سے آگاہ کیجیے۔ انہیں بتائیے کہ آپ کی اقتصادیات کس حد تک امریکی یا مغربی اقتصادیات پر انحصار کیے ہوئے ہے۔ آپ کے اسٹریٹیجک

مفادات کس حد تک امریکہ سے وابستہ ہیں۔ خود میڈیا کو بھی بتانا چاہئے کہ پاکستان میں میڈیا کی آزادی میں سب سے بڑا کردار امریکہ کا ہے۔ محض سیاست چمکانے کے لیے قوم کے دلوں میں امریکہ مخالف جذبات بھڑکائے رکھنا اور اقتدار میں حصہ ملنے پر امریکہ کے احکامات کی بجا آوری کیے جانا منافقت ہے۔ وہ تمام سیاسی جماعتیں جو بظاہر امریکہ مخالف تقریریں کر رہی ہیں وہ صرف قوم کو دھوکہ دے رہی ہیں اور منافقت سے کام لے رہی ہیں۔ بات صرف پاکستان کی نہیں، مشرق، وسطیٰ کے بیشتر ممالک بالخصوص سعودی عرب، متحدہ عرب امارات، مصر، کویت وغیرہا سب کا انحصار امریکی اور دوسری مغربی قوتوں پر ہے۔ البتہ ان عرب ممالک نے پاکستانی سیاست کی طرح کبھی اپنی قوم کو امریکہ مخالف بنانے کی کوشش نہیں کی۔

مغرب سے تعلقات کے حوالے سے ایک خبر یہ ہے کہ ۵؍نومبر ۲۰۰۷ء کو سعودی عرب کے بادشاہ شاہ عبداللہ نے ویٹی کن میں پوپ سے ملاقات کی ہے۔ مختلف مذاہب کے درمیان پھیلی ہوئی اور پھیلائی ہوئی غلط فہمیوں کے ازالہ کے لیے ہر سطح پر مختلف مذاہب کے درمیان مکالمہ بے حد ضروری ہے۔ یہ مکالمہ عمومی طور پر تمام مذاہب کے ساتھ ہونا چاہیے اور خصوصی طور پر ان مذاہب اور مسالک کے درمیان ہونا چاہیے جن کے درمیان مخاصمت بہت زیادہ بڑھ چکی ہے۔ اگر مسیحی رہنماؤں سے محض اس لیے ملاقات ہو رہی ہے کہ وہ قوم ایک بڑی طاقت بن چکی ہے تو پھر یہ مجبوری کی ملاقات ہے۔ لیکن اگر دل میں واقعی اخلاص ہے اور یہ نیت ہے کہ تمام مذاہب اور مسالک کے درمیان پُر امن بقائے باہمی کا رویہ فروغ دیا جائے تو پھر ان مذاہب اور مسالک کے ساتھ بھی مکالمہ ناگزیر ہے جو کوئی بڑی عالمی سیاسی قوت یا اثر نہیں رکھتیں۔ جب مکالمہ اس سطح تک پہنچے گا تب ہی یہ کہا جا سکے گا کہ یہ نیک نیتی کا مکالمہ ہے، مجبوری کا نہیں۔

حال ہی میں پاکستان سے انسانی حقوق تنظیم کے دو امریکی کارکنوں کو نکال دیا گیا ہے۔ ان کارکنوں کا قصور یہ تھا کہ یہ اعتزاز احسن کی گرفتاری کے خلاف اور ان کی حمایت میں سرگرمِ عمل تھے۔ ان میں ایک مسٹر بیری ہیں اور ایک مسز نجمن۔ مسز نجمن کا نام سامنے آیا تو یاد آیا کہ اکتوبر کے مہینے میں اس خاتون نے امریکہ ہی میں امریکی وزیر خارجہ کنڈولیزا رائس کے خلاف سخت الفاظ استعمال کرتے ہوئے ان کے چہرے پر لال رنگ ملنے کی کوشش کی تھی۔ اس ہنگامہ میں انہیں گرفتار کیا گیا تھا۔ اس واقعہ سے تھوڑا عرصہ قبل احمد رضا خان قصوری کے پیپلز پارٹی اور ذوالفقار علی بھٹو کے بارے میں نازیبا ریمارکس دینے پر پاکستان میں ایک ہنگامہ ہوا تھا۔ پشاور کے ایک وکیل اور ذوالفقار علی بھٹو کے عاشق خورشید احمد نے احمد

رضا قصوری کا منہ کالا کر دیا تھا۔ یہ خبر عالمی سطح پر بھی دلچسپی کے ساتھ دیکھی گئی تھی۔لگتا ہے اس خبر سے متاثر ہوکر مسز بنجمن نے کنڈ ولیزا رائس کے چہرے پر لال رنگ ملنے کی کوشش کی تھی۔ظاہر ہے کونڈی کے چہرے پر کالا رنگ ملنے سے تو کوئی فائدہ نہ ہونا تھا۔لیکن مسز بنجمن تھوڑا سا مزید غور کر کے کاروائی کرتیں تو کنڈ ولیزا رائس کے چہرے پر سفید یا پیلا رنگ پھینکنے کی کوشش کرتیں، جو لال رنگ یا کالے رنگ کے مقابلہ میں بہتر نتائج کا حامل ہوتا۔امریکہ میں مسز بنجمن کو گرفتار کیا گیا تھا تو پاکستان میں انہیں ملک سے نکال دیا گیا ہے۔ اس طرح پاکستان کے حکمران کہہ سکتے ہیں کہ ہم امریکہ کے مقابلہ میں زیادہ لبرل ہو گئے ہیں۔آخر کہہ دینے میں کیا حرج ہے۔

کنڈ ولیزا رائس کے بارے میں یہ ہلکا پھلکا سا قصہ بیان کیا ہے تو اپنے سابق جنرل،صدر پرویز مشرف کا ایک حالیہ دلچسپ بیان بھی سن لیجئے۔کالا باغ ڈیم کے بارے میں انہوں نے پھر زور دیا ہے اور کہا ہے کہ وقت آنے پر یہ ڈیم لازماً بنے گا۔پانچ سال پہلے جب جنرل پرویز مشرف وردی نہیں اتار رہے تھے تو انہوں نے جواز دیتے ہوئے کہا تھا کہ وردی میں رہنے کی ایک وجہ یہ ہے کہ میں کالا باغ ڈیم بنانا چاہتا ہوں اور اس کے لیے میرا باوردی رہنا مناسب ہوگا۔پانچ سال گزر گئے بلکہ جنرل پرویز مشرف کے کل اقتدار کو آٹھ سال گزر گئے۔کالا باغ ڈیم کی باتیں بہت سنائی جاتی رہیں لیکن عملاً اس پر دھیلے کا کام بھی نہیں ہوا۔کالا باغ ڈیم کے مسئلہ پر ان کے سارے رنگ ڈھنگ دیکھتے ہوئے انہیں اب بلاشبہ نواب آف کالا باغ ڈیم کہا جا سکتا ہے۔ان کی اس نوابی میں پہلے بھی عوام ہی ڈیم فول بنتے رہے ہیں اور آئندہ بھی عوام ہی ڈیم فول بنتے رہیں گے۔

۸/دسمبر۲۰۰۷ء

اِدھر اُدھر سے: ۲۰

اس سال کے آغاز پر اپنا پہلا کالم صدام حسین کی پھانسی کے ذکر سے شروع کیا تھا اور اب سال کے اختتام پر اپنا آخری کالم محترمہ بےنظیر بھٹو کی شہادت کی خبر سے شروع کرنا پڑ رہا ہے۔۲۷/دسمبر کو راولپنڈی میں لیاقت باغ کے گیٹ پر انہیں انتہائی بے رحمانہ طریقے سے شہید کر دیا گیا۔ پاکستان اور جمہوریت کے جسم پر انتہائی مہلک زخم لگایا گیا ہے۔اس کے اثرات بہت دور رس ہوں گے۔فوری طور پر حملہ آوروں کی نشاندہی کے سلسلے میں تین امکانات سامنے آئے ہیں۔

۱۔القاعدہ نے حملہ کی ذمہ داری قبول کرتے ہوئے کہا ہے کہ لشکرِ جھنگوی کے ذریعے یہ کام اس نے کرایا ہے۔

۲۔عام تاثر یہی ہے کہ گجرات کے چوہدریوں نے یہ حملہ کروایا ہے اور اس میں وہ سارے عناصر ملوث ہیں جن کی نشان دہی بےنظیر بھٹو نے پاکستان آنے سے پہلے کر دی تھی۔

۳۔یہ بھی عوامی رائے ہے کہ پرویز مشرف،خود اس گھناؤنے جرم کی سازش میں ملوث ہیں۔

میری دانست میں القاعدہ کا یہ کام نہیں ہے،اگر القاعدہ نے بےنظیر کو نشانہ بنانا ہوتا تو اس کے لیے عرب امارات اور برطانیہ میں بےنظیر کو نشانہ بنانا زیادہ آسان تھا،ہاں اس میں القاعدہ سے محبت کرنے والے پاکستانی مذہبی انتہا پسندوں کو ضرور استعمال کیا گیا ہے۔اس کے لیے خودکش حملہ آور کی تیاری انہیں ایجنسیوں نے کی ہے جنہوں نے کراچی میں عجلت میں کارساز بم دھماکے کرائے تھے۔اپنی پہلی اسکیم کی ناکامی کے بعد ایجنسیوں نے اس بار زیادہ موثر منصوبہ بندی کی۔خودکش دھماکے سے پہلے فائرنگ کر کے اصل ٹارگٹ حاصل کیا گیا۔یہ فائرنگ کا اسٹائل لشکرِ جھنگوی کی بجائے لشکرِ گجراتی ہے اور اس میں وہی طریق کار اختیار کیا گیا ہے جو پرویز الٰہی کی وزارت علیا کے دوران پنجاب میں ڈاکو حضرات کرتے رہے ہیں۔اس ساری سازش کے تانے بانے بعض اعلیٰ فوجی افسروں تک پہنچتے ہیں۔اعجاز شاہ کے علاوہ یا تو بعض ایسے فوجی افسر اس سازش میں شامل ہیں جو پرویز مشرف کو صدارت سے بھی چلتا کرنا چاہتے ہیں۔

لیکن اگر ایسے کوئی افسر نہیں ہیں تو پھر بلا شبہ سابق جنرل، صدر پرویز مشرف اپنے ہمنوا جرنیلوں کے ساتھ خود اس جرم کے اصل محرک اور سرپرست ہیں۔ سواب صورتحال یوں دکھائی دیتی ہے کہ سابق جنرل، صدر پرویز مشرف نے بے نظیر کے قتل کی خواہش کی، ایجنسیوں نے اپنے حاضر اسٹاک میں سے ایک خودکش حملہ آور فراہم کر دیا۔ (میں ہمیشہ لکھتا رہا ہوں کہ اسلام آباد میں اسٹیبلشمنٹ کے اندر ساٹھ سے ستر فی صد تک انتہا پسندوں کے سرپرست اور ہمدرد بیٹھے ہوئے ہیں، حسبِ ضرورت انہیں خودکش حملہ آور بھی مل جاتے ہیں) گجرات کے چوہدریوں نے خودکش حملہ آور کو فائرنگ کی اضافی تربیت دلائی۔ اس کا مزید تانا بانا ۲۷ دسمبر ہی کو نواز شریف کے استقبالیہ جلوس پر فائرنگ کے واقعہ ہی سے مل جاتا ہے۔ یہ فائرنگ اسٹائل خالصتاً لشکرِ گجراتی کا ہے۔ یوں بعض اعلیٰ فوجی افسران، خفیہ ایجنسیوں اور گجرات کے چوہدریوں کے دل کا کانٹا نکل گیا، بے نظیر شہید ہو گئیں۔ لیکن یہ کانٹا جو مذکورہ قاتلوں کے دل سے نکلا ہے پاکستان کے دل میں پیوست ہو گیا ہے۔ میں غم کی موجودہ حالت میں اس موضوع پر اس سے زیادہ کچھ نہیں لکھوں گا۔ اللہ پاکستان کے حال پر رحم کرے۔

میں نے اپنے پہلے کالموں میں بھی کئی بار اس کا ذکر کیا ہے اور اس سال کے شروع میں اپنے دوسرے کالم میں بھی یہ موہوم سی خواہش کی تھی کہ شاید جنرل پرویز مشرف اپنے وعدہ کے مطابق قوم کی لوٹی ہوئی ساری دولت قوم کو واپس دلائیں۔ لیکن اب سال کے آخر میں یہ خبر آئی ہے کہ صرف پانچ بڑے قومی بنکوں کے ذریعے سال ۲۰۰۱ء سے لے کر سال ۲۰۰۶ء تک یعنی چھ سال کے عرصہ میں ایک کھرب اور چھ ارب روپے سے زیادہ کے قرضے معاف کیے جا چکے ہیں۔ **انا للہ و انا الیہ راجعون**

جنرل (ریٹائرڈ) پرویز مشرف نے قوم سے جو وعدہ کیا تھا کہ وہ قوم کی لوٹی ہوئی دولت کا ایک ایک پیسہ واپس لائیں گے، وہ صرف ایک جھوٹ اور فریب ثابت ہو گیا ہے۔ انہوں نے پہلے لٹیروں سے رقم کیا واپس لانی تھی خود قوم کا ایک کھرب اور چھ ارب روپیہ اس طرح استحصالی طبقات میں بانٹ دیا ہے جیسے یہ پاکستان کی دولت نہ تھی ان کی ذاتی جاگیر تھی جہاں سے خیرات تقسیم کی گئی ہے۔ اقتدار کی ہوس میں مبتلا جرنیل ہوں، یا سازشی بیوروکریسی، ٹھگ سیاستدان ہوں یا مختلف محکموں کے سفاک اربابِ اختیار۔ ۔۔ یہ سب مختلف حیلوں بہانوں سے اس قوم کو لوٹ رہے ہیں۔ پاکستان کی بوٹیاں نوچ رہے ہیں۔ جب تک کوئی بے رحمانہ طریق سے قوم کی لوٹی ہوئی دولت واپس نہیں دلاتا، تب تک سب کچھ دھوکہ اور فراڈ ہے اور لٹی ہوئی قوم کو مزید لوٹنے کا ڈھونگ اور ڈرامہ ہے۔

اگلے سال کے آغاز میں پاکستان میں انتخابات ہونے جا رہے ہیں بے نظیر کو شہید کرنے کے بعد اب شاید انتخابات کو کچھ موخر بھی کر دیا جائے۔ لیکن جب بھی انتخاب ہوئے، اس کے نتیجہ میں کون آتا ہے، میرے لیے یہ اب اتنی اہم بات نہیں رہی۔ جو بھی آئے گا موجودہ سسٹم میں کوئی تبدیلی نہیں لا سکے گا۔ ہر آنے والا اسی طرح اپنے چہیتوں کو اربوں کے قرضے دلائے گا اور پھر انہیں معاف کرائے گا۔ خود ہر طرح کی کرپشن اور لوٹ کھسوٹ میں مشغول رہے گا۔ بلکہ اب شوکت عزیز نے جس طرح وائٹ کالر کرائم کے انداز میں کرپشن کے انوکھے طریقے ایجاد کیے ہیں ان سے مزید استفادہ کیا جائے گا۔ چینی اسکینڈل سے لے کر آٹا کی نایابی تک، اسٹیل مل سے لے کر سٹاک ایکسچینج تک۔۔ قومی خزانہ بھرنے کے اعلانات سے حکومت کے اختتام پر الٹا ملک کے مزید مقروض ہونے کے انکشاف تک۔ کتنے ہی وائٹ کالر کرائمز ہیں جو شوکت عزیز اور سلمان شاہ نے متعارف کرائے ہیں۔ نئے آنے والے بھی ان طریقوں سے استفادہ کریں گے۔ اور پاکستانی عوام اسی طرح بھوکے ننگے اور مفلوک الحال رہیں گے۔ یہ جو حالیہ دنوں میں ایک تواتر سے ''سول سوسائٹی'' کی ترکیب استعمال کی جا رہی ہے، یہ بھی شاید اسی کھلواڑ کے سلسلہ کی ایک کڑی ہے جس میں عوام کالانعام کا اب نام بھی حقارت کے ساتھ لیا جائے گا۔ اسٹیبلشمنٹ کے ہر شعبہ سے وابستہ ریٹائرڈ افسران اور ان کی اولادوں کو نوازنے کے لیے ''سول سوسائٹی'' کے نام سے ''مہذب عوام'' اور **عوام کالانعام** میں ایک تفریق واضح کر دی گئی ہے۔ اس سول سوسائٹی میں امیر سے امیر تر بننے والے اور امیر تر بننے کی دوڑ میں شامل خاندانوں کو جمع کیا جا رہا ہے۔ اب عوام کا نام لینا بھی ضروری نہیں رہ گیا۔ سول سوسائٹی کا لفظ ہی کافی وشافی ہو جائے گا۔ سول کا مطلب سویلائزڈ سمجھیں۔ سو مہذب افراد کی سوسائٹی ہی اہم ہے۔ عوام غیر مہذب ہیں، اس کے لیے علماء سے فتویٰ لینا چاہیں تو کوئی دقت پیش نہ آئے گی۔ وہ **عوام کالانعام** کی نصِ صریح نکال کر بالائی طبقہ کے لیے مزید آسانی فراہم کر دیں گے۔

انتخابی گہما گہمی کے ساتھ مسلم لیگ قاف کے کئی افراد دھڑا دھڑ مسلم لیگ نون اور پیپلز پارٹی میں شمولیت اختیار کر رہے ہیں۔ ایک سطح پر یہ صورتحال اچھی ہے کہ اس سے قاف لیگ کی اصل اوقات ظاہر ہو رہی ہے۔ لیکن دوسری سطح پر اصولی سیاست کے حوالے سے دیکھا جائے تو یہ ویسی ہی لوٹا سیاست ہے جیسی مسلم لیگ قاف والے کرتے رہے ہیں۔ قاف لیگ کے وہی لوگ اب پیپلز پارٹی اور مسلم لیگ نون کے ٹکٹوں کے ذریعے پھر سے اسمبلیوں میں پہنچ گئے تو اس سے سسٹم میں کیا تبدیلی آئے گی؟
لے دے کر سرحد سے اسفند یار ولی خان اور سندھ سے ایم کیو ایم سے کچھ ایسی توقع کی جا سکتی تھی

کہ سسٹم میں کوئی تبدیلی لانے کے لیے کوشش کرسکیں گے۔اسفندیار ولی اکیلے کیا کریں گے؟ اور ایم کیو ایم کے ۱۲رمئی کے ایجنسیوں کے ہاتھوں میں کھیلنے والے ہولناک کردار کونظر انداز بھی کردیا جائے تب بھی اس سے کسی انقلابی تبدیلی کی توقع کرنا مشکل ہے۔بس اس کے اندر سے اتنا ہی انقلاب آنا تھا کہ اس نے عام آدمی اور متوسط طبقہ کے لوگوں کو بھی اسمبلی تک پہنچادیا ہے۔یہ بھی ایک حد تک غنیمت ہے۔

عمران خان بے چارے الطاف حسین کو برطانیہ کی جیل میں پہنچانے کے سیاسی بیانات دیتے دیتے خود اسلامی جمعیت طلبہ کے ہاتھوں بے آبرو کر کے پنجاب یونیورسٹی سے نکالے گئے اور ثابت قدم اتنے کہ اتنی ذلت اُٹھانے کے بعد بھی قاضی کے پلو سے بندھے بیٹھے ہیں۔قاضی حسین احمد کے چہرے کی کرختگی کے باوجود عمران خان کو ان کی شیریں بیانی نے ایسا متاثر کیا ہے کہ وہ جمعیت سے دھکے اور گالیاں کھا کر بھی بے مزہ نہیں ہوئے۔

جنرل پرویز مشرف نے ۳رنومبر کو ایمرجنسی نافذ کی، پی سی او آ گیا۔یہ ایمرجنسی اصلاً مارشل لا تھا۔لیکن پاکستان کی صورتحال پر گہری نظر رکھنی والی قوتوں کی مداخلت سے ایمرجنسی کے دوران جنرل پرویز مشرف آرمی چیف کے عہدہ سے الگ ہوگئے۔یوں خون خرابہ والا اصل مارشل لا آنے سے بچت ہو گئی۔۱۵دسمبر کو انہوں نے ایمرجنسی بھی اُٹھالی۔اس سارے کیے کرائے کا اتنا فائدہ ہوا کہ میڈیا اور عدلیہ کے غیر ضروری دباؤ سے انہیں نجات مل گئی۔جب فوج کی کرپشن کی نمبرنگ 3.2 کے مقابلہ میں میڈیا اور عدلیہ کی اپنی کرپشن کی نمبرنگ 3.3 اور 3.5 ہو تو پھر بندہ ان کی حمایت بھی کس حد تک کرسکتا ہے۔بس جتنی ہوچکی اتنی ہی کافی ہے۔جنرل پرویز مشرف کی خرابیاں اپنی جگہ،انہوں نے جو وعدے پورے کیے ہیں، جنرل ضیاع الحق کے فوجی کردار اور اُس عہد کو سامنے رکھا جائے تو جنرل پرویز مشرف کا کردار بہر حال بہتر ہے۔جو صحافی اُس زمانے میں جنرل ضیاع الحق کی ''دریوزہ گری'' کرتے رہے،کم از کم ان لوگوں کو آج جمہوریت کا راگ الاپتے ہوئے شرم آنی چاہئے اور جنرل پرویز مشرف کے خلاف لکھتے ہوئے اصولوں کی دُہائی دیتے ہوئے اپنے گریبان میں جھانک لینا چاہئے۔جن سابق جرنیلوں اور صحافیوں نے مل کر پاکستان میں جمہوریت کا جنازہ نکالا تھا،اب وہ جمہوریت کے چیمپئن نہ ہی بنیں تو اچھا ہے۔

نجی میڈیا پر حالیہ سرکاری پابندی سے ایک بات ثابت ہوگئی کہ اس آزادی کو مہیا کرنے میں جنرل پرویز مشرف کا بڑا کریڈٹ تھا۔بے شک انہوں نے اپنے ہاتھ سے اپنا یہ کریڈٹ بھی ڈس کریڈٹ میں بدل لیا ہے۔تاہم وہ لوگ اتنا سچ نہیں لکھ رہے تھے جو یہ کہتے تھے کہ ہم نے جدو جہد کے ساتھ یہ آزادی

حاصل کی ہے۔ہاں اگر جنرل (ر) مشرف کے علاوہ کسی کو یہ کریڈٹ دیا جاسکتا ہے تو وہ امریکہ ہے۔

امریکہ نے نائن الیون سے پہلے مشرف حکومت کے ساتھ روابط بحال کرنے کے لیے میڈیا کی آزادی کا مطالبہ کیا تھا۔جنرل مشرف بھی بڑی حد تک اس کے حامی تھے۔سو یوں پرائیویٹ چینلز کا سلسلہ چل نکلا۔ موجودہ ایمرجنسی کے بحران سے پہلے کی صورتحال دیکھی جائے تو بے شک حکومت سے بہت سی غلطیاں اور زیادتیاں ہوئی ہیں لیکن میڈیا کے بعض اسٹارز بھی خود کو ''کنگ میکر'' سمجھنے لگ گئے تھے۔نتیجہ ظاہر ہے۔ اب جو وہی میڈیا اسٹارز دوبارہ اسکرین پر جلوہ گر ہو رہے ہیں تو ان کے موضوعات اور اندازِ گفتگو سے ہی ان کی احتیاط کا اندازہ ہو جاتا ہے۔ایک بات جو اس دوران جیو کے کسی میڈیا اسٹار کے ذہن میں نہیں آئی، یاد دلانا چاہتا ہوں۔میاں نواز شریف کے زوال سے پہلے ان کی طرف سے ادارہ **جنگ** کے خلاف خاصا جارحانہ رویہ اختیار کیا گیا تھا۔سرکاری طور پر کسی مستحکم ادارہ کو غیر مستحکم کرنے کے لیے جو کچھ کیا جاسکتا تھا، میاں نواز شریف کی حکومت وہ سب کچھ کر رہی تھی۔اسی دوران میاں نواز شریف کی حکومت ختم ہوئی۔جنرل پرویز مشرف آئے تو ادارہ **جنگ** کو سکھ کا سانس ملا۔پھر انہیں **جیو** کا لائسنس بھی مل گیا۔**جیو** مقبول ترین چینل بھی بن گیا اور پھر **جیو** نے جنرل پرویز مشرف کا سانس لینا دوبھر کر دیا۔بہر حال:

اس طرح تو ہوتا ہے اس طرح کے کاموں میں

پرویز مشرف بھی تھوڑا سا سوچیں، ادارہ **جنگ** کو بے جا تنگ کرنے والے وزیر اعظم کی حکومت چلی گئی تھی تو اب اسی ادارہ کے چینل کو تنگ کرنے والے صدر پر بھی کوئی افتاد نہ پڑ جائے۔ہاتھ ہولا رکھیں تو اچھا ہوگا۔

ادارہ جنگ کی دیکھا دیکھی دوسرے قومی اخبارات نے بھی ٹی وی چینلز کھولنا شروع کر دیئے ہیں۔گویا ہر اخباری ادارہ ایک چینل کا بھی مالک بن رہا ہے۔ایسی فضا میں ARY ٹی وی چینل جو پاکستان کا ایک مقبول ٹی وی چینل ہے،اس کی انتظامیہ نے بھی کچھ غور کیا ہے۔اب خبر یہ ہے کہ نئے سال کی دوسری سہ ماہی میں ادارہ ARY بڑی سطح پر قومی اخبار کا اجراء کرنے جا رہا ہے۔جس طرح جنگ اخبار والوں کا چینل جیو بہت مقبول ہوا تھا،امید ہے کہ اسی طرح ARY چینل والوں کا اخبار بھی قومی سطح پر مقبولیت حاصل کرے گا۔ARY کا ایک بنیادی نوعیت کا کریڈٹ تو بہر حال ہے کہ نائن الیون کے بعد یورپ میں پاکستان اور عالمِ اسلام کی ترجمانی کا اس نے حق ادا کر دیا تھا۔نجی چینلز میں اسے یہاں اولیت کا مقام حاصل ہے۔مجموعی طور پر پاکستانیوں میں سیاسی و سماجی شعور کو بیدار اور متحرک کرنے میں خصوصی طور پر جیو، اے آر وائی اور آج چینلز کی خدمات کی اہمیت اپنی جگہ برحق ہیں۔ان کے ناظرین

کی تعداد ان کی مقبولیت کا ثبوت ہے۔لیکن میڈیا میں کرپشن کی نمبر رنگ 3.3 کی سطح تک پہنچانے والے کون
لوگ ہیں؟ ان کا سراغ بھی لگایا جانا چاہئے اور اسی میڈیا کو لگانا چاہیے۔

ان کالموں کو لکھنے کا سلسلہ ۲رجنوری ۲۰۰۷ء سے شروع کیا گیا تھا اور اب دسمبر ۲۰۰۷ء کی
آخری تاریخیں ہیں۔آج مجھے اپنے سال بھر کے کالموں کو ایک نظر دیکھنے کا موقعہ ملا ہے۔اس مطالعہ کے
دوران مجھے دوتین خبروں نے خاص طور پر روکا۔ایران پر امریکی یا اسرائیلی حملہ کا خطرہ سال کے شروع میں
اتنا زیادہ بڑھ گیا تھا کہ ایسا لگتا تھا یہ حملہ اب ہوا کہ اب ہوا۔اس دوران امریکی چالبازیوں کے ساتھ
ساتھ عربوں کی ایسی میٹنگز بھی ہوتی رہی جن میں ایران پر امریکی حملہ کے خطرہ پر غور کیا جاتا رہا اور ایسی ہر
کانفرنس میں ایران ہی کو مدعو نہیں کیا جاتا رہا۔ایران کی اس بہادری کی تو داد دی جانی چاہئے کہ امریکہ کے
ہر دھمکی آمیز بیان کے جواب میں ایران نے فوراً منہ توڑ جواب دیا۔سفارتی سطح پر اپنی جدو جہد بھی جاری
رکھی۔اور اب اس وقت کی تازہ ترین صورتحال یہ ہے کہ امریکی انٹیلی جینس ایران کے ایٹمی پروگرام کے
بارے میں مثبت رپورٹ دے چکی ہے۔ہر چند امریکہ پر بھروسہ نہیں کیا جاسکتا وہ حالات کو حملہ کے لیے
سازگار پا کر پھر جھوٹ کا سہارا لے سکتا ہے اور ایران پر حملہ کرنے کی خواہش پوری کر سکتا ہے۔لیکن پورا
سال گزرنے کے بعد اب تک کی صورتحال یہ ہے کہ ایران نے فوری حملہ ہوجانے کے تمام تجزیاتی
اندازوں کو غلط ثابت کر دیا ہے،سفارتی اور اخلاقی اور عسکری، ہر سطح پر اپنی پوزیشن کو بہتر بنایا ہے۔بلکہ
امریکی ڈالر میں کاروبار بند کر کے امریکہ پر اقتصادی ضرب بھی لگا دی ہے۔میرا اپنا یہ ڈر دور تو نہیں ہوا کہ
امریکہ ایران پر حملہ لازماً کرے گا۔لیکن اتنا ضرور ہے کہ ایران نے جس جرأت، دانشمندی اور سفارتی
طور طریقوں کے مطابق امریکہ کا مقابلہ کیا ہے،اس سے وہ قوم سرخرو رہی ہے۔

میں نے سوویت یونین کے خلاف امریکی و اسرائیلی ''جہاد'' کے المیہ کے بارے میں بار بار لکھا
ہے اور اس میں ایک خاص مکتبِ فکر اور ان کے فکری ہمنواؤں کا بار بار ذکر کیا ہے۔صرف ان کالموں ہی
میں نہیں بلکہ **منظر اور پس منظر** کے پہلے کالم ہی سے میں نے اس کا ذکر کرنا شروع کیا ہے۔امریکہ اور
اسرائیل کے یہ پرانے وفادار اور موجودہ باغی جو اَب خودکش حملوں کی راہ پر چل نکلے ہیں، میں نے ان
کو اپنے کالموں میں بار بار اور پوری طرح نشان زد کیا ہے۔اب میں حرفِ آخر کے طور پر اتنا کہوں گا کہ
امریکہ و اسرائیل کا جہاد کرنے والے ان سابق مجاہدین اور موجودہ دہشت گردوں کی کاروائیوں سے عالمِ
اسلام کا کوئی بھلا ہو گیا تو اس کا پورا کریڈٹ اسی مسلک اور ان سے فکری قرب رکھنے والوں کو ہی دیا جانا

چاہیے۔لیکن ان کی حرکتوں سے عالمِ اسلام مزید ذلت و مسکنت کا شکار ہوتا گیا تو اس کے ذمہ دار بھی اسی
مسلک اور ان سے فکری قرب رکھنے والے مسالک کے لوگ ہوں گے۔میرے نزدیک یہ لوگ کل تک
پورے ہوش اور جوش کے ساتھ امریکی و اسرائیلی مفادات کا جہاد کر رہے تھے اور اب نادانستگی میں امریکی
مفادات کو فائدہ پہنچائے جا رہے ہیں اور عالمِ اسلام کے جسم پر زخموں کا اضافہ کیے جا رہے ہیں۔(مجھے
یقین ہے کہ انہیں مکاتبِ فکر کے لوگوں میں سے کسی اعلیٰ سطح پر ایک محدود تعداد اب بھی امریکی و اسرائیلی
اشاروں پر دیدہ دانستہ عامۃ المسلمین میں انتہا پسندی پھیلانے کا فریضہ انجام دے رہی ہے)۔

حال ہی میں لندن انسٹی ٹیوٹ آف ساؤتھ ایشیا نے اپنے سہ ماہی جریدہ ''لیز اجرنل'' میں
مشرقِ وسطیٰ سے پاکستان تک اسلامی ملکوں کا ایک نیا نقشہ شائع کیا ہے۔اس نقشہ کے مطابق پاکستان کے
صوبہ سرحد کو افغانستان میں شامل کیا جائے گا (افغانستان کے بھی کئی ٹکڑے کیے جائیں گے)،بلوچستان کو
خود مختار ملک بنایا جائے گا (اس میں ایران کا بلوچستان بھی شامل ہوگا)،قائدِ اعظم کا پاکستان اب صرف
پنجاب اور سندھ کے دو صوبوں تک محدود ہوگا۔پاکستان،افغانستان،عراق،ایران اور سعودی عرب کو بھی
کئی چھوٹی چھوٹی ریاستوں میں تقسیم کر دیا جائے گا۔اس نئے نقشہ کی اشاعت پر پاکستان کے بعض
صحافیوں نے غم وغصہ کا اظہار کیا ہے۔غم وغصہ کا اظہار اپنی جگہ بجا،لیکن اپنی غلطیوں کی قیمت قوموں کو خود
ہی ادا کرنا پڑتی ہے۔عراق پر امریکی حملہ کے ساتھ ہی عراق کی تقسیم کی باتیں شروع کر دی گئی تھیں۔سعودی
عرب کے تین حصوں میں تقسیم کی بات تو ۲۰۰۳ء ہی میں سامنے آگئی تھی۔ہمارے میڈیا اور پریس نے
جان بوجھ کر اس خبر سے لاعلمی ظاہر کی تو یہ میڈیا اور پریس کا اپنا معاملہ ہے۔میں نے تب ہی اپنے
۱۸رنومبر ۲۰۰۳ء کے **منظر اور پس منظر** کالم (تصویر کا ایک اور رُخ۔۔آئندہ امکانات) میں اس منصوبہ
کے دستیاب حقائق تفصیل سے بیان کر دیئے تھے۔اس کے مطابق ارضِ حجاز یعنی مکہ و مدینہ کا سارا علاقہ
اہلسنت والجماعت کے حوالے کر دیا جائے،ارضِ نجد سعودی شہزادوں کے پاس اور تیل کے ذخائر والا
علاقہ وہاں کی اکثریتی شیعہ آبادی کے سپرد۔

یہ معاملہ نہ آج کا ہے اور نہ سال ۲۰۰۳ء کا۔۔۔اس کے ڈانڈے اس منصوبہ سے ملتے ہیں جسے
اب ''گریٹر اسرائیل'' کے نام سے پاکستان کا عام آدمی بھی کسی حد تک جان چکا ہے۔نائن الیون کے بعد
گریٹر اسرائیل کے پرانے منصوبہ کو سب سے پہلے میں نے اپنے کالموں میں بیان کیا تھا۔اس کے بعد
میڈیا اور پریس میں کافی ہلچل مچی۔میں بار بار ایک پمفلٹ **الکفر ملة واحدة** کا حوالہ دیتا رہا۔

جس میں اسرائیل کے قیام کے ساتھ ہی عالمِ اسلام کو مکہ و مدینہ کی عزت اور سلامتی کا واسطہ دے کر اسرائیلی منصوبہ سے آگاہ کیا گیا۔اور امت ،مسلمہ کو عالمی اسلامی اتحاد کی دعوت دی گئی۔لیکن جو لوگ یہ کارِ خیر کرنا چاہ رہے تھے،ان کے ساتھ وہی سلوک کر دیا گیا جو مرزا غالبؔ کے محبوب نے ان کے ساتھ کیا تھا:

میں نے کہا کہ بزمِ ناز چاہیے غیر سے تہی
سن کر ستم ظریف نے مجھ کو اُٹھا دیا کہ یوں

اتحاد چاہنے والوں کے برعکس امت کو انتشار وافتراق اور فرقہ پرستی کی دلدل میں دھکیلنے کا منصوبہ بھی اوپر ہی سے آیا تھا اور اس میں بھی وہی گروہ اور طبقات سب سے زیادہ استعمال ہوئے جو بعد میں سوویت یونین کے خلاف امریکی جہاد میں مجاہدین بنے تھے۔میں کوئی افسانہ نہیں گھڑ رہا اور کوئی سنسنی خیز کہانی نہیں بنا رہا،اس المیہ کی نشاندہی کر رہا ہوں جس کے نتیجہ میں عالمِ اسلام کو ذلت و مسکنت کے اس حال تک پہنچا دیا گیا ہے اور ابھی مزید بہت کچھ ہوتا ہوا دکھائی دے رہا ہے۔

ہمارے قومی پریس والے اور میڈیا اسٹارز اگر واقعی عالمِ اسلام کے خلاف سازش کے کسی ابتدائی سرے تک پہنچنا چاہتے ہیں تو میں آج کے اس کالم میں ایک حوالہ دے رہا ہوں۔سازش کی ابتدا ۱۹۴۸ء ہی میں کر دی گئی تھی لیکن اس کا انکشاف کرنے والے نے چھ سال کے بعد کسی موقعہ پر اس کا انکشاف کیا۔یہ انکشاف بغداد کے اخبار **الانباء** کے شمارہ ۲۱ ستمبر ۱۹۵۴ء میں محفوظ ہے۔اسے لکھنے والے ہیں اس وقت کے معروف عرب صحافی **الاستاذ علی الخیاط آفندی**۔

کیا قومی پریس اور میڈیا اسٹارز میں سے کسی میں اتنی ہمت ہے کہ محنت کے ساتھ تحقیق کر کے اس سازش کے ابتدائی سرے تک پہنچے اور پھر اتنی جرأت کرے کہ قوم کو بتا سکے کہ قوم کے خلاف سازش کیا تھی؟اور اس میں کون کون کتنا قصوروار ہے؟۔۔۔اپنی غلطیوں کا ادراک کر لینے اور ان کی تلافی کا ارادہ کر لینے سے بھی قدرت کی طرف سے ملنے والی سزاؤں میں تخفیف ہو جاتی ہے۔

جب ایک خاص حوالے سے بات چل نکلی ہے تو یہاں اپنا موقف واضح کر دوں۔اس وقت خودکش حملوں کی صورت میں جو مزاحمتی ''جہاد'' چل رہا ہے۔اس کے بارے سعودی حکومت اور سعودی مفتی جو رائے دے چکے ہیں میں ان کے بیانات سے متفق ہوں۔جہاد کے حوالے سے میں یہ بات بھی واضح کر دوں کہ آنحضرت ﷺ کی مکی زندگی اور مدنی زندگی کے حالات کا فرق ظاہر کرتا ہے کہ مکی زندگی جیسے حالات ہوں تو جہاد بالنفس کرنا چاہئے اور مدنی زندگی جیسے حالات ہوں تو پھر جہاد بالنفس کے ساتھ حملہ

آوروں کے خلاف جہاد بالسیف بھی واجب ہے۔

اس وقت سارا عالمِ اسلام مکی زندگی جیسے ایام سے گزر رہا ہے،اس لیے اس وقت جہاد بالنفس ہی واجب ہے۔جن لوگوں کو اس بات کی سمجھ نہیں آئے ان کی سہولت کے لیے واضح کر دوں کہ اسلامی حکومت غیر مسلموں سے جزیہ لینے کی پابند ہے۔جہاد کرنے کے ساتھ جزیہ وصول کرنا بھی خدائی حکم ہے۔لیکن آج پچاس سے زائد مسلمانوں کی حکومتوں میں سے،سعودی عرب اور دوسری عرب ریاستوں،حتیٰ کہ ایران سمیت کوئی ایک بھی حکومت ایسی نہیں ہے جو جزیہ وصول کر رہی ہو۔سو جہاد اور جزیہ دونوں اس وقت واجب ہوں گے جب مسلمان من حیث القوم مدنی زندگی جیسی حالت میں ہوں گے۔اس وقت تو سارا عالمِ اسلام مکی زندگی جیسے حال میں ہے۔اور مکی زندگی میں تو آنحضرت ﷺ پر خانہ کعبہ میں نماز پڑھنے کے دوران،حالتِ سجدہ میں کوئی ابوجہل اونٹ کی اوجڑی ڈال دیتا ہے تو اس پر بھی صبر اور دعا ہی مسلمانوں کا ہتھیار تھا۔

سو اب جہاد کے نام پر جو کچھ ہو رہا ہے اس سے نہ تو عالمِ اسلام کو کوئی فائدہ پہنچے گا اور نہ ہی دشمنوں کو کوئی نقصان پہنچے گا۔بلکہ بیشتر مزاحمتی اقدامات اپنے آپ کو زخمی کرنے کے ساتھ امریکی و اسرائیلی مفادات کو ہی فائدہ پہنچا رہے ہیں۔ان حملوں کے نتیجہ میں اب تو فلسطینیوں کے خودکش حملے بھی اپنی معنویت کھو بیٹھے ہیں۔مسلمانوں کا تشخص عالمی سطح پر مجروح ہو رہا ہے۔سو اس وقت عالمِ اسلام کے حکمرانوں کے لیے ضروری ہے کہ اپنے اپنے ملکوں کے عوام کے لیے تعلیم،روزگار،صحت،جمہوریت، انصاف،صاف پانی،صاف ماحول،کی بنیادی سہولیات بہم پہنچائیں۔تعلیم اور صحت کے شعبوں میں بڑی نوعیت کے انقلابی اقدامات کرنے کی ضرورت ہے۔فلاحی ریاست کے ایسے قوانین نافذ کیے جائیں جن کے نتیجہ میں ملک میں کوئی بھوکا نہ رہے۔لیکن اگر لوگوں کو مذہبی اشتعال انگیزی میں مبتلا رکھ کر اسی طرح ''جہاد'' ہوتا رہا تو جو کچھ امریکہ و اسرائیل کرنا چاہتے ہیں وہ سب کچھ آسانی سے ہوتا چلا جائے گا۔

ہم اپنا فرض دوستو اب کر چکے ادا
اب بھی اگر نہ سمجھے تو سمجھائے گا خدا

۲۸؍دسمبر ۲۰۰۷ء

چھوٹی سی دنیا

کالم

حیدر قریشی

انٹرنیٹ ایڈیشن

CHHOTI SI DUNIYA
Columns
By: Haider Qureshi

نام کتاب: چھوٹی سی دنیا (صحافتی تبصروں، تجزیوں پر مشتمل کالم)
کالم نگار: حیدر قریشی

مصنف کا پتہ: **Rossertstr.6, Okriftel,**

65795 Hattersheim,Germany

E-Mail: haider_qureshi2000@yahoo.com

سرورق: ارشد خالد
سالِ اشاعت: ۲۰۱۲ء انٹرنیٹ ایڈیشن

انتساب

ہائیڈل برگ یونیورسٹی میں اردو اور ہندی کی استاد

ڈاکٹر کرسٹینا اوسٹرہیلڈ کے نام

جنہوں نے ان کالموں کو پڑھ کر حیرت آمیز مسرت کا اظہار کیا

نئے زمانے۔۔۔نئے آسمان سے آ کر
نئی زمینوں کی جانب اشارا کرتے ہیں

مولا کی عنایت تھی
اپنے مقدر میں
جرمن کی ''ولایت'' تھی

خوش قسمتی کا مارا
دل کھّم کھا
اور کثرتِ نظارا

خود کار نظام ملے
جرمنی میں آ کر
کتنے آرام ملے

ترتیب

تھے دیس میں پردیسی
آ کے ولایت میں
اب ہو گئے ہیں دیسی

ابتدائیہ

نہ نہ کرتے بھی حالاتِ حاضرہ پر میرے کالموں کے تین مجموعے چھپ چکے ہیں۔اس کے بعد میں اس کارِ خیر سے توبہ تائب ہو چکا تھا۔لیکن مغربی دنیا کے بارے میں ہمارے پاکستانی معاشرے میں جو غلط فہمیاں جان بوجھ کر پھیلائی جا رہی تھیں اور جن کے نتیجہ میں اہلِ مغرب کا کچھ بھی بگڑنے والا نہیں تھا، مجھے خیال آیا کہ اس حوالے سے تصویر کا دوسرا رخ بھی سامنے لایا جائے۔

اس احساس کے ساتھ میں نے چند مختصر سے کالم/مضامین لکھے جو ادھر اُدھر اخبارات میں چھپ گئے۔مقصد صرف اتنا ہے کہ ہم لوگ شتر مرغ کی طرح اپنا سر ریت میں دے کر خوش نہ ہوں۔بلکہ کھلی آنکھوں سے بدلتی ہوئی دنیا کو دیکھیں۔سو اس طرح یہ مختصر سا چوتھا مجموعہ بھی بن گیا ہے۔

یہ صرف سات کالم لکھے گئے تھے۔لکھنے کو بہت کچھ ہے۔مثلاً:

پاکستانی قوم ہمیشہ داغ داغ اجالا اور شب گزیدہ سحر کے فریب کا ہی شکار ہوتی آ رہی ہے۔آزاد عدلیہ کے نام پر افتخار چوہدری نے قوم کے ساتھ جو بھیانک مذاق کیا ہے،اس کی قیمت ابھی پوری قوم کو چکانا ہوگی۔میں اس معاملہ میں اعتزاز احسن،علی احمد کرد،اور فیصل رضا عابدی سے اتفاق کرتا ہوں۔اور اپنے سابقہ کالموں میں آزاد عدلیہ تحریک کی حمایت کرنے پر شرمندہ ہوں۔سپریم کورٹ عدلیہ کی آزادی کے نام پر ماورائے آئین فیصلے کر کے مادر پدر آزاد ہو چکی ہے۔اور اب تو پدر نے پسر کو بھی عدالتی تحفظ کے ساتھ لوٹ مار کی آزادی دلا دی ہے۔

آزاد میڈیا بھی مادر پدر آزاد ہو چکا ہے۔حالاتِ حاضرہ کے پروگرام مار دھاڑ سے بھرپور شاہکار بن چکے ہیں۔اور ان ہندوستانی ریاستوں کے تہذیبی زوال کا نقشہ دکھا رہے ہیں جب تیتر،بٹیر اور مرغوں کی لڑائی سے لے کر ریچھ اور کتوں کی لڑائیوں تک کا اہتمام کیا جاتا تھا۔ان تہذیبوں کے انجام سے

پاکستان کے انجام کا بھی اندازہ کیا جا سکتا ہے۔خدا کوئی بہتر صورت پیدا کر دے اور ملک کسی بڑی تباہی سے بچ جائے۔میڈیا کے مار دھاڑ والے ٹاک شوز کو چھوڑ کر کامیڈی شوز دیکھے جائیں تو احساسِ زیاں اور بھی بڑھ جاتا ہے۔عربی کے ایک مشہور مقولہ کا اردو ترجمہ یوں ہے: **کلام میں ظرافت کو وہی مرتبہ حاصل ہے جو کھانے میں نمک کو حاصل ہوتا ہے۔**

کامیڈی شوز میں کھانا کم اور نمک زیادہ ہو چکا ہے،اس کے باوجود شوز کے اینکرز کا کہنا ہے کہ انہوں نے بڑے لذیذ شو پیش کیے ہیں۔ایسے صاحبان اپنے پروگرام کی ریٹنگ کے ثبوت بھی پیش کرتے ہیں اور مجھ جیسے ناظرین یہ سوچتے رہ جاتے ہیں کہ کسی محدود ریٹنگ کو معیار مانا جا سکتا ہے تو پھر پاکستان تو دنیا بھر میں فحش ویب سائٹس کو وزٹ کرنے والا پہلے نمبر کا ملک ہے۔ریٹنگ تو پھر سب سے زیادہ فحش ویب سائٹس کی ہوئی۔اس کے باوجود قومی منافقت کا یہ عالم کہ سپریم کورٹ میں فحاشی کے خلاف درخواستیں دائر کر دی گئی ہیں۔اس کے نتیجہ میں یہ سوال پھر اُٹھ کھڑا ہوا ہے کہ فحاشی کی تعریف کیا ہے اور اس کے حدود و قیود کیا ہیں؟

مجھے قرآن شریف کی بعض آیات میں مخصوص انسانی اعضاء کے الفاظ یاد آتے ہیں،انہیں ترجمہ کرتے ہوئے اردو کے اچھے پیرائے میں بیان کیا جاتا ہے۔لیکن ان کی تھوڑی سی تشریح کرنا مقصود ہو تو شاید کوئی اپنے بچوں کے سامنے ایسا نہیں کر سکے گا۔مجھے بخاری شریف کا بابِ غسل بھی یاد آتا ہے۔مجھے اسلامی روایات میں مذکور مباشرت کے طریقوں کا دھیان بھی آتا ہے۔ان ساری حساس جنسی باتوں کو ایک احتیاط کے ساتھ ہی زیرِ بحث لایا جا سکتا ہے۔لیکن جو ملک فحش ویب سائٹس دیکھنے میں دنیا بھر میں پہلے نمبر پر ہو اور وہاں اللہ کے نیک بندے فحاشیت کے خلاف سپریم کورٹ میں پہنچ چکے ہوں اور سپریم کورٹ کے اپنے احوال خود ایک فحش روپ اختیار کر چکے ہوں۔وہاں بندہ کس کس بات کی طرف توجہ کرے اور کس کس بات کی طرف توجہ دلائے۔

کالم نگاری کے نام پر جو کچھ بچا کھچا موجود تھا اس مختصر سی ای بک میں پیش کر رہا ہوں۔

خوش رہو اہلِ چمن،ہم تو چمن چھوڑ چلے

حیدر قریشی (جرمنی) ۳۰/اگست ۲۰۱۲ء

یورپ کی سچائیاں اور ہماری غلط فہمیاں

مغربی دنیا کے حوالے سے ہمارے ذہنوں میں بہت سے غلط فہمیاں ہماری لاعلمی و بے خبری کے باعث راسخ ہوگئی ہیں۔ میرا مقصد مغرب کا دفاع کرنا نہیں ہے کہ انہیں اپنے دفاع کے لیے میرے جیسے کسی لکھنے والے کی حمایت کی ضرورت نہیں ہے۔ جو قومیں اپنے وضع کردہ اصولوں اور قوانین پر خود عمل پیرا ہوں، ان کا طرزِ معاشرت خود اپنے ہونے کا ثبوت ہوتا ہے۔ میں یہاں سیاسی تناظر کو بالکل چھوڑ کر سماجی سطح پر چند مثالیں اور وضاحتیں پیش کروں گا۔ تاکہ دونوں معاشروں کا فرق واضح طور پر سمجھ میں آسکے۔

ایک بار پاکستانی اخبار میں خبر چھپی کہ سائنس کے شعبہ کے محققین نے چائے پینے کو صحت کے لیے مفید قرار دیا ہے۔ اس پر ایک معروف اخبار کے ممتاز کالم نگار نے طعن و طنز سے چوتھائی کالم بھر دیا۔ دراصل موصوف کے ذہن میں صرف برطانیہ برانڈ پاکستانی چائے تھی۔ مغربی دنیا میں بلیک ٹی کو انگلش ٹی بھی کہا جاتا ہے اور اسے بہت کم پیا جاتا ہے۔ اس کے برعکس یہاں بعض پھلوں اور جڑی بوٹیوں کی چائے پینے کا رواج عام ہے۔ میں ذاتی طور پر سونف کی چائے پیا کرتا ہوں۔ کسی علالت کی صورت میں پودینے/پیپرمنٹ کی چائے پیتا ہوں۔ پھلوں میں سٹرابیری کی چائے یہاں کافی پسند کی جاتی ہے۔ اس طرح اور بھی کئی اقسام کی چائے پی جاتی ہے۔ محققین نے اس پورے تناظر میں بات کی تھی۔ ہمارے پاکستانی ممتاز کالم نگار نے اپنے گھر کی چائے پیتے ہوئے اہلِ مغرب کو برا بھلا کہہ کر اپنے ''صاحبِ ایمان'' ہونے کا حق ادا کر دیا۔

مغربی دنیا میں زندگی بہت مصروف ہے۔ گھر کا ہر فرد اپنی اپنی ڈیوٹی کر رہا ہوتا ہے۔ بزرگوں کے بوڑھے ہو جانے کی صورت میں انہیں اولڈ ہوم میں داخل کرا دیا جاتا ہے۔ جہاں ان کی مناسب دیکھ بھال

ہوتی رہتی ہے۔ ہم اپنے مشرقی انداز معاشرت کے باعث مغربی طرزِ عمل کی مذمت کرتے رہتے ہیں۔ ہر چند مغربی معاشرت کے اس انداز میں کچھ منفی بھی ہے، لیکن وہ نہیں جو ہم اپنے طور پر تصور کر لیتے ہیں۔ منفی یہ ہے کہ بچوں کی پیدائش کے بعد ان کی دیکھ بھال اور پرورش میں پوری توجہ نہیں دی جاتی، نوجوان والدین اپنی زندگی کی لذت کشید کرنے میں زیادہ مصروف رہتے ہیں اور بچے ایک طرح کی تنہائی کا شکار ہوتے ہیں۔ ان والدین کے بوڑھے ہونے کے بعد ان کے بچے بھی ان کے ساتھ ملتا جلتا سلوک کرتے ہیں، یعنی انہیں اولڈ ہوم میں داخل کر جاتے ہیں۔ تاہم اس سارے سسٹم کا سب سے اہم اور قابلِ قدر پہلو یہ ہے کہ جن والدین کو بچے اپنی ملازمتوں کے باعث گھر پر پوری توجہ نہیں دے سکتے۔ ان کی غیر موجودگی میں کسی ایمرجینسی کی صورت میں بزرگوں کی زندگی کا ناقابلِ تلافی نقصان ہو سکتا ہے، انہیں اولڈ ہومز میں پوری توجہ دی جاتی ہے۔ عام دیکھ بھال سے لے کر کسی ایمرجینسی کی صورت تک اولڈ ہوم میں خدمتگار موجود ہوتے ہیں۔ معذور افراد کی دیکھ بھال میں اتنی زیادہ احتیاط کی جاتی ہے کہ گھر پر اتنی توجہ دینا اور اتنی نرسنگ ممکن ہی نہیں۔ والدین کی اولاد کی ان سے وابستگی کم نہیں ہوتی بلکہ مزید بڑھ جاتی ہے۔ بھائی، بہن آپس میں طے کر لیتے ہیں اور لگ بھگ روزانہ یا ہفتہ وار والدین کو ملنے جاتے رہتے ہیں۔ اولڈ ہومز میں جو معاشرتی سہولیات میسر ہیں ان کے باعث بوڑھوں، بزرگوں کی اپنی ایک نئی دنیا آباد ہو جاتی ہے۔

مغربی زندگی کے اس پہلو پر جب ہمارے لکھنے والے حسبِ عادت غیر ضروری تنقید کر رہے ہوتے ہیں تو مجھے اپنے ہاں کے ایسے کئی بزرگ یاد آتے ہیں جنہیں ان کی اولاد نے بڑھاپے میں ٹھوکریں کھانے کے لیے چھوڑ دیا۔ جو کوئی مناسب اولڈ ہوم نہ ہونے کے باعث انتہائی تکلیف دہ بڑھاپا گزارنے پر مجبور ہوتے ہیں۔ عام کہانیوں کو چھوڑیں ہمارے اردو ادب کے نامور ادیب صحرا نورد کے خطوط والے میرزا ادیب جب عمر کے بے بسی والے دور میں داخل ہوئے تو انہیں ان کے اس بیٹے نے گھر سے نکال دیا جنہیں انہوں نے محنت مشقت کر کے ڈاکٹری کرائی تھی۔ اور وہ دوسرے ادیبوں سے پوچھتے پھرتے تھے کہ ہمارے ہاں کوئی اولڈ ہوم نہیں ہوتا؟

مغربی معاشرت کی ایک اور خوبی یہ ہے کہ وہ اپنے ہاں کی گندگی کو قالین کے نیچے چھپا کر نیکی اور تقویٰ کے بلند بانگ دعوے نہیں کرتے۔ بلکہ جہاں کہیں کوئی گندگی دکھائی دیتی ہے، اسے سب کے سامنے لایا جاتا ہے۔ مسیحی چرچ میں جونیئر پادریوں کے ساتھ یا نن خواتین کے ساتھ جنسی مسائل سامنے آتے ہیں تو کسی خوف کے بغیر ان کو بھی سرِ عام بیان کیا جاتا ہے۔ یہاں تک بعض اوقات پوپ کو خود

معذرت کرنا پڑ جاتی ہے۔اس کے برعکس ہمارے ایک وزیرمملکت نے بعض دینی مدارس میں اسی نوعیت کے اخلاقی مسائل کی نشان دہی کی تو ان کے خلاف ایک طوفانِ بدتمیزی برپا کر دیا گیا۔کچھ عرصہ کے بعد موصوف کی وزارت بھی جاتی رہی۔ہم قالین کے نیچے گندگی کو چھپا کر مطمئن ہو جاتے ہیں کہ کسی کو کچھ پتہ نہیں چلا۔حالانکہ اس سے تو سارے معاشرے میں تعفن پھیل جاتا ہے۔

جرمنی یورپ کا سب سے زیادہ صاف ستھرا ملک ہے۔ہم اپنے پاکستانی معاشرے میں اس فرمانِ نبویؐ پر ایمان رکھتے ہوئے کہ ’’صفائی نصف ایمان ہے‘‘،صفائی سے بیگانہ ہیں۔ہمارے گلی، محلے،شہر سب صفائی کی افسوسناک حالت کا منہ بولتا ثبوت ہیں۔اس سب کے برعکس مغربی دنیا کسی حدیث شریف کا حوالہ دیئے بغیر گلی محلوں اور شہروں میں صفائی کا جو منظر پیش کر رہی ہے وہ بھی ہمارے سامنے ہے۔ان بظاہر چھوٹی چھوٹی باتوں سے شاید ہمیں اپنی سوچ پر ازسرِ نَو غور کرنے کی توفیق ملے۔اور ہم نئے سرے سے یہ سوچنا شروع کر سکیں کہ دوسری اقوام کیسے اتنی ترقی کر گئیں اور ہم کیوں اتنا پیچھے رہ گئے۔

روزنامہ **مقدمہ** کراچی مورخہ ۵/جنوری ۲۰۱۰ء

روزنامہ **ہمارا مقصد** دہلی مورخہ ۸/جنوری ۲۰۱۰ء

غریب کی حق تلفی مغربی سازش نہیں کہلا سکتی

جب میں مغربی دنیا کے بارے میں کچھ کہتا ہوں تو میرے پیشِ نظر سب سے پہلے جرمنی ہوتا ہے۔تاہم اسی کے تناظر میں بڑی حد تک باقی یورپی ممالک اور امریکہ وکینیڈا کے ماحول کو بھی شامل رکھنا چاہیے۔یہاں فراہمی آب اور نکاسیٔ آب کی سہولت ،سردیوں میں گھروں کو گرم رکھنے کے لیے ہیٹنگ سسٹم کی سہولت ،بجلی کی سہولت کسی بڑے سے بڑے شہر سے لے کر چھوٹے سے چھوٹے گاؤں تک فراہم کی گئی ہے۔سڑکوں کا جال بھی اسی طرح پھیلا ہوا ہے اور دور دراز کے دیہات والے بھی سڑک کے ذریعے آسانی سے کہیں بھی آجا سکتے ہیں۔یہ سہولیات فراہم کرتے ہوئے نہ تو کسی چھوٹے یا بڑے شہر کا امتیاز برتا گیا ہے،نہ کسی قصبہ یا دیہات میں تفریق کی گئی ہے۔جبکہ ہمارے ہاں تو ایک شہر ہی میں پوش علاقوں اور غریب عوامی علاقوں میں ایسی سہولیات کے سلسلہ میں جو واضح فرق موجود ہے،اس کا ذکر کرتے ہوئے بھی دکھ ہوتا ہے۔ویسے کوئی بات ہو ہم فوراً اسلامی حوالہ جات پیش کر کے اپنی عظمت کا پرچم بلند کر لیتے ہیں لیکن ہمارے معاشرے کی عملی صورتحال کتنی مختلف ہے،غریب اور دکھی عوام سے زیادہ اسے کون جانتا ہے۔

اسلام کے اقتصادی نظام کی تشریح وتفسیر کے حوالے سے میں حضرت علیؓ اور حضرت ابوذرؓ غفاری کے فرمودات کو زیادہ اہم سمجھتا ہوں۔تاہم حضرت عمرؓ کے اس فرمان میں بھی سرکاری ذمہ داری کا اسلامی تصور واضح طور پر موجود ہے جس میں دریائے فرات کے کنارے بھوکے یا پیاسے مرجانے والے کتے کی موت کی ذمہ داری بھی انہوں نے اپنے ذمہ لی تھی۔لیکن افسوس ہے کہ اس معاملہ میں سارے مسلمان ممالک واضح فلاحی قوانین سے عاری ہیں۔اس کے برعکس مغربی دنیا میں فلاحی قوانین کے تحت ہر بے روزگار کو معین مالی امداد دی جاتی ہے۔اگر کسی کی تنخواہ وہاں کے کم از کم مالی معیار سے تھوڑی ہے تو حکومت

اسے بقیہ رقم کے طور پر مزید امداد فراہم کرتی ہے۔اس کے لیے کاغذات کی مکمل جانچ پڑتال کی جاتی ہے اوراس کے مطابق اسے نہ صرف مزید رقم دی جاتی ہے بلکہ کوشش کی جاتی ہے کہ اس فراہمی میں غیرضروری تاخیر نہ ہو۔بات صرف مالی امداد تک محدود نہیں بلکہ جس کے پاس گھر نہیں ہے اسے گھر کی سہولت فراہم کی جاتی ہے۔وہ جتنا کرایہ ادا کرنے کی سکت رکھتا ہے،اس سے لیا جاتا ہے،باقی کرایا سرکاری طور پر ادا کیا جاتا ہے۔کرایا ادا کرنے کی بالکل سکت نہ رکھتا ہو تو سارا کرایہ حکومت ادا کرتی ہے۔

اگر کوئی خود کفیل ہے تو ملکی قوانین کے مطابق انہیں طبی سہولیات میسر رہتی ہیں۔اگر کوئی خود کفیل نہیں ہے اور حکومت سے اسے امداد ملتی ہے تو اس کی ساری طبی سہولیات فری ہوتی ہیں۔طبی سہولیات میں ڈاکٹرز کے علاج سے لے کر تمام دواؤں کی فراہمی تک سب کچھ فری ہوتا ہے،چاہے وہ دوائیں کتنی ہی مہنگی کیوں نہ ہوں۔رعائت ملتی ہے تو غریب افراد کو،جبکہ خود کفیل افراد کو بہر حال اپنا خرچہ خود اٹھانا ہوتا ہے۔کسی حادثہ کی صورت میں یہ نہیں دیکھا جاتا کہ حادثہ کا شکار ہونے والا کون ہے،بلاامتیاز رنگ و نسل و مذہب پہلے حادثہ کے شکار کی جان بچانے کی کوشش کی جاتی ہے،اس کے لیے حادثہ کی نوعیت کے مطابق ایمبولینس سے لے کر ہیلی کاپٹر تک کی سہولت ہمہ وقت دستیاب رہتی ہے۔ہسپتالوں میں صفائی کا اعلیٰ ترین معیار دیکھنے کو ملتا ہے تو علاج معالجہ میں ہسپتال کا عملہ سچ مچ مسیحا جیسے کردار کا حامل ہوتا ہے۔شخصی سطح پر بعض منفی استثنائی مثالیں بھی مل جاتی ہیں لیکن شرح کے اعتبار سے انہیں بمشکل پانچ فی صد کہا جا سکتا ہے۔اس کے برعکس ہمارے ہاں تمام بہتر طبی سہولیات اشرافیہ طبقہ کے لیے مخصوص ہیں۔غریب اپنی جیب سے دوا خریدے تو دوا بھی جعلی ملتی ہے۔

یہاں کا ٹیکس کا نظام بہت عمدہ ہے۔کوئی پارٹ ٹائم جاب کرتا ہے تو اس کی آمدنی کے حساب سے اس کا ٹیکس کاٹ لیا جاتا ہے۔رقم کم پڑتی ہے تو فلاحی قوانین کے تحت سوشل ہیلپ کر دی جاتی ہے لیکن ٹیکس میں چھوٹ نہیں دی جاتی۔گویا کمانے والے ہر بندے کو ٹیکس دینا ہوتا ہے۔اس کے برعکس ہمارے ہاں ٹیکس چوری کو سٹیٹس سمبل سمجھ لیا گیا ہے۔بڑے بڑے سیاستدان جو کرپشن کے خلاف بڑی بڑی تقریریں کرتے ہیں،ان کی انڈسٹریز اور جائیدادوں کو سامنے لایا جائے اور پھر ان کے ادا کردہ ٹیکسوں کا ریکارڈ سامنے لایا جائے تو اندازہ ہوگا کہ ہمارے ہاں ”کمیشن کرپشن“ نے اتنی لوٹ نہیں مچائی جتنی قرض لے کر معاف کرا لینے والے مافیا اور ٹیکس چوری کلچر نے پہنچائی ہے۔

اپنے ہاں امیر اور غریب کی تفریق گوارا کی جا سکتی ہے لیکن جہاں غریب کو غربت کے ہاتھوں

بھوکا مرنا پڑے،سردی میں ٹھٹھر کر مرنا پڑے،گرمی میں فٹ پاتھ پر سوئے ہوؤں پر گاڑیاں چڑھ جائیں۔جہاں سڑکیں کسی بڑے کے گاؤں تک جا کر رک جائیں،جہاں بڑوں کے گھروں تک موٹر وے کے اربوں روپے جھونک دیئے جائیں،جہاں بجلی،پانی کی فراہمی اور نکاس کی سہولتیں صرف امیر علاقوں کے لیے مخصوص ہوں اور باقی لوگ آلودہ پانی پینے پر مجبور ہوں اور جن کے گلی کوچوں میں نالیاں اور گٹر ابل رہے ہوں،وہاں جس قسم کی نعرہ بازی کو رواج دے لیا جائے تمام نعروں کا مقصد صرف یہی ہے کہ غریب کو اس کے حقوق نہ ملنے دیئے جائیں۔ہمارے رہنما یہ کہتے نہیں تھکتے کہ ہمارے خلاف امریکہ اور اس کے حلیف سازشیں کر رہے ہیں لیکن کوئی ہے جو یہ بتائے کہ پاکستان کے غریب اور غریب ترین عوام کو بنیادی انسانی ضروریات اور سہولیات سے محروم رکھنے میں ان مغربی ممالک کی کتنی سازش شامل ہے اور ان رہنماؤں کی کتنی سازش شامل ہے۔کیا ہمارے ہر قسم کے قومی رہنما اس حوالے سے اپنے گریبانوں میں جھانکنا گوارا کریں گے؟

روزنامہ **مقدمہ** کراچی مورخہ۔۱۴رجنوری ۲۰۱۰ء

روزنامہ **ہمارا مقصد** دہلی مورخہ ۱۴رجنوری ۲۰۱۰ء

گناہ وثواب: مشرق ومغرب

اپنے حالیہ کالم لکھتے ہوئے میرے پیش نظر پہلی بات یہی ہے کہ وطنِ عزیز میں مغربی دنیا کی عام زندگی سے متعلق جو غیر ضروری غلط فہمیاں پھیلائی گئی ہیں ان کے سامنے تصویر کا دوسرا رخ بھی پیش کیا جائے۔ بہتر زندگی سے بہترین زندگی کا سفر دھرتی پر سب سے پہلے انسان کی زندگی سے ہی شروع ہے اور اس دھرتی پر آخری انسان کی موجودگی تک یہ سفر جاری رہے گا۔ مغربی مفکرین خود اپنے معاشرے کی خامیوں اور خرابیوں کی نشان دہی کرتے رہتے ہیں۔ ان کا مقصد یہی ہوتا ہے کہ ہمارا اچھا معاشرہ مزید اچھا ہو سکے۔ ہم اس معاشرہ پر تنقید کرتے ہوئے تب اچھے لگتے ہیں جب ہم سماجی سطح پر ہر شہری کو بنیادی ضروریات اور بنیادی انسانی حقوق مہیا کر دیں۔ اس معاملہ میں ہم ابھی مغربی دنیا سے صدیوں پیچھے ہیں۔

مغربی دنیا میں جنسی آزادی کا جو تصور ہے وہ ان کے معاشرے کی اپنی پیش رفت ہے۔ وہ اسے گناہ نہیں سمجھتے اور گناہ نہ سمجھ کر جو کچھ کرتے ہیں، اطمینان سے کرتے ہیں۔ ہمارا معاملہ یوں ہے کہ ہم گناہ کو گناہ مانتے ہیں اور پھر بھی چوری چھپے اس کا ارتکاب کرنے کے لیے موقعہ کی تاک میں رہتے ہیں، ان دونوں رویوں کو ایک اور زاویے سے بھی دیکھا جا سکتا ہے کہ ہم لوگ گناہ کرتے ہیں تو اسے بہر حال گناہ سمجھتے ہیں اور اپنی کمزوری کے باعث اس کا ارتکاب کرتے ہیں۔ جبکہ مغربی دنیا گناہ کو گناہ مانتی ہی نہیں۔ اپنی شخصی آزادی قرار دیتی ہے۔ اس بات سے دو سادھوؤں کا قصہ یاد آ گیا۔ دو سادھو کسی سفر پر جا رہے تھے، رستے میں ایک بڑی نہر آ گئی۔ انہوں نے دیکھا کہ وہاں ایک نوجوان لڑکی نہر پار کرنے کی غرض سے پریشان کھڑی ہے۔ ایک سادھو نے لڑکی سے کہا کہ تم میرے کندھے پر بیٹھ جاؤ میں تمہیں بھی نہر پار کرا دیتا ہوں۔ لڑکی اس کے کندھے پر بیٹھ گئی۔ نہر کے دوسرے کنارے پر جا کر سادھو نے لڑکی کو اتار

دیا۔ وہ اپنی منزل کی طرف روانہ ہو گئی اور دونوں سادھو اپنے سفر پر چل نکلے۔ دوسرا سادھو بڑی دیر تک خاموشی کے ساتھ چلتا رہا۔ کافی دیر کے بعد اس نے زبان کھولی تو پہلے سادھو سے کہنے لگا ہم سادھو ہیں ہمیں تو ناری کو چھونا منع ہے لیکن تم نے ایک نوجوان ناری کو کندھے پر اٹھا لیا۔ اس پر پہلے سادھو نے مسکرا کر کہا میں نے تو اس ناری کو دوسرے کنارے پر پہنچتے ہی اتار دیا تھا لیکن لگتا ہے تم نے ابھی تک اسے اپنے کندھے پر سوار کر رکھا ہے۔ نہ مغربی دنیا والے سادھو ہیں، نہ ہم سادھو ہیں۔ اس کے باوجود جنسی معاملات میں ان کا رویہ یہ ہے کہ وہ دوسرے کنارے پر اسے اتار کر برق رفتار زندگی میں اپنے اپنے منصبی فرائض میں جٹ جاتے ہیں، جبکہ ہم ان معاملات کو اپنے کندھوں پر اس حد تک سوار کیے رکھتے ہیں کہ فرائض منصبی کے دوران بھی یہی خیالات ہمارے ذہنوں پر مسلط رہتے ہیں۔

یہاں آنے والے جنوبی ایشیائی بالعموم اور پاکستانی بالخصوص جب نئے نئے پہنچتے ہیں تو یہاں کی چکا چوند سے پوری طرح لطف اندوز ہوتے ہیں۔ نہ صرف لطف اندوز ہوتے ہیں بلکہ اپنے قریبی دوستوں میں بیٹھ کر اپنی ''فتوحات'' کا ذکر فخریہ انداز سے کرتے ہیں۔ تب ان لوگوں کو نہ اپنے کلچر کی یاد ستاتی ہے، نہ اسلامی احکامات یاد آتے ہیں لیکن جب ان کی اپنی اولاد جوان ہونے لگتی ہے اور وہ بھی مغربی کلچر کے مطابق زندگی گزارنے کی طرف مائل ہوتی ہے تو پھر ایسے ''فاتحین'' کو کبھی اپنا کلچر یاد آنے لگتا ہے اور کبھی اسلامی احکامات پر عمل کرنے کا احساس جاگنے لگتا ہے۔ اور ساتھ ہی غشی یا دل کے دورے پڑنے لگ جاتے ہیں۔ اس کی بنیادی وجہ یہی ہے کہ ہم ڈبل سٹینڈرڈز سے کام لیتے ہیں۔

مغرب میں مقیم جنوبی ایشائیوں میں بہت سے ایسے لوگ ملتے ہیں جنہیں یہاں کے بعض قوانین سے سخت شکایات ہیں۔ یہاں کی مفت ملنے والی سہولیات کا ذکر بھی ایسے کریں گے جیسے انہیں قبول کر کے مغربی دنیا پر احسان کر رہے ہوں۔ میرے سامنے جب بھی کسی عزیز یا دوست نے اس انداز کی شکایت کی، میں نے ایک ہی بات کی۔ کیا تمہیں اس ملک والوں نے دعوت دے کر اپنے ہاں بلایا تھا؟ یہاں اتنے ہی دکھی ہو تو واپس کیوں نہیں چلے جاتے؟۔ یہاں مجھے وہ ٹیکسی ڈرائیور یاد آ گیا جسے نائن الیون کے بعد امریکہ میں گرفتار کر لیا گیا تھا امریکی حکومت اسے پاکستان واپس بھیجنا چاہتی تھی۔ تب اس نے اپیل کی تھی کہ بے شک اسے ساری زندگی قید میں رکھیں لیکن میرے ملک میں واپس نہیں بھیجیں۔

جلا وطن حکومتوں کا دوسرے ممالک میں قائم کیا جانا سمجھ میں آتا ہے لیکن پاکستان شاید واحد ملک ہے جس کی تمام سیاسی جماعتوں کی شاخیں بیرون ملک بھی قائم ہیں۔ نتیجہ یہ ہے کہ یہاں پر ہر کوئی اپنی اپنی

سیاسی جماعت کی ڈفلی بجا رہا ہے۔قومی یکجہتی اور پاکستانی کی حیثیت سے اتحاد و اتفاق والی کوئی بات نہیں ہے۔ ہر کوئی اپنی ڈیڑھ اینٹ کی مسجد بنا کر بیٹھا ہے۔انڈیا کے لوگ یہاں جب بھی سرگرم ہوتے ہیں انڈین کمیونٹی کی حیثیت سے سرگرم ہوتے ہیں۔ یہاں انڈیا کی کسی سیاسی جماعت کی شاخ نہیں ہے۔شاید ہمارے سیاسی شعور کی ارزانی ہے یا پھر مفاد پرستی کے کئی مختلف پہلوؤں کی ہم آہنگی ہے کہ یہاں پاکستان کی ہر سیاسی جماعت کی برانچ کھلی ہوئی ہے ہر پارٹی کے عہدیدار مل جائیں گے بس خالص پاکستانی ڈھونڈنے کے لیے مشکل پیش آئے گی۔مغربی دنیا میں حکومت پاکستان کا موقف درست طور پر پہنچ نہ پانے کی متعدد دیگر وجوہات اپنی جگہ بجا۔۔لیکن ایک وجہ یہ بھی ہے کہ یہاں کے سفارتخانے مقامی سیاسی جماعتوں کے دباؤ میں رہتے ہیں۔انہیں ایک حد تک برسر اقتدار جماعت کے عہدیداروں کو نوازنا ہوتا ہے تو دوسری طرف دوسرے پریشر گروپس کو بھی خوش رکھنے کی کوشش کی جاتی ہے۔اس ساری کھینچا تانی میں اہم قومی مفادات پس پشت چلے جاتے ہیں اور سیاسی جماعتوں کے عہدیداروں اور سفارتی عملہ کے درمیان مقامی وذاتی مفادات کے حصول کی دوڑ جاری رہتی ہے۔

بیرون ملک پاکستان کی تمام سیاسی جماعتوں کی شاخیں ختم کرنے سے شاید قومی یکجہتی کی کوئی صورت سامنے آجائے۔کیا پاکستان کی تمام سیاسی جماعتیں ایسا کرنا چاہیں گی؟اپنی سیاست پر قومی یکجہتی کو ترجیح دینے میں کم از کم ویسا رویہ اختیار کریں گی جیسا انڈیا کی سیاسی جماعتوں نے مغربی دنیا میں اختیار کر رکھا ہے۔وہاں ان کی کوئی سیاسی برانچیں نہیں ہیں۔

روزنامہ **مقدمہ** کراچی مورخہ۔۔۱۷رجنوری ۲۰۱۰ء

روزنامہ **ہمارا مقصد** دہلی مورخہ ۲۰رجنوری ۲۰۱۰ء

ہماری اور مغربی دنیا کی پولیس کا فرق

مسلمان ممالک اور مغربی ممالک کے معاشرتی فرق کی ایک واضح اور روشن مثال دونوں معاشروں کی پولیس کا کردار اور ٹریفک کا نظام ہے۔دونوں معاشروں میں اس سلسلہ میں جوزمین،آسمان کا فرق دکھائی دیتا ہے ’’برادرانِ اسلام‘‘ کے نزدیک شاید وہ بھی امریکی رمغربی سازش کا نتیجہ ہو۔پولیس کا مجموعی کردار اپنے عوام کی مدد کرنا اور جرائم پر قابو پانا ہے۔مغربی دنیا میں سرِ راہ آپ کو کوئی مشکل پیش آگئی ہے،آپ پولیس سے رجوع کرتے ہیں تو جو ممکنہ ہیلپ مل سکتی ہے،آپ کو مل جائے گی۔آپ نے کوئی رستہ پوچھنا ہو تب بھی وہ ایک اچھے گائیڈ کی طرح آپ کی رہنمائی کریں گے۔حال ہی میں مجھے فیس بک پر بلجیم میں مقیم اپنے ایک عزیز احسن انجم کی ویڈیو دیکھنے کا اتفاق ہوا۔وہ بتا رہے تھے کہ سائیکلنگ کے ایک لمبے سفر پر برسلز میں پڑاؤ کے بعد سائیکل کو دیکھا تو کوئی شریر اسے نقصان پہنچا گیا تھا۔رات ہو چکی تھی،انہیں اور کوئی رستہ نہیں سوجھا تو وہاں کے قریبی پولیس اسٹیشن جا کر اپنا مسئلہ بیان کیا۔یہ نا قابلِ یقین بات ہے لیکن اس وقت ڈیوٹی پر موجود پولیس کے عملہ نے احسن انجم کی مکمل مدد کی اور مل جل کر سائیکل کو اس قابل کر دیا کہ وہ ۱۱۰ کلومیٹر کا سفر کر کے اپنے گھر پہنچ گئے۔ایسی مثالیں استثنائی سہی لیکن بہر حال پہلے سے موجود ایک بھروسے والی فضا میں خوشگواری کا اضافہ کرتی ہیں۔نائن الیون کے بعد مغربی دنیا کی فضا میں بڑی تبدیلی آئی ہے۔ پے در پے ہر تخریبی کاروائی یا سازش میں مسلمانوں کی عمومی طور پر اور پاکستانیوں کی خصوصی طور پر نشان دہی ہوتے چلے جانا اس فضا کو مزید مکدر کرنے کا باعث بنی ہے۔مزید خرابی یہ ہوئی کہ جو غیر پاکستانی پکڑے جاتے ہیں،ان کو دہشت گردی کی تربیت دینے کے مراکز بھی پاکستان سے نکل آتے ہیں۔مغربی دنیا میں پکڑے جانے والے بیشتر ’’مجاہدین‘‘ ایسے رہے ہیں جو یہاں کی حکومتوں سے سوشل ہیلپ لے کر گزر بسر کر رہے تھے۔اب کہہ نہیں سکتا کہ یہاں جس تھالی میں کھانا

،اسی میں چھید کرنا والی بات درست بیٹھتی ہے یا نہیں۔نائن الیون سے پہلے میں افغانی ٹوپی پہنا کرتا تھا۔اس سانحہ کے بعد بھی میں نے اس کا استعمال جاری رکھا۔حالانکہ تب افغانی بھی اپنی اس نشانی کو ترک کر گئے تھے۔لیکن مجھے اس ٹوپی کی وجہ سے کسی نے کوئی روک ٹوک نہیں کی۔اپنے شہر کے بس اسٹاپ پر صرف ایک بار پولیس نے میرے کاغذات چیک کیے اور پھر مسکرا کر معذرت کے الفاظ بول کر چلے گئے۔مجھے علم ہے کہ مجھے ایک بار نہیں سینکڑوں بار خفیہ طور پر چیک کیا گیا ہوگا۔لیکن یہ نگرانی ”باور کرا کے“ ہراساں کرنے والی نہیں تھی۔ایسے انداز میں نگرانی کی جاتی کہ مجھے کبھی اندازہ ہی نہیں ہو سکا۔اس کا فائدہ یہ ہوا کہ مجھے ذاتی طور پر کوئی پریشانی نہیں ہوئی اور پولیس کی اپنی جگہ پوری تشفی ہوگئی۔

مغربی دنیا میں جن لوگوں کو کسی شک وشبہ میں گرفتار کیا گیا اسے یکسر غلط کہنا زیادتی ہے۔ان میں سے جو بے قصور تھے یا مغربی قوانین کے مطابق ان کا جرم ثابت نہیں کیا جا سکا،ان سب کو رہا کیا گیا تھا۔بلکہ جن کے جرم کا علم تھا اور قانونی موشگافی کی وجہ سے سزا نہیں دی جا سکتی تھی،انہیں بھی رہا کرنا پڑا۔بہر حال یہاں کہنے کا مقصد یہ ہے کہ مغربی دنیا میں پولیس کا عمومی کردار عوام کی مدد کرنے والا ہے،عوام میں خوف اور دہشت پیدا کرنے والا نہیں۔اس کے برعکس پاکستانی پولیس ہو یا دوسرے مسلمان ملکوں کی پولیس۔ان سب کا فریضہ اپنے حکمرانوں کی حفاظت،ان کے مفادات کا تحفظ اور عوام کی تذلیل کے سوا کچھ نہیں۔کوئی عام آدمی کسی پولیس والے سے رستہ پوچھ بیٹھے تو اسے حوالات کا رستہ دیکھنا پڑ جاتا ہے اور احسن انجم کی طرح کوئی سادہ لوح سائیکل کا مسئلہ لے کر پولیس اسٹیشن چلا جائے تو اسے اپنے ہی سائیکل کی چوری کے جرم میں دھر لیا جائے گا۔

پولیس کلچر کے واضح فرق کے ساتھ مغربی ممالک کی پولیس کے زیر انتظام ٹریفک کے نظام اور مسلمان ملکوں کے ٹریفک کے نظام کے فرق سے بھی دونوں معاشروں کے فرق کو بہتر طور پر سمجھا جا سکتا ہے۔ٹریفک کے قواعد وضوابط صرف کتابوں میں درج کرنے کے لیے نہیں ہیں بلکہ رواں دواں سڑکوں پر ان کا مکمل طور پر اطلاق ہوتا ہے۔ان قواعد کی خلاف ورزی عام آدمی کرے،چاہے امریکی صدر کی اولاد کرے یا ملکہ برطانیہ کے شاہی خاندان کا کوئی فرد کرے،سب کے لیے سزا یکساں ہے۔کسی کے لیے کوئی رعائت نہیں۔اگر امتیازی فرق ہو سکتا ہے تو یہ کہ شاہی خاندان کے فرد کو اصل جرمانہ سے زیادہ جرمانہ کی سزا دی جائے کہ تم پر تو قانون کا احترام کرنا عام آدمی سے بھی زیادہ واجب تھا۔مغربی ممالک کے ٹریفک سسٹم کے برعکس پاکستانی معاشرے کا ٹریفک سسٹم ہو یا دوسرے مسلمان ملکوں کا ٹریفک سسٹم ہو،سب نفسا

نفسی کا نمونہ پیش کرتے ہیں۔ٹریفک کے قوانین کی دھجیاں نہ صرف مقتدر افراد اڑاتے ہیں بلکہ قانون نافذ کرنے والے ادارے خود اس کی پامالی کر رہے ہوتے ہیں۔غریب کے کاغذات پورے ہوں تو اس کی موٹر سائیکل میں کوئی نہ کوئی نقص ڈال کر (بلا رسید) جرمانہ عائد کر دیا جائے گا اور اشرافیہ طبقہ کے لوگ سرِ عام ٹریفک قوانین کی خلاف ورزی کر رہے ہوں گے تو بیچ چوراہے میں کھڑے ہوئے پولیس والے بھی ان سے بے خبر ہو جاتے ہیں۔یہ اصل رویے ہیں جن سے مغربی سوسائٹی اور مسلمان ملکوں کی سوسائٹی کے فرق کو سمجھا جا سکتا ہے۔اپنی ہر غلطی اور کوتاہی میں مغربی سازش ڈھونڈ نکالنا مریضانہ رویہ ہے۔جس سے مرض کا علاج نہیں ہوگا بلکہ اس میں مزید اضافہ ہوگا۔دونوں معاشروں کی پولیس کے کردار سے دونوں معاشروں کے فرق کو بخوبی سمجھا جا سکتا ہے۔مسلم ملکوں کے افسوسناک پولیس سسٹم کے ہونے میں امریکہ، جرمنی،برطانیہ،فرانس اور باقی یورپ کی کوئی سازش شامل نہیں ہے۔بے تکی الزام تراشی سے مسئلے حل نہیں ہوں گے۔ضرورت اس امر کی ہے کہ اپنی خرابیوں کو مان کر ایمانداری کے ساتھ اصلاح احوال کے لیے قدم اٹھایا جائے

روزنامہ **مقدمہ** کراچی مورخہ۔۔۲۲رجنوری ۲۰۱۰ء
روزنامہ **ہمارا مقصد** دہلی مورخہ ۲۵رجنوری ۲۰۱۰ء

پردے سے سکینگ تک

مغربی دنیا میں مقیم پاکستانی خواتین کی ایک بڑی تعداد اسلامی طریق والا پردہ نہیں کرتی۔خود پاکستان میں بھی ایک بڑی تعداد ایسی خواتین کی ہے جو پردہ کرنا ضروری نہیں سمجھتیں۔مختلف ممالک میں اور علاقوں میں پردہ یا حجاب کی نوعیت بہت زیادہ مختلف ہے۔صرف بالوں کو ڈھانپنا اور چہرہ کھلا رکھنا ایران اور ترکی سے لے کر بعض عرب ممالک تک رائج ہے۔ہمارے ہاں چادر کا پردہ بھی ہے،آدھے نقاب والا برقعہ بھی ہے اور بعض علاقوں میں شٹل کاک برقعہ بھی ہے۔شٹل کاک برقعہ والوں کے نزدیک پردہ کی باقی ساری صورتیں بے پردگی میں (بلکہ بے حیائی میں) شامل ہیں۔اس پس منظر میں مغربی دنیا میں نائن الیون کے بعد جہاں ایک طرف مغربی دنیا کی طرف سے مسلمانوں کو شک وشبہ کی نگاہ سے دیکھا جانے لگا وہیں مسلمانوں کی طرف سے مغربی دنیا سے اپنے لیے ایسے ایسے مطالبے کیے جانے لگے جنہیں مغربی معاشرے کے مجموعی ماحول میں قبول کیا جانا کافی مشکل تھا۔پردہ کے حق کے سلسلہ میں بعض مسلم خواتین کی طرف سے معمول سے زیادہ مطالبات سامنے آنے لگے۔مثلاً برطانیہ میں یارکشائر کے ایک پرائمری اسکول ہیڈ فیلڈ چرچ کی اسسٹنٹ ٹیچر عائشہ نے کلاس روم میں نقاب کے ساتھ پڑھانے پر اصرار کیا۔معاملہ زیادہ بگڑ گیا تو کہا کہ چلیں بچوں کے سامنے نقاب اتار کر پڑھاؤں گی،مگر مرد ٹیچرز سے پردہ کروں گی۔تب مجھے پاکستان کے بے شمار بڑے تعلیمی ادارے یاد آتے رہے جہاں بالغ بچوں سے پردہ بھی کبھی مسئلہ نہیں بنا اور ساتھی مرد ٹیچرز سے پردہ بھی کبھی مسئلہ نہیں بنا۔عائشہ نے مقدمہ کیا لیکن ظاہر ہے اسے یہ مقدمہ ہارنا ہی تھا۔لندن میں ایک مسلم لیڈی پولیس افسر نے تربیت پوری ہونے کے بعد پاسنگ آؤٹ پریڈ کی تقریب میں ادارہ کے سربراہ سے مصافحہ سے انکار کر دیا تھا۔کمانڈو پولیس کی تربیت کے دوران جسموں سے جسم ٹکراتے ہیں،اگر وہ ساری تربیت روا تھی تو مصافحہ میں کیا حرج تھا؟اگر خاتون

نے کسی مرد کو چھونا نہیں تو کمانڈو پولیس میں جانے کی کیا ضرورت تھی؟اگر ایسی ملازمتیں آپ کے عقائد یا ثقافت سے متصادم ہیں تو دوسری ایسی ملازمتوں کی طرف جایئے جہاں ایسی قباحت پیدا نہ ہو۔

ایسی صورتحال پر برطانیہ کے لارڈ نذیر احمد نے بجا طور پر کہا تھا کہ پردہ کا مقصد خواتین کے لیے تحفظ ہے،جبکہ یہاں مغرب میں پردہ عدم تحفظ کی علامت بنتا جا رہا ہے۔لارڈ نذیر کے بقول اسلام میں پردہ کی نوعیت ثقافتی ہے،یعنی بعض خطوں میں صرف سر کو ڈھانپا جاتا ہے،بعض میں چہرہ کو نیم پردہ کے ساتھ اور بعض میں مکمل پردہ کے ساتھ ڈھانپا جاتا ہے۔ایک طرف ایسی صورتحال ابھر رہی تھی،دوسری طرف سخت اسلامی پردہ کی اجازت ایسے مطالبات کے ساتھ ساتھ دہشت گردی کے واقعات میں مردوں کے برقعہ پہن کر فرار ہونے کے واقعات بھی سامنے آنے لگے۔اس سے مغربی دنیا میں جہاں پردہ کے مسئلہ کو ویسے ہی اہمیت نہیں دی جاتی وہاں یہ احساس بڑھتا گیا کہ مسلمان مرد پردہ کی آڑ میں تخریبی سرگرمیاں جاری رکھنا چاہتے ہیں۔۲۰۰۷ء کے اوائل میں برطانیہ میں دہشت گردی کے واقعہ میں ملوث ایک نوجوان کو برقعہ پہن کر فرار ہوتے ہوئے دکھایا گیا تھا۔اُسی برس افغانستان میں قندھار سے ۳۵ کلو میٹر دور پنجوائی کی چیک پوسٹ پر سینئر طالبان کمانڈر ملا محمود کو برقعہ پہن کر فرار ہوتے ہوئے گرفتار کیا گیا،موصوف نے برقعہ کے نیچے زنانہ لباس بھی پہن رکھا تھا۔لال مسجد آرمی ایکشن کے موقعہ پر مولوی عبدالعزیز برقعہ پہن کر فرار ہوتے ہوئے پکڑے گئے۔ایسے مواقع پر مذہبی حلقوں میں سے کسی نے بھی اسلامی پردہ کے ناجائز استعمال کی مذمت نہیں کی۔اگر مذہبی حلقوں کی طرف سے دہشت گردی کے لیے مردوں کی طرف سے پردہ کے ناجائز استعمال کی بروقت اور شدید مذمت کر دی جاتی تو شاید اہلِ مغرب کو اس حوالے سے اپنا موقف سمجھانے میں کچھ آسانی ہوتی۔ایسے ماحول کے ہوتے ہوئے اب تازہ ترین واقعہ یہ ہوا کہ نائجیریا کا ایک ۲۴ سالہ باشندہ عمر فاروق عبدالمطلب اپنے انڈر وئیر میں دھماکہ خیز مواد چھپا کر ایمسٹرڈیم سے جہاز میں سوار ہونے میں کامیاب ہو گیا۔امریکی ائیر پورٹ ڈیٹرائٹ پر اترنے سے پہلے اس نے دھماکہ کرنا چاہا لیکن اس میں کامیاب نہ ہو سکا اور صرف خود نیچے سے جھلس کر زخمی ہو گیا۔یہ واردات کرسمس کے موقعہ پر کی جا رہی تھی جو اتفاق سے ناکام ہو گئی۔ابھی تک امریکہ و یورپ کے ہوائی اڈوں پر سکینگ کا طریق کار ایسا تھا کہ اس میں مسافروں کی ایکسرے جیسی تصویر آتی تھی،لیکن اس ناکام واردات کے بعد سکینگ کا جو نیا طریقہ رائج کیا جا رہا ہے اس میں مسافران کرام مکمل برہنہ دکھائی دیں گے۔سکینگ کی یہ پابندی ان ملکوں کے مسافروں کے امریکہ نے لاگو کر دی ہے:ایران،سوڈان،شام،

نائیجیریا،الجیریا،عراق،لیبیا،افغانستان،صومالیہ،یمن،کیوبا،سعودی عرب اور پاکستان۔ان چودہ ممالک سے امریکہ آنے والے تمام مردوخواتین کواب اس باڈی سکریننگ سے گزرنا ہوگا۔یورپ میں بھی یہی طریق اختیار کیے جانے کی خبریں ہیں۔اب یہاں عملاً یہ تکلیف دہ صورت سامنے آئی کہ خواتین مکمل برقع میں ہوں تب بھی انہیں مکمل برہنہ دیکھا جارہا ہوگا۔اس ساری بدلتی ہوئی صورتحال پر پاکستان میں ہی کچھ احتجاج ہوا ہے،دوسرے مسلمان ملکوں کی حکومتوں یاعوام کی طرف سے کسی قسم کا کھلا ردِعمل سامنے نہیں آیا۔جو ہورہا ہے، براہورہا ہے۔خدا کرے کہ مذاکرات کرکے اس سکیننگ کوختم کرالیا جائے لیکن کیا اس وقت اس نئی ٹیکنالوجی کے سامنے ہمارے سارے پردے اور حجاب چاک ہوکرنہیں رہ گئے؟اور کیا اس کی ایک حدتک بڑی ذمہ داری خود ہم پر عائدنہیں ہوتی کہ ہم نے اپنے غم وغصہ کے اظہار کے جوطریقے اختیار کیے،ان کے نتیجہ میں نوبت یہاں تک پہنچادی۔

روزنامہ **مقدمہ** کراچی مورخہ۔۔۲۸رجنوری ۲۰۱۰ء

روزنامہ **ہمارا مقصد** دہلی مورخہ ۲۹رجنوری ۲۰۱۰ء

کچھ اور باتیں مشرق ومغرب کی

پردے سے سکیننگ تک جو کچھ عملی طور پر سامنے آرہا ہے،اس میں مختلف جہات سے مزید پیش قدمی ہوئی ہے۔فرانس نے پردے پر مکمل پابندی عائد کردی ہے۔جوخواتین پردے میں باہر آئیں گی انہیں جرمانہ کی سزا ہوگی۔اگر کسی کے پردے کی وجہ اس کے خاندان کے مردوں کا دباؤ ہوگا تو مردوں کو ڈبل جرمانہ ہوگا۔اس سلسلہ میں فرانس میں مقیم بعض علمائے کرام نے صاف لفظوں میں نہ صرف اس فیصلے پر صاد کیا ہے بلکہ یہ بھی کہا ہے کہ جنہیں یہ قانون منظور نہیں ہے وہ مسلمان اپنے اپنے ملکوں میں واپس چلے جائیں۔پردے پر پابندی کے قانون کو اب دوسرے یورپی ممالک میں بھی سنجیدگی سے دیکھا جارہا ہے۔اسی طرح ہوائی اڈوں پر سکیننگ کے نئے سسٹم کے سلسلہ میں امریکہ کے بعد یورپی ممالک نے بھی غور شروع کردیا ہے۔اس سلسلہ میں سب سے زیادہ افسوسناک بات یہ ہے کہ تیرہ مسلمان ملکوں میں سے گیارہ ملکوں کے عوام یا حکومتوں کی طرف سے حتیٰ کہ سعودی عرب کی طرف سے بھی کوئی ردِعمل سامنے نہیں آرہا۔تھوڑا سا ایران کی طرف سے اور زیادہ تر پاکستانی عوام کی طرف سے ہی ردِعمل آیا ہے۔اس کا جواب امریکہ کی طرف سے یہی ہے کہ جسے یہ سب پسند نہیں ہے وہ امریکہ میں نہیں آئے۔دوسرے لفظوں میں اس بات کو یوں کہہ لیں کی امریکہ میں صرف وہی مردوخواتین تشریف لائیں جو اپنی مکمل سکیننگ کے لیے راضی ہوں۔اب کون ہے جو امریکہ جانے والوں کی لسٹ جاری کرتا رہے تا کہ اندازہ ہو کہ پاکستانی عوام وخواص میں امریکہ جانے کی خواہش کم ہوئی ہے یا جوں کی توں موجود ہے۔اس امریکی حکم کے بعد خود مغربی دنیا میں بھی تھوڑا بہت احتجاج ہوا ہے۔جرمنی میں برلن ائیرپورٹ پر پیراٹن پارٹی کے کارکنوں نے نیم سے کچھ زیادہ برہنہ ہوکر ائیرپورٹ پر جا کر اپنا احتجاج ریکارڈ کرایا ہے۔آج کل جرمنی میں ہونے والی شدید ترین برف باری کے موسم میں ایسا مظاہرہ کرنا بجائے خود بہت بڑی ہمت کا کام تھا۔اس مظاہرہ کے

چند مناظر اس لنک پر دیکھے جا سکتے ہیں۔

http://www.tutsi.de/piratenpartei-nackt-gegen-nacktscanner
-demo-am-flughafen-berlin-tegel/2010/01/11/tutsi-blog-aktuell/

نائن الیون کے بعد افغانستان اور بعد ازاں عراق پر امریکی حملے کے وقت سب سے پہلے احتجاجی مظاہرے مغربی دنیا کے عوام نے شروع کیے۔ پاکستان میں ملین مارچ کا لفظ ایک مذہبی جماعت کے رہنما نے لطیفہ بنا کر رکھ دیا تھا۔لیکن مغربی دنیا کے عوام نے امریکی حملوں کے خلاف جتنے بڑے مظاہرے کیے، وہ نہ صرف ملین مارچ تھے بلکہ رائے عامہ کے اظہار کا شاندار سلسلہ تھے۔ یوں دیکھا جائے تو مغربی دنیا کے عوام اپنے ثقافتی فرق کے باوجود امریکی حملوں کے خلاف کئی مسلمان ملکوں سے کہیں زیادہ زبردست مظاہرے کر چکے ہیں۔مغربی دنیا کے عوام نے دو عالمی جنگوں کی وسیع تر تباہی کے بعد بہت کچھ سیکھ لیا ہے۔ دونوں عالمی جنگیں تو کسی مذہب کے خلاف سازش نہیں تھیں۔جنگوں کا معاملہ عموماً سیاسی و اقتصادی مفادات سے متعلق ہی ہوتا ہے۔ مذہب کا نام کہیں آتا بھی ہے تو محض لوگوں کے جذبات سے کھیلنے کے لیے آتا ہے۔ یہاں اس افسوسناک حقیقت کی طرف توجہ دلانا بھی ضروری ہے کہ بعض مسلمان ملکوں کی بادشاہتوں نے اپنے ملکوں میں عوام کو ایسے مظاہرے کرنے کی اجازت تک نہیں دی تھی۔ اس لحاظ سے دیکھا جائے تو ظلم، زیادتی اور ناانصافی کے خلاف آواز بلند کرنے میں مغربی ممالک کے عوام اور مسلمان ملکوں بلکہ تیسری دنیا کے عوام میں زیادہ فرق نہیں ہے۔ دوسری طرف امریکی حکام اور مسلمان ملکوں کے حکام کی ذہنی ہم آہنگی میں بھی زیادہ فرق نہیں ہے۔ بلکہ اس بات کو مزید صراحت سے کہا جائے تو کہہ سکتے ہیں کہ مسلمان ملکوں کے حکام امریکی احکامات پر صاد کرنے کے لیے ہمہ وقت تیار رہتے ہیں۔ اس معاملہ میں پاکستان ہو یا سعودی عرب دونوں میں کوئی خاص فرق نہیں ہے۔ ایسا بھی ہوا ہے کہ اگر کسی معاملہ میں پاکستانی حکام کی طرف سے کچھ ہچکچاہٹ کا مظاہرہ کیا جانے لگا تو امریکہ نے سعودی عرب کے ذریعے پاکستان کو اس کام کے لیے راضی کر لیا۔ سو مغربی دنیا کے حکام سے سیاسی سطح پر جو شکایات ہیں، وہ شکایات لگ بھگ اتنی ہی اپنے حکام سے بھی ہونی چاہئیں۔ اگر اپنے حکام کو ہم اپنے موقف کا قائل نہیں کر سکتے تو امریکی حکام اور مغربی دنیا کے مقتدر لوگوں کو کیسے قائل کر سکتے ہیں۔

مسلم امہ اور عالمِ اسلام کے حوالے سے جو باتیں عام طور پر کہی جاتی ہیں، ان کے سلسلہ میں ہم خود بھی بعض مغالطّوں کا شکار ہیں۔ عقیدے کی وہ برتر سطح جہاں ایک خدا، ایک رسول اور ایک کتاب پر

ایمان اور ایک ہی قبلہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنا، حج، عمرہ کے لیے خانہ کعبہ تک جانا وغیرہ شامل ہیں، یہ تو سب میں مشترک ہیں۔ اس کے بعد ایمانیات سے ہٹ کر عملی زندگی کے معاملات میں مذہب کی تفسیر تشریح سب نے الگ الگ کر رکھی ہے۔ اس میں کوئی حرج نہیں، اگر ایک دوسرے کے عقائد کو تحمل کے ساتھ برداشت کیا جا سکے تو اچھی بات ہے۔لیکن سیاسی سطح پر، حکومتوں کی سطح پر مسلمانوں کی تاریخ اقتدار کی لڑائیوں اور طاقت کے کھیل سے بھری پڑی ہے۔ سیاست میں، حکومت میں، اقتدار کی جنگ میں، طاقت کے کھیل میں، ہماری تاریخ میں کچھ اور لکھا ہوا ہے اور ہم لوگوں کو کچھ اور بتایا اور پڑھایا گیا ہے۔ تاریخ کے چند اہم ترین، ناقابلِ یقین واقعات کی ایک ہلکی سی جھلک اگلے کالم میں پیش کرنے کی کوشش کروں گا۔ میں اگلے کالم میں جو چند حقائق پیش کروں گا ان سے کئی مغالطے دور ہو سکتے ہیں۔

روزنامہ **مقدمہ** کراچی مورخہ ۔۲رفروری ۲۰۱۰ء

روزنامہ **ھمارا مقصد** دہلی مورخہ ۴رفروری ۲۰۱۰ء

مسلمان حکمرانوں کی تاریخ: ایک جھلک

گزشتہ کالم میں عرض کر چکا ہوں کہ ایک خدا، ایک رسولؐ، ایک قرآن اور ایک کعبہ کی حد تک سارے مسلمانوں کی یکجہتی ایک حقیقت ہے۔ اس سے آگے فرقہ پرستی کے نتیجہ میں مذہبی تفریق کا اندوہناک منظر ہے۔ یہ جو مسلم امہ اور امتِ مسلمہ کی باتیں کی جاتی ہیں، میں بھی پہلے اسی انداز میں سوچتا تھا، لیکن حسن جعفر زیدی، پروفیسر مہدی حسن، ڈاکٹر مبارک علی اور فرزندِ اقبال جسٹس جاوید اقبال جیسے دانشوروں کو پڑھنے، ٹی وی پر سننے اور سمجھنے کے بعد اندازہ ہوا کہ ہم لوگ تو اسلامی تاریخ کے نام پر نسیم حجازی کے ناولوں کے نشہ میں پڑے ہوئے ہیں۔ سیاسی اقتدار کی رسہ کشی میں مسلمان حکمرانوں کی ڈیڑھ ہزار سالہ داستان قتل و غارت، ناانصافی اور خود غرضی کے خوفناک واقعات سے بھری ہوئی ہے۔ حقیقتاً ان حقائق کا بحیثیت مذہب اسلام سے کوئی تعلق نہیں ہے، یہ اقتدار کا کھیل ہے اور اس کھیل میں مذہب کا کوئی عمل دخل نہیں رہتا، بس کہیں اقتدار کو مضبوط کرنے کے لیے مذہبی اشتعال انگیزی سے کام لیا جا سکتا ہے تو صرف بوقتِ ضرورت ایک حد تک اس سے کام لے لیا جاتا ہے۔ آج کے کالم میں اس ڈیڑھ ہزار سالہ تاریخ کی ہلکی سی جھلک پیش کروں گا۔

خلافتِ راشدہ کے چار میں سے تین خلفاء شہید ہوئے اور ان میں سے صرف ایک خلیفہ ایک غیر مسلم کے ہاتھوں شہید کیے گئے لیکن دو خلفاء مسلمانوں ہی کے ہاتھوں شہید ہوئے۔ حضرت امام حسین علیہ السلام کے خلاف پہلے یزیدی حاکمیت نے اس وقت کے چیف جسٹس قاضی شریح سے تکفیر اور قتل کا فتویٰ حاصل کیا اور پھر سانحۂ کربلا برپا کیا۔ اُس وقت کی آزاد عدلیہ کے چیف جسٹس قاضی شریح نے لکھا کہ حسین ابن علی دینِ محمدؐ سے باغی، دائرۂ اسلام سے خارج اور واجب القتل ہے۔ **انا للہ وانا الیہ راجعون.** یہ اپنے اقتدار کو بچانے کے لیے مسلمان حکمرانوں میں سرکاری طور پر تکفیر کا پہلا المناک سانحہ تھا۔ نوے سالہ امیہ دورِ خلافت میں مکہ اور مدینہ پر دو بار حملہ کیا گیا۔ ایک حملہ کی قیادت حجاج بن یوسف نے کی۔ دونوں

حملوں میں خانہ کعبہ کی عمارت پر منجنیق سے پتھر برسائے گئے اور آگ کے تیر چلائے گئے۔ دونوں حملوں میں خانہ کعبہ کی عمارت منہدم کر دی گئی، بعد میں تعمیرِ نو کی گئی۔ مسجد نبوی کی بے حرمتی کی گئی۔ مکہ اور مدینہ پر حملہ کے وقت ہزاروں کی تعداد میں مسلمانوں کو شہید کر دیا گیا۔ حجاج بن یوسف نے کوفہ میں ایک لاکھ تیس ہزار مسلمانوں کو شہید کر دیا۔ مختار ثقفی نے قاتلین حسینؑ کو عبرتناک انجام تک پہنچایا، مصعب بن عمیر اور مختار کی جنگ میں مختار مارا گیا، حجاج اور مصعب کی جنگ میں مصعب مارا گیا، اندلس میں فتح حاصل کرنے کے بعد فاتح مسلمانوں کے درمیان خانہ جنگی شروع ہو گئی جس کے نتیجہ میں ہزاروں مسلمان، مسلمانوں کے ہاتھوں موت کے گھاٹ اتارے گئے۔ مدینہ پر خارجیوں نے حملہ کیا اور ہزاروں مسلمانوں ہی کا قتل عام ہوا۔ خلافت کے دو دعویدار ابراہیم بن ولید اور مروان بن محمد کے درمیان خونریز جنگ ہوئی۔ یزید ثالث کی لاش کو قبر سے نکال کر سولی پر چڑھایا گیا۔ فاتح سندھ محمد بن قاسم، فاتح وسط ایشیا مسلم بن قتیبہ، اور فاتح اندلس موسیٰ بن نصیر کے تمام بیٹوں کو مروا دیا گیا۔ اس قسم کے اور بے شمار واقعات ہیں جو مسلمانوں کی عظیم فتوحات کے دور میں رونما ہو رہے تھے۔ اور مسلم امہ یا اسلامی بھائی چارے جیسے الفاظ کا مذاق اڑا رہے تھے۔

جب امیہ دور کا زوال آیا اور عباسیوں کو عروج حاصل ہوا تو امیر معاویہ اور عمر بن عبدالعزیز کے سوا باقی تمام اموی حکمرانوں کی لاشیں قبروں میں سے نکال کر جلا دی گئیں۔ اموی اندلس پر حکمران تھے اور عباسی بغداد پر۔ فرانس کے بادشاہ شارلمین نے جب اندلس پر حملہ کیا تو خلیفہ ہارون الرشید نے شارلمین کو قیمتی تحائف بھیجے۔ امیہ اور عباسیہ کی جنگوں میں اندلس اور افریقہ کے ہزاروں مسلمان مارے گئے۔ عباسی اقتدار کے بانی ابو مسلم خراسانی نے اپنے عرب حریف ابوسلمہ کو قتل کرا دیا، ابو جعفر منصور نے ابو مسلم خراسانی کو قتل کرا دیا، ان ساری لڑائیوں میں ستر ہزار سے زیادہ مسلمان موت کے گھاٹ اتر گئے۔ قرامطی مکہ پر حملہ آور ہوئے اور حجر اسود کو اکھاڑ کر ساتھ لے گئے۔ عباسی دور کے پانچ سو سال میں ۳۷ خلفاء بنے۔ ان میں سے پندرہ کو قتل کیا گیا۔ چودہ خلفاء اپنے مسلمان بھائیوں کے ہاتھوں مارے گئے جبکہ آخری عباسی خلیفہ تاتاریوں کے ہاتھوں مارا گیا۔ تاتاری یلغار کے وقت مسلمانوں میں فرقہ پرستی اور تکفیر بازی کی لعنت اس حد تک سرایت کر گئی تھی کہ ایک فرقہ کے لوگ تاتاریوں سے ساز باز کر کے یقین دہانی حاصل کرتے کہ شہر کا دروازہ کھول دینے پر تاتاری ان کے مخالف فرقے والوں کا قتلِ عام کریں گے۔ جب دروازہ کھلتا تو کسی فرقہ کے امتیاز کے بغیر تاتاریوں نے سب کا قتلِ عام کیا۔ ایسا صرف ایک بار نہیں ہوا۔ کئی

شہروں کے دروازے کھولنے والوں نے ہر بار یہی احمقانہ ساز باز کی اور اپنے انجام کو پہنچے۔ خلافتِ عثمانیہ میں محمد ثالث جب خلیفہ بنا تو اس نے اپنے انیس بھائیوں کو قتل کروا دیا۔ کسی مذہبی رہنما نے اسے اسلام کے منافی نہ کہا۔ ایرانیوں، افغانیوں اور ترکوں کی باہمی جنگوں میں مفتوحین کے سروں کے مینار بنائے جاتے۔ داخلی طور پر اپنے بھائیوں، بیٹوں کی آنکھوں میں گرم سلائیاں پھروا کر اندھا کرا دینا تو معمولی بات تھی۔ بھائیوں، بیٹوں کو قتل بھی کروایا جاتا رہا۔

غزنوی سلطنت میں محمود غزنوی نے خوارزم، خراسان، فارس اور ملتان کی مسلمان حکومتوں کا خاتمہ کر کے قبضہ کر لیا۔ خلیفہ بغداد کو بغداد پر حملہ کرنے کی دھمکی دی، جسے خلیفہ نے قرآن کا واسطہ دے کر روکا۔ غوریوں کو موقعہ ملا تو انہوں نے غزنی کی اینٹ سے اینٹ بجا دی۔ سات روز تک قتلِ عام ہوتا رہا، لاکھوں مسلمان مار دیئے گئے۔ غزنوی بادشاہوں کی قبریں اکھاڑ کر لاشیں جلا دی گئیں۔ کیسی کمال کی بات ہے کہ غزنوی اور غوری دونوں ہی ہمارے ہیرو ہیں۔ ہندوستان میں التمش کی اولاد میں تخت نشینی کی جنگ میں رضیہ سلطان کا قتل، جلال الدین خلجی کے ہاتھوں کیقباد کا قتل، علاؤالدین خلجی کے ہاتھوں جلال الدین خلجی کا قتل، ظہیر الدین بابر اور ابراہیم لودھی کے درمیان پانی پت کی جنگ اور جنگ میں ابراہیم لودھی کا قتل، یہ سب ہماری تاریخ کا حصہ ہے۔ بابر کی اولاد میں تخت نشینی کی جنگ میں ایک دوسرے کا قتل، جہانگیر نے اپنے بیٹے خسرو سے جنگ کی اور قید ہی میں خسرو کی موت ہوئی۔ شاہ جہاں کی طرف سے اقتدار کے لیے اپنے چچا زاد بھائیوں، اور بھتیجوں کا قتل، شاہجہاں کے بیٹوں میں اقتدار کی جنگ میں اورنگ زیب کے ہاتھوں باقی سارے بھائیوں کا قتل۔ مغلوں کے زوال تک ان کی محلاتی سازشوں اور اندرونی ظلم و غارت گری کے باعث خون کے رشتے 'خونی' رشتے بنے رہے، خون بہتا رہا۔ کیا اس خونی تاریخ کے ان ابواب میں بھی کافروں کی سازشیں کارفرما تھیں؟ کون ہے کتنا گنہگار کہوں یا نہ کہوں!

جن احباب کو یہ کالم پسند آئے اس کی داد بطور خاص حسن جعفر زیدی صاحب کو دی جائے، جن سے میں نے استفادہ کیا ہے، جنہیں پسند نہ آئے تو ان کی ساری ملامت کا سزاوار میں خود ہوں۔

روزنامہ **مقدمہ** کراچی مورخہ۔۔ ۴ر فروری ۲۰۱۰ء
روزنامہ **ہمارا مقصد** دہلی مورخہ ٦ر فروری ۲۰۱۰ء

ایک غزل: اسلام کے نام پر دہشت گردی کرنے والوں کے لیے

پہلے آدھا ملک ہمارا توڑ دیا
باقی کو دہشت گردی سے جوڑ دیا

خود کش حملے، خونریزی و بربادی
کن رستوں پہ لا کے قوم کو چھوڑ دیا

غیروں سے بدلہ لینے کے چکر میں
پورے دیس کا حلیہ موڑ ، تروڑ دیا

جس نے تھوڑا سا بھی سمجھانا چاہا
اس کے گھر پہ جا کے بم اک پھوڑ دیا

مولا! کیا تو نے بھی بے بس لوگوں کو
بے رحموں کے رحم و کرم پہ چھوڑ دیا

کس نے عذاب میں ڈالا ساری دنیا کو
کس نے کس سے مل کے روس کو توڑ دیا

کس کے ''جہاد'' نے امریکہ کو طاقت دی
اور دنیا کو یہ ''تاریخی'' موڑ دیا

بولو کتنے زخم لگانا باقی ہیں
جسدِ وطن کو اتنا تو بھنبھوڑ دیا

حیدؔر بے حس میں احساس کہاں، پھر بھی
کچھ احساس دلانے کو جھنجھوڑ دیا

☆☆☆

صدر بُش کو عید مبارک!

سانحہ نائن الیون کے بعد افغانستان اور عراق پر حملوں کے دوران صدر بُش نے عید کے موقعہ پر عالمِ اسلام کو مبارک باد دی تھی۔اس کے جواب میں یہ نظم لکھی گئی۔بعض اخبارات اور ویب سائٹس میں چھپنے کے باوجود ابھی تک میں نے اسے اپنے کسی شعری مجموعہ میں شامل نہیں کیا تھا۔اب اس نظم کو اپنے شعری مجموعہ ''زندگی'' میں شامل کر لیا ہے۔اور یہاں بھی حالاتِ حاضرہ کے تناظر میں شامل کر لینا مناسب لگ رہا ہے۔(ح۔ق)

ہمارے عہد کے ہیرو!
تمہارے دم قدم سے اب ہواؤں میں
انوکھا اسلحہ، بارود کی خوشبو لئے
گہرے دھوئیں کے بادلوں پہ رقص فرما ہے
فضاؤں میں تمہارے تیز تر رفتا طیاروں کی آوازیں
ابھی تک موت کے نغموں کی صورت گونجتی ہیں اور
ابھی بمبارمنٹ اور گولہ باری کی نئی طرزیں
نئے گیتوں میں جیسے ڈھلتی جاتی ہیں
عراقی اور افغانی لہو پی کر نشے سے جھومتے
''ڈیزی کٹر'' کا جشن جاری ہے

یہ ایسا جشن ہے جس میں
’’بموں کی ماں‘‘ خوشی سے ناچتی ہے اور
جہاں فرعون اور نمرود اور چنگیز کی اولاد کے
گلنار چہروں پر مسرت تمتماتی ہے

ہمارے عہد کے ہیرو!
ابھی ہم بے بسوں کے سر پہ اک لمبا محرم ہے
ہمارے واسطے ہر دن محرّم کا مہینہ ہے
سو ہم ماتم گزاروں کی کہاں عیدیں!

صلیبی جنگ کا اعلان کرنے والے
پیارے بُش!
ہمارے عہد کے ہیرو! (مگر کیا واقعی ہیرو؟)
ہماری عید ہو یا پھر تمہاری عید ہو
اب تو سبھی عیدیں تمہاری ہیں
سو ہم مجبور اور ماتم گزاروں کی طرف سے
تم کو سب عیدیں مبارک ہوں!

☆☆☆

ایک اقتباس

’’حوّا کی تلاش‘‘، ’’گلاب شہزادے کی کہانی‘‘ اور ’’کاکروچ‘‘۔۔۔یہ تینوں کہانیاں کرّۂ ارض پر انسانیت کو درپیش ایٹمی تباہی کے بارے میں میرے احساس اور میری تشویش کی کہانیاں ہیں۔ایسے وقت میں جب برِصغیر کے عوام کو بھی اس ہولناک تباہی کا اندازہ ہوگیا ہے، میں اپنی تینوں کہانیاں ایک ساتھ پیش کر رہا ہوں۔انڈیا اور پاکستان کے ایٹمی دھماکوں کے سیاسی پس منظر سے قطع نظر، میرے لیے یہ نئی صورتحال قدرے اطمینان کا موجب بن رہی ہے کہ دونوں طرف یہ احساس ہونے لگا ہے کہ کسی ایک کی ہلاکت کا مطلب لازمی طور پر دوسرے کی بھی ہلاکت ہے۔اس بات کو اچھے انداز میں کہا جائے تو یہ کہا جا سکتا ہے کہ انڈیا اور پاکستان کا جینا مرنا اب ساتھ ساتھ ہے۔غور کریں تو یہ ساتھ جینا اور ساتھ مرنا تو محبت کا مقام ہے۔تو پھر کیوں نہ ہم سب مل کر محبت کے اس مقام کو پہچانیں!

انسان کی انسان سے محبت کو صرف برِصغیر تک ہی کیوں محدود رکھا جائے۔کرّۂ ارض، اس بے پناہ کائنات میں ایک بے حد چھوٹی سی دنیا ہے۔اس دنیا میں ساری جغرافیائی اکائیاں اپنی اپنی جگہ ایک سچ ہیں۔لیکن کرّۂ ارض خود ایک بڑی جغرافیائی اکائی بھی ہے۔اس دھرتی کے سارے انسان اپنے قومیتی، علاقائی اور مذہبی تشخص کے ساتھ۔۔۔اپنے اپنے تشخص کو قائم رکھتے ہوئے پوری دھرتی کو ایک ملک بنا لیں اور اس ملک کے باشندے کہلانے میں خوشی محسوس کرنے لگیں تو شاید ایٹمی جنگ کے سارے خطرات ختم ہو جائیں۔لیکن کیا ایسا ممکن ہے؟

پوری دھرتی کو ایک ملک بنانے کا خواب اور وحدتِ انسانی کی آرزو شاید بہت دور کی منزل ہے۔یہ دوری قائم رہے یا ختم ہو جائے، اس کا انحصار تو ساری دنیا کے ملکوں کے باہمی اعتماد اور یقین پر ہے۔ایک عام آدمی کے لیے شاید یہ کسی دیوانے کا خواب ہو، پھر بھی آیئے ہم سب مل کر دعا کریں۔

دنیا میں محبت کے فروغ کی دعا!

دھرتی پر نسلِ انسانی کے قائم رہنے کی دعا!

حیدر قریشی (۱۲؍جولائی ۱۹۹۸ء)

(پیش لفظ اردو ہندی مجموعہ **ایٹمی جنگ** کے پیش لفظ کا آخری حصہ)